اللآلئ المنثورة

احادیث نبویہ حروف تہجی کے مطابق

محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب
دامت برکاتہم

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

.s\Zukhari\Words\Bis
5.jpg not found.

الحمد لله الذى هدانا للإسلام وأرسل الرسل والأنبياء لهداية الأنام، وختمهم بمحمد صلى الله عليه وسلم فكان مسک الختام، صلى الله تعالى عليه وسلم ما تعاقبت الليالي والأيام، وعلى آله وصحبه الغر الكرام الذين أحيوا سنته واستهدوا بهديه في كل مقام من الأمصار والقرى والبوادي والخيام. أما بعد!

(الف)

١

أحب العرب لثلث الخ

قال محجن بن عبد الرحمن الكوفي إن النبي ﷺ خرج على أصحابه وهم يقولون لسلمان: مانسبک؟ فقال: مانسبة رجل خلق من التراب وإلى التراب يعود. إن ثقلت موازيني فما أكرم نسبى وإن خفت موازيني فما أذل نسبي. ثم تلا الآية فمن ثقلت موازينه. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ويحک ياسلمان أحب العرب لثلث نبيک عربي وقرآنک عربي ولسانک في الجنة عربي" هكذا أورده البخاري في تاريخه الكبير ٤/٤ تعليقاً.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٢

أحبوا العرب لثلث الخ

حديث ابن عباس مرفوعاً: "أحبوا العرب لثلث لأني عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي".

أخرجه الطبراني في الكبير والأوسط والحاكم في مستدركه ٨٧/٤ وعلوم الحديث ص١٦٢ له والبيهقي في الشعب ومناقب الشافعي ٣٣/١ وتمام في فوائده والعقيلي في الضعفاء كلهم من حديث العلاء بن عمرو الحنفي حدثنا يحيى بن يزيد الأشعري عن ابن جريح عن عطاء عن ابن عباس به.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح، وقال الهيثمي ٥٢/١٠: العلاء بن عمر والحنفي مجمع على ضعفه.

قلت: وشيخه يحيى بن يزيد الأشعري أيضاً ضعيف وقد تفرد به كما قاله الطبراني والبيهقى. قال ابن أبي حاتم في العلل: سألت أبي عن هذا الحديث فقال: هذا حديث كذب وقال العقيلي : حديث منكر لا أصل له. وأورده ابن الجوزي في الموضوعات ٤١/٢ وقال: يحيى يروي المقلوبات عن الأثبات فبطل الإحتجاج به وتعقب السيوطي في اللآلي ص ٤٤٢ على ابن الجوزي بما لايجدي نفعاً فقال إنما أورده العقيلي في ترجمة العلاء بن عمرو على أنه من مناكيره وكذا صاحب الميزان وقال الحافظ ابن حجر في اللسان: ذكره ابن حبان في الثقات، وقال : صالح جزرة لابأس به، وقال أبوحاتم: كتبت عنه وما أعلم إلا خيراً انتهى.

قلت: لكن الحافظ ابن حجر ذكر الحديث في اللسان وختم كلامه بنقل كلام العقيلي ولم يتعقبه بشيءٍ ولم يحكم العقيلي بالنكارة فقط بل حكم عليه بأنه لا أصل له وصرح الذهبي بأنه موضوع وحكم عليه أبوحاتم الرازي بأنه كذب. قال السيوطي: وقد تابع يحيى محمد بن الفضل أخرجه الحاكم وتعقبه الذهبي في مختصر المستدرک فقال: محمد بن الفضل متهم فلا يصلح للمتابعات. قال: وأظن الحديث موضوعاً قال السيوطي في التعقبات: والحديث ضعيف لا صحيح ولا موضوع وقال في اللآلي: وله شاهد فذكر حديث أبي هريرة الذى يأتى بعده ونقل العلامة أحمد بن مبارک السجلماسي في الإبريز ص ١٠٨ عن شيخه العارف الكبير الشيخ السيد عبد العزيز الدباغ أنه ليس بحديث لم يقله النبي ﷺ.

فائدہ:- هكذا لفظ الحديث "أحبوا" بصيغة الجمع في المستدرک وعلوم الحديث ومناقب الشافعي للبيهقي وكذا نقله الذهبي وابن حجر عن الضعفاء للعقيلى وكذا نقله الهيثمي في مجمع الزوائد عن المعجم الكبير والأوسط للطبراني وصاحب المشكوة عن شعب البيهقي

وهكذا ذكره العراقي في القرب والسخاوي في المقاصد والسيوطي في اللآلي والتعقبات وتفرّد السيوطي في الدر المنثور بإيراده : أحب – باللفظ المفرد.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۳

الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه

سوال:- حدیث جبرئیل قال ما الإحسان؟ قال-: "الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه" میں احسان کی عمدہ ونفیس تفسیر فرمائیے۔

یہ سوال زبانی طور سے بعض دوستوں نے کیا تھا اس کا جو جواب زبانی ہی دیا گیا وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

جواب:- احسان کے معنی اتقان واحکام کے ہیں یعنی کسی کام کو اچھی طرح کرنا کہا جاتا ہے "العبد لا يحسن الكر إنما يحسن الحلب والصر" بخاری شریف ۷۸۶ میں ومسلم شریف ۲/ ۲۱۸ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق کا قول منقول ہے "ولم أكن أحسن أخبز وكانت تخبزلي جارات من الأنصار"- ابوداؤد (۲/۴۲ بذل) میں ایک صحابی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا آیا ہے "أما أني لا أحسن دندنتك ولا دندنة معاذ" ان سب جگہوں میں احسان سے مکمل طور پر کرنا مراد ہے۔

اب اس کے بعد سمجھئے کہ حدیث جبریل میں احسان کے یہی معنی مراد ہیں اور مقصدِ سائل یعنی حضرت جبریل علیہ السلام یہ ہے کہ عبادت کے اتقان واحکام اور عمدہ کرنے کی کیا صورت ہے؟

آنحضرت ﷺ نے یہ بتادیا کہ اس دھیان سے عبادت کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ سامنے ہیں اگر یہ دھیان قائم ہوجائے تو پھر نماز میں اور اسی طرح دیگر عبادات میں ادھر ادھر کا ہرگز خیال نہ آئے گا جب اللہ تعالیٰ کا خیال ودھیان دل میں ہوگا اس کی عظمت کا استحضار ہوگا، پھر کسی طرف التفات نہ ہوگا۔

چوں سلطان عزت علم برکشد ☆ جہاں سر بجیب عدم در کشد

اس کے بعد اتنا اور سمجھ لینا چاہئے کہ عبادات میں دو طرح کا احسان مطلوب ہے ایک احسان ظاہری دوسرا احسان باطنی پھر احسان ظاہری کے دو درجے ہیں پہلا درجہ تو یہ ہے کہ عبادت کے شرائط وارکان کو پورا کیا جائے اور اس کے فرائض وواجبات کا اہتمام کیا جائے اس درجہ میں احسان فرض ہے اس کے بغیر عبادت ہی درست نہ ہوگی۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کے سنن و مستحبات اور آداب کی رعایت کی جائے یہ تکمیل کا درجہ ہے اس کے ترک کر دینے سے عبادت کا دوبارہ ادا کرنا تو ضروری نہ ہوگا لیکن عبادت میں حسن وخوبصورتی نہ آئے گی۔

اور احسان باطنی کی حقیقت یہ ہے کہ عبادات غوائل نفسانیہ سے پاک ہو مثلاً ریاء عجب وفخر وغیرہ اور وساوس شیطانیہ سے خالی ہو اور یہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ آدمی نفس وشیطان کے پنجوں سے رہائی پا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ یہ دھیان جمائے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عبادت کر رہا ہوں اور جب یہ دھیان پختہ ہو جائے گا تو خطرۂ شیطانی بھی ختم ہو جائے گا اور اپنے نفس سے نظر ہی اٹھ جائے گی اس لئے کہ عظمت حق کا استحضار ہو جائے گا تو اپنی ہستی بے ہستی کی طرف التفات نہ ہوگا پھر نہ عجب پیدا ہوگا اور نہ فخر ومباہات اور نہ ریاء کا خیال آئے گا کیونکہ آدمی ریاء اسی وقت کرتا ہے جب اپنے نفس کی بڑائی دل میں ہوتی ہے تو لوگوں کو دکھانے کے لئے عبادت کرتا ہے تاکہ لوگ اس کو بزرگ جانیں۔

پھر احسان باطنی کے بھی دو درجات ہیں ایک مراقبہ یعنی یہ خیال کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں اور دوسرا مشاہدہ یعنی عابد خود اللہ تعالیٰ کو بعین البصیرۃ دیکھ رہا ہے اصل مطلوب دوسرا ہی درجہ ہے اور پہلا درجہ دوسرے درجہ کے لئے زینہ کا درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ جب بار بار اس کا استحضار کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو دیکھتا ہے تو پھر انجام یہ ہوگا کہ یہ استحضار قائم ہو جائے گا کہ بندہ خود اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور چونکہ درجہ ثانیہ ہی مقصود ومطلوب ہے اسی لئے حدیث پاک میں اسی کو ذکر کیا گیا ہے واللہ اعلم۔

محمد یونس عفی عنہ

شب شنبہ ۳۰ رشوال المکرّم ۱۳۹۷ھ

٤

إحفظ الله يحفظك إحفظ الله تجده تجاهك

سوال: عن ابن عباس –: "إحفظ الله يحفظك إحفظ الله تجده تجاهك وإذا سألت فاسئل الله وإذا استعنت فاستعن بالله". نوادر الاصول میں کہاں ہے؟

جواب: ایک زمانہ ہوا نوادر الاصول کے ایک نسخۂ عتیقہ میں یہ حدیث دیکھی تھی مگر وہ اسوقت میرے پاس نہیں ہے مگر اصل حدیث تو مسند احمد وترمذی وغیرہ میں موجود ہے اور اصل انھیں کتابوں کا حوالہ ہونا چاہئے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۵

أخِّروهنَّ من حيث أخرهن الله

سوال: ایک بات یہ دریافت طلب ہے کہ مولوی راشد صاحب سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ایک بار طلبہ سے کہا تھا کہ فلاں حدیث مشکوۃ میں ہے اور جو تلاش کردے اسے انعام ملے گا اور یہ بھی کہا تھا کہ سوائے مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ کے چاہے کسی سے مدد بھی لے سکتے ہو، اگر یہ واقعہ ذہن میں آجائے تو تحریر فرمایئے کہ وہ کون سی حدیث تھی اور مشکوۃ کے کس باب میں ہے یہ بات محض ایک علمی چٹکلے کے طور پر دریافت کررہا ہوں امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ والسلام

محمد عبداللہ طارق ۱۵/فروری ۷۵ء

جواب: راشد سلمہ نے جس حدیث کا تذکرہ کیا تھا وہ حدیث "أَخِّرُ وهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰه" ہے۔ صاحب مشکوۃ نے کتاب الرقاق کی فصل ثالث (ص ۴۴۴) میں بحوالۂ رزین عبدری أخروا النساء حيث أخرهن الله کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

والسلام محمد یونس عفی عنہ ۷/صفر ۹۵ھ

٦

إدخال السرور في قلب مؤمن خير من عبادة ستين سنة

سوال: إدخال السرور في قلب مؤمن خير من عبادة ستين سنة؟

جواب: یہ حدیث بایں لفظ تو اب تک نہیں ملی ہاں إدخال السرور في قلب المسلم کی روایتیں کتب حدیث میں وارد ہیں امام زکی الدین المنذری نے الترغیب میں ۲/۱۴۱ اور علی متقی نے منتخب الکنز ۲/۵۳۰ اور عراقی نے تخریج احیاء (ج:۲) میں اور نورالدین الہیثمی نے مجمع الزوائد ۱/۱۹۳ میں إدخال السرور على المسلم کی فضیلت کی متعدد حدیثیں ذکر کی ہیں لیکن کسی حدیث میں اس حدیث مسئول کا مضمون نہیں ملا، غالباً یہ مضمون ایک حدیث سے ماخوذ ہے جسے المنذری نے الترغیب فی الطعام ۱/۱۷۲، میں بحوالہ ابن حبان ابوذر سے روایت کیا ہے کہ ایک عابد نے ساٹھ سال عبادت کی اور پھر زنا کرلیا اس کے بعد ایک سائل پر ایک دوروٹی صدقہ کی، وفات

کے بعد ایک زنا ساٹھ سال کی عبادت پر بھاری ہوگیا اور وہ روٹیاں اس زنا پر بھاری ہوگئیں واللہ اعلم۔
بندہ محمد یونس عفی عنہ

۷

الدین النصیحة للہ ولرسولہ الخ

سوال: اس حدیث کی مختصر سی تشریح فرما کر اگر جلد روانہ فرمائیں تو عین نوازش ہوگی بخاری شریف (جلد اص:۱۳) **باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة للہ و لرسولہ ولأئمة المسلمین وعامتھم وقولہ تعالی إذا نصحوا لِلّٰہ ورسُولہ.**

جواب: نصیحت کہتے ہیں خیر خواہی کرنے کو، یہی مشہور ہے اور غالبا اسی وجہ سے تمہیں اشکال پیش آیا ہوگا کہ اللہ تعالی کی خیر خواہی کوئی کیسے کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ تو دوسروں کی خیر خواہی فرماتے ہیں لیکن عزیز من یہ مرادی ترجمہ ہے اصل میں نصیحت ماخوذ ہے ''**نصحتُ العسل**'' سے جبکہ شہد کو صاف کرلیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت کے مفہوم میں اخلاص داخل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ''**نصحت الثوب بالمنصحة**'' سے ماخوذ ہے یعنی کپڑے کے شگاف کو سوئی سے رفو کرلینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت کے مفہوم میں اصلاح داخل ہے۔

اور امام خطابی فرماتے ہیں کہ **النصیحة کلمة جامعة معناھا حیازة الحظ للمنصوح لہ** یعنی نصیحت ایک جامع کلمہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کی نصیحت کی جائے اس کے سارے حصے اور حق کو پورے طور پر اس کو ادا کیا جائے، اب حدیث پاک کا یہ مطلب ہوا ہے کہ دین یہ کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کرے اور اس کے سارے حقوق کو ادا کرے اس کی ذات وصفات کا اقرار کرے اس کے احکام کی بجا آوری کرے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو ادا کرے، اخلاص وصدق دل سے آپ پر ایمان لائے، آپ کی اطاعت کرے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت وحمایت کرے اور آپ کی سنتوں کو اختیار کرے اور دین میں اگر لوگوں کی جہالت ونفسانیت کی بناء پر کوئی خرابی داخل ہوگئی ہو جیسے بدعات ورسوم، تو دین کی اصلاح کرے اور اس کو بدعات ورسوم سے پاک کرے اور ائمۃ المسلمین یعنی اسلامی حکام کے ساتھ اخلاص کرے، ان کے حقوق کو ادا کرے اور ان کی حمایت کرے اور اگر کوئی ان میں خرابی ہو تو ان کو نرمی

سے باخبر کر کے اصلاح کرے اور عام مسلمانوں کے حقوق کو ادا کرے اور ان کی اصلاح کی فکر کرے۔ والسلام

محمد یونس عفی عنہ

یکم ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

۸

إذا أحب اللّٰه العبد نادی جبرئیل الخ

سوال : گرامی قدر حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ...السلام علیکم مزاج گرامی آپ کے مؤلفہ رسائل فضائل رمضان میں آیت کریمہ اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَهُم الرَّحمٰنُ وُدًّا کے ذیل میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی اپنے بندہ کو دوست بنالیتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے دوست رکھو۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان والوں کو آواز دیتے ہیں کہ تم سب بھی فلاں بندے کو دوست رکھو پھر اہل زمین کو آواز دیجاتی ہے اور وہ سب بھی دوست رکھتے ہیں حتی کی خشکی کے علاوہ دریاؤں کی مچھلیاں بھی دوست رکھتی ہیں اور دعائے مغفرت کرتی ہیں اس حدیث پاک کے لئے کتاب، باب اور صفحہ کے حوالہ کی ضرورت ہے امید ہے کہ ازراہ کرم تحریر فرمائیں گے، احسان وکرم ہوگا۔

فقط والسلام طالب خیر.....سید حمید اشرف علی گڑھ

جواب :- مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حدیث مسئول کا ترجمہ فضائلِ رمضان کی فصل اول کی حدیث نمبر دو کی تشریح کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے۔ ترجمہ: جب حق تعالیٰ شانہ- سے شروع ہوتا ہے اور پھر- اس کے لئے زمین پر قبولیت رکھ دی جاتی ہے- پر ختم ہوتا ہے آگے مؤلف کا کلام ہے۔

یہ حدیث امام بخاری نے کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکة میں (ص.٤٥٦) پر روایت کی ہے حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں-: ''إذا أحب الله العبد نادي جبرئيل إن الله يحب فلاناً فأحبه فيحبه جبرئيل فينادى جبرئيل في أهل السماء إن الله يحب فلاناً فاحبوه فيحبه أهل السماء ثم يوضع له القبول في الأرض'' .....مچھلیوں کا صائم کیلئے دعاء مغفرت کرنا حدیث میں مذکور ہے۔

محمد یونس عفی عنہ ۲۶/شعبان ۹۹ھ

۹

إذا أراد أحدكم أن يسأل فليبدأ بالمدحة والثناء الخ

سوال: کتاب الشفاء(۲۲۲) فصل ... التی یستحب فیها الصلوة والسلام علی النبی صلی الله علیه وسلم فصل کے بعد بیاض ہے۔میرے نسخہ میں اسی طرح ہے یہاں کیا لفظ ہے؟ نیز اسی صفحہ کے اخیر میں ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم لیسأل حاجته فإنه ... ینجح اس سفیدی میں کیا لفظ ہے۔ محمد ابراہیم غازی پوری

جواب: فصل کے بعد فی المواطن ہے اسی طرح ملا علی قاری، علامہ خفاجی ۳/۴۵۶ کے نسخہ میں ہے۔ اور دوسرے مقام میں بیاض کی جگہ أجد رہے ملا علی قاری کے نسخہ میں عبارت حسب ذیل ہے: ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم لیسأل فإنه أجدر أن ینجح لیکن شہاب خفاجی کے نسخہ میں ثم لیسأل نہیں ہے قاضی عیاض نے ابن مسعود کی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ لفظ ہے۔نورالدین الہیثمی نے مجمع الزوائد ۱۰/۱۵۵ میں یہ روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں: عن عبد الله بن مسعود قال-: "إذا أراد أحدكم أن يسأل فليبدأ بالمدحة والثناء على الله عزوجل بما هو أهله ثم ليصل على النبي صلى الله عليه وسلم ثم ليسأل بعد فانه أجدر أن ينجح".

رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح إلا أن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه. لیکن ایک دوسری جگہ ۱۰/۱۶۰ میں فرماتے ہیں وهو حديث جيد.

محمد یونس عفی عنہ ۲۷/ذی الحجہ ۹۹ھ

۱۰

إذا أقيمت الصلوة الخ

سوال:۔بخاری شریف(ص۸۹ سطر۱۳) باب "الكلام إذا أقيمت الصلوة" میں فعرض للنبی ﷺ رجل فحبسه بعد ما أقيمت الصلوة کے اندر اس رجل کی تعیین وتشخیص فرمائیں اور حوالۂ کتب بھی عنایت

فرمائیں۔

جواب: حديث أنس أقيمت الصلوة والنبى يناجى رجلا الخ هكذا أخرجه البخاري في ثلثة مواضع بإبهام الرجل في الصلوة في موضعين في باب الإمام تعرض له الحاجة بعد الإقامة وفي باب الكلام إذا أقيمت الصلوة ص ٨٩ وفي الإستيذان في باب طول النجوي (ص٩٣١) ومسلم في الوضوء (١/١٦٣) وأبوداود (١/٣٠٨ بذل).

قال الحافظ ابن حجر في مقدمة فتح الباري (٢/ ١٣)-: لم يسم هذا الرجل وتبعه غيره كالقسطلاني والقاضي زكريا الأنصاري (٢/ ٣٥٩) وقال الحافظ ابن حجر في الفتح (٢/١٠٣): لم أقف على اسم هٰذا الرجل:

قلت-: وقد كنت تتبعته في الزمن السالف فلم أقف عليه.

قال الحافظ-: وذكر بعض الشراح أنه كان كبيراً في قومه فأراد أن يتألفه على الإسلام ولم أقف على مستند ذلک. قيل: ويحتمل أن يكون ملكاً من الملائكة جاء بوحي من الله عزوجل ولا يخفى بعد هذا الإحتمال انتهى.

وأما العلامة العيني (٢/٦٨١) فتبع الحافظ ابن حجر فقال: قيل لم يعرف اسم هذ الرجل وقيل: كان كبيرا فى قومه فأراد أن يتألفه وليس لهذا دليل- ثم قال العينى: ولايبعد أن يكون هذا الرجل ملكاً، وأنس رضى الله تعالى عنه راٰه في صورة رجل انتهى.

قلت: فانظر أي النظرين أرجح استبعاد الحافظ أو تقريب العيني والظاهر عندي ماقال إمام الفن ابن حجر العسقلاني، وقال العلامة الكشميري ٢/١٨٩-: أما الرجل فلم يدركه الشارحان من هو وقد وجدت اسمه وهو مذكور في الأدب المفرد للبخاري انتهى.

قلت: لم أجد في الأدب المفرد إلا ماذكره في باب سخاوة النفس (ص٤٢) قال-: حدثنا ابن أبي الأسود قال ثنا عبد الملک بن عمرو قال ثنا سحامة بن عبد الرحمن الأصم قال سمعت أنس ابن مالک يقول : كان النبي ﷺ رحيماً وكان لاياتيه أحد إلا وعده وأنجزله إن كان عنده. وأقيمت الصلو ة وجاء أعرابي فأخذ بثوبه فقال-: إنما بقي من حاجتي يسيرة وأخاف أنساها، فقام معه حتى فرغ من حاجته ثم أقبل فصلى،

وسحامة بمهملتين مفتوحتين وتثقيل الثانية، البصرى أو الواسطي تفرد بالرواية عنه البخاري في الأدب المفرد، لم يرو له أحد من أصحاب الكتب الستة ولم أعرف فيه جرحا

ولاتعديلاً ثم وجدت ابن حبان قد ذكره في كتاب الثقات (ص:١٠٧) وقال : يروى عن أنس روي عنه محمد بن ربيعة انتهى. وقال ابن حجر في التقريب-: مقبول.

وهذا الحديث ليس فيه تصريح باسم الرجل ويحتمل مع ذلک أن تكون قصة أخرى ولم أجد في جميع الأدب المفرد غير هذه الرواية إلا أن يكون البصر قد زاغ.

وهذا الحديث قد أخرجه ابن أبي شيبة (١/٤١٤) وأحمد (٣/١٠١) ومسلم (١/١٦٣) وأبو عوانة (٢/٣٠) من طريق عبدالعزيز بن صهيب، وأحمد (٣/٢٦٨ -١٦٠) ومسلم (١/١٦٣) من طريق حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس وأخرجه أحمد (٣/٢٣٩) من طريق عمارة بن زاذان عن ثابت عن أنس ومن طريق الزهري (٣/١٦١) عن ثابت عن أنس ومن طريق يحيىٰ عن حميد عن أنس (٣/١١٤) ومن طريق عبد الواحد عن حميد عن أنس (٣/٢٠٥).

ولم يقع في واحد من هذه الطرق تسمية هذا الرجل السائل نعم وقع تعيين الصلوة فيما أخرجه أحمد (٣/١٦٠) حدثنا أبو كامل وعفان قالا ثنا حماد عن ثابت عن أنس بن مالک-: قال أقيمت صلوة العشاء قال عفان أو أخرت ذات ليلة فقام رجل فقال-: يارسول الله صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ إن لي إليک حاجة فقام معه يناجيه حتى نعس القوم أوقال بعض القوم ثم صلى ولم يذكر وضوءً انتهى.

وهكذا وقع تسمية الصلوة بالعشاء عند مسلم من طريق حبان عن حماد به و الحديث أخرجه البخاري كما تقدم في ثلثة مواضع في موضعين من الصلوة من طريق عبد العزيز بن صهيب عن أنس ومن طريق حميد عن ثابت عن أنس وفى الإستيذان من طريق عبد العزيز بن صهيب عن أنس والله أعلم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١١

إذا أكلت فأبدأ بالملح

سوال : شامی ۵/۲۱۶ کتاب الحظر والإباحة میں ہے: ومن السنة البدأة بالملح والختم به بل فيه شفاء من سبعين داء. سنت کی تخریج فرمائیں۔

جواب: عن علي بن أبي طالب قال: قال رسول الله ﷺ إذا أكلت فابدأ بالملح واختم بالملح فان الملح شفاء سبعين داء أولها الجنون والجذام والبرص ووجع الضرس ووجع الحلق ووجع البطن رواه الحارث بن أبي أسامة كما في المطالب العالية (۳۱۵/۲) قال البوصيري رواه الحارث عن عبد الرحيم بن واقد عن حماد بن عمرو عن السري بن خالد وهم ضعفاء.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۲

إذا تاب العبد أنسي الله الحفظة

سوال: یہ حدیث (فضائل ذکر) کے ص:۱۰۴ پر درج ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گنہگار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتی کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا ہے؟

جواب: عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم-: "إذا تاب العبد أنسى الله الحفظة ذنوبه وأنسي ذلک جوارحه ومعالمه من الأرض حتى يلقى الله ليس عليه شاهد من الله بذنب".

رواه الأصبهاني في ترغيبه وابن عساكر في تاريخه وأعلم عليه السيوطي في الجامع الصغير ص:۳۱۳ بعلامة الضعيف وأشار المنذرى ۹۵/٤ إلى ضعفه ووهائه إذ قال-: ورُوي عن أنس فذكر الحديث۔

محمد یونس غفرلہ ۲۳/ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ

۱۳

إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام

سوال: حدیث "إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام" کس نے تخریج کی ہے؟

الجواب: قال الغزالي في الإحياء ۱۶۰/۱ في حديث أنس رضى الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم قال-: "إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام" قال العراقي في تخريجه-: رواه ابن

حبان في الضعفاء وأبو نعيم في الحلية والبيهقي في الشعب من حديث عائشة ولم أجده من حديث أنس انتهى.

وقال الغزالي في موضع آخر ۱/۳٤۸-: وقد روي أنس عن رسول الله ﷺ أنه قال-: إذا سلم يوم الجمعة سلمت الأيام وإذا سلم شهر رمضان سلمت السنة.

قال العراقي في تخريجه-: تقدم في الباب الخامس من الصلوة ذكر يوم الجمعة وقد رواه بجملته ابن حبان في الضعفاء وأبو نعيم في الحلية من حديث عائشة وهو ضعيف انتهى.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٤

إذا سمعتم برجل تغير عن خلقه فلا تصدقوا

سوال: مشکوۃ شریف ص:۲۴ پر ایک روایت ہے: قال رسول الله ﷺ-: "إذا سمعتم بجبل زال عن مكانه فصدقوه وإذا سمعتم برجل تغير عن خلقه فلا تصدقوا به فإنه يصير إلى ماجبل عليه". (رواہ احمد)

یہ روایت بظاہر ان روایات ونصوص کے خلاف ہے جن میں تحسین اخلاق کا حکم فرمایا گیا ہے نیز حضرات مشائخ وصوفیہ کا دارومدار ہی تبدیل اخلاق پر ہے اور تبدیل اخلاق کا مشاہدہ بھی ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

جواب: یہ حدیث امام احمد نے بطریق زہری حضرت ابوالدرداء سے روایت فرمائی ہے اور یہ سند منقطع ہے زہری نے حضرت ابوالدرداء کا زمانہ نہیں پایا، حضرت ابوالدرداء کی وفات حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں ہوئی ہے:

قال سعيد بن عبد العزيز : مات في خلافة عثمان لسنتين بقيتا من خلافته وقال الواقدي وغير واحد : ماتَ سنة اثنتين وثلثين وقال عمرو بن على الفلاس عن بعض ولده ماتَ قبل عثمان بسنة.

ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ جنگ صفین کے بعد وفات پائی ہے لیکن حافظ ابن عبدالبر نے اس کی تردید کی ہے فرماتے ہیں: والأصح عند أهل الحديث أنه توفي في خلافة عثمان.

اور محمد بن مسلم بن شهاب الزهري کی ولادت اس کے تقریباً اٹھارہ انیس سال بعد ہوئی ہے:

قال أبوداؤد: يقولون : إن مولده سنة خمسين وقال خليفة-: ولد سنة إحدى وخمسين وقال يحيىٰ بن بكير-: سنة ست وقال الواقدى: سنة ثمان.

بہرحال اول قول پر تو کم فاصلہ ہے اور بعد کے اقوال پر فاصلہ بڑھتا ہی جاتا ہے اور باقی رجال سند ثقہ اور رجال صحیح میں سے ہیں:

قال الهيثمي رجاله رجال الصحيح إلا أن الزهرى لم يدرک أبا الدرداء وقال السخاوي و تبعه العجلوني في كشف الخفاء ۲۵۹/۱ وخالف نفسه فقال مرة ۸۷/۱ : رواه أحمد بسند صحيح وفيه نظر. علامہ شمس الدین سخاوی نے المقاصد الحسنۃ ص:۱۳۱ میں بعض شواہد مرفوع و موقوف ذکر فرمائے ہیں:

قال: منها ما فى الأمثال للعسكري من حديث أبي هريرة مرفوعاً-: "إن تغير الخُلق كتغير الخَلق إنک لا تستطيع ان تغير خُلقه حتى تغير خلقه".

ومنها ما في المعجم الكبير للطبراني من حديث عبد الله بن ربيعة قال: كنا عند ابن مسعود فذكر القوم رجلاً فذكروا من خلقه فقال ابن مسعود: أرأيتم لوقطعتم رأسه أكنتم تستطيعون أن تعيدوه؟ قالوا: لا. قال: فيده؟ قالوا: لا، قال: فرجله؟ قالوا: لا، قال: فإنكم لن تستطيعوا أن تغيروا خُلقه حتى تغيروا خَلقه.

لیکن اس پر تم نے جو اشکال ذکر کیا ہے وارد ہوتا ہے اور یہ مشہور اشکال ہے اور اسی بنا پر ہمارے زمانہ کے بعض اکابر محدثین (مثلاً ناصر الدین الالبانی فی الضعیفہ ص:۱۶۷) نے مسند احمد کی روایت پر نکارت کا حکم لگا دیا ہے مگر شواہد کے ہوتے ہوئے یہ حکم مشکل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کی درستی و تحسین اور ان کی اصلاح شریعت مطہرہ میں مطلوب ہے اور یہ حکم ہے کہ حسّن خلقک لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس جوہر اور طبیعت کو بدل دو جس کو خداوند قدوس نے پیدا کیا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اپنی طبیعت کو شریعت مقدسہ کے تابع کر دو اور اخلاق محمدی علی صاحبها ألف ألف صلوٰة وتحية کی پیروی کرو، اس لئے کہ امور شریعت اختیاری ہیں۔ لہٰذا عبد مختار سے ان کا مطالبہ ہے اب خواہ طبیعت لگے یا نہ لگے بہرحال پابندی کرنی ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مسلسل طبیعت کے خلاف کرنے سے منازعت نفس کمزور پڑ جاتی ہے اور بعض وقت

بالکل مضمحل ہوجاتی ہے حتی کہ یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ طبیعت بدل گئی حالانکہ طبیعت نہیں بدلتی بلکہ اس کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اس کا تقاضا ضعیف ہوگیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجاہدات سے اضمحلال ہوجاتا ہے بالکلیہ تبدیلی نہیں ہوتی ہے، یوں کہہ لو تعدیل ہوجاتی ہے۔

اور جن ائمہ فن نے تبدیلی کی تصریح فرمائی ہے جیسے امام غزالی ۳/ ۴۸ وغیرہ انھوں نے ہی یہ بھی تصریح کی ہے کہ بالکلیہ قلع وقمع نہیں ہوتا ہے، اور بعض اوقات بعض ملکات وقوی کا امالہ ہوجاتا ہے مثلاً اگر کسی میں غصہ زیادہ ہو اور جابے جا غصہ ہوتا ہو اور وہ اپنی طبیعت پر لگام لگائے اور بے جا غصہ پر روکے تو رفتہ رفتہ اس کا رخ ادھر سے ہٹ جائے گا لیکن ختم نہیں ہوگا بلکہ خلاف شرع امر دیکھ کر اس کا ظہور ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ جن بعض صوفیہ کی طبیعت میں فطرتاً تیزی ہوتی ہے وہ بے جا تو ظاہر نہیں ہوتی لیکن خلاف شرع امر پر ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر کہیں بالکل ہی ازالہ ہوجائے تو قدرت الٰہیہ کے پیش نظر اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہوجاتا ہے مگر یہ شاذ صورت ہے جو حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجاہدات سے رذائل کا اضمحلال ہوجاتا ہے خلاف شرع ان کا ظہور نہیں ہوتا اور بعض وقت امالہ ہوتا ہے ازالہ نہیں اور بعض شاذ صورتوں میں ازالہ بھی ہوجاتا ہو تو عجیب نہیں ہے۔

خلق حسن کے متعلق ابن جریر طبری وابن بطال وغیرہ نے یہ اختلاف نقل کیا ہے کہ فطری ہے یا کسبی؟ بعض کی رائے ہے کہ فطری ہے فریق اول کا استدلال ابن مسعود کی حدیث مرفوع۔

إن الله تعالىٰ قسم بينكم أخلاقكم كما قسم بينكم أرزاقكم الحديث – رواه أحمد ١/٣٨٧ والبخاري في الأدب المفرد والحاكم ٤/١٦٥، وصححه وأقره الذهبي۔

اور اس جیسی احادیث سے ہے۔

اور فریق ثانی کا استدلال حدیث معاذ:

كان آخر ما أوصاني به رسول الله صلى الله عليه وسلم حين وضعت رجلي في الغرز أن قال يامعاذ أحسن خلقك للناس. (رواہ مالک)

اور اس قسم کی روایات سے ہے۔

لیکن بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن اخلاق فطری بھی ہے اور کسبی بھی حضرت اشج عصری کی حدیث میں ہے کہ جب وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں اپنے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے تو سارے اہل وفد اسی حال میں خدمت میں حاضر ہوگئے اور اشج عصری نے سفر کا لباس تبدیل کیا اور صاف ستھرے

لباس پہن کر اطمینان سے حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن فيک لخصلتين يحبهما الله الحلم والأناة.

انہوں نے عرض کیا: **يا رسول الله قديماً كانا في أو حديثًا.** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قديماً.** اشج بولے، **الحمد لله الذي جبلني على خلقين يحبهما.**

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ۱۳/ ۶۸ - اشج کے سوال میں قدیم وحدیث کر کے پوچھنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اخلاق بعض جبلی ہوتے ہیں اور بعض کسبی اس تفصیل کو سامنے رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے جہاں تحسین اخلاق کا حکم دیا گیا ہے ان سے کسبی اخلاق مراد ہیں اور جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ مقسوم اور فطری ہیں اور ان میں تغیر نہیں ہوتا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کلی خاتمہ نہیں کیا جاسکتا لیکن مجاہدات وریاضات سے ان کی تعدیل واصلاح ہوجاتی ہے واللہ اعلم۔

اس کے بعد ملا علی قاری کا کلام دیکھا انہوں نے حدیث مسئول کے تحت یہ بحث چھیڑی ہے اور تقریباً وہی باتیں لکھی ہیں جو احقر نے سطور گذشتہ میں عرض کی ہیں کتاب چونکہ تمہارے پاس ہے اس لئے خود ہی دیکھ لینا ہمارے حضرت الشیخؒ نے بھی اوجز المسالک کی جلد سادس میں ۶/ ۱۸۰ - اس مضمون پر کلام فرمایا ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۵

إذا عظمت أمتي الدنيا نزعت منها هيبة الإسلام، الخ

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **إذا عظمت أمتي الدنيا نزعت منها هيبة الإسلام وإذا تركت الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر حرمت بركة الوحي وإذا تسابت أمتي سقطت من عين الله.**

أخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول (ص: ۷) عن أبي هريرة مرفوعاً ولكنه حديث ضعيف فإن فيه البختري بن عبيد روي له ابن ماجة وهو ضعيف قال الذهبي في الميزان: ضعفه أبو حاتم وغيره تركه، فأما أبو حاتم فأنصف فيه وأما أبو نعيم الحافظ فقال: روي عن أبيه الموضوعات اهـ.

وقال الزمخشري في الكشاف-: قال الفضيل بن عياض: قال ذكر لنا أن رسول الله ﷺ قال-: "إذا عظمت أمتي الدنيا نزع عنها هيبة الإسلام وإذا تركوا الأمر بالمعروف والنهي عن

المنكر حرموا بركة الوحي".

قال الحافظ ابن حجر في تخريج الكشاف (ص:٦٥) تبعاً للزيلعي في الإسعاف لم أجده من هذا الوجه قلت : قال الحافظ العراقي في تخريج أحاديث الإحياء (١/٢٥٦) : رواه ابن أبي الدنيا في كتاب الأمر بالمعروف معضلاً اهـ.

جملہ اولیٰ کا مطلب یہ ہے کہ دنیادار کے دل میں اسلام کی عظمت وہیبت باقی نہ رہے گی اور برکۃ الوحی سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ فہم القرآن سے محروم ہوجائیں گے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

برکات وحی سے محرومی کا مطلب

سوال:- عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "إذا عظمت أمتي الدنيا نزعت منها هيبة الإسلام وإذا تركت الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر حرمت بركة الوحي وإذا تسابت أمتي سقطت من عين الله عزوجل".

رواه الترمذي الحكيم في نوادر الأصول قال الحافظ في تخريج الكشاف ص:٦٥ في إسناده البختري بن عبيد وهو ضعيف.اهـ. وقال العراقي في تخريج الإحياء١/٢٥٦ رواه ابن أبي الدنيا في كتاب الأمر بالمعروف من حديث الفضيل بن عياض قال ذكر عن نبي الله ﷺ .

بركة الوحي. سے کیا کیا مراد ہے مفصل تحریر فرمائیں۔

جواب:- بسم الله الرحمن الرحيم

صلى الله على محمد وآله وصحبه أجمعين.

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ برکۃ الوحی کے مصادیق کیا ہیں؟ ظاہر ہے کہ جس کو شریعت کی زبان میں وحی کہا جاتا ہے اسی کی برکت مراد ہوگی اور وہ کیا ہے جس کو زبان شریعت میں وحی کہا جاتا ہے؟ قرآن کریم اور حدیث پاک ہے.

وفسره العزيزي في شرح الجامع الصغير ١/٢٣٩ بالقرآن فقط وفي الإحياء ص:٢٥٦ قال الفضيل يعنى حرموا فهم القرآن اهـ.

حکیم ترمذی نوادر الاصول ص:۷ میں تحریر فرماتے ہیں: أما قوله إذا تركت الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر حرمت بركة الوحي فإن في تركهما خذلاناً للحق وجفوة للدين وفي

خـــذ لان الـحـق ذهـاب البـصيرة وفي جفاء الدين فقد النور، فيصير القلب محجوباً عن فهم حـقائق القرآن والحديث ولطائفه وغوامضه وإن كان القارى من أعلم الناس باللغة وأبصرهم بتـفسيـره لأن فـي خـذلان الـحـق صـار الصدر مظلماً والقلب محجوباً والذي أشرق صدره بـالـنـور فـعـلى قلبه تنزل ينابيع الفهم، فيلتذ بلطائف الأوامر والنواهي، يفرح بالوعد ويتحذر بالوعيد انتهى.

كتبه العبد محمد يونس بأمر شيخنا الأستاذ المولى
محمد زكريا شيخ الحديث بمظاهر العلوم ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

پندرہ شعبان کے روزہ وشب بیداری والی روایتیں اور حدیث ضعیف پر عمل کرنے کا حکم

سوال : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مندرجہ ذیل مسئلہ میں علماء تحقیق کی کیا رائے ہے؟

شعبان کی ۱۵/تاریخ یعنی شب برأت کو روزہ رکھنا ہم مستحب سمجھتے ہیں اور امت کا ایک بڑا طبقہ اس پر عمل کرتا چلا آرہا ہے مگر ایک غیر مقلد عالم اس روزہ کو بدعت اور معصیت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شعبان کی ۱۳/ ۱۴/تاریخوں کے ساتھ ۱۵/تاریخ کو ملا کر تین روزے ایام بیض کے بنالئے جائیں تو درست ہے ورنہ صرف ۱۵/ تاریخ کا ایک روزہ ممنوع اور بدعت ہوگا (مشکوۃ شریف ص:۱۱۵) اصح المطابع پر حضرت علی سے ان الفاظ کے ساتھ جو روایت آئی ہے:

إذا كـانـت ليـلة الـنـصف مـن شـعبـان فقوموا ليلها وصوموا نهارها الخ. اور صـاحب مشکوۃ نے اس روایت کو ابن ماجہ سے لیا ہے۔

اس روایت کو غیر مقلد عالم موضوع بتاتے ہیں اور دلیل میں ترمذی کے شارح مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ (جو خود بھی غیر مقلد تھے) کی تصنیف تحفۃ الاحوذی کی (۲/۵۳) پر آئی ہوئی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

وفـي سنده أبوبكر بن عبد الله بن محمدبن أبي سبرة القرشي العامري المدني وقيل اسمه عبد الله وقيل محمدوقد ينسب إلى جده رموه بالوضع الخ.

اورفرماتے ہیں کہ حضرت علی کی روایت بالا میں ابوبکر بن عبداللہ راوی واضع الحدیث تھا اس لیے یہ روایت موضوع ٹھہری پس شب برأت کا روزہ ثابت بالحدیث نہیں اس لئے اب یہ روزہ بدعت ہے۔

اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ (۱) روایت مذکورہ موضوع ہے یا ضعیف؟ (۲) ضعیف اور موضوع روایتوں کا اعمال میں کیا حکم ہے؟ (۳) ابوبکر بن عبداللہ راوی کیا متفق علیہ واضع الحدیث تھے؟ (۴) صاحب تحفۃ الاحوذی کی تحقیق کیا صحیح ہے؟ (۵) شب برأت کا روزہ کیا بدعت ہے؟۔ والسلام

عبدالرحیم صدیقی فاضل دیوبند

جواب : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) حدیث مذکور ابن ماجہ (ص:۱۰۰) اور بیہقی نے شعب الایمان میں تخریج کی ہے:

قال ابن ماجه (ص: ١٠٠) باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان حدثنا الحسن بن علي الخلال ثنا عبد الرزاق انبأ ابن أبي سبر ة عن إبراهيم بن محمد عن معوية بن عبد الله بن جعفر عن أبيه عن علي بن أبي طالب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا فيقول: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا مسترزق فأرزقه ألامبتلىً فأعافيه، ألا كذا ألاكذا حتى يطلع الفجر".

قال السيوطي في الدالمنثور (٢٦/٦): أخرجه ابن ماجه والبيهقي في شعب الإيمان قال الزبيدي في الإتحاف (٤٢٥/٣) : وأخرجه عبد الرزاق في مصنفهٖ.

قلت: لم أجده في المصنف وقد ترجم في مصنفهٖ في كتاب الصوم (٣١٦/٤) باب النصف من شعبان ولم يذكر فيه هذه الرواية. قال العراقي في تخريج الإحياء (١٨٢/١): إسناده ضعيف وأشار إليه المنذري في ترغيبه (٢٢٩/٢) إذ صدره بلفظة رُوي ولم يذكر الكلام في آخره بتصحيح ولا تحسين قال في مقدمة الترغيب : فيكون للإسناد الضعيف دلالتان تصديره بلفظة. رُوي وإهمال الكلام عليه في آخره.

وقال السندي (٢١٧/١) في الزوائد: إسناده ضعيف لضعف ابن أبي سبر ة قال فيه أحمد وابن معين: يضع الحديث اھ۔

اس حدیث کا دارومدار ابراہیم بن محمد اور اس کے تلمیذ ابوبکر بن ابی سبرۃ پر ہے، ابراہیم بن محمد کون ہے؟ کوئی

قطعی بات نہیں کہی جاسکتی ہے ظاہر تو یہ ہے کہ یہ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی ہے اور محتمل ہے کہ کوئی اور ہو؛ ابن ابی حاتم (۱/۲۲۵) نے اپنے والد ابوحاتم الرازی سے ایک راوی کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں:

إبراهيم بن محمد بن علی بن عبد اللّٰه بن جعفر بن أبي طالب الهاشمي روي عن أبيه، روىٰ عنه سعد بن زياد أبو عاصم مولى بني هاشم وابن عيينة ويعقوب بن عبد الرحمن الإسكندراني۔

حافظ جمال الدین المزی فرماتے ہیں کأنه هو یعنی راوی حدیث غالباً وہی راوی ہے جس کا تذکرہ ابن ابی حاتم نے کیا ہے، ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے حافظ شمس الدین الذہبی نے میزان الاعتدال میں دونوں احتمال ذکر کئے ہیں فرماتے ہیں:

إبراهيم بن محمد عن بعض التابعين وهو معوية بن عبد الله بن جعفر عن أبيه في ليلة النصف، وعنه ابن عيينة وأبو بكر بن أبي سبر ة فإن كان إبراهيم بن محمد بن علی بن عبداللّٰه بن جعفر بن أبي طالب فقال فيه ابن أبي حاتم : روي عن أبيه وعنه سعد بن زيادوابن عيينة ويعقوب بن عبد الرحمن ولعله ابن أبی يحيىٰ وإلا فليس بالمشهور انتهى.

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں **أظنه ابن أبی يحيىٰ وهو من أقران ابن أبي سبرة انتهى.**

احقر کا گمان بھی یہی ہے کہ یہ راوی ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی ہے، اگر دوسرا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا تو اس کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور اگر ابن ابی یحییٰ ہے تو یہ راوی جمہور علماء کے نزدیک مجروح ہے متروک أو متهم بالكذب ہے، صرف امام شافعی، حمدان بن محمد الاصبہانی، ابوسعید احمد بن محمد بن سعید الشہیر بابن عقدہ اور ابواحمد عبداللہ بن عدی نے اس کی تقویت کی ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: **لأن يخر إبراهيم من بعد أحب إليه من أن يكذب وكان ثقة في الحديث.**

ابواحمد بن عدی فرماتے ہیں: **سألت أحمد بن محمد بن سعيد يعني ابن عقدة فقلت له: تعلم أحداً أحسن القول في إبراهيم غير الشافعي فقال نعم، حدثنا أحمد بن يحيىٰ الأودی سمعت حمدان بن محمد الأصبهانی، قلت : أتدين بحديث إبراهيم ابن أبي يحيىٰ؟ قال نعم قال لی أحمد بن محمد بن سعيد : نظرت في حديث إبراهيم كثيراً وليس بمنكر الحديث.**

ابن عدی کہتے ہیں: **وهذا الذي قاله كما قال وقدنظرت أنا أيضاً في حديثه الكثير فلم أجد فيه منكرا إلا عن شيوخ يحتملون وإنما يروى المنكر من قبل الراوي عنه أو من قبل**

شیخه وهو في جملة من يكتب حديثه.

لیکن ابن عدی نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی جابر البیاضی کے ترجمہ میں ان کو ضعیف کہا ہے اور محققین علماء نے اس کو مجروح قرار دیا ہے؛ یحییٰ القطان، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب، بشر بن المفضل کہتے ہیں: سألت فقهاء أهل المدينة فكلهم يقولون كذاب، امام بخاری فرماتے ہیں: تركه ابن المبارك والناس، امام نسائی، دارقطنی، یعقوب بن سفیان الفسوی کہتے ہیں متروک الحدیث، یحییٰ القطان کہتے ہیں: سألت مالكا عنه أكان ثقة؟ قال لا ولاثقة في دينه، یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ليس بثقة بلکہ حافظ ابن عبدالبر نے کتاب التمہید میں لکھا ہے: اجمعوا على تجريح ابن أبي يحيىٰ إلا الشافعي اھ۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں ''متروک'' اور ان کے تلمیذ ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرۃ القرشی اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔

امام احمد (۱/۱۷۸) امام بخاری (ص:۹) ابوبشر الدولابی (ص:۱۲۱) خلیفۃ بن خیاط (ص:۴۳۷) ابن حبان اور ابوبکر الخطیب (۱۴/۳۶۷) نے ان کا کوئی نام نہیں بتایا، ابو احمد الحاکم اور ابو محمد بن ابی حاتم (۳/۳۰۶، ق۲) ابوسعد السمعانی (۷/۵۹) میں کہتے ہیں کہ ان کا نام محمد ہے، خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ محمد ان کے بھائی کا نام ہے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا نام عبداللہ لکھا ہے، یہی حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں بعض علماء سے نقل کیا ہے، اپنے زمانہ کے مشہور علماء اور اہل فتویٰ میں شمار ہوتے تھے:

قال مصعب الزبيرى كان من علماء قريش ولاه المنصور القضاء كذا نقله الخطيب (۱۴/۳۶۸).

یعقوب بن سفیان الفسوی نے اپنی تاریخ (۱/۶۸۵) میں امام مالک سے نقل کیا ہے: قال : لمالقيت ابا جعفر قال لي : يا مالك من يفتى بالمدينة من المشيخة قال قلت : يا أمير المومنين ابن أبي ذئب وابن أبي سلمة وابن أبي سبرة.

خطیب نے حارث بن محمد بن سعد سے نقل کیا ہے: كان كثير العلم والسماع والرواية ولي قضاء مكة لزيادبن عبد الله وكان يفتى بالمدينة.

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: كان مفتى أهل المدينة.

لیکن اس علم وفضل اور تفقہ کے باوجود نقل احادیث میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔ تمام اہل فن ان کی

تضعیف اوران کے غیر معتبر ہونے پر یک زبان ہیں۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین سے مختلف الفاظ ان کی تضعیف کے متعلق نقل کئے جاتے ہیں: قال في رواية عبد الله بن شعيب : ضعيف الحديث وقال في رواية العباس الدوري ومعوية بن صالح : ليس حديثه بشيء. وقال في رواية ابن أبي مريم : ليس بشيء، وقال على بن المديني : كان ضعيفاً في الحديث. وقال مرة كان منكر الحديث وهو عندي نحوابن أبي يحيىٰ وقال الجوزجانى يضعف حديثه.

وقال البخاري في الكنى (ص ٩) والضعفاء الصغير (ص ١٢٤): ضعيف. وقال في التاريخ الصغير (٢/ ١٨٤) : منكر الحديث وقال النسائي في الضعفاء والمتروكين (ص ١١٥)، وعبد الحق في أحكامه متروك الحديث، وقال أبوإسحق الحربي غيره أوثق منه، وقال أبوأحمد الحاكم ليس بالقوي عندهم، وقال البزار لين الحديث، وقال أبوبكر المروزي عن أحمد بن حنبل ليس هو بشيء.

وقال عبد الله بن أحمد في العلل (ص ١٧٨) سمعت أبي : أبوبكر بن أبى سبرة يضع الحديث ثم قال قال حجاج قال لي أبو بكر السير في : عندي سبعون ألف حديث في الحلال والحرام قال أبي: وليس حديثه بشيء، كان يكذب ويضع الحديث.

وقال ابن أبي حاتم حدثنا صالح بن أحمد بن حنبل قال : ابن أبي سبرة يضع الحديث، وقال ابن عدي : عامة ما يرويه غير محفوظ وهو في جملة من يضع الحديث. قال أبوحاتم بن حبان البستي ٢٠/ ١٤٧ : كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات لايحل كتابة حديثه ولا الإحتجاج به بحال وكذا قال السمعاني في أنسابه تبعاً لابن حبان من غير تصريح بإسمه كما هو عادته في الأنساب ينقل كثيراً كلام ابن حبان ولا ينسب اليه.

وقال الحاكم أبو عبدالله : يروي الموضوعات عن الأثبات، وقال الذهبي فى المغنى كذبه ابن حنبل وقال في كنى المغني تركوه وقال الحافظ ابن حجر في التقريب رموه بالوضع وقال مصعب الزبيري كان عالماً اهـ.

موصوف کے متعلق محدثین ناقدین کے زبان وقلم سے بارہ الفاظ نکلے ہیں (۱) ليس الحديث قاله البزار (۲) ليس بالقوى عندهم قاله ابواحمد الحاکم (۳) يضعف حديثه قاله الجوزجانی (۴) غيره اوثق

منه قالہ الحربی (۵) ضعیف الحدیث قالہ ابن المدینی وابن معین والبخاری۔

(۶) لیس بشیء قالہ ابن معین لیس ھو بشیء، لیس حدیثه بشیء قالہما احمد یہ تینوں کلمات متقارب بلکہ اول دونوں تو ایک ہی ہیں فرق یہ ہے کہ ایک میں ضمیر مظہر کا ذکر ہے اور دوسرے میں نہیں۔ اور تیسرا پہلے دونوں ہی کے معنی میں، اس لیے کہ کسی کی حدیث کا بے اعتبار ہونا خود اس کے بے اعتبار ہونے کی دلیل ہے اس لیے تینوں کلمات ایک ہی درجہ میں رکھے گئے۔

(۷) منکر الحدیث قالہ علی بن المدینی والبخاری (۸) متروک الحدیث قالہ النسائی وعبدالحق (۹) لاتحل کتابة حدیثه (۱۰) لا الاحتجاج به قالہما ابن حبان (۱۱) کان یکذب قالہ الامام احمد (۱۲) یضع الحدیث قالہ احمد ونحوہ قول ابن عدی ھو في جملة من یضع الحدیث وقول ابن حبان والحاکم یروی الموضوعات عن الاثبات۔

راوی مذکور کی روایت کا مقام تو اس کے متعلق ناقدین کے الفاظ مذکورہ سے خود متعین ہو جاتا ہے۔

جرح وتعدیل کے الفاظ ومراتب

لیکن مزید وضاحت کے لیے یہ سمجھنا چاہئے کہ حضرات محدثین نے جرح وتعدیل کے الفاظ کی شدت و خفت کے پیش نظر ان کے مختلف درجات ومراتب متعین کئے ہیں۔ یہاں جرح کے درجات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حافظ ابن ابی حاتم (۱/۳۷ ق ۱) اور ان کے اتباع میں حافظ ابن صلاح ص:۱۵۹، اور امام نووی ص:۳۴۵ نے چار، حافظ ذہبی نے مقدمہ میزان الاعتدال ۱/۴، اور حافظ عراقی نے الفیہ اور اس کی شرح التبصرہ والتذکرہ ۱/۱۱، اور مقدمہ ابن الصلاح کی شرح التقیید والایضاح ص:۱۶۳ میں پانچ اور حافظ سخاوی نے الفیہ عراقی کی شرح فتح المغیث ۱/۳۴۳، اور شیخ الاسلام زکریا الانصاری نے فتح الباقی ۲/۱۰ میں چھ مراتب ذکر کئے ہیں۔ سخاوی نے ص:۳۴۷، حافظ ذہبی کی بعض دیگر تالیفات سے بھی چھ ہی مراتب نقل کئے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے ایک درجہ کا اضافہ کیا ہے۔ جو مذکورہ بالا حضرات نے ذکر نہیں کیا ہے اس کو لے لیا جائے تو سات مراتب ہو جاتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

پھر ابن ابی حاتم ابن صلاح اور نووی نے ترتیب عروجی رکھی ہے۔ اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف چلے ہیں۔ حافظ عراقی نے التقیید میں تو اسی پر عمل کیا ہے لیکن الفیہ اور اس کی شرح میں ترتیب نزولی رکھی ہے اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف چلے ہیں۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسی پر عمل کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

ترتیب عروجی کے مطابق ان مراتب کو مختصر طور پر یہاں ذکر کر دیا جائے تا کہ بصیرت میں اضافہ ہو۔

مرتبہ اولیٰ

مرتبہ اولی تعدیل کے قریب تر جرح کے سب سے نرم الفاظ ہیں، جیسے لین الحد یث قال ابن أبي حاتم (ص ۳۷) إذا أجابوا في الرجل بلين فهو ممن يكتب حديثه وينظر فيه اعتباراً، وقال حمزة السهمي لأبي الحسن الدارقطني: إذا قلت فلان لين، أي شيء تريد به؟ قال لايكون ساقطاً متروك الحديث ولكن يكون مجروحا بشيء لا يسقط عن العدالة.

حافظ عراقی نے اس مرتبہ میں (التبصرہ والتذکرہ ۲/ ۱۲) میں متعدد الفاظ ذکر کئے ہیں جیسے فلان ضُعِّف؛ في حديثه ضعف؛ فيه مقال، ليس بعمدة، ليس بحجة، ليس بالمتين وغيره.

حافظ ذہبی نے اپنی بعض تالیفات میں اور سخاوی نے شرح الالفیہ میں (ص:۳۴۶) اسی میں غیرہ أوثق منه کو لیا ہے، حافظ ذہبی نے يضعف، فيه ضعف، لا يحتج به کو بھی اس میں ذکر کیا ہے۔

اور ذہبی نے میزان میں اور عراقی نے الفیہ اور شرح الفیہ میں ''ليس بالقوى'' بھی اسی درجہ میں شمار کیا ہے لیکن دوسرے حضرات نے دوسرے مرتبہ میں شمار کیا ہے۔

مرتبہ ثانیہ

مرتبہ ثانیہ پہلے سے شدید ہے جیسے ''ليس بالقوى'' قال ابن أبي حاتم وتبعه ابن الصلاح (ص: ١٦٠) والنووي إذا قالوا ليس بالقوي فهو بمنزلة الأولى في كتبة حديثه إلا أنه دونه.

قال السيوطي في التدريب (ص ٣٤٦) فهي أشد في الضعف وقال يكتب حديثه أي للإعتبار قال الدار قطني في سعيد بن يحيىٰ بن أبي سفيان الحميري الذي أخرج له البخاري حديثاً واحداً في التفسير وكذا روي له الترمذي حديثاً واحداً: كان متوسط الحال وليس بالقوي.

مرتبہ ثالثہ

مرتبہ ثالثہ ثانیہ سے اشد ہے جیسے مضطرب الحديث، واهٍ، ضعّفوه،

ابن ابی حاتم اور ان کے متبعین نے اسی مرتبہ میں ضعيف الحديث کو ذکر کیا ہے: قال ابن أبي حاتم إذا قالوا ضعيف الحديث فهو دون الثاني لايطرح حديثه بل يعتبر به۔

حافظ عراقی نے اسی مرتبہ میں فلان منکر الحدیث أو لایُحتج به کو بھی ذکر کیا ہے۔

الفیہ کے شارحین علامہ سخاوی، شیخ الاسلام زکریا الانصاری اور شارح تقریب علامہ سیوطی (ص۳۴۶) نے ان کی موافقت کی ہے لیکن حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ منکر الحدیث ضعیف سے اشد ہے یہی بندہ کا بھی خیال ہے۔

مرتبہ رابعہ

مرتبہ رابعہ ثالثہ سے اشد ہے جیسے ضعیف جداً، واہٍ بمرة، رد حدیثه، ردّوا حدیثه، مطرحٌ، مطرح الحدیث.

حافظ عراقی اور شراح الفیہ اور علامہ سیوطی نے اسی میں ''لیس بشیء'' کو ذکر کیا ہے حافظ سخاوی (۳٤٥/۱) کہتے ہیں: وهو المعتمد.

سخاوی نے اسی درجہ میں لایکتب حدیثه، ولایحل کتبة حدیثه، ولاتحل الروایة عنه کو ذکر کیا ہے۔

مرتبہ خامسہ

مرتبہ خامسہ درجات سابقہ سے اشد ہے جیسے متهم بالکذب، ذاهب الحدیث، هالک، لیس بثقة وغیرہ۔

عراقی اور ان کے متبعین نے اسی درجہ میں متروک الحدیث کو بھی شمار کیا ہے۔

أخرج ابن أبي حاتم (۳۱/۱) والرامهرمزي في المحدث الفاصل (ص. ٤١٠) والحاكم في علوم الحديث (ص ٧٧) والخطيب في الكفاية (ص ١٩٣) عن عبد الرحمن بن مهدي قال قيل لشعبة متى يترك حديث الرجل قال إذا حدث عن المعروفين مالا يعرفه المعروفون، وإذا أكثر الغلط وإذا أتهم بالكذب وإذا روى حديثاً غلطاً مجتمعا عليه فلم يتهم نفسه فيتركه طرح حديثه وماكان غير ذٰلک فارووا عنه .

وقال يعقوب بن سفيان في تاريخه (١٩١/٢) ومن طريقه أخرجه الخطيب في الكفاية (ص١٦٦) وابن الصلاح في علوم الحديث (ص ١٦٠) سمعت أحمد بن صالح وذكر مسلمة بن علي قال لايترک حديث رجل حتى يجتمع الجميع على ترک حديثه قد يقال فلان ضعيف قال فاما أن نقول فلان متروک فلا إلا أن يجتمع الجميع على ترک حديثه .

وقال الرامهرمزي (ص ٤٠٦) حدثنا الساجي ثنا أبو موسى قال سمعت عبد الرحمن بن مهدى يقول: المحدثون ثلثة – رجل حافظ متقن فهذا لا يختلف فيه، وآخر يُوهم والغالب على حديثه الصحة فهذا لايترک حديثه، والآخر يوهِم والغالب على حديثه الوهم فهذا متروک الحديث وقال ابن حبان من غلب خطأه على صوابه استحق الترک (تهذيب ٣٩٨/٦)

مرتبہ سادسہ

مرتبہ سادسہ خامسہ سے اشد ہے جیسے کذاب، وضاع، دجال، يضع الحديث يكذب، وضع حديثاً۔

مرتبہ سابعہ

مرتبہ سابعہ سب سے اشد ہے جیسے أكذب الناس، إليه المنتهى في الوضع، ركن من أركان الكذب قال الحافظ ابن حجر في نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر (ص ١٥٤) للجرح مراتب أسوأها الوصف بمادل على المبالغة فيه وأصرح ذلک التعبير بأفعل كأكذب الناس، وكذا قولهم إليه المنتهى في الوضع أو هو ركن الكذب ونحو ذلک انتهى۔

یہ آخری درجہ حافظ ابن حجر نے اضافہ کیا ہے اوران کے تلامذہ علامہ سخاوی، شیخ الاسلام زکریا الانصاری نے ان کا اتباع کیا ہے پھران حضرات نے پہلے اور دوسرے مرتبہ کے الفاظ کو ایک ہی درجہ میں رکھا ہے اس لئے ان کے یہاں چھ مراتب ہوگئے، اسی لئے سخاوی، زین زکریا نے چھ ہی مراتب لکھے ہیں اور ابن ابی حاتم نے الگ الگ شمار کیا ہے یہاں انہیں کا اتباع کیا گیا ہے اس لئے سات مراتب ہوگئے۔

احکام مراتب مذکورہ

مراتب ثلثہ اولی (جو عراقی وغیرہ کے نزدیک ہیں) کی روایات متابعات وشواہد میں معتبر ہوں گی كما صرح به ابن أبي حاتم وابن الصلاح والنووي والعراقي والسخاوي والزين زكرياوالسيوطي وغيرهم.

(**فائدہ**) قال ابن حجر في شرح النخبة (ص ٦٦): اعلم أن تتبع الطرق من الجوامع

والمسانيد والأجزاء لذلک الحديث الذي يظن أنه فرد ليعلم هل له متابع أم لا هو الإعتبار، وقول ابن الصلاح: معرفة الإعتبار والمتابعات والشواهد قديوهم أن الإعتبار قسيم لهما وليس كذلک بل هو هيئة التوصل إليهما انتهى .

باقی مراتب اربعہ اخیرہ کی روایات کا کسی درجہ میں اعتبار نہیں ہے نہ استدلال ہی کیا جاسکتا ہے اور نہ تائید وتقویت ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔حافظ عراقی مرتبہ رابعہ خامسہ سادسہ کے متعلق لکھتے ہیں(۱۱/۲) کل من قيل فيه ذلک من هذه المراتب الثلث لا يحتج بحديثه ولا يستشهد به ولا يعتبر به اھ۔یہی حکم مرتبہ سابعہ کا بھی ہوگا اس لئے کہ وہ سب سے اشد ہے لہٰذا چاروں مرتبوں کا ایک ہی حکم ہوگا وقد صرح بہ العلامۃ السخاوی (۳۴۶/۱)وشیخ الاسلام زکریا الانصاری(۱۲/۳)۔

ناقدین رجال کے مختلف اقسام

اسی طرح ناقدین رجال بھی مختلف اقسام کے ہیں بعض متشدد اور بعض نرم اور بعض معتدل ہیں،علی بن المدینی یحییٰ بن معین ،نسائی، ابن حبان متشددین میں شمار کئے جاتے ہیں اور جوزجانی اہل کوفہ کے بارے میں متشدد ہیں۔

یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی کے تعنت وتشدد کی حافظ ابن حجر نے مقدمۃ فتح الباری میں تصریح کی ہے اور نسائی، ابن حبان کے تشدد کو حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے، ابراہیم جوزجانی کا تشدد اہل کوفہ کے بارے میں مشہور ہے۔حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کئی جگہ اس پر تنبیہ کی ہے، ایک جگہ تو صاف لکھ دیا:أما الجوزجانی فلا عبرة بحطه على الكوفيين انتهى .

ترمذی وحاکم متساہل شمار کئے جاتے ہیں اور امام احمد وغیرہ معتدل۔

قال السخاوي (۳۲۵/۳) قد قسم الذهبي من تكلم في الرجال أقساماً فقسم تكلموا في سائر الرواة كابن معين وأبي حاتم، وقسم تكلموا في كثير من الرواة كمالک وشعبة، وقسم تكلموا في الرجل بعد الرجل كابن عيينة والشافعي.

قال والكل على ثلثة أقسام أيضاً، قسم منهم متعنت في التجريح متثبت في التعديل يغمز الراوي بالغلطتين والثلث فهذا إذا وثق شخصاً فعض على قوله بنواجذک وتمسک بتوثيقه؛ وإذا ضعف رجلا فانظر هل وافقه غيره على تضعيفه، فإن وافقه ولم يوثق ذلک الرجل أحد من

الحذاق فهو ضعيف وإن وثقه أحد فهذا هو الذي قالو الا يقبل فيه الجرح إلا مفسراً يعنى لا يكفي فيه قول ابن معين مثلا هو ضعيف ولم يبين سبب ضعفه ثم يجيئ البخارى وغيره يوثقه ومثل هذا يختلف في تصحيح حديثه وتضعيفه، وقسم منهم متسامح كالترمذى والحاكم، وقسم معتدل كاحمد والدار قطني وابن عدي انتهى.

اب یہ امر غور طلب ہے کہ اس حدیث کے راوی ابن ابی سبرۃ کے اندر ساتویں مرتبہ کے علاوہ باقی سارے مراتب جرح پائے جاتے ہیں اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس راوی پر متشددین نے کلام کیا ہے اس لئے کہ تینوں قسم کے ناقدین نے کلام کیا ہے اور کذب، وضع کا الزام متشدد و متساہل و معتدل سبھی قسم کے لوگوں نے لگایا ہے نیز متشددین کا کلام وہاں محل غور ہوتا ہے جہاں کوئی دوسرا ناقد فن مخالفت کرے اور اگر موافقت کرے پھر تو نقد اور قوی ہوجاتا ہے اور جس راوی پر کذب و وضع کا الزام لگایا گیا ہو اس کی روایت نا قابل اعتبار ہوگی اور عمل کے لائق نہیں ہوگی کیونکہ باب عمل میں کسی حدیث کے مقبول ہونے کی چھ شرائط ہیں:

إتصال السند، العدالة، الضبط، نفي الشذوذ، نفي العلة القادحة، العاضد عند الإحتياج اليه كما في شرح الألفية للعلامة السخاوي (۹۳/۱) والزين زكريا الانصاري (۱۱۲/۱).

اس روایت میں عدالت بھی مفقود ہے اور کوئی عاضد یعنی مقوی و مؤید تابع یا شاہد بھی نہیں ہے اس لئے کہ احیاء لیلۃ النصف من شعبان کے متعلق اگر چہ بعض روایتیں ملتی ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے لیکن صوم نصف شعبان کی اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں ہے، ایک روایت آگے آرہی ہے جس میں صوم کا ذکر ہے لیکن وہ موضوع ہے۔ علت قادحہ بھی موجود ہے کہ اس کا راوی بالاتفاق مجروح ہے اور ائمہ فن نے اس پر شدید جرح کی ہے کذب و وضع حدیث کا الزام لگایا ہے اور جس حدیث کا راوی کاذب ہو، متہم بالوضع ہو وہ موضوع کہلاتی ہے حافظ ابن حجر طعن فی الراوی کے اسباب عشرہ لکھتے ہوئے شرح النخبۃ (ص:۸۰) میں لکھتے ہیں:

فالطعن بكذب الراوي في الحديث النبوي هو الموضوع والحكم عليه بالوضع إنما هو بطريق الظن الغالب لا با لقطع إذ قد يصدق الكذوب لكن لأهل العلم بالحديث ملكة قوية يميزون بها ذلک وإنما يقوم بذلک منهم من يكون اطلاعه تاما وذهنه ثاقباً قوياً ومعرفته بالقرائن الدالة على ذلک متمكنة اھ۔

اب نتیجہ کے طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ یہ روایت اگر چہ قطعی طور پر موضوع نہ کہی جا سکے لیکن بطریق ظن غالب اس کو موضوع کہا جا سکتا ہے اور موضوع روایت سے بالاجماع کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا ہے۔

اور اگر اس کو ضعیف ہی قرار دیا جائے جیسا کہ منذری، عراقی، بوصیری کی رائے ہے تو بھی یہ حدیث نا قابل عمل ہے اس لئے کہ حدیث ضعیف اگر چہ باب فضائل میں جمہور علماء نے معتبر مانی ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس کا راوی کذاب یا متهم بالكذب، فاحش الغلط نہ ہو اس کے علاوہ اور بھی بعض شرائط ہیں جو آگے آرہے ہیں اور یہ حدیث شدید الضعف ہے۔

پندرہویں شعبان سے متعلق ایک اور موضوع روایت

ایک اور روایت حضرت علی سے مروی ہے لیکن وہ بھی غیر معتبر ہے:

قال ابن الجوزي في كتاب الموضوعات (۱۲۹/۲) انبأنا إبراهيم بن محمد الأزجي قال أنبانا الحسين بن إبراهيم أنبانا أبوالحسين على بن الحسن بن محمد الكرجي حدثنا أبو عبدالله الحسين بن على بن محمد الخطيب أنبانا الحاكم أبوالقاسم عبدالله بن أحمد الحسكاني حدثني أبو القاسم عبد الخالق بن على الموذن حدثنا أبو جعفرمحمد بن بسطام القوسي حدثنا أبو جعفر أحمد بن محمد بن جابرحدثنا أحمد بن عبد الكريم حدثنا خالد الحمصي عن عثمان بن سعيد بن كثير عن محمد بن المهاجرعن الحكم بن عتيبة عن إبراهيم قال:

قال على بن أبي طالب رضي الله عنه رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة النصف من شعبان قام فصلى أربع عشرة ركعة، ثم جلس بعد الفراغ فقرأ بأم القرآن أربع عشرة مرة، وقل هو الله أحد أربع عشرة مرة، وقل أعوذ برب الفلق أربع عشرة مرة وقل أعوذ برب النا س أربع عشرة مرة، وآية الكرسي مرة ولقد جاء كم رسول الآية.

فلما فرغ من صلوته سألت عما رأيت من صنيعه، فقال: "من صنع مثل الذى رأيت كان كعشر ين حجة مبرورة، وكصيام عشرين سنة مقبولة فإن أصبح فى ذلك اليوم صائماً كان كصيام سنتين سنة ماضية وسنة مستقبلة".

قال ابن الجوزي (۱۳۰/۲): هذا موضوع أيضاً، وإسناده مظلم وكأنّ واضعه يكتب من الأسماء ما وقع له ويذكرقوماً مايعرفون وفي الإسناد محمد بن المهاجر، قال ابن حنبل يضع

الحديث انتهى.

قال السيوطي في اللآلي (٢/٦٠) أخرجه البيهقي في الشعب أنبانا عبد الخالق به وقال يشبه أن يكون هذا الحديث موضوعاً وهو منكر وفي رواته قبل عثمان بن سعيد مجهولون انتهى.

قلت والحسين بن إبراهيم شيخ شيخ ابن الجوزي هو الجوزقاني أورد هذا الحديث في كتاب الأباطيل فهؤلاء ثلثة من الأئمة اتفقوا على كون هذا الحديث موضوعاً وقد تبعهم السيوطي في اللآلي وغيره من كتبه وابن عراق في تنزيه الشريعة (٢/٩٤) والزبيدي في إتحاف السادة (٣/٤٢٦)۔

ماہ شعبان کے روزے سے متعلق روایتیں

پندرھویں تاریخ سے قطع نظر مطلقاً شعبان کے روزے کے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں:

فأخرج البخاري (ص ٣٦٤) ومسلم (٢/٣٦٥) وأبوداؤد (بذل٣/٣٨٣) والنسائی (١/٣٢١ وأحمد ٦/١٠٧و١٥٣ و٢٤٢) عن عائشة قالت: مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم استكمل صيام شهر إلا رمضان ومارأيتهٗ اكثر صياماً منه في شعبان.

وأخرج البخاري (ص: ٢٦٤) ومسلم وأحمد (٦/٨٤ و١٢٨ و١٨٩) عنها قالت: لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شهراً أكثر من شعبان فإنه كان يصوم شعبان كله.

وأخرج أبوداؤد (٣/٣٨٢) والنسائي (١/٣٢١ وأحمد ٦/١٨٨) عن عائشة قالت: كان أحب الشهور إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصومه شعبان ثم يصله برمضان وإسناده حسن.

وأخرج النسائی (١/٣٢٢) عن عائشة قالت: لم يكن رسول الله ﷺ صام لشهر أكثر منه في شعبان كان يصومه أو عامته.

وأخرج أيضاعن عائشة قالت: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصوم شعبان كله.

وأخرج ابن ماجة (ص: ١٢٠) عن ربيعة بن الغاز أنه سأل عائشة عن صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: كان يصوم شعبان كله حتى يصله برمضان.

وأخرج الترمذي (١/٩٢) والنسائی (١/٣٢١) وأحمد (٦/٣٠٠) عن أم سلمة قالت:

مارأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهرين متتابعين إلا شعبان ورمضان قال الترمذي هذاحديث حسن.

وأخرج ابو يعلىٰ عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصوم شعبان كله قلت يا رسول الله أحب الشهور إليک أن تصومه شعبان قال : إن الله يكتب فيه كل نفس ميتة تلک السنة فأحب أن ياتيني أجلي وأنا صائم.

قال المنذري (۱۱۷/۲) : وهو غريب وإسناده حسن وقال الهيثمي (۱۹۲/۳) : فيه مسلم بن خالد الزنجي وفيه كلام وقد وثق.

وأخرج ابن أبي شيبة (۱۰۳/۳) وأحمد (۲۰۱/۵) والنسائى (۳۲۲/۱) وكذا ابن زنجويه و أبو يعلى وابن أبي عاصم والباوردي كما في منتخب الكنز ۳۶۲/۳ و الكنز ۴۱۰/۸.

عن أسامة بن زيد قال: قلت: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لم أرک تصوم شهراً من الشهورما تصوم من شعبان؟ قال : ذلک شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان وهو شهرترفع فيه الأعمال إلى رب العلمين فأحب أن يرفع عملى وأناصائم".

وأخرج أحمد (۲۳۰/۳) عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم فلايفطرحتى نقول ما في نفس رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يفطرالعام ثم يفطرفلا يصوم حتى نقول مافي نفسه أن يصوم العام وكان أحب الصوم إليه في شعبان.

اوربھی اس کے علاوہ دوسری روایات وارد ہوئی ہیں لیلة النصف من شعبان کی فضیلت اوراحیاء اوربعض مخصوص صلوات کا بیان اخیر میں آرہا ہے۔

فضائل اعمال میں ضعیف روایتوں کا حکم

سوال کا جزءثانی یہ ہے کہ ضعیف اورموضوع روایتوں کا اعمال میں کیا حکم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ:
ساری احادیث کا دارومدار سند پر ہے بلاسند کسی حدیث کا اعتبار نہیں۔

قال ابن سيرين: إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم – رواه مسلم في المقدمة والخطيب في الكفاية (۱۶۱/۵) وقال في رواية: إنما هذه الأحاديث دين فانظروا عمن تاخذونها رواه ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل (ص.۱۵)

وقال عبد الله بن المبارک: الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء – رواه مسلم في المقدمة وابن أبي حاتم (ص. ١٦) وابن حبان في مقدمة الضعفاء (١/٢٦) والحاكم في علوم الحديث (ص.٨)

وعن ابن المبارک: طلب الإسناد المتصل من الدين – رواه الخطيب في الكفاية (ص ٥٢٤) وعن ابن المبارک أيضاً: مثل الذي يطلب أمر دينه بلا إسناد كمثل الذي يرتقى السطح بلا سلم رواه الخطيب في الكفاية (ص٥٢٥) وشرف أصحاب الحديث (ص٤٢)

وقال عبد الصمد بن حسان سمعت سفيان الثوري يقول: الإسناد سلاح المومن فإذا لم يكن معه سلاح فبأى شيء يقاتل. رواه ابن حبان في مقدمة الضعفاء (١/٢٧) والخطيب في شرف أصحاب الحديث (ص.٤٢).

وقال علي بن المديني قال أبو سعيد الحداد: الإسناد مثل الدرج ومثل المراقي فإذا زلت رجلک عن المرقاة سقطت، والرأى مثل المرج. رواه الخطيب في الكفاية (ص٥٢٦) وشرف أصحاب الحديث (٤٢) ورواه ابن حبان في مقدمة الضعفاء (ص.٢٦) عن قتيبة بن سعيد قال سمعت أبا سعيد الحداد الحديث درج والرأى مرج فإذا كنت في المرج فاذهب كيف شئت وإذا كنت في درج فانظر أن لا تزلق فيندق عنقک.

وقال يعقوب بن محمد بن عيسى كان ابن شهاب إذا حدث أتى بالإسناد ويقول: لا يصلح أن يرقي السطح إلا بدرجة. رواه ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل (١/١٦).

وقال هلال بن العلاء سمعت أبي يقول حمل أصحاب الحديث على ابن عيينة يوما فصعد فوق غرفة فقال له أخوه: تريد أن يتفرقوا عنک؟ حدثهم بلا إسناد فقال: انظروا إلى هذا يأمرني أن أصعد فوق البيت بغيردرجة. قال صالح بن أحمد الحافظ يعني أن الحديث بلا إسناد ليس بشيء وأن الإسناد درج المتون به يوصل إليها رواه الخطيب في الكفاية (ص٥٢٥).

وعن مطر الوراق في قوله عزو جل أو أثارة من علم. قال إسناد الحديث رواه الرامهرمزى في المحدث الفاصل (ص: ٢١٠) والخطيب في شرف أصحاب الحديث (ص٣٩).

وقال الشافعي: مثل الذي يطلب الحديث بلا إسناد كمثل حاطب ليل كذا نقله

السخاوي في شرح الالفية (٥/٣)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آثار ہیں جو مذکورہ بالا حضرات اور دوسروں نے خاص طور سے زرقانی نے شرح المواہب (٥/٣٩٣) میں نقل کئے ہیں جن سے اسناد کا حدیث کے معتبر ہونے کے لئے شرط ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اور اسناد کے علوم نبویہ اسلامیہ کے تعلیم و تعلم میں محتاج الیہ ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی روشنی پڑتی ہے:

قال النبي صلى الله عليه وسلم: أكرموا أصحابي فإنهم خياركم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذب حتى أن الرجل ليحلف ولا يستحلف ويشهد ولايستشهد الحديث.

رواه أحمد (١/١٨) والحميدي (١/٢٠) والشافعي (ص ٤٢٤) وأبوداؤد الطيالسي (ص٧) والترمذي (٢/٣٩) والحاكم (١/١١٤) عن عمربن الخطاب وصححه الحاكم على شرط الشيخين وأقره الذهبي وهذا لفظ الحميدي والشافعي ولفظ أحمد والترمذي والحاكم: ثم يفشوا الكذب.

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ علم سلف سے خلف لیں گے اور صدق وسچائی کے ساتھ نقل کریں گے لیکن یہ تبع تابعین تک رہے گا پھر دروغ گوئی اور غلط بیانی کی کثرت ہو جائے گی:

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم وإياهم لايضلونكم ولا يفتنونكم". وقال صلى الله عليه وسلم: "سيكون في آخر أمتي أناس يحدثونكم بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم وإياهم".

رواهما مسلم في المقدمة (ص ٩-١٠) عن أبي هريرة، والأخير أخرجه الحاكم (ص١٠٣) وقال ذكره مسلم في خطبة الكتاب ولم يخرجه في أبواب الكتاب وهو صحيح على شرطهما ولا أعلم له علّة.

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کے لینے کا طریقہ یہ ہے کہ خلف سلف سے نقل کریں ورنہ سماع من الآباء کے ذکر کا کیا فائدہ۔ ایک حدیث میں تو سماع مسلسل کی تصریح واقع ہوئی:

قال النبي ﷺ: "تسمعون ويسمع منكم ويسمع ممن يسمع منكم" رواه أحمد وأبوداود (٣٢٦/٤ بذل) وابن حبان (١٥١/١) والحاكم والخطيب في شرف أصحاب الحديث (ص٣٨) عن ابن عباس وصححه ابن حبان والحاكم وأقره الذهبي وقال العلائي حسن۔

معلوم ہوا کہ نقل احادیث کا ضابطہ یہ ہے کہ مابعد والے ماقبل والوں سے بالسماع نقل کریں اور متقدمین متاخرین سے بیان کریں:

وقال المناوي في فيض القدير (٢٤٥/٣): وقد امتثلت الصحابة أمره ولم يزل ينقل عنه أقواله وافعاله وتلقى ذلک عنهم التابعون ونقلوه إلى أتباعهم واستمر العمل على ذلک في كل عصر إلى الآن انتهى.

نقل بالاسناد کی دوصورتیں

پھر نقل بالاسناد کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی ایسی معتمد کتاب سے حدیث نقل کی جائے جس کے مصنف نے اپنی سند سے اس کی حدیثوں کو روایت کیا ہو جیسے صحاح ستہ ومسانید ومعاجم وغیرہ۔

دوسرے یہ کہ اپنی سند سے روایت کرے، بعض متاخرین علماء نے اس کو ضروری قرار دیا ہے مگر محققین نے اس کو رد کیا ہے اور صورت اولی کو کافی قرار دیا ہے حافظ سیوطی تدریب (۱/۱۵۱) میں لکھتے ہیں:

قال إلكيا الطبري في تعليقه: من وجد حديثا في كتاب صحيح جازله أن يرويه ويحتج به. وقال قوم من أصحاب الحديث: لا يجوزله أن يرويه لأنه لم يسمعه وهذا غلط وكذا حكاه إمام الحرمين في البرهان عن بعض المحدثين وقال هم عصبة لامبالاة بهم في حقائق الأصول يعني المقتصرين على السماع لا أئمة الحديث انتهى .

عقائد واحکام میں قوی السند حدیث ہونا ضروری ہے
فضائل ومناقب میں ضعیف روایت بھی کافی ہے

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نقل حدیث کے لئے اس کا منقول بالسند ہونا ضروری ہے لیکن مضامین کے اعتبار سے اسانید میں تفصیل ہے بعض جگہ نہایت مضبوط سند مطلوب ہوتی ہے اور بعض جگہ کمزور سند پر بھی اکتفا کرلیا

جاتا ہے عقائد واحکام سے اگر تعلق ہے تو صحیح وقوی سند درکار ہے اور اگر فضائل ومناقب، ترغیب وترہیب، تفسیر وتاریخ سے تعلق ہے تو ضعیف روایت بھی چند شرائط کے پائے جانے کی صورت میں کافی ہوجائے گی۔

قال الإمام أحمد إذا روينا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الحلال والحرام والسنن والأحكام تشددنا في الأسانيد وإذا روينا عن النبى صلى الله عليه وسلم في فضائل الأعمال ومالايضع حكما ولايرفعه تساهلنا في الأسانيد أخرجه الخطيب في الكفاية (ص:١٧٧).

وقال عبد الرحمٰن بن مهدى: إذا روينا عن النبىﷺ في الحلال والحرام والأحكام شددنا في الأسانيد وانتقدنا الرجال، وإذا روينا في الفضائل والثواب والعقاب تساهلنا في الأسانيد وتسامحنا في الرجال أخرجه الحاكم في المستدرک (١/٤٩٠) والبيهقي في المدخل (١/٣٣) وزاد الحاكم بعد العقاب: والمباحات والدعوات.

وقال ابن أبي حاتم (١/٣٠) حدثنى أبي نا عبدة يعني ابن سليمان قال قيل لابن المبارک وروى رجل حديثافقيل هذا رجل ضعيف فقال يحتمل أن يروي عنه هذا القدر أو مثل هذه الأشياء قلت لعبدة مثل أي شيء كان؟ قال في أدب، في موعظة، في زهد أو نحو هذا.

وقال الحافظ ابن حجرفى تهذيب التهذيب فى ترجمة بكربن خنيس (١/٤٨١) قال ابن أبي مريم عن يحى ابن معين: صالح لابأس به إلا أنه يروي عن ضعفاء ويكتب من حديثه الرقاق.

قال ابن الصلاح في علوم الحديث له (ص:٩٣): يجوزعند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسانيد ورواية ماسوى الموضوع من أنواع الأحاديث الضعيفة من غير إهتمام ببيان ضعفها فيما سوى صفات الله تعالى وأحكام الشريعة من الحلال والحرام وغيرهما وذلک كالمواعظ والقصص وفضائل الأعمال وسائرفنون الترغيب والترهيب وسائر مالا تعلق له بالأحكام والعقائد وممن روينا عنه التنصيص على التساهل في نحو ذلک عبد الرحمن بن مهدى وأحمد بن حنبل رضى الله عنهما.

وقال النووي في التقريب: يجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل في الأسانيد ورواية ماسوى الموضوع من الضعيف والعمل به من غيربيان ضعفه فى غيرصفات الله تعالى والأحكام كالحلال والحرام ومالا تعلق له به بالعقائد والاحكام انتهى.

وقال فی مقدمة شرح المهذب (۱/۵۹):

قال العلماء والحديث ثلاثة أقسام صحيح وحسن وضعيف قالوا وإنما يجوز الإحتجاج من الحديث في الأحكام بالحديث الصحيح أوالحسن فأما الضعيف فلايجوز الإحتجاج به في الأحكام والعقائد وتجوز روايته والعمل به في غير الأحكام كالقصص وفضائل الأعمال والترغيب والترهيب اهـ

وقال في الأذكار (ص ٥): قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز و يستحب العمل فی الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا، وأماالأحكام كالحلال والحرام والبيع والنكاح والطلاق وغيرذٰلک فلا يعمل فيها إلا بالحديث الصحيح أوالحسن إلا أن يكون في إحتياط في شيء من ذلک كما إذا ورد حديث ضعيف بكراهة بعض البيوع أو الأ نكحة فإن المستحب أن ينزه عنه ولكن لايجب انتهى.

وقال السيوطي في تحذير الخواص (ص ٧٤): قد أطبق علماء الحديث فجزموابأنه لاتحل رواية الموضوع فی أی معنی إلا مقرونا ببيان وضعه بخلاف الضعيف فإنه تجوز روايته في غير العقائد والأحكام.

وممن جزم بذلک شيخ الإسلام محی الدين النووی في كتابيه الإرشاد والتقريب، وقاضی القضاة بدرالدين بن جماعة في المنهل الروی، والطيبي في الخلاصة، والشيخ سراج الدين البلقينی في محاسن الإصطلاح وحافظ عصره زين الدين أبوالفضل عبد الرحيم العراقی فی الفيته وشرحها.

وقال السيوطي أيضاً في طلوع الثريا (۲/۱۹۱) الحديث الضعيف يتسامح به في فضائل الأعمال وقال في الدرج المنيفة (ص۷) الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل والمناقب وكذا قال فی التعظيم والمنة ص:۱، وفي المقامة السندسية (ص ٥)

وقال علی القاري في المرقات (۲/۲٦): الحديث الضعيف يعمل به في فضائل الأعمال.

وقال في موضع (۲/۱۱٤) أجمعوا علی جواز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال .

وقال في موضع آخر (۱۷۲/۲) يعمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال باتفاق العلماء اھ۔

یہ جوان حضرات نے تفصیل ذکر فرمائی کہ عقائد واحکام میں صحیح وحسن ضروری ہے اوراس کے ماسوا میں ضعیف بھی معتبر ہے اسی طرح سفيان الثوری، سفيان بن عيينة، عبد الله بن المبارک، أبو زكريا العنبری، ابن أبي حاتم، أبوعبدالله الحاكم، ابن عدي بيهقي، ابن عبدالبر، خطيب بغدادي نے تصریح کی ہے محقق ابن الہمام نے فتح القدیر (۲۴۶/۱) میں یہی لکھا ہے۔

حدیث ضعیف معتبر ہونے کے شرائط

لیکن ضعیف حدیث کے معتبر ہونے کے لئے علماء نے کچھ شرائط تحریر کئے ہیں ایک شرط تو وہی ہے جو سبھی نے لکھی ہے یعنی عقائد واحکام سے تعلق نہ ہو: قال البدر الزركشي في نكته على مختصر ابن الصلاح أما الضعيف فيجوز بشروط،

أحدها أن لايكون في الأحكام والعقائد ذكره النووی في الروضة والاذكار وغيرهمامن كتبه.

الثانی أن يكون له أصل شاهد لذلک ذكره الشيخ تقي الدين بن دقيق العيد في شرح الإلمام.

الثالث أن لايعتقد ثبوته كذا نقله السيوطي في تحذير الخواص (ص٧٦).

وقال في التدريب (۲۹۸/۱) لم يذكر ابن الصلاح والمصنف يعنی النووی هنا أي في التقريب وسائر كتبه لما ذكرسوی هذا الشرط وهو كونه أي الضعيف فی الفضائل ونحوها.

وذكر شيخ الاسلام يعنی الحافظ ابن حجرله ثلا ثة شروط.

أحدها: أن يكون الضعيف غيرشديد فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش غلطه، نقل العلائی الإتفاق عليه.

الثانی: أن يندرج تحت أصل معمول به.

الثالث: أن لا يعتقد عند العمل به ثبوته بل يعتقد الإحتياط قال وهٰذان ذكرهما ابن عبد السلام وابن دقيق العيد، وقيل: لا يجوز العمل به مطلقاً، وقيل يعمل به مطلقاً انتهیٰ وقال السخاوي في القول البديع (ص ۲۵۸) سمعت شيخنا يعني الحافظ ابن حجر مراراً، وكتب لي

بخطه أن شرائط العمل بالضعيف ثلاثة.

الأول: أن يكون الضعف غير شديد فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش غلطه نقل العلائي الإتفاق عليه.

الثاني أن يكون مندرجاً تحت أصل عام فيخرج مايخترع بحيث لا يكون له اصل أصلاً.

الثالث: أن لا يعتقد عند العمل به ثبوته لئلا ينسب إلى النبي ﷺ مالم يقله، والأخيران ذكرهما ابن عبدالسلام وصاحبه ابن دقيق العيد.اهـ.

قال السخاویؒ: وقد نقل عن الإمام أحمد أنه يعمل بالضعيف إذا لم يوجد في الباب غيره ولم يكن ثم ما يعارضه، وفي رواية عنه ضعيف الحديث أحب الينا من رأى الرجال وكذا ذكر ابن حزم أن جميع الحنفية مُجمِعُون على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث أولى عنده من الراى والقياس.

فتحصل أن في الضعيف ثلاثة مذاهب لايعمل به مطلقاً، ويعمل به مطلقاً إذا لم يكن في الباب غيره، ثالثها وهو الذى عليه الجمهور يعمل به في الفضائل دون الأحكام كما تقدم بشروطه انتهیٰ.

شروط سے مراد وہی شروط ثلاثہ سابقہ ہیں جو حافظ ابن حجر کے حوالے سے گذر چکی ہیں، اور حافظ ابن حجر کے اتباع میں ان کے تلامذہ وغیرہ جیسے علامہ سخاوی، علامہ زکریا اور علامہ سیوطی، شہاب الدین الخفاجی، شمس الدین الرملی، صاحب الدر المختار، علامہ جزائری وغیرہ سبھی نے ذکر کی ہیں۔

ایک اہم اشکال اور اس کا جواب

لیکن یہاں دو امر قابل غور ہیں اول تو یہ کہ جمہور کا یہ کہنا کہ حدیث ضعیف کا احکام میں اعتبار نہیں ہے اور پھر اسی سے استحباب کا ثابت کرنا جو بذات خود ایک حکم ہے بظاہر تناقض ہے۔

اس کا ایک جواب یہ ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ فضیلت سے مراد فضل ہو یعنی اصل حکم تو احادیث معتبرہ سے ثابت ہو، اور اس کے فضائل ضعیف احادیث سے ثابت ہو جائیں، یہ جواب علامہ شہاب الدین الخفاجی نے شرح الشفاء (۱/۴۳) میں ذکر کیا ہے۔

علامہ دوانی نے انموذج العلوم میں ایک جواب یہ دیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث کسی عمل کی

فضیلت کے بارے میں وارد ہو اور وہ عمل حرمت و کراہت کا احتمال نہ رکھتا ہو تو اس پر عمل کر لینا مستحب ہے اس لئے کہ اس میں نفع ہے خطرہ نہیں مگر علامہ خفاجی نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ جواب سخاوی وغیرہ کی عبارت بالا سے جوڑ نہیں کھاتا ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام، ابن دقیق العید، حافظ ابن حجر اور ان کے متبعین کا یہ فرمانا کہ عمل بالضعیف کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا قصد کرے علامہ شمس الدین الرملی وغیرہ نے اس شرط کو محل اشکال قرار دیا ہے۔

اشکال بظاہر یہ ہے کہ اگر ثبوت کا اعتقاد نہ ہو تو پھر عمل کیسا؟ کسی روایت کے مطابق عمل کرنا اس کے ثابت ماننے کی فرع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عمل جیسے ثبوت پر متفرع ہوتا ہے ایسے ہی احتمال ثبوت پر بھی متفرع ہوسکتا ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عمل کر لیا جائے رہا عدم ثبوت کا احتمال تو وہ مضر نہیں ہے اس لئے کہ اگر چہ عدم ثبوت کی صورت میں یہ اشکال پیش آتا ہے کہ جو چیز صاحب نبوت سے ثابت نہ ہو اس پر عمل کر لینا شریعت میں اضافہ کی ایک شکل ہے جو بدعت ہے۔ یہ مضر اس لئے نہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی یہ شرط لگادی ہے کہ وہ حدیث ضعیف کسی اصل عام کے تحت آتی ہو یہاں تک تو احادیث صحیحہ وضعیفہ کے متعلق گفتگو تھی اب موضوع حدیث کے متعلق کچھ سن لیجئے۔

موضوع روایتوں کا حکم

موضوع یعنی جعلی روایات بنانا حرام ہے کرامیہ اور بعض جاہل صوفیوں سے جو اس کا جواز نقل کیا جاتا ہے یہ ان کی جہالت ہے۔ وضع روایت بہر حال حرام ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار". رواہ الشیخان وھذا الحدیث قد روي عن جماعة کثیرة تزیدعلی ثمانین نفساوأحادیثھم موجودة بل یبلغون المأة۔

اور احادیث موضوعہ کو نقل کرنا بھی ناجائز ہے، الا یہ کہ بیان کرتے وقت تصریح کردے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "من حدث عنی بحدیث یری أنه کذب فھو أحد الکاذبین".

رواہ مسلم في المقدمه ص: ٦، والترمذي، ٢/٩١ وابن ماجه وابن حبان والبیھقي في

المدخل (ص۳۲) عن المغيرة بن شعبة ومسلم في المقدمة وابن ماجة وابن حبان والبيهقي في المدخل عن سمرة بن جندب وابن ماجه عن علی .

قال السندی في حاشية ابن ماجه (ص ۱۰) قوله: فهو أحد الكاذبين قال النووی المشهور رواية بصيغة الجمع أي فهو واحد من جملة الواضعين، والمقصودأن الرواية مع العلم بوضع الحديث كوضعه قالوا هذا إذا لم يبين وضعه، وقدجاء بصيغة التثنية والمقصود أن الراوی له يشارک الواضع في الاثم اهـ.

وقول السندي: إن الرواية مع العلم بوضع الحديث يبني على رواية يرى بفتح المثناه التحتيّة وقد روي بضمها ومعناه يظن وكذا على رواية الفتح إذا كان ماخوذا من الرأي لا من الرؤية.

وأخرج أحمد والترمذي (۱۱۹/۲) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى عليه وسلم: "إتقوا الحديث عني إلا ماعلمتم فإنه من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار".

قال النووی في شرح مسلم (۸/۱): تحرم رواية الحديث الموضوع على من عرف كونه موضوعاً أوغلب على ظنه وضعه فمن روى حديثاعلم أوظن وضعه ولم يبين حال روايته ووضعه فهو داخل في هذا الوعيد، مندرج في جملة الكاذبين على رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويدل عليه الحديث السابق: من حدث عنی بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين .

وقال أبوعمروبن الصلاح في علوم الحديث (ص ۸۹): إعلم أن الحديث الموضوع شرّ الأحاديث الضعيفة ولاتحل روايته لأحد علم حاله في أی معنى كان إلامقروناً ببيان وضعه .

وقال الحافظ ابن حجر في شرح النخبة (ص ۸۵): واتفقوا على تحريم رواية الموضوع إلا مقرونا ببيانه لقوله صلى الله عليه وسلم: من حدث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين أخرجه مسلم انتهى. وقد تقدم كلام العلامة السيوطي في بيان حكم الضعيف.

اور جب موضوع روایات بنانا اوران کا نقل کرنا جائز نہیں ہے تو ان پر عمل کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

امام بیہقی المدخل میں احادیث ضعیفہ متفق علیہا کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ص۳۲):

ضرب رواه من كان معروفاً بوضع الحديث والكذب فيه فهٰذا الضرب لايكون مستعملاً في شئٍ من أمورالدين (ولايجوزذكره)[1] إلا على وجه التبيين.

---

[1] مابين الهلالين ليس فی الاصل ولعله تركه الكاتب سهواً فانه لا يتم الكلام الابه.

اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اور سمرۃ بن جندب کی احادیث سابقہ دلیل میں پیش کی ہیں علامہ شمس الدین الرملی اور علامہ علاء الدین الحصکفی صاحب الدر المختار فرماتے ہیں (ص ۸۷)

أما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال ولا روايته إلا اذا قرن ببيانه اهـ.

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

قوله بحال أى ولو في فضائل الأعمال قال الطحطاوي أى حيث كان مخالفاً لقواعد الشريعة: أما لو كان داخلاً تحت أصل عام فلا مانع منه لا لجعله حديثاً بل لدخوله تحت الأصل العام.اهـ. قال ابن عابدين فتأمل.

بندہ کے خیال میں علامہ طحطاوی کا کلام صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جب موضوع روایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی نہیں ہے تو اس پر عمل کیسے جائز ہوسکتا ہے اور اگر وہ اصل عام کے تحت داخل ہے تو عمل اس عام پر ہوگا نہ کہ اس باطل موضوع روایت پر غالبا علامہ شامی نے فتامل سے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

۳- تیسرا جزء یہ ہے کہ ابوبکر بن ابی سبرہ کیا متفق علیہ واضع الحدیث تھے؟ اس کا جواب اس تفصیل سے معلوم ہوگیا ہوگا جو حدیث کی تحقیق میں جزء اول میں ذکر کی گئی ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص ائمہ فن حدیث کے نزدیک بالاتفاق مجروح ہے، ایک جماعت نے اس کی تضعیف پر اکتفا کیا لیکن اکثر نے شدید تضعیف کی ہے اور دوسری جماعت امام احمد، ابن عدی، ابن حبان وحاکم اس کو واضع الحدیث اور دروغ گو بتاتے ہیں، امام احمد چونکہ معتدل ہیں اس لئے ان کا اتنی کڑی جرح کرنا بے معنی نہیں ہے۔

۴- چوتھا جزء یہ ہے کہ کیا صاحب تحفۃ الاحوذی کی تحقیق صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب تحفہ نے ابوبکر بن ابی سبرہ کے متعلق جو کلام کیا ہے وہ تو بالکل صحیح ہے، اور جو کچھ صاحب تحفہ نے لکھا ہے وہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے، اور صاحب تحفہ نے حافظ ابن حجر کا اتباع کیا ہے۔

رہا اس حدیث کو موضوع قرار دینا تو اس وقت تحفۃ الاحوذی بندہ کے سامنے نہیں ہے بہرحال جس نے بھی اسکو موضوع کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ظن غالب میں یہ موضوع ہے یہ ماقبل میں نمبر۲۔ کے ذیل میں گزر چکا کہ کسی حدیث کے راوی کے دروغ گو یا واضع الحدیث ہونے کی وجہ سے حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب کے درجہ میں لگایا جاتا ہے، البتہ جن ائمہ کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہے گو شدید الضعف ہی سہی، ان کے مسلک پر بظاہر حدیث درجہ ضعیف ہی میں رہے گی گو قابل عمل پھر بھی نہ ہوگی کما تقدم التفصیل۔

پندرہ شعبان کا روزہ کیا بدعت ہے

۵- پانچواں جزء یہ ہے کہ شب براءت کا روزہ کیا بدعت ہے؟ فقہاء احناف کی رائے میری معلومات میں متقدمین فقہاء نے اس روزہ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے امام محمد بن الحسن کی موجودہ کتابوں کتاب الاصل، جامع صغیر، کتاب الآثار، کتاب الحج، کتاب السیر الکبیر اور متونِ معتبرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے متأخرین نے بھی نصف شعبان کے روزہ کی تصریح نہیں کی ہے، البتہ مطلقاً صومِ شعبان کو مرغوبات میں شمار کیا ہے۔

قال في العالمگيريه (۱/۱۰۳) المرغوبات من الصيام أنواع أولها صوم محرم والثاني صوم رجب والثالث صوم شعبان وصوم عاشوراء هو اليوم العاشر من المحرم عند عامة العلماء والصحابة كذا في الظهيرية انتهى.

مطلقاً صوم شعبان کے استحباب کے دلائل وہ احادیث ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کا کثرت سے اس ماہ میں روزہ رکھنے کا ذکر وارد ہوا ہے اور یہ کہ آپ کل شعبان کا اور گاہے اکثر کا روزہ رکھتے تھے کما تقدم۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ (ص ۳۱۰) میں مطلقاً شعبان کے روزہ کا استحباب ذکر کیا ہے اور صوم نصف شعبان کا کوئی ذکر نہیں ہے اشعۃ اللمعات ۱/۵۴۹ میں صرف ابن ماجہ کی حدیث سابق کے ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے اور اسی طرح ماثبت بالسنہ (ص ۱۹۹) میں بھی صرف ابن ماجہ کی روایت ذکر کی ہے اور اس حدیث کا حال معلوم ہو چکا۔

دیگر فقہاء کی آراء

اسی طرح حنابلہ کی موجودہ کتب مختصر الخرقی اس کی شرح المغنی، المقنع اس کی شرح الشافی میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

شافعیہ کی کتب مشہورہ جیسے **كتاب الأم للشافعي، المهذب للشيرازي، شرح المهذب للنووي** اور **المنهاج والمنهج، تحفة المحتاج** میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے البتہ عبدالحمید الشروانی نے تحفۃ المحتاج کے حاشیہ میں اس کے مندوب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مالکیہ کی کتابوں میں سے مختصر الخلیل اس کی شرح جواہر الاکلیل، رسالہ ابن ابی زید اس کی شرح کفایت الطالب اور کفایۃ کے حاشیہ مصنفۂ علامہ علی صعیدی عدوی میں بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس لئے جہاں روایتی حیثیت سے خاص پندرہویں شعبان کا روزہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا، وہیں فقہاء کے

کلام سے بھی کوئی ثبوت نہیں نکلتا ہے۔اور غالباً حضرات فقہاء نے روایت کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے سکوت فرمایا ہے، اور بعض متاخرین شافعیہ نے جو اس کو مندوب کہہ دیا یا یوں کہئے اس کے مندوب ہونے کی طرف اشارہ کر دیا بظاہر انہوں نے سند روایت پر نظر نہیں کی ہے یا اگر نظر کی تو تحقیق سے کام نہیں لیا۔

اگر پندرہویں دن سے قطع نظر کر لیا جائے تو پھر شعبان کے روزے کا ثبوت ان روایات صحیحہ وحسنہ سے ہوتا ہے جو ماقبل میں سوال کے جزء اول کے جواب کے اخیر میں گزر چکی ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان میں بلاتحدید روزہ رکھنا مندوب ہے اتباعاً للنبی ﷺ، صاحب ظہیریہ وغیرہ فقہاء احناف نے صیام مندوب میں جو شعبان کا تذکرہ کیا ہے اس سے یہی صورت مراد ہے ورنہ اگر خاص نصف شعبان کا روزہ مراد ہوتا تو اس کی تصریح کر دیتے۔

اب بظاہر یہی صواب معلوم ہوتا ہے کہ نصف شعبان کا خاص کرنا اور صرف اس کا روزہ رکھنا بدعت ہے الا یہ کہ ۱۳/۱۴/ کا روزہ بھی رکھا جائے تا کہ ایام بیض کے روزے ہو جائیں، یہاں تک لکھنے کے بعد علامہ مناوی کی کتاب فیض القدیر (۲/ ۳۱۷) میں ایک عبارت ملی جو ماقبل کی تحقیق کے لئے متن کا درجہ رکھتی ہے فرماتے ہیں:

قال المجد ابن تيمية: صوم شعبان جاء في فضلها أخبار صحيحة وأماصوم يوم نصفه مفردا فلا أصل له بل يكره. قال: وكذا إتخاذه موسما تصنع فيه الأطعمة والحلوى وتظهر فيه الزينة وهو من المواسم المحدثة المبتدعة التي لا أصل لها انتهى۔

علامہ مناوی نے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ وہ بھی علامہ مجد الدین ابن تیمیہ کے موافق ہیں۔

یہ گفتگو تو نصف شعبان کے روزہ کے متعلق تھی اب ضمناً نصف شعبان کی رات کے متعلق چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں اور ان کو تین فصلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اول اس کے فضائل کے بیان میں، ثانی اس کے احیاء اور خاص طور سے عبادت میں مصروف رہنے کے بارے میں علماء کے اقوال، ثالث ان خاص نمازوں کا بیان جو اس رات میں وارد ہوئی ہیں۔

فصل اول

نصف شعبان کی رات کے متعلق مختلف روایتیں

اس رات کی فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں:

(۱) أخرج ابن أبي شيبة وأحمد (۲۳۸/٦) والترمذي (۹۲/۱) وابن ماجة .ص ۱۰۰.و البيهقي من طريق الحجاج بن أرطاة عن يحیٰ بن أبي كثير عن عروة عن عائشة قالت فقد ت رسول الله ﷺ ليلة فإذا هو بالبقيع فقال أكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله؟ قلت: يارسول الله إني ظننت أنک أتيت بعض نسائک. فقال :

"إن الله تعالیٰ ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعرغنم كلب".

و الحجاج بن أرطاة مع ضعفه مدلس وقد عنعن قال الترمذي : حديث عائشة هذا لا نعرفهٗ إلا من هذا الوجه سمعت محمداً يضعف هذاالحديث وقال: يحيى بن أبي كثير لم يسمع من عروة قال محمد : والحجاج لم يسمع من يحى بن أبي كثير انتهى.

وقال ابن العربي في شرح الترمذي (۲۷۵/۳): فالحديث مقطوع في موضعين وأيضاً الحجاج ليس بحجة. وقال ابن الجوزي في العلل المتناهية (٦٦/۲). قال الدار قطني وقد رُوي من وجوه وإسناده مضطرب غير ثابت.

وقال الزرقاني في شرح المواهب (٤١٢/۷): دعوى الإنقطاع بين الحجاج ويحيیٰ مسلم وأما سماع يحيیٰ من عروة فنفاه أيضاً أبوزرعة وأبو حاتم فيما ظنه وأثبته ابن معين، والمثبت مقدم على النافي. وقول التر مذي لانعرفه إلا من هذا الوجه تقصير فقد جاء من ثلاثة أوجه غيره كمابينهٗ الحافظ العراقي وبالجملة فبعضها يعضد بعضاً فيرتقي إلى الحسن لغيره، ولذا قال ابن رجب: إنه من أمثلها.

(٢) وأخرج البزار وابن عدي والبيهقي وابن الجوزي في العلل (٢/٦٦) من طريق عبدالملک بن عبدالملک عن المصعب بن أبي ذئب عن القاسم بن محمد عن عمه وغيره عن أبي بكر الصديق عن النبي ﷺ قال: "ينزل الله عز وجل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا، فيغفر لكل نفس إلا إنساناً في قلبه شحناء أو المشرک بالله عز وجل".

وعبد الملک بن عبد الملک قال البخاري: في حديثه نظر. قال العقيلي والذهبي: إنه أراد هذا الحديث، وقال ابن عدي: وهو معروف بهذا الحديث ولايرويه عنه غير عمرو بن الحارث وهو حديث منكر بهذا الإسناد. وقال ابن حبان منكر الحديث جداً يروي مالا يتابع عليه وذكره الذهبي في الميزان فأشار إلى نكارته وأغرب الإمام المنذري في الترغيب (٣/٤٥٩) فقال رواه البزار والبيهقي بإسناد لا بأس به، وقال الهيثمى (٨/٦٥) عبدالملک بن عبدالملک ذكره ابن أبي حاتم فى الجرح والتعديل ولم يضعفه وبقية رجاله ثقات، وقال العقيلي وفي الباب أحاديث وفيها لين.

(٣) وأخرج أحمد (٢/١٧٦) عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله ﷺ قال: "يطلع الله عزوجل إلى خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لعباده إلا إثنين مشاحن وقاتل نفس". قال المنذري (٣/٤٦٠): إسناده لين.

قلت: في إسناده ابن لهيعة وهو ضعيف، وقال الهيثمي(٨/٦٥) وهو لين الحديث وبقية رجاله قد وثقوا.

(٤) وأخرج ابن ماجة (ص: ١٠٠) من طريق ابن لهيعة عن الضحاک بن أيمن عن الضحاک بن عبدالرحمن بن عرزَب عن أبي موسى الأشعري عن رسول الله ﷺ قال: "إن الله يطلع ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرک ومشاحن".

وابن لهيعة حاله معروف، وأيضاً الضحاک بن عبدالرحمن بن عرزب لم يلق أبا موسى قاله المنذري كذا نقله السندي في حاشية ابن ماجة ص ٢١٨. ونقل عن صاحب الزوائد إسناده ضعيف لضعف عبدالله بن لهيعة وتدليس الوليد بن مسلم. وقال المناوي في فيض القدير (٢/٢٦٣): قال الزين العراقي : وابن لهيعة حاله معروف والضحاک بن أيمن لايعرف حاله ولا يعرف روي عنه غير ابن لهيعة والضحاک بن عبدالرحمن لم يسمع من أبي موسى قال أبوحاتم

وقد اختلف على ابن لهيعة أيضاً انتهى.

وقال ابن الجوزي في العلل ص ٧١: هذا حديث لايصح وابن لهيعة ذاهب الحديث.

(٥) وأخرج الطبراني في الأوسط وابن حبان في صحيحه وفي مسند الشاميين من حديث مكحول عن مالک بن يخامرعن معاذ بن جبل عن النبی ﷺ قال: "يطلع الله إلى جميع خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفرلجميع خلقه إلا لمشرک أومشاحن".

كذا في الترغيب (١١٨/٢ و ٤٥٩/٣). قال الزرقاني (٤١٢/٧) عن ابن رجب حديث معاذ أمثلها أيضاً فإن ابن حبان صححه وكفى به عماداً انتهى. وقال الهيثمی رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجالهما ثقات.

قلت وأخرجه الطبراني في مسند الشاميين أيضاً من طريق ثوبان عن خالد بن معدان عن كثير بن مرة عن معاذ.

(٦) وأخرج البزار وابن الجوزي في العلل ص ٧٠. من طريق هشام بن عبد الرحمن الكوفي عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: قال رسو ل الله ﷺ: "إذاكان ليلة النصف من شعبان يغفرالله لعباده إلالمشرک ومشاحن". قال الهيثمي ٦٥/٨. هشام بن عبد الرحمن لم أعرفه وبقية رجاله ثقات.

قلت وقال ابن الجوزي لا يصح وفيه مجاهيل.

(٧) وأخرج البزار عن عوف بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ: "يطلع الله تبارک وتعالى على خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفرلهم إلالمشرک أومشاحن". قال الهيثمي (٦٥/٨) وفيه عبد الرحمن بن زيادبن أنعم وثقه أحمد بن صالح وضعفه جمهور الأئمة.

(٨) وأخرج الطبراني والبيهقي في شعب الإيمان ٣٥٩/٥ من طريق مكحول عن أبي ثعلبة أن النبي ﷺ قال: "يطلع الله عز وجل إلى عباده ليلة النصف من شعبان فيغفر للمؤمنين ويمهل الكافرين ويدع أهل الحقد بحقدهم حتى يدعوه". قال المنذري (٤٦١/٣) قال البيهقي هو بين مكحول وأبي ثعلبة مرسل جيد.

(٩) وأخرجه الدارقطني في العلل وابن الجوزي في العلل المتناهية (٧٠/٢) وفيه الأحوص بن حكيم قال ابن الجوزي : هذا حديث لايصح قال أحمد ابن حنبل: الأحوص ابن حكيم لايروي حديثه، وقال يحيىٰ ليس بشيء وقال الدار قطني: منكر الحديث قال أى

الدار قطني والحديث مضطرب غير ثابت وعزاه الهيثمي (٨/٦٥) للطبراني وقال فيه الأحوص ابن حكيم وهو ضعيف، وقال الدار قطني: وقيل إنه من قول مكحول والحديث غير ثابت.

(١٠) وأخرج عبد الرزاق (٤/٣١٦) والبيهقي في الشعب عن مكحول عن كثير بن مرة عن النبي ﷺ قال في ليلة النصف من شعبان يغفر الله عز وجل لأهل الأرض إلا لمشرك أومشاحن، قال البيهقي هذا مرسل جيد كذا في الترغيب (٣/٤٦١).

(١١) وأخرج البيهقي في شعبه ٥/٣٦١ أيضاً من طريق العلاء بن الحارث عن عائشة قالت: قام رسول الله ﷺ من الليل فصلى فأطال السجود حتى ظننت أنه قد قبض فلما رأيت ذلک قمت حتى حركت إبهامه فتحرک فرجعت فسمعته يقول في سجوده: أعوذبعفوک من عقابک، وأعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بک منک لاأحصى ثناء عليک أنت کما أثنيت على نفسک فلما رفع رأسه من السجود وفرغ من صلوته قال: يا عائشة أو يا حميراء أظننت أنه ﷺ قد خاس بک قلت: لا والله يا رسول الله ولكني ظننت أنک قبضت لطول سجودک.

فقال: أتدرين أى ليلة هذه؟ قلت الله ورسوله أعلم. قال: "هذه ليلة النصف من شعبان إن الله عز وجل يطلع على عباده في ليلة النصف من شعبان فيغفر للمستغفرين، ويرحم المسترحمين، ويؤخر أهل الحقد كما هم".

قال البيهقي هذا مرسل جيد يعني أن العلاء لم يسمع من عائشة قاله المنذري (٣/١١٩) وقال في موضع آخر (٣/٤٦٠) قال البيهقي هذا مرسل جيد ويحتمل أن العلاء أخذه عن مكحول انتهى.

(١٢) وأخرج البيهقي أيضاً ٥/٣٦٣ عن عائشة رضى الله عنها قالت : دخل على رسول ﷺ فوضع عنه ثوبيه ثم لم يستتم أن قام فلبسهما فأخذتنى غيرة شديدة ظننت أنه يأتي بعض صويحباتى فخرجت أتبعه فأدركته با لبقيع بقيع الغرقد يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء فقلت: بأبي وأمى أنت في حاجة ربک وأنا في حاجة الدنيا فانصرفت فدخلت حجرتى ولى نفس عال.

ولحقني رسول الله ﷺ فقال: ما هذا النفس ياعائشة؟ قلت: بأبي وأمى أتيتني فوضعت

عنک ثوبیک ثم لم تستتم أن قمت فلبستهما فأخذتني غیرة شدیدة ظننت إنک تأتی بعض صویحباتي حتی رأیتک بالبقیع تصنع ما تصنع. فقال : "یا عائشة أکنت تخافین أن یحیف الله علیک ورسوله؟ أتاني جبریل فقال: هٰذه لیلة النصف من شعبان و لِلّٰه فیها عتقاء من النار بعدد شعور غنم کلب، لاینظرالله فیها إلی مشرک ولا مشاحن ولا إلی قاطع رحم ولا إلی مسبل ولا إلی عاق لوالدیه ولا إلی مدمن خمر".

قالت: ثم وضع عنه ثوبیه فقال لي: یا عائشة تأذنین لي في قیام هذه اللیلة؟ قلت: بأبی وأمی فقام فسجد لیلا طویلا حتی ظننت أنه قد قبض فقمت فالتمسته ووضعت یدي علی باطن قدمیه فتحرک ففرحت وسمعته یقول في سجوده: أعوذ بعفوک من عقابک، وأعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بک منک جل وجهک. لا أحصی ثنا ء علیک أنت کما أثنیت علی نفسک فلما أصبح ذکرتهن له، فقال: یا عائشة تعلّمیهن. فقلت نعم، فقال: تعلمیهن وعلمیهن، فإن جبریل علیه السلام علمنیهن وأمرني أن أرددهن في السجود.

أشار المنذري. (۵۵۹/۳) إلی وهائه إذ صدره بلفظة رُوی ولم یتکلم فی آخر الحدیث وقال السیوطي في الدرالمنثور ۲۷/٦ ضعفه البیهقي.

(۱۳) وأخرج البیهقی أیضاً ۳٦٤/۵ عن عائشة قالت: کانت لیلة النصف من شعبان لیلتي وکان رسول الله ﷺ عندي فلما کان في جوف اللیل فقدته فأخذني ما یأخذ النساء من الغیرة فتلففت بمرطي فطلبته في حجر نساء ه فلم أجده فانصرفت إلی حجرتي.

فإذا أنا به کالثوب الساقط، وهو یقول: سجد لک خیالي وسوادي وآمن بک فؤادي فهذه یدي وماجنیت بها علی نفسي یا عظیم یرجیٰ لکل عظیم إغفر الذنب العظیم. سجد وجهي للذي خلقه وشق سمعه وبصره ثم رفع رأسه ثم عاد ساجداً، فقال: أعوذ برضاک من سخطک، وأعوذ بعفوک من عقابک، وأعوذ بک منک أنت کما أثنیت علی نفسک. أقول کما قال أخي داؤد أعفر وجهي في التراب لسیدي وحق له أن یسجد.

ثم رفع رأسه فقال: اللهم ارزقنی قلباً تقیاً، من الشرنقیاً لاجافیاً ولا شقیاً. ثم انصرف فدخل معي في الخمیلة ولي نفس عال، فقال: ما هٰذا النفس یاحمیراء؟ فأخبرته فطفق یمسح بیدیه علی رکبتي ویقول ویح هاتین الرکبتین مالقیتا في هٰذه اللیلة لیلة النصف من شعبان ینزل الله فیها إلی السماء الدنیا فیغفر لعباده إلا لمشرک أومشاحن.

كذا في الدر المنثور (٦/٢٧) وأخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية (٢/٦٧) وفيه سليمان ابن أبي كريمة، قال ابن الجوزي: هذا حديث لا يصح، قال ابن عدى: أحاديث سليمان ابن أبي كريمة مناكير.

(١٤) وأخرج ابن الجوزي في العلل المتناهية (٢/٦٨) من طريق سعيد ابن عبد الكريم الواسطى عن أبي نعمان السعدى عن أبي رجاء العطاردي عن أنس بن مالک قال بعثني ﷺ إلى عائشة فقلت لها: أسرعي فإني تركت رسول ﷺ يحدث بحديث ليلة النصف من شعبان. فقالت: يا أنيس إجلس حتى أحدثک عن ليلة النصف من شعبان كانت ليلتى فجاء النبي ﷺ حتى دخل معي في اللحاف، قالت فانتبهت من الليل فلم أجده فطفت في حجرات نسائه فلم أجده.

قالت: قلت ذهب إلى جاريته مارية القبطية قالت فخرجت فمررت في المسجد فوقعت رجلى عليه وهو ساجد وهو يقول: سجد لک خيالي وسوادي وآمن بک فؤادي فهذه يدي التي جنيت بها على نفسي فياعظيم أهل أن يغفر الذنب العظيم إغفرلي الذنب العظيم قالت فرفع رأسه فقال: اللهم هب لي قلبا تقيا نقيا من السويد لا كافراً ولا شقياً قالت ثم عاد فسجد فقال: أقول لک كما قال أخي داؤد أعفر وجهى بالتراب يا سيدي وحقاً لوجه سيدي أن تعفر الوجوه لوجهه قالت ثم رفع رأسه.

فقلت: بأبى وأمي أنت في وادٍ وأنا في واد قالت فسمع حس قدمي فدخل الحجرة وقال: "يا حميراء أما تدرين ما هذه الليلة؟ هذه ليلة النصف من شعبان. إن لِلّٰه عز وجل فى هذه الليلة عتقاء من النار بعد د شعر غنم كلب. قالت قلت: مابال غنم كلب؟ قال ليس اليوم فى العرب قوم أكثر غنماً منهم لا أقول فيهم ستة نفر مد من خمر وعاق والديه ولا مصرعلى الزنا ولا مصارم ولا مصور ولا قتات".

(١٥) وأخرج الذهبي في الميزان (٢/١٥٠) طرفا منه وقال ابن الجوزي: هذا الطريق لا يصح قال أبوالفتح الأزدى الحافظ: سعيد ابن عبد الكريم متروک.

(١٦) وأخرج الدار قطني في الأفراد ومن طريقه ابن الجوزي في العلل المتناهية (٢/٦٩) عن عائشة قالت: استيقظت ليلة فإذا رسول الله ليس في البيت فأخذني ما تقدم وما تأخر فخرجت أطلب رسول الله فظننت أنما خرج إلى بعض ما ظننت فبينما أنا كذلک إذا برسول الله ﷺ قد أقبل فكرهت إن يراني فرجعت إلى البيت وأنا أسعى.

فانتهى إليَّ رسو ل الله ﷺ وقـد عـلا نفسي فقال مالک؟ فكرهت أن أخبره بالذي كان مـنـي حتـى أقسـم على فحدثته فقال: "كلا ولكن هذه ليلة يعتق الله فيها من النار أكثر من عدد شـعـر غـنم كلب ويطلع الله فيها إلى أهل الأرض فيغفر فيها لمن يشاء إلا أنه لا يغفر لمشرک ولا لمشاحن وتلک ليلة النصف من شعبان".

قـال ابـن الـجـوزى تـفـرد بـه عـطـاء ابن عجلان قال ليس بشيء كذاب كان يوضع له الـحديث فيحدث به، وقال أبو حاتم متروک الحديث وقال ابن حبان يروي الموضوعات عن الثقات لا يحل كتب حديثه الا على جهة الإعتبار.

(١٧) وأخرج البيهقي في الشعب عن عثمان بن أبي العاص عن النبي ﷺ قال: "إذا كان ليـلة الـنصف من شعبان ينزل فيها إلى السماء الدنيا نادى مناد هل من مستغفر فأغفر له هل من سائل فأعطيه فلايسال أحد إلا أعطى إلا زانية بفرجها أومشرک".

كذا فى الدر المنثور ٦/ ٢٧ .ولم أقف على حال إسناده.

(١٨) وأخـرج عبـد الـرزاق في مصنفه ٤/٣١٧. قـال أخبـرنـي مـن سمع ابن البيلماني يـحـدث عـن أبيه عن ابن عمر قال: خمس ليال لا ترد فيهن الدعاء ليلة الجمعة وأول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلتي العيدين: قلت إسناده واهٍ.

(١٩) وأخـرج الـحسـن بـن سـفيـان وعبـدان الـمـروزي وابـن شاهين وعلى بن سويد الـعسـكـري وغيـرهم في الصحابة وابن الأعرابي في معجمه من طريق مروان بن سالم عن ابن كـردوس عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: "مـن أحيـى ليلتي العيد وليلة النصف من شعبان لم يمت قلبه يوم تموت القلوب".

(٢٠) وأخـرجه ابن الجوزي في العلل ص ٧١ مـن هذالوجه، وقال لايصح وقال الحافظ ابـن حـجر في الإصابة (٤/٢٩٠): مـروان هـذا متـروک متهـم بالكذب، وقال في التلخيص (٢/٨٠) مـروان تـالف وقـال الذهبي في الميزان (٣/٣٠٨): هـذا حـديث منكر مرسل وروي الـخـلال فـي كتـاب فـضـل رجـب له من طريق خالد بن معدان قال: خمس ليال في السنة من واظـب عـليهن رجاء ثوابهن وتصديقا بوعدهن أدخله الله الجنة: أول ليلة من رجب يقوم ليلها ويصوم نهارها، وليلة الفطر، وليلة الأضحى، وليلة عاشوراء و ليلة نصف شعبان.

وروي الـخـطيـب في بغية الملتمس بإسناده إلى عمر بن عبد العزيز أنه كتب إلى عدي

ابن أرطاة عليک بأربع ليال في السنة فإن الله يفرغ فيهن الرحمة أوّل ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الفطر وليلة النحر.

ذكرهما ابن حجر في التلخيص الحبير (۲/۸۰).

تلاش کرنے سے اور بھی احادیث مل سکتی ہیں مگر کوئی بھی خالی از کلام نہیں ہے ماقبل میں عقیلی کا قول وفي الباب أحاديث وفيها لين گزر چکا ہے، علامہ ابن الجوزی نے سب کو ہی معلول قرار دیا ہے۔ دارقطنی کا رجحان بھی یہی ہے علامہ ابوالفضل بن طاہر فرماتے ہیں:

لم يصح في ليلة النصف من شعبان شيء.

ابن العربی شرح الترمذی میں لکھتے ہیں ۳/۳۷۵:

ليس في ليلة النصف من حديث يساوي سماعه.

اور احکام القرآن میں (ص ۱۶۹۰) میں لکھتے ہیں:

ليس في ليلة النصف من شعبان حديث يعول عليه لا في فضلها ولا في نسخ الآجال فيها.

صاحب روح المعانی (۲۵/۱۱۱) پر فرماتے ہیں:

وفي البحر قال الحافظ أبو بكر بن العربي : لا يصح فيها شيء ولا في نسخ الآجال فيها ولا يخلو عن مجازفة انتهى.

لیکن امام بیہقی کا رجحان اس کے خلاف ہے ،ابوثعلبہ، کثیر بن مرۃ اور العلاء بن الحارث نے جو روایت حضرت عائشہ سے نقل کی ہے بیہقی سب کے بارے میں مرسل جید لکھتے ہیں یعنی سند جید ہے اگر چہ منقطع ہے، معاذ بن جبل کی حدیث کو ابن حبان صحیح قرار دیتے ہیں ابن رجب اس کو احادیث باب میں سب سے امثل وافضل قرار دیتے ہیں منذری اور زرقانی کا رجحان بھی یہی ہے وقال المناوي في فيض القدير ۲/۳۲:

قال المجد بن تيمية: ليلة نصف شعبان روى في فضلها من الأخبار ما يقتضي أنها مفضلة ومن السلف من خصها بالصلوة فيها.اهـ.

حقیقت یہ ہے کہ ان احادیث کو اگر الگ الگ دیکھا جائے تو کلام کرنا ٹھیک ہے لیکن ان میں بہت سی روایات ایسی ہیں جو شدید الضعف نہیں ہیں اگر ان کو ملا لیا جائے تو قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

شعبان کی پندرہویں شب کو فیصلے لکھے جاتے ہیں یا نہیں

فائدہ: قاضی ابن العربی کے کلام میں یہ جو گزرا ہے کہ اس رات میں نسخ الآجال کے بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے اس سے ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں یہ وارد ہوا ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں سال بھر ہونے والے امور لکھے جاتے ہیں جن کی زندگی ختم ہو چکی ہو ان کا نام مردوں میں درج کر دیا جاتا ہے۔

فأخرج ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم من طريق محمد بن سوقة عن عكرمة: فيها يفرق كل أمر حكيم قال في ليلة النصف من شعبان يبرم أمر السنة وينسخ الأحياء من الأموات ويكتب الحاج فلا يزاد فيهم ولا ينقص منهم أحد.

وأخرج الدينوري في المجالسة عن راشد بن سعد أن النبي ﷺ قال: "ليلة النصف من شعبان يوحي الله إلى ملک الموت يقبض كل نفس يريد قبضها فى تلک السنة".

وأخرج ابن أبي الد نيا عن عطاء بن يسار قال: إذا كان ليلة النصف من شعبان دفع إلى ملک الموت صحيفة فيقال إقبض من في هذه الصحيفة، فإن العبد ليفرش الفراش وينكح الأزواج ويبني البنيان واسمه قد نسخ في الموتى".

وأخرج عبد الرزاق (٣١٧/٤) عن ابن عيينة عن مسعر عن رجل عن عطاء بن يسار قال تنسخ فى النصف من شعبان الآجال حتى أن الرجل ليخرج مسافراً وقد نسخ من الأحياء إلى الأموات ويتزوج وقد نسخ من الأحياء إلى الأموات.

وأخرج الخطيب في رواة مالک عن عائشة سمعت النبي يقول: "يفتح الله الخير في أربع ليال ليلة الأضحى والفطر وليلة النصف من شعبان ينسخ فيها الآجال والأرزاق ويكتب فيها الحاج وفي ليلة عرفة إلى الاذان.

ان روایات وآثار میں لیلۃ النصف من شعبان کی تصریح ہے اور متعدد ایسی روایات ہیں جن میں مطلقاً شعبان کا ذکر ہے لیلۃ النصف کی تصریح نہیں ہے۔

أخرج ابن زنجوية و الديلمي عن أبي هريرة أن رسول الله قال: "تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى أن الرجل لينكح ويولد له وقد خرج اسمه في الموتى".

وأخرج ابن أبي شيبه.(۱۰۳/۳) عن عطاء بن يسار قال: لم يكن رسول الله في شهر أكثر صياما منه في شعبان وذلک أنه ينسخ فيه آجا ل من يموت في السنة.

وأخرج ابن مردويه و ابن عساكر عن عائشة قالت: لم يكن رسول الله ﷺ في شهر أكثر صياماً منه في شعبان لأنه ينسخ منه أرواح الأحياء في الأموات حتى ان الرجل يتزوج وقد رفع اسمه فيمن يموت وأن الرجل ليحج وقد رفع اسمه فيمن يموت.

وأخرج أبويعلى عن عائشة أن النبي ﷺ كان يصوم شعبان كله فسألته، قال إن الله يكتب فيه كل نفس ميتةتلک السنة فأحب أن يأتيني أجلي وأنا صائم.

وأخرج ابن جريروالبيهقي في شعب الإيمان عن الزهري عن عثمان بن محمد بن المغيرة بن الأخنس قال: قال رسول الله ﷺ: "تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى أن الرجل ينكح ويولد له وقد خرج اسمه في الموتى".

وأخرج الخطيب وابن النجار عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ يصوم شعبان كله حتى يصله برمضان ولم يكن يصوم شهراً تاماً إلا شعبان فقلت يا رسول الله: إن شعبان لمن أحب الشهور إليک أن تصومه؟ فقال: "نعم يا عائشه إنه ليس نفس تموت في سنة إلا كتب أجلها في شعبان فأحب أن يكتب أجلي وأنا في عبادة ربي وعمل صالح".

ولفظ ابن النجار: يا عائشه إنه يكتب فيه ملک الموت من يقبض فأحب أن لا ينسخ إسمي إلا وأنا صائم۔

ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سال بھر ہونے والے امور شعبان میں لیلۃ النصف من شعبان میں لکھے جاتے ہیں اور آیت کریمہ: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمرٍ حَكِيْم" میں لیلۃ مبارکۃ سے مراد نصف شعبان کی رات ہے۔

لیکن راجح قول یہ ہے کہ لیلۃ مبارکۃ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ مفسر خطیب نے اکثر علماء سے یہی نقل کیا ہے، اور علامہ ابوالبرکات نسفی نے جمہور سے نقل کیا ہے ابن عباس، قتادۃ، عکرمہ، مجاہد، حسن بصری، ابوعبدالرحمان السلمی، ابوالجوزاء، ابونضرہ وغیرہ کا یہی قول ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں۔(۲۵/۶-۲۶) ان کے آثار ذکر کئے ہیں علامہ ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں دونوں قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

والصحيح من ذلک عندي أنه (أى تفريق أمر حكيم) في ليلة القدر وبذلک سميت

لأن التنزيل يشهد بذلک إذ في أول الآية "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ". ثم وصفها فقال: "فيها يفرق كل أمر حكيم". فالقرآن إنما أنزل في ليلة القدر فكانت هذه الليلة بهٰذا الوصف في هذه الليلة مواطئة لقوله تعالى: "إِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ". اھ۔

قاضی ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں (ص۱۶۹۰) :

جمهور العماء على أنها ليلة القدر ومنهم من قال إنها ليلة النصف من شعبان و هو باطل لأن الله تعالى قال في كتابه الصادق القاطع: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآن". فنص على أن ميقات نزوله رمضان ثم عبر عن زمانية الليل ههنا بقوله في ليلة مباركة فمن زعم أنه في غيره فقد أعظم الفرية على الله انتهى.

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ (۴/ ۱۳۷)

هي ليلة القدر كما قال الله عز و جل "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" وكان ذلک في شهر رمضان كما قال تبارک وتعالى: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآن". ومن قال إنها ليلة النصف من شعبان كما رُوي عن عكرمة فقد أبعد النجعة فإن نص القرآن أنها في رمضان.

والحديث الذي رواه عبد الله بن صالح عن الليث عن عقيل عن الزهري أخبرني عثمان بن محمد بن المغيرة بن الأخنس قال إن رسول الله ﷺ قال: تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى أن الرجل لينكح ويولد له وقد خرج اسمه في الموتى فهو حديث مرسل ومثله لا يعارض به النصوص انتهى.

بعض علماء نے دونوں اقوال میں جمع کیا ہے کہ ابتداء لیلۃ البراءۃ میں ہوتی ہے اور انتہا لیلۃ القدر میں یا فیصلہ لیلۃ البراءۃ میں اور فرشتوں کے حوالہ لیلۃ القدر میں کیا جاتا ہے علامہ زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں:

قيل يبدء في إستنساخ ذلک من اللوح المحفوظ في ليلة البراء ة ويقع الفراغ في ليلة القدر فتدفع نسخة الأرزاق إلى ميكائيل ونسخة الزلازل والصواعق والخسف إلى جبريل، ونسخة الأعمال إلى إسماعيل صاحب سماء الدنيا وهو ملک عظيم ونسخة المصائب إلى ملک الموت انتهى.

وروي البغوى عن ابن عباس أنه قال: إن الله يقضى الأقضية ليلة النصف من شعبان ثم يسلمها إلى الملٰئكة ليلة القدر.

قال الزرقاني ٧/٤١٤: وهذا إن صح يؤيد الجمع المذكور ويعكر على جمع بعضهم أن ابتداء ذلک يكون ليلة نصف شعبان وتمامه في ليلة القدر انتهى.

فصل ثانی

شعبان کی پندرہویں شب کو جاگنے اور عبادت کرنے کے طریقے

اس رات میں خصوصیت کے ساتھ بیدار رہنا اور اجتماع کرنا مختلف فیہ ہے بعض سلف اور بہت سے متاخرین اسکے قائل ہیں اور دوسری جماعت اسکو بدعت کہتی ہے۔ علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ۔ (۷/۴۱۳) میں حافظ ابن رجب کی لطائف المعارف فیما للموسم من الوظائف سے مفصل کلام نقل کیا ہے جو یہاں زرقانی کے بعض اضافات کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، فرماتے ہیں:

وقد كان التابعون من أهل الشام كخالدبن معدان ومكحول يجتهدون ليلة النصف من شعبان في العبادة وعنهم أخذ الناس تعظيمها ويقال إنهم بلغهم في ذلك آثار إسرائيلية فلما اشتهر عنهم إختلف الناس فيه فمنهم من قبله منهم وقد أنكر ذلك أكثر العلماء من أهل الحجاز. منهم عطاء وابن أبي مليكة ونقله عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن فقهاء أهل المدينة وهو قول أصحاب مالك وغيرهم من الشافعية[1] وإلا فاكثرهم لم يتعرضوا لذلك أصلاً وقالوا إن ذلك كله بدعة إذلم يأت فعله عن النبي ﷺ ولا عن أحد من أصحابه.

وإختلف علماء أهل الشام في صفة إحيائها على قولين :

أحدهما أنه يستحب إحيائهاجماعة في المساجد وكان خالد بن معدان ولقمان بن عامر يلبسون فيها أحسن ثيابهم ويتبخرون ويكتحلون ويقومون في المساجد ليلتهم تلك ووافقهم إسحاق بن راهويه على ذلك وقال في قيامها في المسجد جماعة ليس ذلك ببدعة نقله عنهم حرب الكرماني في مسائله.

[1] خط کشیدہ عبارتیں زرقانی نے قسطلانی پر اضافہ کیا ہے۔

www.alislahonline.com

والثاني أنه يكره الإجتماع لها في المساجد للصلوة والقصص والدعاء ولا يكره أن يصلى الرجل فيها لخاصة نفسه قال الزرقاني: الأحاديث المصرحة بطلب قيامها وإن كانت مفرداتها ضعيفة لأنه لم يسند ضعفها واندرجت تحت مطلق الأمر بقيام الليل قال إبن رجب : وهذا أقرب وهو قول الأوزاعي إمام أهل الشام وخطيبهم وفقيههم وعالمهم.

ولا يعرف للإمام أحمد كلام في ليلة النصف من شعبان ويتخرج في إستحباب قيامها عنه روايتان من الروايتين عنه في قيام ليلتى العيد فإنه في رواية لم يستحب قيامها جماعة لأنه لم ينقل عن النبي ﷺ ولا عن أحد من أصحابه فعلها، واستحبها في رواية لفعل عبد الرحمن بن زيد بن الأسود وهو من التابعين وكذلک قيام ليلة النصف من شعبان لم يثبت فيها شيء عن النبي ﷺ ولا عن أصحابه إنما ثبت عن طائفة من التابعين من أعيان فقهاء أهل الشام فيتخرج عن أحمد القولان على قياس قوليه في العيد انتهى.

علامہ زبیدی اتحاف السادۃ المتقین میں لکھتے ہیں۔۳/ ۴۲۷:

قال النجم الغيطي في صفة إحياء ليلة النصف من شعبان بجماعة: إنه قد أنكر ذلک أكثر العلماء من أهل الحجاز منهم عطاء وابن أبي مليكه وفقهاء أهل المدينة وأصحاب مالک وقالوا: ذلک كله بدعة ولم يثبت في قيامها جماعة شيء عن النبى ﷺ ولا عن أصحابه واختلف علماء الشام على قولين :

أحدهما استحباب إحيائها بجماعة في المسجد وممن قال بذلک من أعيان التابعين خالد بن معدان وعثمان ابن عامر ووافقهم إسحق بن راهويه.

والثاني كراهة الإجتماع لها في المساجد للصلوة وإليه ذهب الأوزاعي فقيه الشام ومفتيهم اھ۔

اس کلام میں سہو معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اہل حجاز تو مطلقا مکروہ کہتے ہیں اور نجم غیطی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ قیام کو مکروہ کہتے ہیں کراہت کے قائلین کی دلیل تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے:

قال ابن دحية : لم يصح في ليلة النصف من شعبان شيء ولا نطق بالصلوة فيها

ذو صدق من الرواة وما أحدثه إلا متلاعب بالشريعة المحمدية راغب في زى المجوسية كذا نقله المناوي (۲/۳۱۷)۔

دوسری جماعت کہتی ہے کہ اس رات کے اندر مغفرت عامہ کے متعلق بکثرت روایات وارد ہوئی ہیں اگر چہ اکثر متکلم فیہ ہیں مگر قوی بھی ہیں جیسے معاذ بن جبل کی روایت جس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے بیہقی نے متعدد روایات کے متعلق انقطاع کے تسلیم کرنے کے باوجود جید السند ہونے کا حکم لگایا ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل گزر چکی، علامہ مجد الدین بن تیمیہ کا کلام گزر چکا ہے کہ:

ليلة النصف من شعبان روي في فضلها من الأخبار مايقتضى أنها مفضلة.

امام شافعی فرماتے ہیں:

بلغنا أن الدعاء يستجاب في خمس ليال في ليلة الجمعة، وليلة الأضحى، وليلة الفطر، وأول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان.

ذكره صاحب الروضة من زياداته ووصله ابن ناصر في كتاب فضائل شعبان له قال الحافظ ابن حجر في التلخيص (۲/۸۰).

وفيه حديث ذكره صاحب مسند الفردوس من طريق إبراهيم بن أبي يحيى عن أبى معشرعن أبي أمامة هو ابن سهل مرفوعاً نحوه انتهى. وقال الزبيدي في الإتحاف (۳/۴۲۷) ذكر التقى السبكي في تفسيره أن إحياء ليلة النصف من شعبان يكفر ذنوب السنة، وليلة الجمعة تكفر ذنوب الأسبوع، وليلة القدر تكفر ذنوب العمر.اھ۔

حنفیہ میں سے صاحب الدر المختار نے ۱/۴۶۰۔عیدین، نصف شعبان، رمضان کے عشرۂ اخیرہ اور ذی الحجہ کے عشرہ اولی کی شب بیداری کو مندوبات میں شمار کیا ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر عابدین الشامی کہتے ہیں۔۱/۴۶۰:

قد بسط الشرنبلالي في الإمداد ما جاء فى فضل هذه الليالي كلها.

لیکن مسجد میں اجتماع اور جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے صاحب امداد الفتاح نے فرادی یعنی تنہا پڑھنے کے ساتھ مقید کیا ہے صاحب نور الایضاح فرماتے ہیں:

ويكره الإجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد.

علامہ ابن عابدین شامی کہتے ہیں (۱/۴۶۱)۔

وصرح بكراهة ذلك في الحاوي القدسي وقال: وما روى من الصلوات في هذه الأوقات يصلى فرادى غير التراويح.

قال في البحر: ومن ههنا يعلم كراهة الإجتماع على صلوة الرغائب التى تفعل في رجب في أول جمعة منه وأنها بدعة ومايحتا له أهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والكراهة فباطل.اهـ.

قال ابن عابدين: وقد صرح بذلك في البزازية وقد بسط الكلام عليها شارحا المنية وصرحا بأن ماروي فيها باطل موضوع، وللعلامة نورالدين المقدسي فيها تصنيف حسن سماه "ردع الراغب عن صلوة الرغائب" أحاط فيه بغالب كلام المتقدمين والمتأخرين من المذاهب الأربعة.اهـ۔

صلوۃ الرغائب کا بدعت ہونا تقریباً متفق علیہ ہے حافظ ابن الصلاح اوّلاً یہی کہتے تھے پھر رجوع کرلیا اور استحباب کے قائل ہوگئے، شیخ عزالدین بن عبدالسلام ہمیشہ اس کی تردید کرتے رہے اور منع کے قائل تھے اس سلسلہ میں بعض حدیثیں بھی نقل کی جاتی ہیں مگر وہ باطل ہیں، سارے محققین فرماتے ہیں کہ صلوۃ الرغائب بدعت ہے، اور اس سلسلہ میں جو حدیث نقل کی جاتی ہے وہ موضوع ہے، ابواسمٰعیل الانصاری وابوبکر السمعانی وابوالفضل بن ناصر وابوالفرج بن الجوزی وابوشامۃ والنووی ۱/۳۶۱۔ وابن دقیق العید وابن تیمیہ والذھبی وابن رجب والعراقی وابن حجر وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔

اب ایک اور بات قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ اب تک تو یہ گفتگو تھی کہ شب براءۃ میں خاص طور پر اجتماعاً یا انفراداً بیدار رہنا کیسا ہے؟ اس کے بعد یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس رات میں مخصوص طریقے پر نماز پڑھی جاتی ہے، اور اس میں متعدد روایات نقل کی جاتی ہیں، مگر وہ سب بے اصل وباطل ہیں، روایات مستقل فصل میں آرہی ہیں۔

شیخ ابن حجر المکی تحفۃ المحتاج میں لکھتے ہیں (۲/۲۳۹):

والصلوة المعروفة ليلة الرغائب ونصف شعبان بدعة قبيحة وحديثها موضوع، وبين ابن عبد السلام وابن الصلاح مكاتبات وافتاء ات متناقضة بينتها مع ما يتعلق بها في كتاب مستقل سميته الإيضاح والبيان لما جاء في ليلتى الرغائب والنصف من شعبان انتهى.

وقال التقى السبكي في تقييد التراجيح الإجتماع لصلوة ليلة النصف من شعبان ولصلوة الرغائب بدعة مذمومة.

وقال النووي في شرح المهذب (٤/٥٦): الصلوة المعروفة بصلوة الرغائب وهي ثنتى عشرة ركعة تصلى بين المغرب والعشاء ليلة أول جمعة في رجب، وصلوة ليلة نصف شعبان مائة ركعة وهاتان الصلوتان بدعتان ومنكرتان قبيحتان ولا يغتربذكرهما في كتاب قوت القلوب وإحياء علوم الدين ولا بالحديث المذكور فيهما فإن كل ذلک باطل، ولايغتر ببعض من اشتبه عليه حكمهما من الأئمة فصنف ورقات في استحبابهما فإنه غالط في ذلک، وقدصنف الإمام أبومحمد عبد الرحمن بن اسمٰعيل المقدسي كتابا نفيساً في إبطالهما فأحسن فيه وأجاد رحمه اللّٰه انتهى.

وقال النووي كما ذكر الزبيدي في الإتحاف ٣/٤٢٧: هاتان الصلوتان بدعتان موضوعتان منكرتان قبيحتان ولا تغتر بذكرهما في كتاب القوت والإحياء، وليس لأحد أن يستدل على شرعيتهما بقوله ﷺ: الصلوة خير موضوع. فإن ذلک يختص بصلوة لاتخالف الشرع بوجه من الوجوه وقد صح النهي عن الصلوة في الأوقات المكروهة.اهـ.

فصل ثالث

ان بعض روایتوں کے بیان میں جن میں مخصوص نماز کا اس رات میں تذکرہ ہے۔

الصورة الأولى. أخرج ابن الجوزي في الموضوعات (۱۲۷/۲). فقال أخبرنا محمدبن ناصر الحافظ انبانا أبوعلي الحسن بن أحمد بن الحسن الحداد أنبانا أبوبكر أحمد بن الفضل بن محمد المقري أنبانا أبوعمرو عبد الرحمن بن طلحة الطليحى انبانا الفضل بن محمد الزعفرانى حدثنا هارون بن سليمان حدثنا على بن الحسن عن سفيان الثورى عن ليث عن مجاهد عن على بن أبي طالب عن النبى ﷺ أنه قال:

"يا علي من صلى مائة ركعة في ليلة النصف يقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وقل هو الله أحد عشر مرات، قال النبى ﷺ: يا علي ما من عبد يصلى هذه الصلوات إلا قضى الله عزوجل له كل حاجة طلبها تلك الليلة قيل يارسول الله وإن كان الله جعله شقياً أيجعله سعيداً؟ قال: والذي بعثني بالحق يا على إن مكتوب في اللوح أن فلان بن فلان خلق شقيا يمحوه الله عزوجل ويجعله سعيداً ويبعث الله إليه سبعين ألف ملک يكتبون له الحسنات ويمحون عنه السيّئات ويرفعون له الدرجات إلى رأس السنة ويبعث الله عزوجل في جنات عدن سبعين ألف ملک أو سبع مائة ألف ملک يبنون له المدائن والقصور ويغرسون له الأشجار مالا عين رأت ولا أذن سمعت ولاخطر على قلب المخلوقين مثل هذه الجنان في كل جنة على ما وصفت لكم"[1].

[1] افسوس کہ حضرت اقدس مدظلہ کثرت مشاغل کی بنا پر اس رسالے کی تکمیل نہ فرما سکے۔

www.alislahonline.com

شعبان کی پندرہویں شب میں رسول اللہ ﷺ کا قبرستان جانا اوراس کی ترغیب، تعاملِ صحابہ ثابت ہے یا نہیں؟

سوال:- پندرہویں نصف شب شعبان میں آپ ﷺ کا جنت البقیع میں تشریف لے جانا برائے ایصال واستغفار صحیح حدیث میں وارد ہے؟ آیا آپ نے اس کی ترغیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دی یا نہیں؟ اور آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کیا معمول رہا؟

جواب: صحابۂ کرام کو ترغیب دینا یاد نہیں ہاں شعبان وصوم شعبان کے فضائل اور لیلہ نصف شعبان کے فضائل روایات میں وارد ہیں۔ **کما ذکرها المنذری فی ترغیبه.**

اسی طرح آپ کا پندرہویں شعبان کی رات میں بقیع تشریف لیجانا بھی بعض روایات میں ثابت ہے چنانچہ مسند احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی وبیہقی وابن ماجہ وغیرہ نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے:

فقدت رسول الله ﷺ ليلة فإذا هو بالبقيع فقال: أكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله؟ قلت: يا رسول الله إني ظننت أنك أتيت بعض نسائك، فقال: إن الله تعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى سماء الدنيا فيغفر للأكثر من عدد شعر غنم كلب.

قال الترمذي: غريب لانعرفه إلا من هذا الوجه أى من طريق الحجاج بن أرطا ة عن يحيى بن أبى كثير عن عروة عنها، وسمعت محمداً، يضعف هذا الحديث. وقال: يحيىٰ لم يسمع من عروة والحجاج لم يسمع من يحيى اهـ.

وهو مسلم فى الثانى وأما سماع يحيى من عروة فنفاه أيضاً أبو زرعة وأبو حاتم فيما ظَنّه وأثبته ابن معين، والمثبت مقدم على النافى وقول الترمذى لا نعرفه الا من هذاالوجه تقصير فقد جاء من ثلثة أوجه غيره كما بينه العراقي قال الزرقاني: وبالجملة فبعضها يعضد بعضا فيرتقى إلى الحسن لغيره ولذا قال ابن رجب: إنه أمثل ما ورد فى فضل ليلة النصف من شعبان.

میرا خیال ہے کہ پندرھویں شعبان کی رات کو قبرستان جانے کی سند یہی حدیث ہے اور چونکہ فضائل میں احادیث ضعیفہ پر بھی عمل ہوتا چلا آیا ہے اس لیے کوئی اشکال نہیں ہے صحابہؓ کو قبرستان جانے کی ترغیب دینا منقول نہیں ہے اور اس وقت صحابہ کا معمول معلوم نہ ہوسکا کہ کیا تھا واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

پندرہویں شعبان کے روزہ کا حکم

مکرمی السلام علیکم

مولوی ابوبکر برمی کا مکہ مکرمہ سے یہ سوال آیا ہے نمبر (۱) والی حدیث کے پیش نظر (پندرہویں شعبان کے روزہ کا) کیا حکم ہے روزہ رکھا جائے یا نہیں؟

یحییٰ غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۰۵ھ

سوال یہ ہے:

سوال: ۱۸/سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ آپ نے مجھے لکھا تھا کہ شعبان کی پندرہویں رات کو جاگنا اور عبادت کرنا زیادہ موجب اجر ہے اور پندرہ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے ہم لوگوں کا ہمیشہ کا معمول عرصہ سے اس طرح چلا آرہا ہے بلکہ ہم پندرہویں شعبان کی شب میں مزار میں بھی زیارت کے لئے جاتے ہیں لیکن یہاں مکہ مکرمہ کے ایک عالم ہیں یہاں کے لوگ جن کو ابن باز کہتے ہیں انھوں نے شعبان کی پندرہویں شب کو جاگنا، عبادت کرنا، مزار میں جانا ناجائز اور بدعت بتایا ہے پندرہ شعبان کو روزہ بھی ناجائز بتایا ہے، ان مذکورہ امور کا شرعی دلائل سے ثابت نہ ہونا بتایا ہے، اس پر عمل مسلمانوں کے لئے ناجائز بتایا ہے جو احادیث شبِ برات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں سب کی سب موضوع اور ضعیف اور اس پر عدم اعتماد بتایا ہے اور عربی میں یہ عبارت بیان کی ہے:

ليلة النصف من شعبان وتخصيص يومها بالصيام وليس على ذلك دليل يجوز الإعتماد عليه وقد وردت في فضلها أحاديث ضعيفة لايجوز الاعتماد عليها أما ما ورد في فضل الصلوٰة فيها فكله موضوع كما بينته، على ذلك كثير من أهل العلم.

احادیث شب برات کے بارے میں ابن باز صاحب نے دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے:

بهذ القول فهو غريب وضعيف لأن كل شئٍ لم يثبت الأدلة الشرعية كونه مشروعاً لم يجز للمسلم.

جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ ابن باز صاحب مکی یہاں کے جید عالم ہیں، انھوں نے شب برات کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں سب کو موضوع غریب ضعیف لایجوز الإعتماد علیها فرمانے کی وجہ

سے ہم اور یہاں میرے علماء تشویش اور حیرانی میں پڑ گئے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر اس کے مقابلہ میں تسلی بخش جواب قلمبند کر کے احادیث صحیحہ وضاحت سے پیش فرمائیے۔ فقط والسلام

بندہ ابوبکر برنی بواسطہ والد اسماعیل صاحب مکہ مکرمہ

جواب: پندرہویں شعبان کے متعلق ابن ماجہ کی ایک حدیث میں **قوموا ليلها وصوموا نهارها** وارد ہوا ہے یہی صوم الخامس عشر من شعبان کی معروف روایت ہے لیکن اس کی سند میں ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرۃ القرشی السبری ہے جو بالاتفاق مجروح ہے۔ علی ابن مدینی اور امام بخاری نے ضعیف کہا ہے اور ایک روایت میں منکر الحدیث فرمایا۔ امام نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث۔ امام احمد فرماتے **كان يكذب ويضع الحديث**، ابن عدی، ابن حبان وحاکم بھی اس کو واضعین حدیث میں شمار کرتے ہیں، ساتھ ہی بعض علماء نے ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں مختصر لفظوں میں سب کی طرف اشارہ کر دیا ہے لکھتے ہیں:

أبوبكر بن عبدالله بن محمد بن أبي سبرة – بفتح المهملة وسكون الموحدة – ابن أبي رُهم ابن عبدالعزى القرشي العامري المدنى قيل اسمه عبدالله وقيل محمد وقد ينسب إلى جده رموه بالوضع، وقال مصعب الزبيري كان عالماً من السابعة مات سنة اثنتين وستين.

تو یہ راوی شدید الضعف متہم بالکذب والوضع ہے اور جو متہم بالکذب والوضع ہو اس کی روایت محدثین کے اصول پر بطور ظن غالب موضوع ہے۔

قال الحافظ ابن حجر في شرح النخبة ص: ۸۰: فالطعن بكذب الراوي في الحديث النبوي هو الموضوع والحكم عليه بالوضع إنما هو بطريق الظن الغالب لابالقطع إذ قد يصدق الكذوب، لكن لأهل العلم بالحديث ملكة قوية يميزون بها ذلك وإنما يقوم بذلك منهم من يكون إطلاعه تاماً وذهنه ثاقباً وفهمه قويّا ومعرفته بالقرائن الدالة على ذلك متمكنة اهـ.

موضوع روایت سے کوئی حکم شرعی بالاتفاق ثابت نہیں ہوتا اور اگر اس روایت کو موضوع نہ کہیں بلکہ صرف ضعیف ہی قرار دی جائے جیسا کہ منذری، عراقی، بوصیری کی رائے ہے تو بھی یہ حدیث قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ یہ شدید الضعف ہے اور شدید الضعف حدیث جس کا راوی کذاب یا متہم بالکذب یا فاحش الغلط ہو نہ باب اعمال میں معتبر اور نہ ہی فضائل میں کما صرح بہ الحافظ ابن حجر وتبعہ السخاوی والسیوطی وغیرہما۔

بندہ محمد یونس غفرلہ

۱۶

إذا كان يوم القيامة نادى مناد يا محمد الخ

سوال: إذا كان يوم القيامة نادى مناد يا محمد ﷺ قم فادخل الجنة بغير حساب فيقوم كل من إسمه محمد يتوهم أن النداء له فلكرامة محمد ﷺ لايمنعون. (سيرة حلبي ۱/۹۹) اس حدیث کو بیان کرنا کیسا ہے؟ کس درجہ کی حدیث پاک ہے اور کیا حکم ہے۔

الجواب: (یہ حدیث) أبو المحاسن عبد الرزاق بن محمد الطبسی نے روایت کیا ہے: قال السيوطى فى اللآلى المصنوعة ۱/۱۰۵-: قال أبو المحاسن عبد الرزاق بن محمد الطبسي فى الأربعين: أنبانا أبوعبد الله محمد بن الفضل الفراوى أنبانا أبوسعيد محمد بن علي بن الخشاب الصوفي أنبانا أبوعمر و أحمد بن أبي القرآنى سمعت أبا الحسن محمد ابن يحييٰ بن محمد الخطيب يقول سمعت جدي محمد بن سهل بن إسحاق الفرائضى يقول أخبرنا أبي يرفع الحديث إلى النبي ﷺ أنه قال-: إذا كان يوم القيامة نادى مناد يا محمد قم فادخل الجنة بغير حساب فيقوم كل من إسمه محمد فيتوهم أن النداء له فلكرامة محمدﷺ لا يمنعون.

قال السيوطى هذا معضل سقط عنه عدّة رجال انتهى.

حدیث مذکور مجھے اور کہیں نہیں ملی میرا خیال ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کے بعد تنزیہہ الشریعۃ میں (ص:۲۲۶) پر نظر پڑی، اس کے مصنف نے نقل کر کے لکھا ہے: قال بعض اشياخي هذا حديث موضوع بلاشک۔ واللہ اعلم فقط والسلام بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۷

أربع خصال من كن فيه الخ

سوال: قال أربع خصال من كن فيه كمل إيمانه ولو كان له من قرنه إلى قدمه خطايا : الصدق والشكر والحياء وحسن الخلق.

جواب: یہ حدیث بھی اب تک نہیں ملی۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۸

أربعون خصلة أعلاها منيحة العنز الخ

چالیس خصلتیں کہ ان میں سے ایک بھی جنت لے جانے کے لیے کافی ہے

سوال: ایک حدیث میں چالیس خصلتیں آئی ہیں اگر ان میں سے کوئی خصلت مومن میں پائی جائیگی تو اس کو جنت میں لے جائے گی وہ خصلتیں کون کونسی ہیں؟

جواب: اولاً حدیث کے پورے الفاظ نقل کردوں اس کے بعد خصائل کے متعلق کچھ عرض کروں

حسان بن عطيه عن أبي كبشه السلولي قال سمعت عبد الله بن عمر ويقول – قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أربعون خصلة أعلاهن منيحة العنز ما من عامل يعمل بخصلة منها رجاء ثوابها و تصديق موعودها إلا أدخله الله بهاالجنة".

قال حسان: فعددنا ما دون منيحة العنز من رد السلام و تشميت العاطس و إماطة الأذى عن الطريق و نحوه فما استطعنا أن نبلغ خمس عشرة خصلة.

(رواه البخاري في الهبة/۳۵۸ وابوداؤد فی الزکوۃ (۳/۶۰ بذل)۔

یہ حدیث بخاری وابوداؤد نے ایک ہی سند سے تخریج فرمائی ہے اور حسان بن عطیہ کے بیان سے معلوم ہوگیا کہ ان خصال کی تحقیق کرنے کی کوشش تبع تابعین ہی کے دور میں کی گئی لیکن وہ حضرات بھی پورے چالیس تو کیا پندرہ تک بھی جمع نہ کرسکے لیکن بعد کے بعض علماء نے ان خصال کو جمع فرمایا ہے:

قال ابن بطال: وليس قول حسان مانعاً ان يستطيعها غيره. قال: و قد بلغني عن بعض أهل عصرنا أنه طلبها في الأحاديث فوجدها تبلغ أزيد من أربعين خصلة منها أن رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عمل يدخله الجنة فذكر له أشياء ثم قال–: والمنحة والفيء على ذى الرحم القاطع فإن لم تطق فأطعم الجائع وأكس العريان واسق الظمآن.

فهذه ثلث خصال أعلاهن المنحة و ليس الفيء منها لأنها أفضل من المنحة والسلام ففي الحديث من قال: "السلام عليک كتب له عشر حسنات و من زاد و رحمة الله كتب له عشرون و من زاد وبركاته كتب له ثلثون".

وتشميت العاطس للحديث وهو: ثلث تثبت لک الود في صدر أخيک أحدها تشميت العاطس و إماطة الأذى عن الطريق و إعانة الصانع والصنعة للأخرق وإعطاء صلة الحبل وإعطاء شسع النعل و أن تونس الوحشان أى تلقاه بما يونسه من القول الجميل أو تبلغه من أرض الفلاة إلى مكان الأنس.

وكشف الكربة قال عليه الصلوة والسلام: "من كشف كربة عن أخيه كشف الله عنه كربة يوم القيامة" وكون المرء في حاجة أخيه، وستر المسلم لحديث: "والله في عون العبد مادام العبد في عون أخيه، و لمن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة" والتفسيح في المجلس، وإدخال السرور على المسلم، ونصر المظلوم، والأخذ على يد الظالم: أنصر أخاک ظالماً أومظلوماً، والدلالة على الخير قال: والدال على الخير كفاعله والأمر بالمعروف، والإصلاح بين الناس والقول الطيب يردّ به المسكين قال تعالى قول معروف، و في الحديث: اتقوالنار، ولو بشق تمرة فإن لم تجد فبكلمة طيبة، وأن تفرغ من دلوک فى إناء المستقي، و غرس المسلم وزرعه قال عليه الصلوة والسلام : ما من مسلم يغرس غرساً أو يزرع زرعاً فيأكل منه طير، أو إنسان، أوبهيمة إلاكان له صدقة، والهدية إلى الجار، قال عليه الصلوة والسلام: لاتحقرن إحداكن لجارتها ولوفرسن شاة، والشفاعة للمسلم، ورحمة عزيزذل، وغني إفتقر، وعالم بين جهال، إرحموا ثلثة غنى قوم افتقر، وعزيز قوم ذل، وعالماً تلعب به الجهال.

وعيادة المريض للحديث عائد المريض على مخارف الجنة، والرد على من يغتاب. قال: "من حمي مومناً من منافق يغتابه بعث الله إليه ملكا يوم القيامة يحمى لحمه من النار، و مصافحة المسلم قال: لايصافح مسلم مسلما فتزول يده من يده حتى يغفر لهما، والتحاب في الله والتجالس في الله، والتزاور في الله والتباذل في الله قال: قال الله تعالىٰ: وجبت محبتي لأهل هذه الأعمال الصالحة. وعون الرجل الرجل في دابته يحمل عليها أو يرفع عليها متاعه صدقة روي ذلک عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى.

خلاصہ کے طور وہ خصال اربعین نمبروار حسب ذیل ہیں۔

چالیس خصلتوں کی تفصیل

(۱) منیحہ دودھ کا جانور دودھ پینے کے لئے دینا (۲) اطعام جائع بھوکے کو کھانا کھلانا (۳) کسوۃ العریان ننگے کو کپڑا پہنانا (۴) سقی الظمأن پیاسے کو پانی پلانا (۵) سلام (۶) تشمیت یعنی چھینک پر الحمدللہ کہنے والے کے جواب پر یرحمک اللہ کہنا (۷) إماطة الأذی عن الطریق تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا (۸) إعانة الصانع کسی کاریگر کی مدد کرنا (۹) الصنعة للأخرق یعنی کام سے ناواقف کا کام کر دینا (۱۰) إعطاء صلة الحبل رسی کا عطیہ دینا یعنی اگر کسی کو باندھنے کے لئے رسی کی ضرورت ہو تو اسے رسی دیدینا (۱۱) إعطاء شسع النعل جوتے کا تسمہ دینا (۱۲) إیناس الوحشان یعنی گھبرائے ہوئے کو انس پہنچانا (۱۳) کشف الکربة (۱۴) کون المرء في حاجة أخیه (۱۵) ستر المسلم کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرنا (۱۶) التفسیح في المجلس آنے والے کے لئے مجلس میں جگہ دیدینا (۱۷) إدخال السرور علی المسلم (۱۸) نصر المظلوم (۱۹) الأخذ علی ید الظالم ظالم کو ظلم سے روکنا (۲۰) دلالة علی الخیر بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا (۲۱) أمر بالمعروف (۲۲) إصلاح بین الناس (۲۳) القول الطیب یردبه المسکین یعنی اگر مسکین کچھ مانگے اور کسی وجہ سے اس کی مدد نہ کر سکتا ہو تو شیریں کلامی سے اس کو واپس کرنا (۲۴) إفراغ في دلو المستقی پانی بھرنے والے کے برتن میں پانی بھر دینا (۲۵) غرس المسلم (۲۶) زرعه یعنی اگر مسلمان کا کوئی درخت ہو یا کھیتی ہو اور اس میں کوئی چرند پرند کھالے تو یہ صدقہ ہے (۲۷) هدیة إلی الجار (۲۸) الشفاعة للمسلم (۲۹) رحمة عزیز ذل (۳۰) وغنی افتقر (۳۱) عالم بین جهال (۳۲) عیادة المریض (۳۳) الرد علی من یغتاب غیبت کرنے والے کی بات کو رد کر دینا یعنی اس کی غیبت کو تسلیم نہ کرنا (۳۴) مصافحة المسلم (۳۵) التحاب في الله (۳۶) التجالس في الله اللہ تعالی کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا (۳۷) التزاور في الله اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے کی زیارت وملاقات کرنا (۳۸) التباذل في الله یعنی اللہ تعالی کی رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرنا (۳۹) عون الرجل في دابة یحمل علیه متاعه (۴۰) أو یحمله علیه یعنی سامان اپنی سواری پر لاد لینا یا خود اس کو سوار کر لینا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بطال کا کلام مختصراً لکھنا ذکر فرمایا ہے اور خصال مذکورہ میں سے بیس خصال مختصراً ذکر کی ہیں جو درج کی جاتی ہیں۔

إعانة الصانع والصنعة للأخرق وإعطاء شسع النعل والستر علی المسلم والذب عن

عرضه وإدخال السرور عليه والتفسح في المجلس والدلالة على الخير والكلام الطيب والغرس والزرع والشفاعة وعيادة المريض والمصافحة والمحبة في الله والبغض لأجله والمجالسة لله والتزاور والنصح والرحمة وكلها في الأحاديث الصحيحة.

لیکن علامہ ابن المنیر، علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی وعلامہ قسطلانی وغیرہ نے ابن بطال کے ذکر کردہ امور کے مراد نبوی ہونے میں شک کا اظہار کیا ہے۔

کرمانی فرماتے ہیں ۱۱/۵۳:

أقول هذا الكلام رجم بالغيب لإحتمال أن يكون المراد غير المذكورات من سائر الأعمال الخيرية ثم إنه من أين عرف أن هذه أدنى من منيحة العنز لجواز أن يكون مثلها أو أعلى منها ثم فيه تحكم حيث جعل السلام منه و لم يجعل رد السلام منه مع أنه صرح في هذا الحديث الذي نحن فيه به و كذا جعل الأمر بالمعروف منه بخلاف النهي عن المنكر و فيه أيضاً تكرار لدخول الأخير و هو الأربعون تحت ما تقدم فتامل انتهى.

علامہ عینی ۶/ ۳۱۹ نے کرمانی کا پورا تعقب واعتراض ذکر فرمایا ہے اور کوئی نقد وجرح نہیں کی ہے۔

علامہ قسطلانی ۵/۴۸۲ فرماتے ہیں:

قال ابن بطال : ما أبهمها عليه الصلوة والسلام إلا لمعنى هو أنفع من ذكرها و ذلك والله أعلم خشية أن يكون التعيين والترغيب فيها مزهداً في غيرها من أبواب الخير وقول حسان فما استطعنا ليس بمانع أن يوجد غيرها ثم عدد خصالاً كثيرة.

تعقبه ابن المنير في بعضها فقال: التعداد سهل ولكن الشرط صعب و هو أن يكون كل ما عدده من الخصال دون منيحة العنز ولايتحقق فيما عدده ابن بطال بل هو منعكس وذلك أن من جملة ما عدده نصرة المظلوم والذب عنه ولو بالنفس وهذا أفضل من المنيحة العنز. والأحسن في هذا أن لا يعد لأن النبي صلى الله عليه وسلم أبهمه وما أبهمه الرسول صلى الله عليه وسلم كيف يتعلق الأمل ببيانه من غيره مع أن الحكمة في إبهامه أن لا يحتقر شيء من وجوه البر وإن قل انتهى.

حافظ ابن حجر کا خیال یہ ہے کہ وہ خصال اربعین جو منیحۃ العنز سے کم ہیں شمار کی جاسکتی ہیں لیکن جو تفصیل ابن بطال نے ذکر کی ہے، محل اشکال ہے۔

قال الحافظ ۶/۱۷۳: قلت وإنما أردت بما ذكرته منها تقريب الخمس عشرة التي عدها

حسان بن عطية وهي إن شاء الله تعالىٰ لاتخرج عما ذكرته و مع ذلک فأنا موافق لابن بطال في إمكان تتبع أربعين خصلة من خصال الخير أعلاها منيحة العنز و موافق لابن المنير في رد كثيرمما ذكره ابن بطال بما هو ظاهرأنه فوق المنيحة انتهى.

لیکن حافظ ابن حجر نے ان کو اپنی طرف سے شمار نہیں فرمایا البتہ ان کے کلام سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو خصال انہوں نے ذکر فرمائی ہیں انہیں میں وہ پندرہ خصال داخل ہیں جنہیں حسان بن عطیہ نے تلاش کیا تھا واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۹

أصحابی کالنجوم الخ

حدیث ''أصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم ''، یہ حدیث مشہور ہے متعدد صحابہ ابن عمر، جابر، انس، ابن عباس، ابوہریرۃ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے لیکن کوئی طریق علت سے خالی نہیں۔ ابوبکر البزار، ابومحمد ابن حزم، ابوحیان اس کو بے اصل کہتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں ص:۵۵۴ پر بھی ہے۔ بندہ محمد یونس

۲۰

أصحابی کالنجوم فبأیهم إقتدیتم إهتدیتم

مخدومنا المعظم حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوسوال درپیش ہیں امید ہے کہ شافی جواب سے نوازیں گے۔

(اول) أصحابی کالنجوم فبأیهم إقتدیتم: اقتدوا إهتدوا، إهتدیتم اھ کے ضعف ووضع کے بارے میں کسی واضح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکا۔ عام کتب موضوعات میں مجھے نہیں ملی۔ سب سے پہلے ابن حزم کا رسالہ ''ابطال القیاس والرأی والاستحسان والتقلید والتعلیل'' میں ملی۔ جس میں انھوں نے ابوبکر بزار صاحب المسند سے اس کا موضوع ہونا روایۃً ودرایۃً نقل کیا ہے۔ اور پھر خود ابن حزم نے بھی وضع کا قطعی فیصلہ کیا ہے۔ اور مذکورہ رسالہ کا

قلمی نسخہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے خط سے ملا ہے جس میں جابجا حاشیے اور ردود ہیں، لیکن اس حدیث پر سکوت کیا ہے اور دیگر چھوٹے امور پر تعقبات کئے ہیں۔

پھر یہ حدیث علامہ ابن عبدالبر کی ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں ملی وہاں وہ وضع کا انکار کرتے ہیں اور بزار کا رد فرماتے ہیں اور دیگر طرق ذکر فرماتے ہیں لیکن کوئی بھی طریق صالح وسالم نہیں ہے، بقول خود علامہ: امید ہے کہ اپنے مطالعہ کی روشنی میں مزید معلومات سے کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مدد دیجئے گا۔

جواب : عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غالباً دو ماہ ہوئے کہ آپ کا خط آیا تھا مگر اس قدر مشغول تھا کہ جواب لکھنے کی فرصت ہی نہ تھی اب جب کہ اسباق بالکل ختم ہونے والے تھے پھر دوسرا کارڈ آ گیا یاد آوری اور محبت کا دل سے شکریہ۔ آپ کے سوالات تو بہت تحقیق طلب ہیں۔

(۱) حدیث **أصحابی کالنجوم بأیهم إقتدیتم إهتدیتم – أحادیث مشتهرة علی الألسنة** میں ہے صاحب مشکوۃ نے بھی فضائل الصحابہ کی فصل ثالث کے اخیر میں ذکر فرمائی ہے، اس حدیث کی کوئی سند خالی از علت نہیں ہے، ابوبکر بزار اور ابن حزم جس طرح اس کے بے اصل ہونے کے قائل ہیں ابوحیان المفسر کی بھی یہی رائے ہے فرماتے ہیں:

وهو حدیث موضوع لا یصح بوجه عن رسول الله ﷺ وأطال فیه ونقل کلام البزار۔

ابن القیم نے بھی اعلام الموقعین میں ۲/۳۳۱، اسی طرف رجحان ظاہر کیا ہے اور بزار کا قول نقل کیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہیں تو بزار کے اتباع میں نقد کرتے ہیں اور کہیں اس کو تائید میں پیش فرماتے ہیں۔

چنانچہ منہاج السنۃ میں ابن مطہر الحلّی الرافضی کے رد میں جہاں اس نے یہ حدیث پیش کی ہے : **قال رسول الله ﷺ : أنا المنذر وعلی الهادی بک یا علی یهتدی المهتدون** (رواہ ابونعیم) اس کے وضع کا حکم لگانے کے بعد بر تسلیم ثبوت بعض محتملات لکھے ہیں۔ فرماتے ہیں:

إن الإهتداء بالشخص قد یکون بغیر تأمیره علیهم کما یهتدي بالعالم وکما جاء في الحدیث الذي فیه: أصحابی کالنجوم فبأیهم إقتدیتم إهتدیتم اهـ.

حافظ ابن حجر عسقلانی نے **التلخیص الحبیر** اور **تخریج أحادیث الکشاف** میں اس کے طرق کو جمع فرمایا ہے جس کا خلاصہ مع زیادۃ وتوضیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عمر، جابر، انس بن مالک، ابن عباس، ابوہریرہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بعض مراسیل بھی ہیں لیکن کوئی طریق علت سے خالی نہیں ہے۔

أما حديث ابن عمر فأخرجه عبد بن حميد ص: ٢٦٦ في مسنده والدارقطني في الفضائل من طريق حمزة بن أبي حمزة النصيبى الجزري عن نافع عنه وحمزة ضعيف جداً قال ابن عدي: عامة مروياته موضوعة وذكر الذهبي هذا الحديث في ترجمته فأشار إلى نكارته وقال ابن عبد البر ٢/١١١-: هذا إسناد لا يصح ولا يرويه عن نافع من يحتج به.

وأما حديث جابر فأخرجه الدار قطني في المؤتلف ٤/١٧٧٨ وابن عبد البر في جامع بيان العلم ٢/١١١ وابن حزم في الإحكام ٦/٨٤ من حديث سلام بن سليم عن الحارث بن غصين عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر قال ابن عبد البر: هذا إسناد لاتقوم به حجة لأن الحارث ابن غصين مجهول قلت : وسلام ضعيف وله طريق آخر أخرجه الدار قطني في غرائب مالک والخطيب في الرواة عن مالک من طريق جميل بن يزيد عن مالک عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جابر في أثناء حديث وفيه: "فبأي قول أصحابى أخذتم إهتديتم. إنما مثل أصحابي مثل النجم من أخذ بنجم منها إهتدى".

قال الدار قطني: لا يثبت عن مالک ورواته دون مالک مجهولون وقال الحافظ ابن حجر في التلخيص ٤/١٩٠ : جميل لا يعرف ولا أصل له في حديث مالک ولا من فوقه.

وأما حديث انس بن مالک فأخرجه ابن طاهر من طريق بشر بن الحسين الأصبهانى عن الزبير بن عدي عنه، وبشرمتهم، وقال ابن حبان: يروي بشر عن الزبير نسخة موضوعة.

وأما حديث ابن عباس فأخرجه البيهقى في المد خل ص:١٦٢ والخطيب في الكفاية ص:٦١وابن عساكر في تاريخ دمشق والطبراني والديلمي من طريق سليمان بن أبي كريمة عن جويبر عن الضحاک عنه، وجويبر متروک والضحاک عن ابن عباس منقطع، وأخرجه أبوذر الهروي في كتاب السنة من حديث مندل عن جويبر عن الضحاک بن مزاحم منقطعا.

وأما حديث أبي هريرة فأخرجه القضاعي في مسند الشهاب ٢/٢٧٥ من طريق وهب بن جرير عن أبيه عن أبى صالح عن أبى هريرة مرفوعاً وفي إسناده جعفر بن عبد الواحد الهاشمي وهو كذاب قال الذهبي: وهذا الحديث من بلاياه.

وأما حديث عمر بن الخطاب فأخرجه ابن عدي في الكامل ٣/١٥٧ والخطيب في الكفاية ص:٦٢، والفقيه والمتفقه ١/١٧٧-١٦٢، والبيهقى فى المدخل وابن عساكر في تاريخ دمشق من

طريق نعيم بن حماد عن عبد الرحيم بن زيد العمى عن أبيه عن سعيد بن المسيب عن عمر قال:

قال رسول الله ﷺ: سألت ربي فيما اختلف فيه أصحابي من بعدي فأوحي إلى يامحمد إن أصحابک عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها أضوأ من بعض فمن أخذ بشيء مما هم عليه من إختلافهم فهو عندي علي هدي.

عبدالرحيم العمي متروک، قال ابن عدي-: هذا منكر المتن وقال البيهقي ص:١٦٤: هذا المتن مشهور وأسانيده كلها ضعيفة وقال البزار: هذا الكلام لم يصح عن النبي ﷺ، وقال ابن حزم: هذا خبر مكذوب موضوع باطل. وقال ابن الجوزي في العلل المتنا هية ١/٢٨٣: هذا لايصح، نعيم مجروح وعبد الرحيم كذاب، وقال الذهبى في ترجمة زيد بن الحواري: هذا باطل وقال البيهقي في الإعتقاد عقب حديث أبي موسى الأشعري الذي أخرجه مسلم بلفظ :

"النجوم أمنة للسماء فإذا ذهبت النجوم أتى أهل السماء مايوعدون وأصحابي أمنة لأمتي فإذا ذهب أصحابى أتى على أمتى ما يوعدون".

قال البيهقي روي في حديث إسناده غير قوي يعنى حديث عبد الرحيم العمى وفي حديث منقطع يعنى حديث الضحاک بن مزاحم: مثل أصحابي كمثل النجوم في السماء من أخذ بنجم منها إهتدى. قال والذي رويناه ههنا من الحديث الصحيح يؤدى بعض معناه.

قال الحافظ: صدق البيهقي هو يؤدى صحة التشبيه للصحابة بالنجوم خاصة، وأما فى الإقتداء فلا يظهر في حديث أبي موسى نعم يمكن أن يتلمح ذلک من معنى الإهتداء بالنجوم وظاهر الحديث إنما هو إشارة إلى الفتن الحادثة بعد انقراض عصر الصحابة من طمس السنن، وظهور البدع، وفشو الفجور في أقطار الأرض فالله المستعان انتهى.

امام مزنی نے حدیث کے ثبوت کی صورت میں اس کے ایک دوسرے معنی بیان فرمائے ہیں: قال ابن عبد البر ص: ١١٠ قال المزني. إن صح هذا الخبر فمعناه فيما نقلوا عنه وشهدوا به عليهم فكلهم ثقة مؤ تمن على ما جاء به لا يجوز عندي غير هذا وأما ماقالوا فيه برأ يهم فلو كان عند أنفسهم كذلک ما خطأ بعضهم بعضا ولا أنكر بعضهم على بعض ولا رجع منهم أحد إلى قول صاحبه فتدبر.

حافظ ابن عبدالبر کا رجحان یہ ہے کہ یہ حدیث عامی اور جاہل پر محمول ہے اس کے لئے سوائے اقتداء کے اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ والسلام

محمد یونس عفی عنہ یکم شعبان ۱۳۹۵ھ

۲۱

أصحابی کالنجوم

سوال: أصحابی کالنجوم کی روایت میں سند میں اگر کچھ کلام ہو تو مختصراً تحریر فرمائیں؟

دعاء جو و دعاء گو عبدالجبار اعظمی غفرلہ

جواب: أصحابي كالنجوم بأيهم إقتديتم إهتديتم، أخرجه عبد بن حميد في مسنده، والدار قطني في الفضائل وابن بطة في الإبانة من طريق حمزة بن أبي حمزة النصيبي عن نافع عن ابن عمر به مرفوعاً وحمزة ضعيف جداً، أورده الذهبي في الميزان في ترجمته فأشار إلى نكارته وقال ابن عبد البر: هذا إسنادلا يصح ولايرويه عن نافع من يحتج به وأخرجه الدار قطني في المؤتلف وابن عبد البر في جامع بيان العلم (۲/۱۱۱) وابن حزم في الإحكام من حديث سلام بن سليم عن الحارث بن غصين عن الاعمش عن أبي سفيان عن جابر قال ابن عبدالبر: هذا إسناد لاتقوم به حجة لأن الحارث بن غصين مجهول.

وذكره الحافظ في اللسان فقال الحارث بن غصين ذكره الطوسي في رجال الشيعة، وذكره ابن حبان في الثقات. قلت: والراوي عنه سلام بن سليم وهو أيضاً ضعيف، وقال ابن حزم هذه رواية ساقطة، أبوسفيان ضعيف والحارث بن غصين هذا هو أبو وهب الثقفي مجهول وسلام بن سليم يروي الأحاديث الموضوعة وهذا منها ورواه الدار قطني في غرائب مالک من طريق جميل بن زيد عن مالک عن جعفربن محمد عن أبيه عن جابر.

قال الحافظ ابن حجر في التلخيص (٤/١٩٠)-: جميل لايعرف ولا أصل له في حديث مالک ولا من فوقه وقال الدار قطني لايثبت عن مالک ورواته دون مالک مجهولون، وأخرجه الخطيب في الكفاية (ص: ٦٢)، وابن عساكر والبيهقي في المدخل (ص ١٦٢) من

طريق نعيم بن حمادعن عبد الرحيم بن زيد العمي عن أبيه.

وابـن عسـاكرعن سعيد بن المسيب عن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : سـألـت ربـي فيـما اختلف فيه أصحابي من بعدي فأوحي الله إلى يا محمد إن أصحابک عندي بـمـنـزلة الـنـجوم بعضهم أضوأ من بعض فمن أخذ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى.

قـال أبوبكر أحمد بن عمر وبن عبد الخالق البزار: هذا الكلام لايصح عن النبى صلى الله عليه وسلم رواه عبد الرحيم بن زيد العمى عن أبيه عن سعيد بن المسيب عن عمرؓعن النبيﷺ ، وربما رواه عبدالرحيم عن أبيه عن عمر.

وإنـمـا أتـى ضعف هذا الحديث من قبل عبد الرحيم بن زيد لأن أهل العلم قد سكتوا عن الـرواية لـحديثه، والكلام أيضاً منكر عن النبي صلى الله عليه وسلم وقد رُوي عن النبي صلي الله عـلـيـه وسـلـم بـإسـنـادصحيح: "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي فعضوا عليها بـالـنـواجذ" وهذا الكلام يعارض حديث عبد الرحيم لوثبت فكيف ولم يثبت والنبي ﷺ لاييبح الإختلاف بعده من أصحابه والله أعلم ،هذا آخر كلام البزار.

وقـال ابـن حزم: هذا خبر مكذوب موضوع باطل، وقال الذهبي: هذا باطل، عبد الرحيم تـركـوه ونـعـيـم صـاحـب مـنـاكير وقال أبوحيان في البحر المحيط (٥٢٨/٥) – وهـو حديث موضوع لا يصح بوجه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وقـال الـملامعين السندي في الدراسات (ص. ٢٤٠) إنـه حـديث موضوع وقال صاحب الإستـفسـار عن صاحب المعيار (ص ١٢) قـد صـرح الـقـاضى ثناء الله الباني بتي المحدث في السيف الـمـسـلـول : أن متـنـه مشهـور وقـد رواه البيهـقـى بأسانيد متنوعة يرتقي بها إلى درجة الـحسـن اهـ. كذا نقله العلامة محمدعبد الرشيد النعماني فيما كتب كالمقدمة للدراسات ومؤلفها (ص ٩٠).

وعـنـدي فـي دعـوى الـحسـن نـظـر وقـال ابن تيمية في المنهـاج (٢٣٩/٤) : هذا الـحـديث ضعيف ضعفه أهل الحديث. قال البزار هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اهـ.

قال ابن عبد البر راداً على البزار: كلامه لا يصح على كل حال لأن الإقتداء بأصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منفرد ين إنما هو لمن جهل ما يسأل عنه ومن كانت هذه حاله فالتقليد لازم له ولم يأمر أصحابه بأن يقتدي بعضهم ببعض إذا تأولوا تأويلاً سائغاً جائزاً ممكنا في الأصول وإنما كل واحد منهم نجم جائز أن يقتدي به العامي والجاهل بمعني ما يحتاج إليه من دينه وكذلک سائر العلماء مع العامة إنتهى .

محمد یونس عفی عنہ شب دوشنبہ ۶ رصفر ۱۴۰۱ھ

عمرو بن خیام سے متعلق ظہور صحابی والی حدیث غیر معتبر ہے

بسم الله الرحمن الرحيم.

حديث: ظهور صحابي من أمير المومنين خليفة المسلمين سلطان الأجنة سيدنا حضرة عمر بن خيام رضي الله عنه سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم قال النبى صلى الله عليه وسلم: أصحابى كلهم كنجوم السماء المشرقة و واحد منهم يعيش طويلاً ويجعل خليفة في الناس في أوأخر أربعمائة وألف من الهجرة النبوية فهو يظهر بسنتى وتفترق أمتي على ثلاث و سبعين فرقة كلهم في النار إلا واحدة فقالوا ومن ذاک يا رسول الله : قال هو من سن بسنتي وسنة خليفتى أصحابى كالنجوم فبأيّهم إقتديتم إهتديتم أجزت الحكيم إحسان الحفى أن يروى هذا الحديث عني.

(آگے اس کی گول مہر ہے)

اس حدیث کی کیا حقیقت ہے

الجواب: یہ حدیث جو عمر بن خیام جنی کے نام سے شائع کی جارہی ہے متعدد وجوہ سے غیر معتبر ہے۔

(۱) اولاً تو اس لئے کہ جن محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں جنات صحابہ کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی اس نام کا کوئی صحابی ذکر نہیں کیا، اسی طرح جن روایات میں جنات کے وفد کا ذکر ہے اور ان میں بعض جنات کے نام ملتے ہیں ان میں بھی یہ نام نہیں ہے۔

(۲) ثانیاً اس لئے کہ حدیث أصحابى كالنجوم فبأيهم إقتديتم إهتديتم. متعدد صحابہ حضرت جابر، ابن عمر، ابو ہریرۃ، انس بن مالک، ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہم سے نقل کی جاتی ہے اور کسی صحابی کی

روایت میں وواحد منهم يعيش طويلا الخ کا اضافہ نہیں ہے کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زیادتی صرف اسی جن سے بیان فرمائی اور کسی سے نہیں بیان فرمائی؟

(۳) ثالثاً اس لئے کہ اس میں: أواخر أربع مائة وألف من الهجرة النبوية یعنی چودھویں صدی ہجری کا آخر ذکر کیا گیا ہے حالانکہ سنین ہجریہ سے تاریخ کی ابتداء حضرت عمر کے زمانہ میں ہوئی جب سلطنت اسلامی وسیع ہوگئی اور دارالخلافہ مدنیہ منورہ سے آنے جانے والے بعض فرامین وخطوط میں اور بعض دیگر دستاویزوں میں تاریخ نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات دشواریاں پیش آئیں اس وقت حضرت عمر نے صحابہ کے مشورہ سے ہجرت سے تاریخ کی ابتداء فرمائی اس لئے کہ ہجرت فروغ اسلام کا پیش خیمہ بنی اس کی تفصیل فتح الباری ۸/۲۷۰ وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حدیث موضوع کی ایک علامت

رابعاً اس لئے کہ حافظ ابن القیم وغیرہ نقاد فن نے تصریح کی ہے کہ کسی حدیث میں کسی واقعہ کے وقوع کی تاریخ کا ہونا اس کے موضوع ہونے کی علامت ہے قال ص:۶۳ ومنها أن يكون في الحديث تاريخ كذا وكذا مثل قوله إذا كان سنة كذا وكذا وقع كيت وكيت وإذا كان شهر كذا وكذا وقع كيت وكيت علامہ ملا علی قاری نے موضوعات کبری میں-ص:۹۵- یہ قاعدہ ابن القیم سے بلا کسی نکیر کے نقل کیا ہے۔

خلیفہ بننے کی تین صورتیں

خامساً اس لئے کہ اس میں يجعل خليفة في الناس ہے اور خلیفہ بننے کی دو صورتیں ہیں یا تو خلیفہ سابق نامزد کردے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کو نامزد فرمادیا تھا، یا أهل الحل والعقد یعنی علماء یا اہل الرائے کی ایک جماعت خلیفہ منتخب کردے جیسے حضرت ابوبکر اور دیگر بہت سے خلفاء کی تعیین میں ہوا، ایک تیسری صورت علماء نے تغلب کی لکھی ہے: قال في الدر المختار وتصح سلطنة متغلب للضرورة یعنی اگر کوئی زبردستی اپنی طاقت اور زور سے بغیر اہلِ حل وعقد کی بیعت کے امام الناس بن جائے تو بضرورتِ دفع فتنہ و فساد جائز ہے لیکن جو صحابیت کا دعویدار ہے اس سے یہ تیسری شکل بعید ہے اور پہلی دونوں صورتیں یہاں موجود نہیں۔

۲۲

الأمراء من قريش

خلافت کے لئے خاندان قریش سے ہونا ضروری ہے

(۶) سادساً اس لئے کہ خلافت کے لئے خاندان قریش کا فرد ہونا ضروری ہے قال النبي صلى الله عليه وسلم الأئمة من قريش رواه أحمد وفي رواية : الامراء من قريش رواه أبو يعلى والطبراني.

امام بخاری نے صحیح بخاری میں (ص ۱۰۵۷) ایک مستقل باب الأمراء من قريش منعقد کیا ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں: واشتراط كون الإمام قرشياً هو مذهب العلماء كافة وقد احتج به أبوبكر وعمر على الأنصار يوم السقيفة فلم ينكره أحد وقد عدها العلماء في مسائل الأجماع ولم ينقل عن أحد من السلف قول ولافعل يخالف ماذكرنا ولا إعتداد بقول النظام و من وافقه من الخوارج وأهل البدع إنه يجوز كونه من غير قريش یعنی امام المسلمین کا قریشی ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور بعض اہل بدعت جو غیر قریشی کی امامت کے قائل ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اب جب کہ غیر قریشی انسان ہونے کے باوجود امام نہیں بنایا جاسکتا ہے تو جنات کا کیا سوال ہوتا ہے۔

ان امور مذکورہ کے علاوہ اس شائع شدہ پوسٹر میں ایسے لفظی نقائص بھی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ کسی بعد کے شخص کا خودساختہ ہے، مزید یہ ہے کہ یہ اعلان ۱۳ر صفر ۱۳۹۸ھ کا ہے اور آج ۳۰ر شعبان ۱۳۹۸ھ ہے (بلکہ اب تو چودھویں صدی ختم ہوکر پندرہویں کا افتتاح ہوگیا اور اب تک نہ مسلمین کا غلبہ ہوا اور نہ خلیفہ صاحب رونما ہوئے، خلیفہ صاحب بزعم خود خلیفہ ہوگئے اور امور مسلمین کی تدبیر واصلاح کا اب تک کوئی کام انجام نہیں دیا۔

جعلی روایت نقل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا شخص مستحق قتل ہے

اب اس کے بعد یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار (رواہ البخاری ومسلم من حدیث ابی ہریرۃ) یعنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے، جو آپ نے ارشاد نہ فرمائی ہو تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے علماء نے تصریح کی ہے کہ آپ کی طرف سے اس طرح جعلی روایت نقل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایک جماعت کا تو خیال یہ ہے کہ ایسا شخص دائرہ ایمان ہی سے نکل جاتا ہے، اور جمہور کے نزدیک اگرچہ آدمی ایمان سے تو خارج نہیں ہوتا لیکن یہ کم ہلاکت کی بات نہیں کہ گناہ کبیرہ بلکہ بہت بڑے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا جائے اور جہنم کی وعید کا مورد بنے اور اگر کسی شخص نے جعلی روایت آپ کی طرف منسوب کی تو ایسا شخص محدثین کے یہاں ہمیشہ کے لئے مردود الروایۃ ہو جاتا ہے اس کی ساری روایتیں غیر معتبر ہو جاتی ہیں لہٰذا اس طرح کی روایات کے نقل کرنے سے احتراز کرنا لازم اور اس سے بچنا واجب ہے نگاہ شارع میں ایسا شخص لائق قتل ہے عبدالرزاق المصنف ص:۳۰۸ میں روایت کرتے ہیں عن ابن التیمي عن أبيه أن علياً قال فيمن كذب على النبي صلي الله عليه وسلم يضرب عنقه عبدالرزاق کی ایک دوسری روایت میں ہے: عن معمر عن رجل عن سعيد بن جبير أن رجلاً كذب النبي ﷺ فبعث علياً والزبير فقال إذهبا فإن أدركتماه فاقتلاه اسی طرح مصنف عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخہ میں كذب النبي صلى الله عليه وسلم واقع ہوا ہے لیکن عبدالرزاق نے اس پر عقوبة من كذب علي النبي صلي الله عليه وسلم کا ترجمہ منعقد کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت میں من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم ہے۔ فقط

محمد یونس عفی عنہ

۲۳

(ألف) أطلبوا العلم ولو كان بالصين

سوال: (۱) أطلبوا العلم ولو كان بالصين آیا یہ حدیث ہے یا کوئی مقولہ ہے؟ اگر حدیث ہے تو صحت وضعف کے اعتبار سے کیا کلام ہے؟ یہاں اس میں اختلاف ہو رہا ہے، نیز (۲) الصلوة معراج المؤمنين حدیث ہے یا نہیں اور (۳) الیاس کی تحقیق کیا ہے؟

الجواب: (۱) أطلبوا العلم ولو بالصين ایک ضعیف حدیث ہے جو بیہقی نے شعب الایمان ابونعیم نے اخبار اصفہان اور خطیب نے الرحلۃ اور ابن عبدالبر نے الجامع میں روایت کی ہے ابن حبان کہتے ہیں:

باطل لا أصل له وذكره ابن الجوزي في الموضوعات۔

(۲) الصلوة معراج المؤمنين حدیث نہیں ہے۔

(۳) الیاس عبرانی نام ہے قالہ الحافظ .....

بندہ محمد یونس عفی عنہ

(ب) أطلبوا العلم ولو كان بالصين

محترم المقام لائق صد احترام حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ أطلبوا العلم ولو كان بالصين خط کشیدہ عبارت حدیث رسول ﷺ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس کتاب اور کس باب میں ہے؟ مع حوالہ کے تحریر فرما دیجئے گا عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

محمد شفیع فیروز آبادی

۹/ جمادی الاولی ۹۵ھ

الجواب: مکرم ومحترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث أطلبوا العلم ولو كان بالصين روایات مشہورہ علی الالسنۃ میں سے ہے اس کی کوئی معتبر سند نہیں ہے، حافظ سخاوی المقاصد الحسنۃ میں ص: ۶۳ پر فرماتے ہیں:

أخرجه البيهقي في الشعب والخطيب في الرحلة وغيرها وابن عبد البر في جامع العلم والديلمي كلهم من حديث أبي عاتكة طريف بن أبي سليمان وابن عبد البر وحده من حديث عبيد بن محمد عن ابن عيينة عن الزهري كلاهما عن أنس مرفوعاً به وهو ضعيف من الوجهين بل قال ابن حبان إنه باطل لا أصل له وذكره ابن الجوزي في الموضوعات اھ۔

البتہ حدیث طلب العلم فريضة على كل مسلم ابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے اس کے طرق پر علامہ سخاوی نے تفصیل سے کلام کیا ہے اور حافظ مزی سے نقل فرمایا ہے کہ اپنے مجموعہ طرق کے اعتبار سے رتبۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ والسلام

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۹۵ھ

(ج) أطلبوا العلم ولو بالصين

کی بابت علامہ مناوی صاحب ''فیض القدیر'' کا وہم

سوال: حدیث أطلبوا العلم : کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے درست ہے مگر اس کی حمایت میں اتنا تو کم از کم ملتا ہے کہ اس کی بنیاد پر اس کو بے اصل نہیں کہہ سکتے جیسا کہ اگلے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے۔

حكم ابن الجوزي بوضعه ونوزع بقول المزى: له طرق ربما يصل بمجموعها إلى الحسن ويقول الذهبي في تلخيص الواهيات روي من عدة طرق واهية وبعضها صالح اھ. (فيض القدير ١/٥٤٢)

(مولانا عبداللہ صاحب)

جواب: حديث أطلبوا العلم ولو بالصين: کی تائید میں جو عبارت بحوالۂ فیض القدیر آپ نے لکھی ہے وہ میرے سامنے ہے مناوی کو وہم ہو گیا، اس جملہ کے متعلق امام مزی نے کوئی تحسینی کلمہ نہیں کہا ہے بلکہ اس کے دوسرے جزء کے متعلق ان سے تحسینی کلام نقل کیا جاتا ہے:

قال أبو الحسن علي بن محمد بن عراق الكناني (م ٩٦٣هـ) في "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة" (١/٢٥٨):

"حديث أطلبوا العلم ولو بالصين فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم".

أخرجه ابن عدي والعقيلي من حديث أنس وفيه أبو عاتكه طريف بن سليمان منكر الحديث،

وقال ابن حبان حديث باطل لاأصل له وتعقب بأن أباعاتكة من رجال الترمذي ولا يجرح بكذب ولاتهمة؛ وأخرج البيهقي في الشعب الحديث من طريقه وقال متن مشهور وإسناد ضعيف انتهى.

قلت كونه لم يجرح ممنوع كما يعلم من ترجمته في المقدمة (وقال في مقدمة تنزيه الشريعة ص٦٩) طريف بن سليمان وقيل بالعكس أبوعا تكه وهو بالكنية أشهر قال الذهبي في الكنى من الميزان : عده أحمد بن علي السليماني فيمن عرف بوضع الحديث.

وله متابع أخرجه أبو يعلى وابن عبد البر في العلم من طريق كثيربن شنظير عن ابن سيرين عن أنس وأخرجه ابن عبد البر من طريق يعقوب بن إسحاق العسقلاني عن عبيد بن محمد الفريابي عن ابن عيينة عن الزهري عن أنس لكن يعقوب رمي بالكذب ووثقهٔ مسلمة بن القاسم وحكى توثيقه عن بعضهم.

ونصفه الثاني أخرجه ابن ماجة قال الحافظ المزي الشافعي: وله طرق كثيرة عن أنس يصل مجموعها إلى مرتبة الحسن وأخرجه البيهقي في الشعب أيضاً من حديث أبي سعيد الخدري.

قلت: وأخرجه الحافظ العراقي الشافعي في أماليه من حديث أنس من غير طريق ابن ماجة ثم قال: حديث حسن غريب من هذا الوجه. قال: وهو مشهور من حديث أنس رويناه من رواية عشرين رجلاً من التابعين عنه. قال: وقد ضعف جماعة من الأئمة طرقه كلها فقال أحمد: لايثبت عندنا في هذا الباب شيء. وكذا قال أبوعلى النيسابوري الشافعي والبيهقي وابن عبد البر وذكره ابن الصلاح في علوم الحديث مثالا للحديث المشهور غير الصحيح انتهى.

وفي تلخيص الواهيات للذهبى: روي عن علي وابن مسعود وابن عمر وابن عباس وجابر وأنس وأبي سعيد وبعض طرقه أوهي من بعض وبعضها صالح والله أعلم.

ابن عراق کا سارا کلام بلفظہ اس لئے نقل کر دیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ حافظ مزی اور حافظ ذہبی کا کلام جزء ثانی سے متعلق ہے۔ علامہ سخاوی نے مزی کا کلام جزء ثانی کے تحت ذکر کیا ہے اور جزء اول کے ذیل میں نہیں ذکر کیا جیسے مناوی کو وہم ہوا، اسی طرح اسماعیل جراحی کو کشف الخفا (ص ۱۳۸) میں ہو گیا۔

علامہ سیوطی حدیث مشہور کے تحت تدریب الراوی میں لکھتے ہیں (۲/۱۷۴) :

مثاله وهو حسن حديث: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" فقد قال المزى إن له طرقا يرتقي بها إلى رتبة الحسن انتهى.

وهو حسن کے معنی یہ ہیں کہ حدیث مشہور کبھی صحیح ہوتی ہے کبھی حسن کبھی ضعیف یہ حدیث مشہور حسن کی مثال ہے:

وسئل النووی (ص ۲۷٦) عن هذا الحديث فقال فی فتاويه (ص ۲۷٦): هو حديث ضعيف وإن كان معناه صحيحا وقال في مقدمة شرح المهذب (۱/۲٤): هذا الحديث وإن لم يكن ثابتا فمعناه صحيح.

قال السندي في تعليقه علي ابن ماجة (ص:٥١) تحت حديث طلب العلم: قال السيوطي: سئل النووي فذكر كلامه ثم قال: وقال تلميذه جمال الدين المزي: هذا الحديث روي من طرق تبلغ رتبة الحسن وهو كما قال فإني رأيت له نحو خمسين طرقا وقد جمعتها في جزء انتهی۔

وقد ذكر الغزالي حديث طلب العلم ثم حديث أطلبو العلم وذكر الزبيدي في الإتحاف (۱/۹۸) كلام المزی تحت حديث طلب العلم والله الموفق للصواب.

کثیر بن شنظیر کے طریق میں أطلبوا العلم کا اضافہ ہماری معلومات میں نہیں ہے، اس طریق میں صرف طلب العلم فريضة ہے فقد أخرج ابن ماجه في سننه (ص ۲۰) وحمزة السهمي في تاريخ جرجان (ص ۳٤۹) وابن الجوزي في العلل (ص ٥۹) من طريق حفص بن سليمان عن كثير بن شنظير عن محمد بن سيرين عن أنس قال:

"قال رسول الله ﷺ: طلب العلم فريضة على كل مسلم" زاد ابن ماجة وحمزة: "وواضع العلم عند غير أهله كمقلد الخنازير الجوهر واللؤلؤ والذهب".

حفص ابن سليمان هو القاري المشهور ضعيف جدا، قال أحمد-: متروک الحديث. وقال أبوحاتم: متروک لايصدق وقال ابن خراش : كذاب يضع الحديث وقال الذهبي في ترجمة كثير بن شنظير: حفص واه.

وأما كثير بن شنظير فقال ابن حجر-: صدوق يخطی.

ولم ينسبه إلى أبي يعلى أحد سوى السيوطي في التعقبات (ص ٦) وتبعه ابن عراق، نعم أخرج أبو يعلى حديث ابن مسعود كما ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (۱/۱۱۹) وابن حجر في المطالب العالية (۳/۱۳۰) وليس فيه "أطلبوا العلم ولو بالصين" فكلام ابن عراق وهم.

اب مختصر طور سے "أطلبوا العلم" کے متعلق سن لیجئے أخرجه ابن عدي في الكامل وابن عبد البر في الجامع (ص ۹) والخطيب في تاريخه (۹/۳٦٤) والرحلة (ص ۷۲) وابن الجوزي في الموضوعات (۱/۲۱٥) وأبوحفص السهروردي في العوارف (۱/ ۲۳٤) من طريق الحسن بن

عطية عن أبي عاتكه عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ-:

"أطلبوا العلم ولو بالصين فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم".

ولم يزد ابن الجوزي في أحد طريقيه والسهروردي: فإن طلب العلم الخ.

قال الخطيب في تاريخه: لا أعلم أحدا رواه عن أبي عاتكة غير الحسن بن عطية، وقال ابن عدي: قوله ولوبالصين ما أعلم يرويه غيرالحسن بن عطية عن أبي عاتكة عن أنس، وقال الحاكم أبوعبدالله النيسابوري-: تفرد به الحسن بن عطيه.

قلت-: تابعه حماد بن خالد الخياط أخرجه العقيلي في الضعفاء ومن طريقه ابن الجوزي في الموضوعات (۱/۲۱۵). قال العقيلي-: ولايحفظ "ولو بالصين" إلا عن أبي عاتكة وهو متروک الحديث و"فريضة على كل مسلم" الرواية فيها لين متقاربة في الضعف وأخرجه البخاري من هذا الوجه في تاريخه الكبير (۲/۲۵۷ ق۲) مقتصراً على قوله: طلب العلم فريضة، وقال أبو عاتكة منكر الحديث.

وقال ابن حبان (۱/۳۸۲). طريف بن سليمان أبو عاتكة منكر الحديث جداً يروي عن أنس مالا يشبه حديثه وربما روى ماليس من حديثه روي عن أنس عن النبي ﷺ أطلبوا العلم ولو بالصين.

قال السيوطي في اللآلي (۱/۱۹۳)-: والحديث أخرجه البيهقي في شعب الإيمان وتمام من طرق عن الحسن. قال ابن الجوزي (۱/۲۱۶): قال ابن حبان هذا الحديث باطل لا أصل له وللحديث طريق آخر أخرجه ابن عبد البر في الجامع (ص: ۱۰) من جهة يعقوب بن إسحق العسقلاني عن عبيد بن محمد الفريابي عن ابن عيينة عن الزهري عن أنس.

ويعقوب العسقلاني قال الذهبي في الميزان: كذاب. وقال ابن حجر في اللسان: ذكره مسلمة بن قاسم في الصلة وذكر له جماعة من الشيوخ وقال: كتبت عنه وهو عندي صالح جائز الحديث. وقد ورد من حديث أبي هريرة.

قال الذهبي في الميزان في ترجمة أحمد بن عبد الله الجويباري الكذاب ابن كرام حدثنا أحمد عن الفضل بن موسى عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة حديث أطلبوا العلم ولو بالصين، قال ابن عدي : الجويباري كان يضع الحديث لابن كرام على مايريده. فقط

محمد یونس عفی عنہ) ۲۱/ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

www.alislahonline.com

(د) أطلبوا العلم ولو بالصين

سوال : حدیث أطلبوا العلم ولو بالصین حدیث ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا درجہ ہے؟

الجواب: یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان اور الخطیب نے الرحلۃ اور ابن عبدالبر نے الجامع میں حضرت انس سے تخریج کی ہے لیکن اس کی سند غیر معتبر ہے ابن حبان کہتے ہیں باطل لا اصل له اور ابن الجوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

محمد یونس عفی عنہ
۴/شعبان ۱۳۹۸ھ

٢٤

طلب العلم فريضة على كل مسلم

٢٥

طلب الفقه فريضة على كل مسلم

اور

أطلبوا العلم ولو بالصين

حديث "أطلبوا العلم ولوبالصين" رواه ابن عدي في الكامل والبيهقي في الشعب وأبو نعيم في أخبار أصبهان (١٠٦/٢) وأبو القاسم القشيرى في الأربعين والخطيب في التاريخ (٣٦٤/٩) وفي كتاب الرحلة (ص ٧٢) وابن عبد البر في جامع بيان العلم (ص ٩) وابن الجوزي في الموضوعات (١/ ٢١٥) والضياء في المنتقٰى من مسموعاته بمرو، وأبو حفص السهروردي في العوارف (٢٣٤/١) : كلهم من طريق الحسن بن عطية ثنا أبو عاتكة طريف بن سليمان عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: "أطلبوا العلم ولو

بالصين، فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم".

ولم يذكر السهروردي هذه الزيادة، قال ابن عدي : قوله "ولوبالصين "ما أعلم يرويه غير الحسن بن عطية وكذا قال الخطيب ومن قبله الحاكم كما نقل عنه ابن الجوزي وغيره، واستغربه ابن الجوزي من الحاكم فقد أخرجه العقيلي في الضعفاء من جهة حماد بن خالد الخياط قال حدثنا طريف بن سليمان أبو عاتكة به.

وقال: ولايحفظ "ولوبالصين" إلا عن أبي عاتكة وهو متروك الحديث. و"فريضة على كل مسلم" الرواية فيها لين أيضاً متقاربة في الضعف.

وأخرجه البخاري من هذا الوجه في تاريخه الكبير (٣٥٧/٢ ق٢) مقتصراً على قوله طلب العلم فريضة، وقال : أبو عاتكة منكر الحديث.

فمدار الحديث على أبي عاتكة وهو متفق على جرحه وقد تقدم جرح البخارى الشديد، وقال أبوحاتم: ذاهب الحديث. وقال النسائى: ليس بثقة وقال الدار قطنى: ضعيف وقال أبو أحمد الحاكم: ليس بالقوي عندهم وقال ابن عبد البر: هو عندهم ضعيف وقال ابن حبان (٣٨٢/١): منكر الحديث جدا يروي عن أنس ما لايشبه حديثه وربما روي ماليس من حديثه روي عن أنس عن النبيﷺ أطلبوا العلم ولو بالصين.

وذكره السليماني فيمن عرف بوضع الحديث وذكرابن قدامة في المنتخب عن الدوري أنه قال: وسألت يحيىٰ بن معين عن أبى عاتكة: فلم يعرفه. وعن المروزى أن أبا عبدالله يعنى الإمام أحمد ذكر له هذا الحديث فأنكره إنكاراً شديداً وأورده ابن الجوزى في الموضوعات (٢١٥/١) من الطريقين وقال: هذا حديث لا يصح عن رسول الله ﷺ.

قال ابن حبان: وهذا الحديث باطل لاأصل له، وأقره السخاوي في المقاصد (ص٦٣) وذكره أبو الفضل بن طاهر في تذكرة الموضوعات (ص٢٩) وأعله بأبي عاتكة بأنه منكر الحديث.

وللحديث طريقان آخران الأول ما أخرجه ابن عبد البر في الجامع (ص: ١٠) من حديث يعقوب بن إسحق العسقلاني عن عبيد بن محمد الفريابي عن ابن عيينة عن الزهري عن أنس مرفوعاً والثاني ماذكره الذهبي في الميزان في ترجمة أحمد بن عبد الله الجويباري ابن كرام

حدثنا أحمد عن الفضل بن موسى عن محمد بن عمر وعن أبي سلمة عن أبي هريرة حديث أطلبوا العلم ولو بالصين.

وهذان الطريقان ذكر هما السيوطي في اللآلي (۱/۱۹۳) متعقبا على ابن الجوزي ولكنهما واهيان فيعقوب العسقلاني قال الذهبي: كذاب وقال ابن حجر في اللسان: ذكره مسلمة بن قاسم في الصلة وذكر له جماعة من الشيوخ وقال: كتبت عنه واختلف فيه أهل الحديث فبعضهم يضعفه وبعضهم يوثقه ورأيتهم يكتبون عنه فكتبت عنه وهو عندي صالح جائز الحديث.

ومال ابن حجر الٰى قول الذهبي فذكر حديثا وقال: هذا من أباطيل يعقوب وقال: وقد وجدت له حكاية يشبه أن يكون من وضعه وأحمد بن عبد الله الجويباري دجال وضاع قال النسائي والدار قطني: كذاب وقال ابن حبان: دجال من الدجاجلة وقال ابن عدي: كان يضع الحديث لابن كرام على مايريده قال الذهبي في الميزان : الجويبارى ممن يضرب المثل بكذبه.

وقال السيوطي في التعقبات على الموضوعات (ص ٦) أخرجه البيهقي في شعب الإيمان من طريق أبي عاتكة قال: متن مشهور وإسناد ضعيف، وأبوعاتكة من رجال الترمذي لم يجرح بكذب ولا تهمة.

وقد وجدت له متابعا عن أنس أخرجه أبويعلى وابن عبد البر في العلم من طريق كثير بن شنظير عن ابن سيرين عن أنس به مرفوعاً، وأخرجه ابن عبد البر أيضاً من طريق عبيد بن محمد الفريابي عن سفيان بن عيينة عن الزهري عن أنس. ونصفه الثاني أخرجه ابن ماجة وله طرق كثيرة عن أنس يصل مجموعها إلى مرتبة الحسن قاله الحافظ المزي و أورده البيهقي في الشعب من أربع طرق عن أنس ومن حديث أبى سعيد الخدري رضى الله تعالى عنهما انتهى.

وقال ابن عراق في تنزيه الشريعة (ص ۲۵۸) حديث: "أطلبوا العلم ولو بالصين فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم" أخرجه ابن عدي والعقيلي من حديث أنس وفيه أبوعاتكة طريف بن سليمان منكر الحديث، وقال ابن حبان: حديث باطل لا أصل له وتعقب بأن أبا عاتكة من رجال الترمذي ولا يجرح بكذب ولا تهمة وأخرج البيهقي في الشعب الحديث من طريقه وقال متن مشهور وإسناد ضعيف انتهى.

قال ابن عراق: كونه لم يجرح ممنوع كما يعلم من ترجمته في المقدمة وذكر في

المقدمة أن أبا عاتكة قال الذهبي في الكنىٰ من الميزان عده أحمد بن على السليماني فيمن عرف بوضع الحديث.

قال ابن عراق: وله متابع فذكر طريق كثير بن شنظير وطريق يعقوب العسقلاني كما تقدم في كلام السيوطى وقال: ولكن يعقوب رُمي بالكذب و وثقه مسلمة بن القاسم وحكى تو ثيقه عن بعضهم.

ونصفه الثانى أخرجه ابن ماجة قال الحافظ المزى الشافعى: وله طرق كثيرة عن أنس يصل مجموعها إلى مرتبة الحسن وأخرجه البيهقى في الشعب أيضاً من حديث أبي سعيد الخدري قلت: وأخرجه الحافظ العراقي الشافعي في أماليه من حديث أنس من غير طريق ابن ماجة ثم قال: حديث حسن غريب من هذا الوجه. قال: وهو مشهور من حديث انس رويناه من رواية عشرين رجلا من التابعين عنه.

قال: وضعف جماعة من الأئمة طرقه كلها فقال أحمد: لا يثبت عندنا في هذا الباب شيء وكذا قال أبوعلى النيسابوري والبيهقي وابن عبد البر وذكره ابن الصلاح في علوم الحديث مثالا للحديث المشهور غير الصحيح انتهى.

وفي تلخيص الواهيات للذهبى روي عن على وابن مسعود وابن عمرو ابن عباس وجابر وأنس وأبي سعيد وبعض طرقه أوهىٰ من بعض وبعضها صالح والله أعلم انتهى.

قلت: للحديث طرفان الأول: "أطلبوا العلم ولوبالصين" والثاني: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" فأما الأول فزعم السيوطي وتبعه ابن عراق أن البيهقي أخرجه من طريق أبي عاتكة. وقال: متن مشهور وإسناد ضعيف وأن أبا عاتكة لم يجرح بكذب وأن له متابعاً ابن سيرين من رواية كثير بن شنظير عنه عند أبي يعلى وابن عبد البر والزهري عند ابن عبد البر.

قلت: لم اَرَ أحدا ممن تكلم على الطرف الأول أنه ذكر أن البيهقى أخرجه في شعبه وتكلم عليه بما تقدم بل ذكروا كلامه في الطرف الثاني قال صاحب المشكوة (ص ٣٤) عن أنس قال قال: رسول الله ﷺ : "طلب العلم فريضة على كل مسلم و واضع العلم عند غير أهله كمقلد الخنازير الجوهر واللؤلؤ والذهب".

رواه ابن ماجة و روى البيهقي في شعب الإيمان إلى قوله مسلم، وقال: هذا متنه

مشهور وإسناده ضعيف وقد روي من أوجه كلها ضعيف انتهى.

وهكذا نقل السخاوي كلام البيهقى المذكور في النصف الثاني لا في النصف الأول ودعوى السيوطي أن أبا عاتكة لم يجرح بكذب رده ابن عراق وسبق كلام أئمة الفن فيه وأمَّا المتابعان فلم أجد في روايتهما الطرف الأول وليس الطريق إليهما سالماً فقد أخرج ابن ماجة (ص ٢٠) وحمزة السهمي في تاريخ جرجان (ص ٣٤٩) وابن عبد البر في جامع العلم (ص ١٦) و ابن الجوزي في العلل (١/٥٩) من طريق حفص بن سليمان عن كثير بن شنظير عن محمد بن سيرين عن أنس قال:

قال رسول الله ﷺ : "طلب العلم فريضة على كل مسلم". زاد ابن ماجة وحمزة السهمي "و واضع العلم عند غير أهله كمقلد الخنازير الجوهر واللؤلؤ والذهب".

حفص بن سليمان هو القاري المشهور ضعيف جداً، قال أحمد: متروك الحديث وقال أبوحاتم: متروك لا يصدق وقال ابن خراش: كذاب يضع الحديث وقال الذهبي في ترجمة كثير بن شنظير: حفص واه وكثير بن شنظير صدوق يخطى.

ولم أجد أحداً نسبه لأبي يعلى غير السيوطي وابن عراق ولم يذكره الهيثمى في مجمع الزوائد ولا ابن حجر في المطالب العالية ولو كانت هذه الزيادة عند أبي يعلى لذكره وإنما أخرج أبويعلى حديث ابن مسعود كما ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (١/١١٩) وابن حجر في المطالب العالية (٢/١٣٠) مقتصرا على قوله طلب العلم فريضة على كل مسلم. ثم وجدنا بعد ذلك رواية أنس عند أبي يعلى ٥/ رقم ٢٨٣٧ من طريق حفص بن سليمان اسناده و متنه بدون الزيادة المذكورة.

ومتابعة الزهري أخرجها ابن عبد البر من طريق يعقوب بن اسحق العسقلاني عن عبيد بن محمد الفريابى عن ابن عيينة عن الزهري عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ : "أطلبوا العلم ولو بالصين فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم".

وقد تقدم الكلام على يعقوب العسقلاني وأنه كذاب وشيخه عبيد بن محمد الفريابي لم يعرف حاله.

إذا عرفت ذلك فقد علمت أن راوى أطلبوا العلم ولو بالصين إما أبوعاتكة وإما يعقوب

العسقلاني والأول متهم والثاني كاذب وفي طريق أبى هريرة الجويباري وهو أيضاً كذاب فلاوجه لادعاء ثبوته وكلام المزي والذهبي متعلقان بالجزء الثاني وقد نقلهما ابن عراق تحت الجزء الثاني و وهم المناوي في فيض القدير فظن أنهما يتعلقان بالحديث كله.

(**فائده**) قال الزبيدى (١/٩٩): وقد روى هذا الحديث عن أبي عاتكة: ستة محمد بن غالب التمتام وجعفر بن هاشم والحسن بن على بن عباد وأبو بكر الأعين والعباس بن طالب والحسن بن عطية وقد أخرج الخطيب في رحلته من طرق هؤلاء قلت: هذا وهم فالخمسة الأول يروون عن الحسن بن عطية.

وأما الجزء الثانى : فقد ورد عن جماعة على وابنه الحسين بن على وابن مسعود وابن عمرو ابن عباس وجابر وأنس وأبي سعيد وأبى هريرة.

فحديث على أخرجه الخطيب (١/٤٠٧) وأعله ابن الجوزي في العلل بأن محمد ابن إبراهيم السمرقندي يحدث بالمناكير وشيخه أبو عبد الله محمد بن أيوب وكذا شيخه جعفر بن محمد في غاية الضعف.

قلت: فيه عبد العزيز بن عمران وهو عبد العزيز بن أبى ثابت الزهري المدني قال البخاري: لايكتب حديثه. وقال النسائي وغيره: متروك وأخرجه ابن عدي في الكامل والخطيب في الفقيه والمتفقه (ص ٤٤) وابن الجوزي في العلل (١/٥٥) من وجه آخر بلفظ: طلب الفقه فريضة على كل مسلم وفيه عيسى بن عبد الله العلوي، قال الدارقطنى: متروك وقال ابن حبان يروي عن آبائه أشياء موضوعة.

وأخرجه الخطيب في الفقيه والمتفقه (١/٤٣) من طريق الصباح بن موسى عن عبدالرحمن بن يزيد عن مكحول عن سعيد بن المسيب عن على مرفوعاً بلفظ: "طلب العلم فريضة على كل مؤمن أن يعرف الصوم والصلوة والحرام والحدود والأحكام".

وعبد الرحمن بن يزيد هو ابن تميم الدمشقي قال البخاري: منكر الحديث. وقال النسائي والدار قطني: متروك والراوي عنه الصباح بن موسى إن كان هو الذي روي عن أبي داؤد السبيعى فقال الذهبي: ليس بذاك القوي ومشاه بعضهم وإن كان غيره فلم أعرفه.

وحديث الحسين بن على أخرجه الطبراني في الصغير (ص٢٩) والخطيب (٥/٢٠٤) وابن

الـجوزي في العلل المتناهية (١/٥٤) وشيـخ الـطبـراني أحمد بن يحيىٰ بن أبي العباس الخوارزمي ضعيف قال الطبراني: ماكتبنا هذا الحديث إلا عنه، قال الدار قطني: وهو متروک.

وفيـه إيـضـاً عبـد الـعـزيـز بـن عمران وهو عبد العزيز بن أبي ثابت الزهري المدني وهو ضعيف جدا تقدم في حديث علي.

وحـديـث ابـن مسـعـود أخـرجـه أبـويعلى والطبراني وابن عدي والخطيب في الموضح (٢/٢٧٠) وابن الجوزي في العلل (١/٥٦) وفيـه عثمان بن عبد الرحمن القرشى قال البخارى: تـركـوه وقال أبوحاتم والنسائي: متروک وقال ابن معين: لايكتب حديثه وكان يكذب. قلت: ولم ينفرد به فقد تابعه أبو حنيفة الإمام في مسنده (ص ٢٠) ولكن ينظر الطريق إلى الإمام.

وحـديـث ابـن عـمـر أخرجه ابن عدي في الكامل وابن الجوزي في العلل (١/٥٥) وفيه مـحـمـد بـن عبـد الـمـلـک الأنـصـاري قـال أحـمد: كان أعمى يضع الحديث ويكذب وقال البخاري: منكر الحديث وقال النسائي: متروک.

وله طريق آخر أخرجه ابن حبان في الضعفاء (١/١٤١) والدار قطني في الرواة عن مالک وابن الجوزي في العلل (١/٥٥) من حديث مهنا بن يحيىٰ الرملى ثنا أحمد بن إبراهيم بن موسى ثنا مالک عن نافع عن ابن عمر به مرفوعاً.

قـال ابـن حبـان: أحـمد بن إبراهيم بن موسى شيخ يروى عن مالک ما لم يحدث به قط لاتـحـل الـرواية عـنه ولا الإحتجاج به وهذا حديث لا أصل له من حديث ابن عمر ولامن حديث نافع ولامن حديث مالک وإنما هو من حديث أنس بن مالک وليس بصحيح انتهى.

وقالَ ابن عدي: منكر الحديث، وقال الدار قطني في الرواة عن مالک: أحسبه مهنا وهم فيـه وإنـمـا روى هـذا عن مالک موسى بن إبراهيم المروزي ثم ساقه من طريق موسى به وذكر الـخطيب أن محمد بن بيان رواه عن مهنا عن موسى بن إبراهيم أيضاً عن مالک وقال: لا يثبت بشيء من القولين معا كذا في اللسان (١/١٣٢).

وله طريق ثالث أخرجه ابن عدي وابن الجوزي في العلل (ص ٥٥) بلفظ: على كل مسلم مـومـن وفيـه مـحـمـد بـن أبـي حـميد الأنصاري الزرقي ضعيف، قال البخارى: منكر الحديث والـراوي عـنـه أبـو الـبـختـري وهـب بـن وهب القرشى القاضى متهم في الحديث، كذبه وكيع

وأحمد وابن معين وإسحق والنسائي وابن الجارود وغيرهم والعجب من ابن الجوزي حيث علله بمحمد بن أبي حميد ولم يعلله بأبي البختري.

وله طريق رابع أخرجه العقيلى في الضعفاء وابن الجوزي في العلل (١/٥٦) وأعله ابن الجوزي بليث بن أبي سليم قال ابن حجر في التقريب: صدوق اختلط أخيراً ولم يتميز حديثه فترک وفيه روح بن عبد الواحد القرشى الحراني قال العقيلي: لايتابع عليهوالرواية في هذا (أى في طلب العلم فريضة) لينة.

وقال أبو حاتم: ليس بالمتين روي أحاديث متناقضة. وقال ابن عدي في ترجمة خليد بن دَعلج عقب حديث أورده من رواية هذا عن خليد : لعل البلاء فيه من الراوي عنه كذا نقله في اللسان في ترجمة روح بن عبد الواحد (٤/٤٦٦).

وحديث ابن عباس أخرجه العقيلي والطبراني في الأوسط وابن الجوزي في العلل (١/٥٦) من طريق عبد الله بن عبد العزيز بن أبى داؤد عن عائذ بن أيوب رجل من أهل طوس عن إسماعيل بن أبي خالد عن الشعبي عن ابن عباس به مرفوعاً.

قال العقيلى: لا يصح سنده ثم ساق من طريق سفيان بن عيينة عن أيوب بن عائذ عن الشعبي قال: مارأيت أحدا أطلب للعلم من مسروق. قال العقيلي: هذا هوالحديث وعبد الله بن عبدالعزيز أخطأ في السند والمتن وقلب إسم الراوي.

قال الحافظ في اللسان (٣/٢٢٦): فظهر أن لاذنب لعائذ بن أيوب بل لا وجود له وأيوب بن عائذ من رجال التهذيب وعبد الله بن عبد العزيز بن أبي داؤد قال أبوحاتم وغيره: أحاديثه منكرة وقال ابن الجنيد: لايساوي فلسا يحدث بأحاديث كذب. وذكره ابن حبان في الثقات وقال: يعتبر حديثه إذا روي عن غير أبيه، وقال العقيلي: له أ حاديث مناكير لا يقيم الحديث وقال الهيثمي في المجمع (١/١٢٠) : ضعيف جداً.

وحديث جابر أخرجه ابن عدي وابن الجوزي في العلل (ص ٥٧) وفيه محمد ابن عبد الملک الأنصارى المتقدم في الطريق الأول من حديث ابن عمر وفيه العباس بن الوليد الخلال قال ابن الجوزي: وهو مطعون فيه قلت: هو صدوق قاله الحافظ ابن حجر في التقريب.

وحديث أنس كثير الطرق رواه عنه ثمانية عشر نفساً أو أكثر منهم المثنى بن دينار أخرج

حـديثـه ابن الجوزي في العلل (١/٥٧) والـمثـنـى قـال العقيلى: في حديثه نظر قلت: والراوي عنه الحجاج بن نصر كمافي العلل واللسان أو نصير كما في الميزان فإن كان الأول فمجهول وإن كان الثاني فهو الفساطيطي من رواة الترمذي ضعيف كان يقبل التلقين.

ومـنهـم إبـراهيـم الـنـخـعـي أخرج حديثه البيهقي في الشعب وابن عبد البر في الجامع (ص٩) وتـمـام في فوائده وابن الجوزي في العلل (ص ٥٨) مـن طريق عبد القدوس بن حبيب الـدمشـقـى الـوحـاظـى عـن حماد بن أبي سليمان عنه قال: لم أسمع من انس إلا حديثا واحدا سمعته يقول فذكره مرفوعاً.

وعبـد الـقـدوس بن حبيب كذاب مشهور وتابعه إبراهيم بن سلام عندالبزار، وقال: إبراهيم بـن سـلام لا نعلم روي عنه إلا أبوعاصم. قال الذهبي: وهو مقلّ بل لا يعرف إلا بهذا الحديث. قال البزار: إنه روي عن أنس بإسانيد واهية أحسنها هذا.

ومنهم إبراهيم التيمى أخرج حديثه ابن عدي وابن الجوزي في علله (١/٥٨) وفيه عبدالله بن خـراش قـال أبـو زرعة: ليـس بشـئـى ضـعيف وقال البخاري: منكر الحديث وذكره ابن حبان في الثقات وقال: ربما أخطأ، وقال الساجي: ضعيف الحديث جداً ليس بشيء كان يضع الحديث.

ومـنهـم قتادة أخرج حديثه ابن شاهين في الأفراد وأبو الحسين بن شمعون في الشمعونيات وابن الجوزي في العلل (١/٥٨) مـن طريق موسى بن داؤد حدثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن أنس بـه قـال ابـن شاهين: إنه غريب، قال السخاوي في المقاصد (ص ٢٧٥): رجـاله ثقات لكن قال ابن الجوزي (ص٦٤) موسى بن داؤد مجهول.

قـلـت: يـحتمل أن يكون هو موسى بن داؤد الضبي من رجال مسلم وثقه جماعة وتكلم فيه آخرون قال ابن حجر في التقريب: صدوق فقيه زاهد له أوهام.

ومـنهـم ابـن سيـرين أخرج حديثه جماعة ابن ماجة وحمزة السهمي في تاريخ جرجان وابن عبد البر في الجامع (ص١٦) وابن الجوزي في العلل وتقدم الكلام عليه.

ومـنهم ثابت أخرج حديثه ابن شاهين وابن عبد البر في الجامع (ص ٨) وابن الجوزي في العلل (١/٥٩) وفيه سليمان بن قرم أبو داؤد البصري سيىء الحفظ يتشيع قاله ابن حجر فـي التـقـريـب. وروي لـه الشيـخان. وجعفر بن مسافر التنيسى صدوق ربما أخطأ قاله ابن

حجر في التقريب.

وهذا الطريق يمكن أن يكون أجود الطرق ثم رأيت السخاوى (ص ٢٧٦) قال : وأما ابن أبي داؤد السجستاني فإنه أورده عن جعفر بن مسافر التنيسي حدثنا يحيىٰ بن حسان عن سليمان بن قرم عن ثابت البناني عن أنس به وقال: سمعت أبي يقول: ليس فيه أصح من هذا.

وله طريق آخر عن ثابت أخرجه ابن عدي وابن عبد البر (ص ٨) وابن الجوزى (١/٦٩) ولكن الراوي عنه حسان بن سياه ضعفه ابن عدي والدار قطني وقال ابن حبان: يأتي عن الأثبات بما لا يشبه حديثهم.

ومنهم زياد بن ميمون أخرج حديثه أبو نعيم في أخبار أصبهان (٢/٥٢) وابن عبد البر في الجامع (ص ٩) والخطيب في تاريخه (٤/١٥٦) وابن الجوزي (١/٦٠) وهوضعيف جداً قال البخاري: تركوه وكذبه يزيد بن هارون وقال أبوداؤد الطيالسي: أتيته فقال استغفر الله وضعت هذه الأحاديث وعد الذهبي هذا الحديث من مناكيره.

ومنهم أبوحنيفة أخرج حديثه الخطيب (٤/٢٠٧-٩/١١١) وابن الجوزي (ص ٦٠) من طريق أبي العباس أحمد بن ا لصلت ابن المغلس الحماني عن بشر بن الوليد عن أبي يوسف عن أبي حنيفة قال سمعت أنساً فذكره.

قال الخطيب (٤/٢٠٨) لم يروه عن بشر غير أحمد بن الصلت وليس بمحفوظ عن أبي يوسف ولايثبت لأبي حنيفة سماع من أنس بن مالک. وسُئل أبو الحسن الدار قطني عن سماع أبي حنيفة عن أنس يصح؟ قال: لا، ولارؤيته لم يلحق أبوحنيفة أحدًا من الصحابة.

وقال الخطيب في موضع آخر (٩/١١١): لا يصح لأبي حنيفة سماع من أنس بن مالک وهذا الحديث باطل بهذا الإسناد وضعه أحمد بن الصلت قال الذهبي: أحمد بن الصلت الحماني هالک وقال الخطيب (٤/٢٠٧): روي أحاديث أكثر ها باطلة هو وضعها.

ومنهم موسى بن جابان أخرج حديثه الخطيب (٧/٣٨٦) وابن الجوزي (١/٦١) وفيه عمران بن عبد الله قال ابن الجوزي: ضعفوه قلت: وموسى بن جابان لم أجد من ترجم له وفيه ميسرة بن عبد الله ولم يوجد ترجمته والظاهربل الصواب إنه ميسرة بن عبد ربه وهو يروى عن موسى بن جابان كما في تاريخ الخطيب (٣/٢٢٢) وميسرة أقر بوضع الحديث.

ومنهم عبد الوهاب بن بخت أخرج حديثه ابن عدي وابن الجوزي (١/٦١). وعبد الوهاب قال الذهبي في الميزان: كثير الأوهام وذكره ابن حبان في الثقات وقال: كان يخطى ويهم شديداً، وقال ابن معين وأبو زرعة ويعقوب بن سفيان والنسائي ثقة وقال أبو حاتم: صالح لا بأس به.

والراوي عنه معان بن رفاعة الدمشقي وقيل الحمصى وثقه ابن المديني، وقال الجوزجاني: ليس بحجة وليّنه يحيىٰ بن معين.

ومنهم أبوعمار أخرج حديثه ابن الجوزى في العلل (ص ٦١) وفيه سليمان ابن كران بالنون كذا ضبطه عبد الحق ويقال كراز بالزاي كذا ضبطه ابن ماكولا وابن القطان والذهبي في المشتبه، قال ابن حجر: رأيته في كامل ابن عدي بالوجهين.

قال العقيلى: الغالب على حديثه الوهم وقال عبد الحق تبعا للبزار: ليس به بأس وتابعه مستلم بن سعيد الثقفى الواسطى عند ابن الجوزي وهو من رواة الأربعة، قال ابن حجر: صدوق عابد ربما وهم قلت: وأبو عمار هذا إن كان عريب بن حميد الدهني الكوفي فهو ثقة وإن كان زياد بن ميمون كما أشار إليه السخاوي فهو مجروح وقد تقدم.

ومنهم مسلم بن كيسان الضبي الملائى الأعور أخرج حديثه ابن عدي وابن عبدالبر (ص ٩) وابن الجوزي في العلل (١/٦٢) ومسلم الأعور ضعيف والراوي عنه أبو سهيل حصام بن مصكّ –بكسر الميم وفتح المهمله بعدها كاف مثقلة – البصري قال الدارقطني: متروك وقال أحمد: مطروح الحديث. وقال البخاري: ليس بالقوى عندهم قال في التقريب: ضعيف يكاد أن يترك.

والراوي عنه إسماعيل بن عياش ضعيف في غير أهل بلده. والراوي عنه عند ابن الجوزي عبد الوهاب بن الضحاك فأعلّه به وقال: قال أبو حاتم الرازي: كذاب.

قلت: ولم ينفرد به فقد تابعه المعا في بن عمران أبو عمران الظهري الحميري الحمصي عند ابن عبد البر وذكره ابن حبان في الثقات.

ومنهم إسحق بن عبد الله بن أبي طلحة أخرج حديثه ابن عدي وابن الجوزي (ص ٦٢) وذكره ابن عبد البر تعليقاً (ص ١٠) من طريق سليمان بن سلمة الخبائري أخبرنا بقية أخبرنا الأوزاعى عنه.

قال ابن عبد البر: هذا الحديث لم يروه عن بقية عن الأوزاعي إلا الخبائري وليس

عـنـدهم بالقوى وأكثر الرواة عن بقية يروون هذا الحديث عن بقية عن حفص بن سليمان عن كثيـربـن شـنـظير عن محمد بن سيرين عن أنس. وعن بقية أيضاً عن أبي عبد السلام الوحاظى عـن إسـحـق بـن عبـد الله بـن أبـي طـلحة عن أنس ولايعرف من حديث الأوزاعي إلا من رواية سليمان بن سلمة الخبائري.

قلت: والخبائري قال أبو حاتم: متروك، وقال ابن الجنيد: كان يكذب.

ومنهم أبوعاتكة طريف بن سليمان تقدم حديثه في الجزء الأول من الحديث.

ومنهم الزبيربن خريت أخرج حديثه ابن عبد البر في الجامع (ص ١٠) وفيه بقية بن الـوليـد ولـكـنـه صـرح بـالتـحـديث والراوي عنه عمران بن هارون وهو المقدسي وقال أبـوزرعة: صـدوق وقـال ابـن يـونـس: فـي حـديثه لين وذكره ابن حبان في الثقات وقال: يخطىء ويخـالـف.

ومـنهـم ابن شهاب الزهري أخرج حديثه ابن عبد البر (ص ١٠) وتقدم الكلام عليه في أطلبوا العلم.

وله طريق آخر أخرجه ابن الجوزي (ص ٥٩) من جهة إسماعيل بن عياش عن يونس بن يـزيد الأيلى عن الزهري عن أنس به بدون الزيادة في أوله وإسماعيل بن عياش ضعيف في غير أهل بلده.

ومـنهـم سلام الطويل أخرج حديثه أبوالحسن القطان صاحب ابن ماجة في كتاب العلل وقال: إنه غريب حسن الإسناد كذا نقله السخاوي (ص٢٧٦) قلت ولكن أخرجه ابن عبد البر في الجامع (ص ٩) مـن طريق أحمد بن زهير أخبرنا خلف بن الوليد أخبرنا سلام الطويل أخبرنا زياد بن ميمون عن أنس به فأدخل زياد بن ميمون بعده.

ومـنهـم حـمـيـد الطويل أخرج حديثه الخطيب في الفقيه والمتفقه (ص ٤٤) من وجهين لفظ أحدهما: طلب الفقه، ولفظ الآخر: "التفقه في الدين حق على كل مسلم".

في الأول بشر بن الوليد الكندي قال الآجري: سألت أبا داؤد أبشر ابن الوليد ثقة؟ قال: لا. وقـال الدار قطني : ومسـلـمة بـن الـقـاسم ثقة وقال صالح جزرة: صدوق لكنه لايعقل قد كان خَـرَّفَ وقـال السـلـيـمـانـي: مـنكر الحديث. وقال الذهبي في حديث في إسناده بشر : هذا حديث

صالح الإسناد وشيخه عبد الحميد بن الحسن الهلالى من رواة الترمذي قال الحافظ في التقريب: صدوق يخطيء وفيه محمد بن عمر بن العلاء تلميذ بشر لم أجد ترجمته.

وفى الثاني معلى بن هلال بن سويد أبو عبد الله الطحان اتفق النقاد على تكذيبه والراوي عنه محمد بن أبان الغنوي أو العنبري ذكره في التهذيب ولم يعرف من حاله بشيء.

وحديث أبي سعيد أخرجه الطبراني في الأوسط قال الهيثمي (ص ١٢٠): فيه يحيىٰ بن هاشم السمسار كذاب وأخرجه البيهقي في الشعب كما ذكره السيوطي ولم أقف على إسناده وأخرجه ابن الجوزي من وجه آخر (٦٢/١) وفيه عطية العوفي قال الحافظ صدوق: يخطي كثيراً كان شيعيا مدلساً. قلت: وقد عنعن.

وفيه أيضاً إسماعيل بن عمرو البجلى مختلف فيه قال ابن عدي: حدث بأحاديث لا يتابع عليها وقال: أبوحاتم والدار قطني: ضعيف وذكره ابن حبان في الثقات وذكره إبراهيم بن أورمة فأحسن الثناء عليه.

وحديث أبي هريرةؓ أخرجه الإمام أبوحنيفة في مسنده (ص ٢٠) ولكن شيخه ناصح بن عبد الله المحلمي ضعيف وهؤلاء تسعة نفر ممن وقفت على أحاديثهم.

قال السخاوي في المقاصد (ص ٢٧٦): وفي الباب عن أبي وحذيفة وسلمان وسمرة ومعاوية بن حيدة ونبيط بن شريط وأم المؤمنين عائشة وعائشة بنت قدامة وأم هاني وآخرين بسط الكلام في تخريجها العراقي في تخريجه الكبير للإحياء.

ومع هذا كله قال البيهقى (في الشعب): متنه مشهور وإسناده ضعيف وقد روي من أوجه كلها ضعيفة وقال ابن الجوزي في العلل (ص٦٦): قال أحمد بن حنبل: لايثبت عندنا في هذا الباب شيء.

وقال إسحق بن منصور الكوسج: سمعت إسحق بن راهويه يقول: طلب العلم واجب ولم يصح فيه الخبر إلا أن معناه أنه يلزمه طلب علم مايحتاج إليه من وضوئه وصلوته وزكوته إن كان له مال وكذلک الحج وغيره قال: وما وجب عليه من ذلک لم يستأذن أبويه في الخروج إليه وماكان فضيلة لم يخرج إليه حتي يستاذن أبويه.

قال ابن عبد البر (١١/١): يريد إسحق والله أعلم – أن الحديث في وجوب طلب العلم في

أسانيده مقال لأهل العلم بالنقل ولكن معناه صحيح عندهم.

وقال أبو علي النيسابوري الحافظ: إنه لم يصح عن النبي ﷺ فيه إسناد وتقدم قول البزار: أسانيده واهية. وقول العقيلي : والرواية في هذا لينة وقال ابن القطان: لم يصح فيه شيء وأحسن ما فيه ضعف وقال النووي في فتاويه (ص ٢٧٦): وهو حديث ضعيف وإن كان معناه صحيحاً وقال في مقدمة شرح المهذب (ص ٢٤): هذا الحديث وإن لم يكن ثابتاً فمعناه صحيح. ومثل به الحاكم في علوم الحديث (ص ١١٤) وتبعه ابن الصلاح (ص٢٦٣) للمشهور الذي ليس بصحيح.

لكن قال العراقي: قد صحح بعض الأئمة بعض طرقه كما بينتهُ في تخريج الإحياء وقال الحافظ جمال الدين المزي: هذا الحديث روي من طرق تبلغ رتبة الحسن. ووافقه السيوطي في التدريب (٢/١٧٤) وقال في حاشية ابن ماجة: وهو كما قال فإني رأيت نحو خمسين طريقاً وقد جمعتها في جزء. وقال في التعليقة المنيفة: وعندي إنه بلغ مرتبة الصحيح لأني رأيت له نحو خمسين طريقا وقد جمعتها في جزء. ونقل عنه المناوي (٤/٢٤٧) جمعت له خمسين طريقاً وحكمت بصحتهِ لغيره. ولم أصحح حديثا لم أسبق لتصحيحه سواه.

وقال الزركشي: روي عن عدة من الصحابة وفي كل طرقه مقال وأجودها طريق قتادة وثابت عن أنس، وطريق مجاهد عن ابن عمر وقد أخرجه ابن ماجة في سننه عن كثير بن شنظير عن ابن سيرين عن أنس. وكثير بن شنظير مختلف فيه فالحديث حسن.

قلت وهو معلول ضعيف كما تقدم بيانه وتقدم قول البزار: أحسن الطريق مارواه إبراهيم بن سلام عن حماد بن أبي سليمان عن إبراهيم النخعي عن أنس به مرفوعاً. وتقدم قول أبي داؤد: إن أصح الطرق طريق جعفر بن مسافر عن يحيى بن حسان عن سليمان بن قرم عن ثابت البناني عن أنس به وتقدم قول أبي الحسن القطان في حديث سلام الطويل عن أنس: إنه غريب حسن الإسناد.

وقال البيهقي في المدخل: أراد والله أعلم العلم العام الذي لا يسع البالغ العاقل جهله أو علم مايطرأ له خاصة أو أراد أنه فريضة على كل مسلم حتى يقوم به من فيه الكفاية.

قلت: الأول ذكره ابن الحبيب نقلا عن غيره، والثاني ذكره ابن المبارک، والثالث ذكره أحمد بن صالح المصرى وقبله ابن عيينة وذكر نصوصهم ابن عبد البر في جامع العلم (١١-١٢).

محمد یونس عفی عنہ

۲۶

إعمل لدنياک کانک تعيش أبداً الخ

سوال: یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟:

اعمل لدنياک کأنک تعيش أبدا واعمل لآخرتک کأنک تموت غدا.

مولانا سعید احمد خان صاحب کھیڑوی ثم المدنی

الجواب: حدیث اول تو بلفظہ نہیں ملی لیکن اس کے معنیٰ ایک حدیث کے ذیل میں کنز العمال اور منتخب کنز العمال (۶/۱۴۰) وغیرہ میں موجود ہیں پوری حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص سے حسب ذیل الفاظ سے مروی ہے:

"إن هذا الدين متين فأوغل فيه برفق، ولا تبغض إلى نفسک عبادة ربک فإن المنبت لا سفراً قطع ولا ظهراً أبقى فاعمل عمل إمرىء يظن أن لن يموت أبداً وأحذر حذر من يخشىٰ أن يموت غداً".

رواه البيهقي في شعب الإيمان و السنن الكبير (۱۹/۳) والعسكري في الأمثال و سنده ضعيف وفي لفظ: يظن أنه يموت هرماً.

اور امام ابن مبارک نے کتاب الزہد ص:۴۶۹ میں موقوفاً روایت کیا ہے، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے معاملہ میں بہت زیادہ کوشش نہ کرے جیسے کسی کو یہ معلوم ہو کہ اسے ہمیشہ رہنا ہے تو وہ آج کا کام کل پر ڈالتا رہے گا بخلاف آخرت کے کہ اس میں خوب فکر کرنی چاہئے جیسے کسی کو بس آج ہی کا دن عمل کے واسطے ہے اور کل تو اسے حاضری دینی ہوگی تو پوری کوشش کرے گا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اس کے بعد مناوی کی فیض القدیر کی مراجعت کی تو اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مسئول حدیث نہیں ہے، بلکہ بعض لوگوں نے حدیث مذکور کی شرح میں اس کو ذکر فرمایا ہے، فرماتے ہیں (۱۲/۲): **إعمل عمل من – وفي نسخة إمرئ يظن أن لايموت أبداً واحذر حذر إمرئ يخشىٰ أن يموت غداً – أى قريباً جداً ولم يردبه حقيقة الغد والمراد تقديم أمر الآخرة وأعمالها حذر الفوت بالموت على عمل الدنيا، وتأخير أمر الدنيا كراهة الإشتغال بها على عمل الآخرة.**

وأما ما فهمه البعض أن المراد إعمل لدنياک کأنک تعيش أبداً واعمل لآخرتک کأنک تموت غداً ويكون المراد الحث على عمارة الدنيا لينتفع من يجئ بعد والحث على عمل الآخرة فغير مرضى لأن الغالب على أوامر الشارع ونواهيه الندب إلى الزهد في الدنيا والتقلل من متعلقاتها والوعيد على البناء وغيره.

وإنما مراده أن الإنسان إذا علم أنه يعيش أبداً قل حرصه وعمله وأن مايريده لن يفوته تحصيله بترک الحرص عليه والمبادرة إليه فإنه يقول إن فاتني اليوم أدركته غداً فإني أعيش أبداً ويكون أمره بعمل الآخرة على ظاهره اهـ.

اور یہ حدیث ضعیف ہے سیوطی نے جامع صغیر میں اس کے ضعف کی علامت لگائی ہے مناوی فرماتے ہیں:

لان فيه ضعيفا ومجهولا اهـ.

پھر بہت دنوں کے بعد جب حافظ ابن حجر کی مطالب عالیہ چھپ کر آئی تو اس میں ص:(۱۷۲/۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص کا قول بروایت حارث بن ابی اسامۃ ان الفاظ میں ملا:

إحرز لدنياک کانک تعيش أبداً واعمل لآخرتک کأنک تموت غداً.

وقال بعض الفضلاء في حاشية المقاصد الحسنة ص: ۲۹۱: رواه ابن أبي الدنيا بلفظ إحرث: وفي إسناده مجهول ولا أصل له في المرفوع وقول عبد الله بن عمرورواه ابن قتيبة في غريب الحديث ۸۱/۱ بلفظ إحرث.

۲۷

إفتح الطعام بالملح

۲۸

إذا أكلت فابدأ بالملح واختم بالملح فإن الملح شفاء سبعين داء

سوال: حدیث مذکور ذیل کے بارے میں تحقیق مطلوب ہے ذرہ نوازی کا امیدوار ہوں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا أباهريرة إفتح الطعام بالملح واختم به فإن فيه أماناً من سبعين آفة أقلها جذام" أو كما قال عليه الصلوة والسلام.

اس کتاب کے اوپر ہی لکھا ہے کہ اکثر احادیث موضوع ہیں کتاب کا نام نیز مؤلف کا نام پھٹ گیا ہے اب آیا نمکین وشیرینی کے اجتماع کے وقت طریقۂ طعام مسنون کیا ہے۔

جواب: یہ حدیث مجھے اب تک حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے نہیں ملی لیکن اسی کے قریب ایک روایت حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"يا على عليک بالملح فإنه شفاء من سبعين داءً أقلها الجذام والبرص والجنون".

رواه إبن الجوزى في الموضوعات وقال: لا يصح والمتهم به عبد الله بن أحمد بن عامر أو أبوه فإنهما يرويان عن أهل البيت نسخة كلها باطلة.

وتعقبه السيوطى في اللآلي بأن عند البيهقي في الشعب عن علىؓ موقوفاً: "من ابتدأ غذاءه بالملح أذهب الله عنه سبعين نوعاً من البلاء" وعند ابن مندة في أخبار أصبهان من حديث سعد بن معاذ مرفوعاً: "استفتحوا طعامكم بالملح فوالذي نفسي بيده إنه ليرد ثلاثاً وسبعين من البلاء أو قال من الداء".

قلت: في حديث على الموقوف جويبر وهو متروک روي عنه عيسى بن أشعث وهو مجهول وفي حديث سعد بن معاذؓ إبراهيم بن حبّان بن حكيم بن علقمة بن سعد بن معاذ الأوسى المدني قال: قال ابن عدي : أحاديثه موضوعة ولم أعرف حبان بن حكيم ولا حكيم بن علقمة.

شامی نے ابتداء بالملح والإختتام به کو مستحب لکھا ہے لیکن استحباب ثبوت حدیث پر موقوف ہے پھر اس کے بعد ایک حدیث تمہارے مقصد کے موافق مل گئی عن علی قال: قال رسول الله ﷺ : "إذا اكلت فأبدأ بالملح واختم بالملح فإن الملح شفاء سبعين داء أولها الجنون والجذام والبرص ووجع الاضراس ووجع الحلق، ووجع البطن".

رواه الحارث بن أبي أسامة عن عبد الرحيم بن واقد عن حماد بن عمرو عن السري بن خالد وهم ضعفاء. (مطالب عالية وهامشها ۲/۳۱۵)

۲۹

أكرموا أصحابي

قال النبي صلى الله عليه وسلم : "أكرموا أصحابي فإنهم خياركم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذب حتى أن الرجل ليحلف ولايستحلف ويشهد ولايستشهد" الحديث.

رواه أحمد (۱/۱۸) والحميدي (۱/۲۰) والشافعي (ص ٤٢٤) وأبوداؤد الطيالسي (ص ۷) والترمذي (۲/۳۹) والحاكم (۱/۱۱٤) عن عمر بن الخطاب وصححه الحاكم على شرط الشيخين وأقره الذهبي وهذا لفظ الحميدى والشافعي ولفظ أحمد والترمذي والحاكم: ثم يفشوا الكذب.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۳۰

أكرموا أولادكم الخ

أكرموا أولادكم فمن أكرم أولاده أكرمه الله في الجنة.

یہ حدیث بھی اب تک نہیں ملی ابن ماجہ اور حافظ خطیب بغدادی ۸/ ۲۸۸ نے حارث بن نعمان لیثی کے طریق سے حضرت انس سے روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم"۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۳۱

ألا أخبركم بنسائكم من أهل الجنة الخ

عن كعب بن عجرة قال: قال رسول الله ﷺ : "ألا أخبركم بنسائكم من أهل الجنة الودود الولود التي إذا ظلمت أوظلمت قالت هذه ناصيتي بيدك، لا أذوق غمضا حتى ترضى".

أخرجه أبو يعلى فيه حسين بن يزيد الطحان وشيخه سعيد بن خثيم وشيخه محمد بن خالد الضبي فكلاهما لا باس به وفيه السري بن إسماعيل ضعيف جداً.

وأخرجه الهيثمي ٣١٢/٤ معزواً للطبراني وقال: السري بن إسمعيل متروك وضعفه البوصيري لضعف السري بن إسماعيل والغمض النوم كذا في المطالب العاليه وحاشيتها لمولانا الشيخ حبيب الرحمن المحدث الأعظمي.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۳۲

ألا إن رحى الإسلام دائرة فدوروا مع الإسلام

مکرم محترم مولانا الحاج محمد یونس صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون

مولانا سعید خان صاحب نے ایک حدیث کی تحقیق فرمائی ہے میں تو ہندوستان میں بھی یہ بیگار آپ ہی سے لیا کرتا تھا اور یہاں تو اور کوئی ذریعہ تحقیق نہیں ہے حدیث یہ ہے:

قال رسول الله ﷺ : "ألا إن رحىٰ الإسلام دائرة فدوروا مع الإسلام حيث دار ألا إن السلطان والقرآن – وفي رواية – الكتاب سيفترقان فلا تفارقوا القرآن. ألا فإنه سيولى عليكم الأمراء يحبون لأنفسهم مالا يرضون لكم إن أطعتمو هم أضلوكم وإن خالفتموهم قتلوكم". قالوا: ماذا نفعل يارسول الله؟ قال: "كونوا كأصحاب عيسى عليه الصلوة والسلام نُشِروا بالمناشير وحُمِلوا على الخشب فوالذي نفس محمد بيدهٖ لموتة في طاعة

الله خير من حياة في معصية الله".

جواب: آمدہ درمکتوب حضرت شیخ مدظلہ

از مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام

سندی وملاذی ادام اللہ ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث مذکور مع اس کی تخریج کے بایں الفاظ ملی ہے:

عن معاذ بن جبل ؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: "خذوا العطاء ما دام عطاء فإذا صار رشوة على الدين فلا تأخذوه ولستم بتاركيه يمنعكم الفقر والحاجة. ألا إن رحي الإسلام دائرة فدوروا مع الكتاب حيث دار. ألاإن الكتاب والسلطان سيفترقان فلا تفارقوا الكتاب ألاإنه سيكون عليكم أمراء يقضون لأنفسهم مالا يقضون لكم فإذا عصيتمو هم قتلوكم وإن أطعتموهم أضلوكم. قالوا: يارسول الله كيف نصنع؟ قال: كما صنع أصحاب عيسى بن مريم نشروا بالمناشير وحملوا على الخشب. موت في طاعة الله خير من حيوة في معصية الله".

رواه الطبراني (٢٠/ ٩٠ رقم ١٧٢) ويزيد بن مرثد لم يسمع من معاذ والوضين بن عطاء وثقه ابن حبان وغيره وبقية رجاله ثقات كذا في مجمع الزوائد (٥/٢٢٨).

وأخرجه إسحاق بن راهويه بلفظ: "ألاإن رحى الإيمان دائرة فدو روا مع الكتاب حيث يدور". ذكره السيوطي في الخصائص الكبرى (٢/ ١٥٤) ولم يذكر حال الإسناد وليس في رواية إسحا ق قوله : يقضون لأنفسهم مالا يقضون لكم.

وأخرجه الطبراني في الصغير (ص ١٥٤ هندية و ص١/ ٢٦٤ مص): قال حدثنا الفضل بن محمد بن القاسم أبو الليث النحوى العسكرى ثنا الهيثم بن خارجة ثنا عبد الله بن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر سمعت الوضين بن عطاء يحدث عن يزيد بن مرثد عن معاذ بن جبل عن النبي ﷺ قال: "خذوا العطاء ما دام عطاء فإذا صار رشوة على الدين فلا تأخذوه ولستم بتاركيه يمنعكم الفقر والحاجة. ألا إن رحابنى مرح قد دارت وقد قُتل بنومرح. ألا إن رحى الاسلام دائرة فدوروا مع الكتاب حيث دار. ألا إن الكتاب والسلطان سيفترقان فلا تفارقوا الكتاب. ألا إنه سيكون أمراء يقضون لكم فإن أطعتموهم أضلّوكم وإن عصيتموهم قتلوكم". قال: يا رسول

الله فكيف نصنع؟ قال: "كما صنع أصحاب عيسىٰ بن مريم نُشِروا بالمناشير وحُمِلوا على الخشب؛ موت في طاعة الله خير من حياة في معصية الله عزوجل".

وأخرجه أبو نعيم في الحلية (٥/١٦٥) عن الطبراني عن عبدالله بن أحمد عن الهيثم وقال ورواه إسحاق بن راهويه عن سويد بن عبدالله بن عبد الرحمن عن يزيد من دون الوضين انتهىٰ.

وللحديث شاهد من حديث أبي موسىٰ الأنصاري أخرجه ابن مندة في معجم الصحابة من طريق الدارمي عن محمد بن يزيد البزارعن السري بن عبدالله السلمى عن حاتم بن ربيعة وعبدالله بن عبدالله – هو أبو أوس – كلا هما عن نافع بن سهيل بن مالک حدثنا أبو موسىٰ الأنصاري صاحب رسول الله ﷺ وكان من خيار أصحاب النبي ﷺ قال: إنا لقاعدون عند النبي ﷺ فقال: "إن رحى الإيمان دائرة فدوروا مع رحي القرآن حيث دار" الحديث.

قال عبيدالله بن واصل الراوي له عن الدارمي : ذكرته لمحمد بن إسماعيل البخاري فأنكره ولم يعرف أبا موسىٰ الأنصاري ولاحاتم بن ربيعة كذا في الإصابة في ترجمة الصحابي وراجعه.

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۳۰/رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

۳۳

ألم تعلم أن الثلث كانت تجعل واحدة على عهد رسول الله ﷺ الخ

سوال: فتح القدیر (۳/۳۲۹) میں صحیحین کے حوالہ سے یہ حدیث ہے عن أبي الصهباء قال لابن عباس: الم تعلم أن الثلث كانت تجعل واحدة على عهد رسول الله وأبي بكر وصدراً من خلافة عمر قال نعم مسلم میں تو (۱/۴۷۸) پر موجود ہے مگر بخاری شریف میں نہیں ملی نشان دہی فرما کر مشکور فرمائیں۔

محمد یوسف دارالعلوم امروہہ

جواب: یہ حدیث صرف مسلم، ابوداؤد ونسائی میں ہے باقی کتب ستہ میں نہیں ہے امام بیہقی جمال الدین المزی، ابن القیم (۴/۵۴) ابن حجر وغیرہ نے صرف مسلم کی طرف نسبت کی ہے امام بیہقی لکھتے ہیں: هذا الحديث أحد ما اختلف فيه البخارى ومسلم فأخرجه مسلم وتركه البخارى۔

محمد یونس عفی عنہ

٣٤

ألهم إسماعيل هذا اللسان العربى

٣٥

أول من نطق بالعربية إسماعيل

سوال: عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تلا قرآناً عربياً ثم قال ألهم إسماعيل هذا اللسان العربي إلهاماً.

جواب: حديث جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تلا قرآنا عربياً لقوم يعلمون ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

" أُلْهِم إسمعيل هذا اللسان إلهاماً" :

أخرجه الحاكم في المستدرک ٤٣٩/٢ وقال: صحيح الإسناد، وقال الذهبي: كان حقه أن يقول على شرط مسلم ولكن مدار الحديث على إبراهيم بن اسحق العقيلى وكان ممن يسرق الحديث انتهى. وذكره السيوطي في الجامع الصغير وعزاه إلى الحاكم في المستدرک، والبيهقي في الشعب ونقل شارحه المناوي في فيض القدير ١٦١/٢ عن البيهقي : الصواب مرسلٌ.

قلت: ولو صح هذا الحديث فالمعني العربية الفصحى وإلا فأصل العربية كان قبل ذلک ففي البخاري ص ٤٧٥ في حديث ابن عباس في قصة نقل إبراهيم هاجر وابنها إسمٰعيل إلى أرض مكة وإتيان جرهم "وشب الغلام وتعلم العربية منهم".

قال الحافظ ابن حجر ٢١٢/٧ : فيه إشعار بأن لسان أمه وأبيه لم يكن عربياً وفيه تضعيف لقول من روي أنه أول من تكلم بالعربية وقد وقع ذلک من حديث ابن عباس عند الحاكم في المستدرک بلفظ: "أول من نطق بالعربية إسمٰعيل".

وروي الزبير بن بكار في النسب من حديث على بإسناد حسن قال : "أول من فتق الله لسانه بالعربية المبينة إسمٰعيل".

وبهذا القيد يجمع بين الخبرين فتكون أوليته في ذلك بحسب الزيادة في البيان لا الأولية المطلقة فتكون بعد تعلمه أصل العربية من جرهم أَلهمه الله العربية الفصيحة المبينة فنطق بها ويشهد لهذا ما حكاه ابن هشام عن الشرقي بن قطامي: أن عربية اسمٰعيل كانت أفصح من عربية يعرب من قحطان وبقايا حمير وجرهم.

ويحتمل أن تكون الأولية في الحديث مقيدة بالنسبة إلى بقية إخوته من ولد إبراهيم فإسمٰعيل أول من نطق بالعربية من ولد إبراهيم قال ابن دريد في كتاب الوشاح: أول من نطق بالعربية يعرب من قحطان ثم إسمٰعيل انتهى. بندہ محمد یونس عفی عنہ

إضافه: قلت: أخرجه الحاكم في موضع آخر ٣٤٣/٢ من طريق الفضل الشعراني ثنا أبو ثابت محمد بن عبيدالله حدثني إبراهيم بن سعد عن سفيان بن جعفر بن محمد عن أبيه عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أُلهِم إبراهيم الخليل عليه السلام هذا اللسان العربي إلهاماً.

وقال: هذا حديث غريب صحيح على شرط الشيخين إن كان الفضل بن محمد حفظه متصلاً عن أبي ثابت فقد حدثنا أبو علي الحافظ عن النسائي عن عبيدالله بن سعد الزهري ثنا عمي عن أبيه عن جعفر بن محمد عن أبيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرسلاً نحوه.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٣٦

اللّٰهم اجعل رزق اٰل محمد كفافاً

سوال: اس حدیث کی تحقیق مطلوب ہے۔ اللّٰهم اجعل رزق آل محمد كفافا،، أو كما قال عليه الصلوة والسلام.

جواب: حديث: "اللّٰهم اجعل رزق آل محمد قوتا" رواه مسلم ٤٠٩/٢ والترمذي والنسائي وابن ماجة من رواية الأعمش عن عمارة ابن القعقاع عن أبي زرعة عن أبي هريرة عن النبي ﷺ وأخرجه البخاري من طريق فضيل بن غزوان عن عمارة بلفظ: اللّٰهم أرزق

آل محمد قوتا.

قال الحافظ ابن حجر في اللفظ الأول: هو المعتمد اهـ. قلت: هذا الإختلاف في حديث الأعمش أيضاً فرواه مسلم عن ابن أبي شيبة وزهير بن حرب وأبي كريب عن وكيع عن الأعمش باللفظ الأول ورواه عن عمرو الناقد عن وكيع عن الأعمش باللفظ الثاني : وروي مسلم أيضاً عن زهير بن حرب عن محمد بن فضيل عن أبيه عن عمارة باللفظ الثاني فلعل عمارة رواه على الوجهين أوفضيل بن غزوان رواه بالوجهين .وكذا الأعمش أو وكيع والله أعلم ورواه مسلم من طريق أبي أسامة عن الأعمش بلفظ : كفافاً.

۳۷

اللّٰهم إنک أخرجتني من أحب البلاد الخ

سوال: وفي رواية لما أمره بالهجرة إليها قال: أللهم إنک أخرجتني من أحب بلادک إلى فاسكني في أحب بلادک إليک؟

جواب: هذا الحديث أخرجه الحاكم في مستدركه (۳/۳) في كتاب الهجرة عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: "اللّٰهم إنک أخرجتني من أحب البلاد إلى فأسكنى أحب البلاد إليک" فأسكنه الله المدينة.

قال الحاكم: رواته مدنيون من بيت أبي سعيد المقبري. قال الذهبي: لكنه موضوع فقد ثبت أن أحب البلاد إلى الله مكة وسعد ليس بثقة. بندہ محمد یونس عفی عنہ

۳۸

أللّٰهم حوالينا لاعلينا خطبہ استسقاء میں پڑھا جائیگا یا علیحدہ

فتح الباری کی ایک عبارت کی تحقیق

عزیزم مولوی یونس سلمہٗ بعد سلام مسنون "باب الدعاء إذا تقطعت السبل" میں حافظ لکھتے ہیں:

وفي هذا تعقب على من قال من الشافعية: إنه ليس قول الدعاء المذكور في أثناء خطبة

الإستسقاء لأنه لم ترد به السنة اھ۔

اس عبارت کو میریہ نسخہ سے مقابلہ کرلیں کہ اس میں فی أثناء خطبة الإستسقاء کا لفظ ہے ''یا في أثناء خطبة الجمعة'' ہے؟ خطبۃ الاستسقاء کی صورت میں تعقب بظاہر منطبق نہیں ہورہا ہے۔ فقط

حضرت شیخ مدظلہ بقلم سلمان

جواب: مخدومنا المعظم زادت الطافکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نسخہ میریہ میں بھی في أثناء خطبة الإستسقاء ہے جیسا کہ نسخہ خیریہ میں ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ لیس جو فعل نفی ہے یہ محرف ہے اور صحیح یُسَنُّ ہے جو فعل مضارع ہے سنت سے ماخوذ ہے اور اسی صورت میں تعقب درست ہوگا اور حاصل تعقب یہ ہے کہ بعض شافعیہ نے اللّٰھم حوالینا ولاعلینا کو خطبہ استسقاء میں مسنون کہہ دیا ہے حالانکہ یہ دعا تو رفع مطر کے وقت مسنون ہے حافظ ابن حجر نے اس تعقب کی دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ ایسا کہنا خطبہ استسقاء میں احادیث وسنن نبویہ میں وارد نہیں ہوا ہے اور وہ بعض شافعی امام ابواسحاق شیرازی ہیں:

قال النووي في شرح المهذب (٥/٩٦) فأما قول المصنف يعني أبا إسحاق الشيرازي في التنبيه في أثناء دعاء الإستسقاء لطلب المطر اللّٰهم حوالينا فمما أنكروه عليه وإنما يقال هذا عند كثرة المطر وحصول الضرر بها كما صرح في الحديث ونص عليه الشافعي والأصحاب رحمهم الله تعالىٰ انتهى.

الاحقر محمد یونس عفی عنہ

۱۴ جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ

۳۹

اللّٰھم کبرت سنی وضعفت قوتی الخ

سوال: دعاء حضرت عمر اللّٰھم کبرت سني وضعفت قوتي وانتشرت رعيتي فاقبضني إليک غير مفتون کہاں ہے۔

الجواب: أخرجہ مالک فی الموطا (اوجز ۶/۲۵) وعنہ محمد بن الحسن (ص:۳۰۶) ولفظه: فاقبضني إليک غير مضيع ولامفرط۔

٤٠

أنا أحمد بلا ميم

سوال: کیا یہ کوئی حدیث ہے أنا أحمد بلاميم؟

الجواب: یہ لفظ نہ تو کتب مشہورہ میں ہے اور نہ ہی غیر مشہورہ میں حتی کہ وہ کتابیں جو صرف احادیث موضوعہ کے لئے خاص ہیں ان میں بھی اس کا وجود نہیں ہے۔

بندہ محمد یونس ۲۵/ جمادی الثانیہ ۲/ ۱۳۸۸ھ

٤١

أنا حبيب الله ولافخر وأنا حامل لواء الحمد يوم القيامة

سوال: أنا حبيب الله ولا فخر، وأنا حامل لواء الحمد يوم القيٰمة و لا فخر، وأنا أكرم الأولين والآخرين على الله ولا فخر، وأنا أول شافع و أول مشفع يوم القيٰمة ولا فخروأنا أول من يحرک حلق الجنة يفتح الله لي فيدخلنيها ومعي فقراء المومنين ولا فخر.

جواب: هذا الحديث أخرجه الترمذي ٢/٢٠٢ والدارمي ص: ١٦ وابن مردويه من طريق زمعة بن صالح عن سلمة بن وهرام عن عكرمة عن ابن عباس قال: جلس ناس من أصحاب النبي صلي الله عليه وسلم ينتظرونه فخرج حتى إذا دنا منهم سمعهم يتذاكرون فتسمّع حديثهم فإذا بعضهم يقول: عجباً إن الله اتخذ من خلقه خليلاً فإبراهيم خليله. وقال آخر: ما ذا بأعجب من وكلم الله موسى تكليماً. وقال آخر: فعيسى كلمة الله وروحه وقال آخر: وآدم اصطفاه الله، فخرج عليهم فسلم وقال: "قد سمعت كلامكم وعجبكم أن إبراهيم خليل الله وهو كذلک، و موسى نجيه وهو كذلک، وعيسى روحه وكلمته وهو كذلک، وآدم اصطفاه الله تعالىٰ وهو كذلک. اَلاَ وأنا حبيب الله ولا فخر، وأنا حامل لواء الحمد يوم القيامة تحته آدم فمن دونه ولا فخر، وأنا أول شافع و أول مشفّع يوم القيمة ولا فخر، و أنا أول من يحرک بحلق الجنة ولا فخر فيفتح الله فيدخلينها ومعي فقراء المؤمنين ولا فخر، وأنا أكرم الأولين

والآخـرين على الله ولا فخر". قال الترمذى: هذا حديث غريب وقال ابن كثير ١/١٧٠: غريب من هذا الوجه وله شواهد من وجوه أُخر انتهى.

٤٢

أنا خاتم الأنبياء

ومسجدى خاتم مساجد الأنبـياء

سوال: فـي رواية عن عائشة رضي الله عنها: أنا خاتم الأنبياء ومسجدي خاتم مساجد الأنبياء، أحـق الـمسـاجد أن يزار و تركب إليه الرواحل. صلوة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلوة فيما سواه من المساجد إلا المسجد الحرام.

جواب: هـذا الـحـديـث أخرجه البزارولفظه: يشد إليه الرواحل المسجد الحرام ومسجدي وصـلـوة الخ كذا نقله العلامة السمهودي في وفاء الوفاء (١/٢٩٨): فـي الفصل الخامس من الباب الرابع قال الهيثمي (٤/٤) فيه موسى بن عبيدة وهو ضعيف . *بندہ محمد یونس عفی عنہ*

٤٣

أنا عربى والقرآن عربى وكلام أهل الجنة عربي

سوال: حديث أبي هريرةؓ مرفوعاً: أنا عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربى .
(در منثور ٤/٣)

جواب: حديث أبي هريرة مرفوعاً أنا عربي.اهـ.

أخـرجـه الـطبراني في معجمه الأوسط من حديث عبد العزيز بن عمران حدثنا شبل بن العلاء عـن أبيـه عـن جده عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أنا عربي والقرآن عربي ولسان أهل الجنة عربى".

قال الذهبي في المغني: شبل بن العلاء بن عبد الرحمن قال ابن عدي: له مناكير وقال الهيثمي ١٠/٥٣: عبـد العزيز بن عمران متروك. وقال السخاوي في المقاصد: ص ٢٣ هو مع ضعفه أصح

من حديث ابن عباس وقال العراقي في محجة القرب: حديث أبي هريرة أصح من حديث ابن عباس وشبل ابن العلاء احتج به ابن حبان في صحيحه وقال: إنه مستقيم الأمر في الحديث لكن الراوي عنه عبد العزيز بن عمران الزهري متروک. قاله النسائي وغيره فلا يصح هذا الحديث انتهى. كذا في تنزيه الشريعة ۲/۳۱.

وهذا الحديث جعله السخاوي والسيوطي شاهداً لحديث ابن عباس. بندہ محمد یونس عفی عنہ

٤٤

أنا قائد المرسلين ولافخر وأنا خاتم النبيين ولافخر

سوال: قال: أنا قائد المرسلين ولافخر وأنا خاتم النبين ولافخر وأنا أول شافع ومشفع ولافخر.

جواب: یہ حدیث دارمی ص:۱۶ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ (۲/۲۸۷) میں روایت کی ہے۔
بندہ محمد یونس عفی عنہ

٤٥

أنا مدينة العلم وعلى بابها

حديث: "أنا مدينة العلم وعلى بابها" أخرجه الحاكم في المناقب من مستدركه والطبراني في معجمه الكبير وأبو الشيخ بن حَيَّان في السنة والخطيب في تاريخه (٤/٣٤٨) من طريق أبى معاوية عن الأعمش عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً به بزيادة "فمن أراد المدينة فليأت الباب".

وهو حديث مختلف فيه فحكم جماعة كأبي زرعة الرازي وابن عدى ومُطَيَّن وابن حبان بأنه باطل ومال إليه أحمد بن حنبل وحكم عليه ابن الجوزى بالوضع وخالفه المتأخرون كالصلاح العلائى وابن حجر والسخاوي والسيوطي فمالوا إلى ثبوت الحديث والكلام فيه طويل ليس هذا موضع البسط والله أعلم.

محمد یونس عفی عنہ شب ۱۸/محرم ۱۴۰۳ھ

www.alislahonline.com

٤٦

أنت ومالک لأبیک

حدیث: أنت ومالک لأبیک ابن ماجہ نے ۲/۴۴ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مرفوعا نقل کی ہے جو مسند احمد ۲/ ۱۷۹، اور ابوداؤد ۴/ ۲۹۵ میں بلفظ أنت ومالک لوالدک وارد ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٤٧

الناس شرکاء في الثلاث الماء والنار والکلأ

مربی المحترم جناب اباجان زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام وآداب کے بندہ عرض رساں ہے کہ الناس شرکاء في الثلاث الماء والنار والکلاء الحدیث یہ حدیث شریف کی کس کتاب میں ہے؟

الجواب: عزیزم سلمہ سلام مسنون

یہ حدیث ابوداؤد وابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اس کے الفاظ المسلمون شرکاء فی ثلاث ہیں۔ محمد یونس

٤٨

إن الأرواح تتلاقي في المنام

سوال: حدیث: إن الأرواح تتلاقي في المنام.

(درمکتوب حضرت شیخ ازامریکہ)

جواب: أخرجه أحمد ٥/ ٢١٤، ٢١٥ عن خزيمة بن ثابت قال: رأيت في المنام كأني أسجد على جبهة النبي ﷺ فأخبرت بذلک رسول الله ﷺ فقال: إن الروح ليلقى الروح فاقنع

النبي ﷺ رأسه هكذا فوضع جبهته على جبهة النبي ﷺ۔

وهـذا الحديث عند أحمد له أسانيد ٥/٢١٤، ٢١٥، ٢١٦ ثـم قـوله "ليلقى الروح" هكذا نقله في مجمع الزوائد ١٨٢/٧ وأما ما وقع في المسند ص: ٢١٤: لاتلقى الروح وفى ص: ٢١٥: لايلقى الروح فهو غلط.

ثـم رأيـت كتـاب الروح قال فيه ص:٢٨٧: رواه الـنسـائـي حـدثنا أبوداود عن عفان عن حـمـاد عـن أبي جعفر عن عمارة بن خزيمة أن أباه قال: رأيت في المنام كأني أسجد على جبهة النبيﷺ فأخبرته بذلک فقال: إن الروح ليلقى الروح الحديث.

وبهذا الإسناد أخرجه أحمد ١/٢١٥ فـإنه رواه عن عفان إلى آخر الإسناد، وهذا الإسناد قال الهيثمي متصل.

٤٩

إن اشد الناس عذاباً يوم القيمة

سوال:۔ کیا کسی حدیث میں یہ وارد ہے کہ تصویر بنانے والے کو نبی کے قاتل کے برابر عذاب ہوگا؟

جواب:۔ یہ مضمون ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے عـن ابـن عبـاس قـال: قـال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن أشد الناس عذاباً يوم القيمة من قتل نبيا أوقتله نبى أو قتل أحد والـديـه والـمـصـورون و عـالم لم ينتفع بعلمه". رواه البيهقي في شعب الإيمان كذا في المشكوٰة ص:٣٨٧.

محمد یونس عفی عنہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

٥٠

إن أعظم الأيام يوم النحر ثم يوم القرّ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امابعد

عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب تحریری عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

سوال: إن أعظم الأيام عندالله يوم النحر ثم يوم القر. (مشکوۃ ص۲۳۲) جب کہ قربانی کرنے کے تین دن ہیں تو لفظ یوم القر کا کیا مطلب؟ کیا حاجیوں کے لیے قربانی کے تین دن نہیں ہیں اگر ہیں تو لفظ یوم القر کیوں فرمایا؟ اس حدیث سے تو یہ بیان صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی کرنے کا صرف ایک ہی دن ہے دوسرا دن آرام کرنے کا۔

جواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث ''إن أعظم الأيام عندالله يوم النحر ثم يوم القر'' أخرجه أبوداود والطحاوی فی مشکله (۱۳/۲) والحاكم في مستدركه (۳۳۱/٤) والنسائي في الكبرى وابن حبان والطبراني وأبونعيم من طريق الثور بن يزيد عن راشد بن سعد عن عبدالله بن عامر بن لحی عن عبدالله بن قرط عن النبي ﷺ.

قال الطبراني: تفرد به ثور بن يزيد وصححه الحاكم وأقره الذهبي وفي أبي داود: وقال ثور هو اليوم الثاني أی يوم القر.

یوم النحر کی وجہ تسمیہ تو ظاہر ہے کہ اس دن قربانی ہوتی ہے اور اس سے پہلے جائز ہی نہیں ہے اب رہا یہ کہ دوسرے دن کو یوم القر کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ اس عبارت سے معلوم ہوگی جو ابن عبدالبر نے (۳۹۲/۱) اس حدیث کے آخر میں ذکر فرمائی ہے وہ یہ ہے قال : هو يوم يستقر فيه الناس بمنى بظاہر یہ عبارت کسی راوی کی ہے ابن عبدالبر کا روایت کے آخر میں قال هو يوم الخ لکھنا اسی کو مقتضی ہے، اور ظن غالب یہ ہے کہ ثور کا کلام ہے جنھوں نے یوم القر کی شرح فرمائی ہے کہ وہ یوم ثانی ہے تو آگے وجہ تسمیہ بھی بیان فرمادی۔

وقال: محي السنة في شرح السنة: سمى به لأن أهل الموسم يوم التروية وعرفة والنحر في تعب من الحج فإذا كان الغد من يوم النحر قروا بمنى كذا في الطيبي (٤٣٤/٣).

وقال ابن منظور الأفريقي في لسان العرب (٣٩٦/٦) : يوم القر اليوم الذي يلي عيد النحر لأن الناس يقرون في منازلهم. وقيل: لأنهم يقرون بمني عن كراع أی يسكنون ويقيمون.

وقال أبو عبيد: أراد بيوم القر الغد من يوم النحر وهو حادی عشر ذی الحجة سمی يوم القر لأن أهل الموسم يوم التروية ويوم عرفة ويوم النحر في تعب من الحج فإذا كان الغد من يوم النحر قروا بمنى فسمي يوم القر انتهى.

وهكذا ذكره الزبيدي في تاج العروس شرح القاموس ٤٨٧/٣ قال: في الحديث أفضل

الأيام عندالله يوم النحر ثم يوم القر وهو الذى يلى يوم النحر لأنهم يقرون فيه بمنى عن كراع. وقال: غيره لأنهم يقرون في منازلهم.

وقال أبوعبيد: هو حادي عشر إلى آخر ما تقدم في كلام اللسان، وقال القاري في المرقاة (۲۳۷/۳): يوم القر بفتح القاف وتشديد الراء أى يوم القرار بخلاف ما قبله وما بعده من حيث الإنتشار.

وقال بعض الشراح هو اليوم الأول من أيام التشريق سمي بذلک لأن الناس يقرون يومئذ في منازلهم بمنى ولاينفرون عنه بخلاف اليومين الأخيرين انتهى.

ان ساری عبارات سے اس کو یوم القر کہنے کی دو وجہ معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ اس دن حجاج اعمال حج سے فراغت پا کر منی میں قیام کرتے ہیں جب کہ اس سے پہلے یوم الترویہ، یوم عرفہ اور یوم النحر میں اعمال حج میں مشغول ہوتے ہیں؛ کہیں ادھر آرہے ہیں تو کہیں ادھر جارہے ہیں یہی ابوعبید اور محی السنہ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔

ابن عبدالبر نے جو عبارت نقل فرمائی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ اس دن منی میں قرار ہوتا ہے ورنہ اس سے قبل انتشار یعنی آمد ورفت لگی رہتی ہے اور یہی مطلب ابن الاثیر جزری اور صاحب مجمع البحار وغیرہ کی عبارت ''لأنهم يقرون فيه بمنى أى يسكنون ويقيمون'' کا بھی ہوسکتا ہے۔

اور باقی جن حضرات نے ''يقيمون بمنازلهم'' فرمایا ہے اس کا مطلب وہ منازل ہیں جو منی میں عارضی طور پر حجاج خیمہ وغیرہ نصب کر کے بنالیتے ہیں ''وعلى هذا تسقط العبارات كلها على مسقط واحد ولا يكون بينها إختلاف إلا في التعبير''.

دوسری وجہ وہ ہے جو ملا علی قاری نے نقل فرمائی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اس دن منی میں قیام ضروری ہے نفر جائز نہیں ہے اس لئے اس کو یوم القر کہتے ہیں بخلاف باقی بارہ تیرہ تاریخوں کے کہ بارہ میں تو تعجیل کی اجازت ہے اور تیرہ کو تو نفر ہوتا ہی ہے ممکن ہے کہ جس نے ''لأن الناس يقيمون فيه بمنى'' سے تفسیر کی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہو اس صورت میں ابن عبدالبر، ابن الاثیر، صاحب مجمع البحار وغیرہ کے کلام کا مطلب یہ ہو جائے گا (اور یہی اقرب معلوم ہوتا ہے) کہ ان حضرات نے یہی مراد لیا ہے واللہ اعلم۔

بہر حال ان دونوں وجوہ پر غور کرنے سے کہیں بھی قربانی فی یوم الحادی عشر کی نفی ہرگز ہرگز معلوم نہیں ہوتی ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ جب قربانی باقی ہے تو پھر اعمال حج سے قرار کہاں ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال سے فراغ تو ہو ہی جاتا ہے البتہ یہ ایام گنجائش کے ایام ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ یوم اول میں قربانی ہوجائے لیکن اگر اتفاق سے کوئی نہ کرسکا تو اس کے لیے بعد کے ایام میں اجازت ہے بلکہ ایک روایت علامہ سیوطی نے خصائص کبری میں نقل کی ہے جس سے یوم القر میں قربانی ثابت ہوتی ہے قال السیوطی (۲/۳۹) أخرج الطبراني وأبو نعيم والحاكم وصححه عن عبد الله بن قرط قال قدم لرسول الله ﷺ في يوم القر بدنات خمس أو ست فطفقن يزدلفن إليه بأيتهن يبدأ انتهى.

اس کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ یوم القر میں آنحضرت ﷺ نے قربانی فرمائی ہے اگرچہ بندے کو بایں صراحت تو کہیں یہ روایت معلوم نہیں ہے لیکن سوق روایت سے یہ معنی اخذ ہوسکتے ہیں:

وسياق حديث عبدالله بن قرط عن النبي ﷺ قال: "إن أعظم الأيام عندالله يوم النحر ثم يوم القر" قال وقرب لرسول الله ﷺ بدنات خمس أو ست فطفقن يزدلفن إليه بأيتهن يبدأ قال فلما وجبت جنوبها قال فتكلم بكلمة خفية لم أفهمها فقلت ما قال؟ قال: قال من شاء أقطع رواه أبو داود والحاكم والطحاوي في مشكله فذكر قوله وقرب لرسول الله ﷺ بدنات الخ بعد قوله ثم يوم القر، قد يؤخذ منه ما ذكره السيوطي والظاهر أن السيوطي اطلع على بعض الألفاظ التي ورد فيها كما نقله والله اعلم.

بہرصورت اگر مصرح ہوتو کیا کہنا اور اگر نہ ہوتو بھی یہ لفظ نفی پر دال نہیں ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۵۱

إن البلاء والدعاء يتصارمان

سُئلتُ هل ورد في حديث: إن البلاء والدعاء يتصارمان فأجبتُ نعم أخرج الحاكم في المستدرک ۱/۴۹۲ من طريق زكريا بن منظور قال أخبرني عطاف بن خالد عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

"لا يغني حذر من قدر، والدعاء ينفع مما نزل و مما لم ينزل، وإن البلاء لينزل فيتلقاه الدعاء فيعتلجان إلى يوم القيٰمة".

قال الحاكم: صحيح الإسناد، وتعقبه الذهبي فقال: زكريا مجمع على ضعفه.

۵۲

أن تنكح سوداء ولودا خير من أن تنكحها الخ

أخرج عبدالرزاق (١٦١/٦) قال أُخبرت أن رجلا قال: يانبي الله إنَّ لي إبنة عم عاقراً فأردت أن أنكحها. قال: لاتنكحها ثم عاد الثانية والثالثة في مجالس شتىٰ فكل ذلك يقول النبي ﷺ لاتنكحها ثم قال النبي ﷺ : "أن تنكح سوداء ولوداً خير من أن تنكحها حسناء جملاء لا تلد".

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۵۳

إن الدنيا خلقت لكم وإنكم خلقتم للآخرة

سئلت هل لِما إشتهر فى خطب الجمعة من قوله "ألا إن الدنيا خلقت لكم وإنكم خلقتم للآخرة" أصل في المرفوع أو الموقوف أم لا؟ السائل الشيخ أبو الحسن علي الندوي.

فأجبت نعم قال الغزالي في الإحياء في بيان ذم الدنيا وقال ﷺ في بعض خطبه "المؤمن بين مخافتين بين أجل قد مضى لايدري ما الله صانع فيه، وبين أجل قد بقي لايدري ما الله قاض فيه، فليتزود العبد لنفسه من نفسه ومن دنياه لآخرته، ومن حياته لموته،ومن شبابه لهرمه، فإن الدنيا خلقت لكم وإنكم خلقتم للآخرة، والذي نفسي بيده مابعد الموت من مستعتب ولا بعد الدنيا من دار إلا الجنة أوالنار انتهى.

قال الحافظ العراقي في تخريج الإحياء ١٧٧/٣ (٨٦/٨ إتحاف): رواه البيهقي في الشعب من رواية الحسن عن رجل من أصحاب النبي ﷺ وفيه انقطاع انتهى. وقال في موضع آخر ١٥١/٤: أخرجه البيهقي في الشعب من رواية الحسن عن رجل من أصحاب النبي ﷺ وذكره ابن المبارک في الزهد بلاغا وذكره صاحب الفردوس من حديث جابر ولم يخرجه ولده في مسند الفردوس انتهى .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٥٤

إن رسول الله ﷺ كان إذا دهن لحيته بدأ بالعنفقة

سوال : علامہ عزیزی نے مناوی کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تیل لگاتے تو پہلے دونوں آنکھوں پر لگاتے یہ روایت کہاں ہے یعنی من أخرجه۔

(مولوی) محمد عبداللہ دہلوی

جواب: أخرجه الشيرازي في الألقاب عن عائشة بإسناد ضعيف مرفوعاً كان إذا دهن صبّ في راحته اليسرى فبدأ بحاجبيه ثم عينيه ثم رأسه كذا في الجامع الصغير ومنتخب كنز العمال ٧٨/٣، على هامش مسند أحمد .

بندہ محمد یونس غفرلہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

مکرم ومحترم جناب بھائی مولانا محمد یونس صاحب دام مجدہم

بعد سلام مسنون گرامی نامہ ملا جوابات سے مستفید ہوا بہت بہت شکریہ جزاک اللہ فی الدارین البتہ تیسرے سوال کے متعلق عرض ہے کہ میں نے جس حدیث کے متعلق دریافت کیا تھا آپ نے اس کے قریب ایک دوسری حدیث کا ذکر فرمادیا میرا سوال ایک دوسری حدیث کے متعلق ہے السراج المنیر میں مناوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ داڑھی میں تیل لگاتے تھے تو پہلے دونوں آنکھوں پر لگاتے تھے یعنی پھر داڑھی پر لگاتے تھے یہ روایت کہاں ہے؟ مولوی عبداللہ دہلوی

جواب:۔ مکرمی زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث: إذا إدّهن آپ نے خود سوال میں ناقص نقل کی تھی جیسا کہ آپ کے سوال سابق کے الفاظ سے ظاہر ہے اب اس وقت جو روایت آپ نے دریافت فرمائی ہے سر دست وہ مجھے نہیں ملی ہاں ایک روایت داڑھی میں تیل لگانے کی اور وارد ہے فأخرج الطبراني في الأوسط عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ كان إذا إدهن لحيته بدأ بالعنفقة.

وفيه الحكم بن عبدالله بن سعيد الأيلي ضعيف جدا قال أحمد : أحاديثه كلها موضوعة، كذا ذكره الهيثمي (٥/١٧٠).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۵۵

إن رسول الله ﷺ كان يحمد الله بين كل لقمتين يقول مع اللقمة الأولىٰ بسم الله

سوال : مخدومی حضرت استاذی صاحب قبلہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ حضور والا بخیر وعافیت ہوں گے حضرت والا جونپوری دامت برکاتہم کے بموجب ارشاد بعض کتابیں دیکھنے کی توفیق ملی اور اکثر اوقات ادبی کتابوں سے شغف رہا حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم (۲/۳) باب اول کی قسم ثانی میں تحریر فرماتے ہیں: **ويقول مع اللقمة الأولى بسم الله ومع الثانية بسم الله الرحمن ومع الثالثة بسم الله الرحمن الرحيم** ۔ یہ بیان حالت اکل کے آداب کا ہے **القسم الثانی فی آدا ب حالة الأكل** آیا یہ کوئی حدیث ہے؟ یا حدیث سے ماخوذ ہے؟ یا اکابرین کا طریقہ رہا ہے یا دیگر کوئی مصلحت؟

جواب : عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا کارڈ ڈیڑھ ماہ ہوئے آیا تھا۔ مگر احقر مشاغل کی کثرت سے فوری جواب نہ لکھ سکا۔ تمہیں ہماری صحت کی کمزوری کا حال تو معلوم ہے اللہ تعالی ہی کرم فرمائے۔

امام غزالیؒ نے جو لکھا ہے آداب کے طور پر لکھا ہے کسی حدیث سے نقل نہیں کیا ہے حافظ عراقی نے تخریج احیاء العلوم میں اور علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ میں اس پر کوئی کلام نہیں کیا ہے یعنی حدیث کا مضمون نہیں بتلایا ہے لیکن حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ایک حدیث بشر بن الحسین الاصبہانی کے ترجمہ میں ذکر فرمائی ہے جس میں **بين اللقمتين حمد الله** کا ذکر ہے لیکن حدیث واہی الاسناد ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

عيسى بن إبراهيم حدثنا بشر عن الزبير عن أنس أن رسول الله ﷺ كان يحمد الله بين كل لقمتين انتهى.

یہ حدیث ابن عدی نے الکامل (۲/۱۶۳) میں روایت فرمائی ہے۔ **قال ابن عدي: الزبير ثقة وبشر ضعيف أحاديثه سوىٰ نسخة حجاج عنه مستقيمة. وقال ابن حبان: يروى بشر بن الحسين عن**

الزبير نسخة موضوعة شبيهاً بمائة وخمسين حديثاً.

نیز اس حدیث میں وہ مضمون نہیں ہے جو امام غزالیؒ نے لکھا ہے۔ اور امام غزالی نے ابوطالب مکی صاحب قوت القلوب کے اتباع میں لکھا ہے۔

محمد یونس عفی عنہ

٥٦

إن الروح إذا قبض تبعه البصر

سوال: مندرجہ ذیل احادیث کن کن کتب احادیث میں ہیں؟

إن الروح إذا قبض تبعه البصر (درمکتوب حضرت شیخ ازامریکہ)

جواب: أخرجه مسلم ص ٣٠١ وابن ماجة ص ١٠٦ عن أم سلمة قالت دخل رسول الله ﷺ على أبي سلمة وقد شق بصره فأغمزه ثم قال "إن الروح إذا قبض تبعه البصر "الحديث.

وأخرج أحمد (١٢٥/٤) وابن ماجة (ص١٠٦) والحاكم في المستدرک (٣٥٢/١) عن شداد بن أوس قال: قال رسول الله ﷺ: "إذا حضرتم موتاكم فأغمضوا البصر فإن البصر يتبع الروح وقولوا خيراً فإن الملائكة تؤمن على ماقال أهل البيت".

وفي إسناده قزعة بن سويد وفيه مقال وأعله به ابن حبان وقال : إنه كان كثير الخطأ فاحش الوهم حتىٰ كثر ذلک في روايته فسقط الإحتجاج به ولكن صححه تلميذه الحاكم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٥٧

إن شدة الحر من فيح جهنم

سوال- حدیث "فإن شدة الحر من فيح جهنم" سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی کا تعلق جہنم کے سانس سے ہے تو پھر ساری دنیا میں یکساں گرمی پڑنی چاہئے؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفی وآلہ وصحبہ نجوم الھدی أمابعد !

ارشادعالی نبی کریم ﷺ ''**فإن شدۃ الحر من فیح جھنم**'' پرکوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ علماء نے اس حدیث کے دومحمل بتائے ہیں ایک تو یہ کہ یہ ظاہر پرمحمول ہے دوسرا یہ کہ یہ مجاز ہے یعنی گویا کہ یہ شدتِ گرمانارِجہنم ہے، اگر یہ کلام مجاز پرمحمول ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی وغیرہ کی رائے ہے تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے، اورحدیث پاک کی غرض تحریض علی الطاعۃ ہے کہ جب یہ گرمی جوجہنم کی گرمی کے مشابہ ہے برداشت نہیں ہوتی تو جہنم کی گرمی کی کیاانتہاء ہوگی؟ لہٰذااس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔

اوراگرحقیقت پرمحمول ہے جیسا کہ علامہ تورپشتی، قاضی عیاض، امام نووی، اورحافظ ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ تعالی کی رائے ہے تو بھی کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ کسی شئی کا اثر کسی شئ تک پہنچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی مانع نہ ہو چنانچہ یہ عقلی بات ہے کہ کسی دوسری شئ کا وجوداسی وقت ہوگا جبکہ اس کے شرائط واسباب موجود ہوں اور موانع مرتفع ہوں ورنہ اگرایک شخص خمیرہ ابریشم استعمال کرتا ہے مگرساتھ ہی مضرات سے پرہیز نہیں کرتا جوخمیرہ ابریشم کومؤثر ہونے سے مانع ہیں تواس کوکوئی اثرنہیں ہوگا۔

اسی طرح گرمی وسردی کا تعلق سموم جہنم اورزمہریرجہنم سے ضرور ہے مگرحق تعالیٰ نے کرہ ارض کو کچھ اس طرح بنایا ہے کہ کہیں تواس کا اثربشدّت پہنچتا ہے اورکہیں کمی کیساتھ جیسے کہیں نہر جاری ہواورمیلوں جارہی ہواوراس کے اطراف وحوالی کی زمین کہیں زیادہ نم ہواورکہیں کم تو یہ زمین کی وجہ سے ہوگا جہاں کی زمین نرم ہوگی وہاں نمی زیادہ ہوگی اور جہاں زمیں سخت ہوگی وہاں نمی کم ہوگی گونہر ساری جگہوں پر برابر چل رہی ہے تو اسی طرح بہت ممکن ہے کہ سموم وزمہریرجہنم تو سارے عالم میں برابر ہوں مگرخاصہ ارضی کہیں کچھ ہواورکہیں کچھ جس کے مختلف اثرات پڑرہے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس مالک نے سردی وگرمی کا تعلق جہنم سے قائم فرمارکھا ہے بہت ممکن ہے کہ جہنم کا تعلق شمس سے ہواور چونکہ مطلع ومغرب شمس میں فرق ہے اس لئے اس اختلاف کی بناء پرگرمی وسردی میں بھی فرق ہو۔(واللہ اعلم)۔

حررہ العبد محمد یونس

بحکم الاستاذ العلامۃ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

۵۸

إن في البحر شياطين أوثقها سليمان الخ

سوال: إن في البحر شياطين أوثقها سليمان الخ، کی تشریح اوراس کا ثبوت؟

(مقدمہ مسلم شریف ص:۱۰،ازمولانا محمد عاقل صاحب)

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اثر کا مطلب تو ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ شیاطین کو سمندر میں مقید کر رکھا ہے اور کسی زمانے میں انکا خروج ہوگا اس وقت وہ لوگوں کے سامنے بے اصل باتیں پیش کریں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

بظاہر تو یہ بات حضرت عبداللہ بن عمرو نے اسرائیلیات سے لی ہے بہت ممکن ہے کہ اس صحیفۂ یرموکیہ سے منقول ہو جو انھیں یرموک میں اہل کتاب کے صحائف میں سے ملا تھا اور وہ اس سے روایات نقل کرتے تھے اس صحیفہ کا تذکرہ حافظ ابن کثیرؒ نے کئی جگہ اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

وقوله قرآنا يحتمل أن يكون منصوباً على المصدرية بمعنىٰ القراءة، والقرآن مصدر كالقراءة، كما صرح به أهل اللغة فيكون المعنىٰ أن الشياطين تقرأ على الناس قراءة، سواء كان هذا الكتابَ الكريمَ أو غيرَه فتفتنهم وتضلهم بقراءتها وبما يفسرها لهم.

ويحتمل أن يكون مفعولاً به وعلى هذا ففي المراد به إحتمالان الاوّل أن يراد به القرآن العظيم، والثاني أن يراد به شئ كالقرآن فأما على الإحتمال الأول فيكون المعنىٰ أن الشياطين تقرأ على الناس هذا القرآن العظيم وتضلهم بما تفسره لهم بآرائها الباطلة وهذا كما يفعله بعض الوعاظ والقصاص كذلک تفعل الشياطين بعد ظهورها.

وأما على الإحتمال الثاني فيكون المعنىٰ تقرأ على الناس شيئاً كالقرآن وليس بقرآن ولكن تدعيه أنه قرآن لتغر به عوام الناس وقد حكى أن رجلا ظهر في المائة الرابعة عشر وأخرج كتابا فيه مخالفة للمصحف الإمام وادعى أنه القرآن ولكن قطع الله دابره ولم يعرف خبره ولا أثره.

وهذا المعنىٰ هوالذي جزم به النووي فقال (۱/۱۱) : قوله : يوشک أن تخرج فتقرأ

علی الناس قرآنا معناه تقرأ شيئاً ليس بقرآن وتقول إنه قرآن لتغر به عوام الناس فلا يغترون انتهىٰ. وهذا المعنىٰ هو الذى تقتضيه تنكير قوله قرآنا وإلا فلو كان المراد به القرآن العظيم لقال فتقرأ على الناس القرآن.

ثبوت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر اثر کے متعلق ہے تو محل تعجب ہے اس لئے کہ امام مسلم بسند صحیح نقل کررہے ہیں، پھر ثبوت کے مطالبے کا کیا مطلب؟ اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ خروج شیاطین کا ثبوت، تو یہ کہیں بندہ کی نظر سے نہیں گزرا اور اگر مقصد خود تشریح ہی کا ثبوت ہے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے تو ماحضر پیش کردیا گیا واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۵۹

إن الإيمان ليخلق في جوف أحدكم كما يخلق الثوب

سوال:۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی تصنیف فضائل ذکر میں دو احادیث نبوی ﷺ کے تراجم درج فرمائے ہیں مجھے اپنی ایک تصنیف کے سلسلہ میں ان دونوں احادیث کے اصل الفاظ کی ضرورت ہے اگر آپ ازراہ مہربانی ان احادیث کا اصل متن اور پورا حوالہ عنایت فرمادیں تو عین نوازش ہوگی۔

پہلی حدیث کتاب مذکور کے (ص۷۴) پر درج ہے کہ ایمان پرانا ہوجاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہوجاتا ہے اس لئے اللہ جل شانہ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ والسلام احقر محمد عزیز حسن، چوکی حسن خان مرادآباد

جواب:۔ مکرم ومحترم السلام علیکم

ابھی آپ کا خط ملا حدیث پاک کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الإيمان ليخلق في جوف أحدكم كما يخلق الثوب فاسئلوا الله أن يجدّد الإيمان فى قلوبكم".

رواه الطبراني في الكبير والحاكم في المستدرك ٤/١ قال الحاكم: رواته مصريون ثقات وأقره الذهبي وقال الهيثمي في مجمع الزوائد ٥٢/١: إسناده حسن.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٦٠

إن الأنبياء لايتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة الخ

هـذا الحديث أخرجه البيهقي في حيوة الأنبياء من طريق محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عـن ثابت عن أنس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "إن الأنبياء لايتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله تعالىٰ حتى يُنفخ في الصور".

ومـحـمـد أحـد فـقهـاء الكوفة صدوق ولكنه سيء الحفظ قال البيهقي: إن صح بهذا اللفظ فالمراد والله أعلم لا يتركون يصلون إلا هذا المقدار ثم يكونون مصلين فيما بين يدى الله تعالىٰ كذا في فتح البارى ٢٩٦/٧ ووفاء الوفاء ٤٠٥/٢ وغيرهما.

تنبيه: ذكـر الـغزالي ثم الرافعي حديثا مرفوعاً: أنا أكرم على ربي من أن يتركني في قبري بعد ثلث قال الحافظ ابن حجر (٢٩٦/٧): ولاأصل له إلا إن أخذ من رواية ابن أبي ليلى هذه وليس الأخذ بجيد لأن رواية ابن أبي ليلى قابلة للتاويل أى كما تقدم.

وأما الشاهد الذي أشير إليه في السوال:

"إن الأنبيـاء لا يتـركـون فـي قبـورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله حتى يـنـفـخ فـي الـصور" وله شواهد في الصحيح منها قوله عليه الصلوة والسلام: "مررت بموسى وهو قائم يصلي في قبره".

فأخرجه مسلم في الفضائل ٢٦٨/٢ مـن طريق حماد بن سلمة عن ثابت وسليمان التيمي عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : مررت على موسى ليلة أسرى بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى في قبره. بندہ محمد یونس عفی عنہ

٦١

إن لنفسک علیک حقا الخ

سوال: إن لنفسک علیک حقا الخ کا حوالہ؟ خدا کرے آپ ہر طرح بخیر ہوں۔ والسلام

محمد عبداللہ طارق دہلوی

الجواب: حدیث إن لنفسک علیک حقا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بخاری وغیرہ میں مروی ہے، بخاری (ص ١٥٤) پر ہے، إن لنفسک حقاً، اور (ص ٢٦٥) پر ہے إن لنفسک واهلک علیک حقا، مسلم میں (ص ٣٦٦) فإن لعینیک حظاً ولأهلک حظًا ہے اور (ص ٣٦٧) پر ولنفسک حق ہے۔

احقر محمد یونس عفی عنہ ۲۰ رصفر ۱۳۹۴ھ

٦٢

إن الله قبض أرواحكم وردها إليكم حين شاء

سوال: قوله ﷺ في حديث بلال "إن الله قبض أرواحكم وردها إليكم حين شاء".

(درمکتوب شیخ ازامریکہ)

جواب: أخرجه أحمد ٣٠٧/٥ والبخاری (٨٣) وأبو داود (٢٥٦/١) عن أبي قتادة قال: سرنا مع النبي ﷺ فقال بعض القوم لوعرست بنا یا رسول الله ﷺ قال: أخاف أن تناموا من الصلوٰة قال بلال: أنا أوقظكم، فاضطجعوا وأسند بلال ظهره إلى راحلة فغلبته عيناه فنام فاستيقظ النبي ﷺ وقد طلع حاجب الشمس فقال: "یابلال این ما قلت؟" قال: ما ألقيت عليَّ نومة مثلها قط قال "إن الله قبض أرواحكم حين شاء وردها حين شاء یابلال قم فأذن بالناس بالصلوة" فتوضأ فلما ارتفعت الشمس وإبياضّت قام فصلیٰ.

٦٣

إن الله نظيف يحب النظافة

مخدومی ومکرمی جناب حضرت مولانا محمد یونس صاحب محدث مظاہر علوم دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا سے درخواست ہے کہ ان چیزوں کی تحقیق فرما کر ارسال فرمائیں۔

سوال: یہ حدیث کہاں ہے إن الله نظيف يحب النظافة اور اس کا کیا حکم ہے صحیح ہے یا ضعیف؟

الجواب: مخدومنا المحترم دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موجب منت ہوا۔

حدیث: "إن الله نظيف يحب النظافة" أخرجه الترمذي في الأدب ۱۰۳/۲ حدثنا محمد بن بشار نا أبوعامر نا خالد بن الياس عن صالح بن أبي حسان قال سمعت سعيد بن المسيب يقول: إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود فنظفوا – أراه قال – أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود. قال فذكرت ذلک لمهاجربن مسمار فقال حدثنيه عامر بن سعد عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله إلا أنه قال "نظفوا أفنيتكم" هذا حديث غريب وخالد بن إلياس يضعف ويقال خالد بن أياس انتهى.

وعزاه الحافظ ابن حجر فى المطالب العالية ۲۵۷/۲ لأبي يعلى وقال: فيه خالد بن الياس وهو ضعيف وذكره أبوالفضل في تذكرة الموضوعات ص ۱۷ وقال: خالد بن أياس العدوي يروي الموضوعات وقال ابن حبان: يروي الموضوعات عن الثقات حتى يسبق إلى القلب أنه الواضع لها لايكتب حديثه إلاعلى جهة التعجب وهو الذى روى: إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة انتهى، وقال ابن عبد البر ضعيف عند جميعهم.

قلت: وأخرجه الدولابي في الكنى ۱٦/۲ من وجه آخر قال: حدثني محمد بن عبدالله بن مخلد حدثنا داود بن رشيد قال حدثنا أبوالطيب هرون بن محمد قال حدثنا بكير بن مسمار عن عامر بن سعد عن سعد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله نظيف يحب النظافة" الحديث وقال فى آخره: "ولاتشبهوا باليهود تجمع الأكبا في دورها" وأبوالطيب هٰرون بن محمد قال يحيى بن معين: كذاب قال السهيلي في الروض الأنف: والحديث وإن كان معلول السند فإن معناه صحيح اهـ

قلت وأخرج الطبرانى فى الأوسط (٤٠٦٩) من وجه آخر مختصراً قال حدثنا على بن سعيد ثنا زيد بن أخزم ثنا أبوداود الطيالسي ثنا إبراهيم بن سعد عن الزهري عن عامر بن سعد عن أبيه عن النبيﷺ قال: طهروا أفنيتكم فإن اليهود لاتطهر أفنيتها.

قال الطبراني: لم يروه عن الزهري إلا إبراهيم ولاعنه إلا الطيالسي تفرد به زيد قال الهيثمي (۲۸٦/۱) : رجاله رجال الصحيح خلا شيخ الطبراني.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٦٤

إن الله يتجلى لصور كثيرة في الموقف

سوال: إن الله تعالىٰ يتجلى لصور كثيرة في الموقف.

جواب: یہ حدیث متعدد صحابہ سے روایت کی گئی ہے: انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، ابو ہریرۃ، عائشہ وغیرہم۔

انس بن مالک کی حدیث خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۲/ ۳۸۸) میں روایت کی ہے قال أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق حدثنا محمد بن يوسف بن حمدان الهمداني حدثنا محمد بن عبد بن عامر أخبرنا عبد بن حميد الكسي حدثنا عبدالرزاق أخبرنا معمر عن قتادة عن أنس قال: لما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغار، أخذ أبوبكر بغرزه فنظر النبي صلى الله عليه وسلم إلى وجهه فقال: يا أبا بكر! ألا أبشرك؟ قال: بلى. فداك أبي وأمي. فقال: "إن الله يتجلي: يوم القيامة للخَلا ئِق عامةً ويتجلى لك يا أبابكر خاصةً".

قال الخطيب هذا الحديث لا أصل له عند ذوي المعرفة بالنقل فيما نعلمه وقد وضعه محمد بن عبد بن عامر إسناداً و متناً.

حضرت جابر کی حدیث حاکم نے المستدرک (۳/ ۷۸) میں تخریج کی ہے قال:

أخبرنا أحمد بن كامل القاضي ثنا يوسف بن محمد رئيس الخياط ثنا محمد بن خالد الختلي ثنا كثير بن هشام الكلابي ثنا جعفر بن برقان عن محمد بن سوقة عن محمد بن المنكدر عن جابر بن عبدالله رضى الله عنهما قال: كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم إذ جاء ه وفد عبد القيس فتكلم بعضهم بكلام لغا في الكلام فالتفت النبي صلى الله عليه وسلم إلى أبي بكر وقال: يا أبابكر سمعت ما قالوا؟ قال: نعم يا رسول الله وفهمته، قال: فأجبهم قال: فأجابهم أبوبكرؓ بجواب وأجاد في الجواب فقال رسول الله ﷺ: "يا أبا بكر أعطاك الله الرضوان الأكبر" فقال له بعض القوم: وما الرضوان الأكبر يارسول الله؟ قال: "يتجلى لعباده في الآخرة عامةً ويتجلى لأبي بكر خاصة".

وأخرجه أبو نعيم في الحلية من طريق محمد بن خالد الختلي وقال: هذا حديث ثابت

رواه أعلام تفرد به الختلي عن كثير، وقال الذهبي في مختصر المستدرک : تفرد به الختلی وأحسبه وضعه. وأقره الحافظ ابن حجر في اللسان وأخرجه الدارقطنی وابن عدي والخطيب ۱۹/۱۲ من وجه آخر.

وفيه علی بن عبدة التميمي أبوالحسن المكتب، وقيل في إسمه: علی بن الحسن المكتب وقيل: إنما هو علی أبوالحسن واسم أبيه عبدة.

قال ابن عدي والخطيب: هذا باطل. وقال الذهبي في الميزان: هذا أقطع بأنه من وضع هذا الشيخ وله طرق أخری لا يخلو واحد منها عن علة قادحة.

اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں روایت کی ہے: بنحو حديث أنس وفيه أحمد بن محمد بن عمر بن يونس اليمامي كذبه أبوحاتم وابن صاعد وقال الدار قطني: ضعيف وقال مرة: متروک وذكر الذهبي هذا الحديث في ترجمته في الميزان.

اور حضرت عائشہ کی حدیث ابوعبداللہ بن بطۃ نے روایت کی ہے بطريق عبدالله بن واقد.

حدثنا ابن جريج عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشةؓ أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لابی بكر : "ألا أبشرک برضوان الأكبر"؟ قال: بلی يا رسول الله. قال: "إن الله يتجلی للناس عامة ويتجلی لک خاصة".

وعبدالله بن واقد هو أبوقتادة الحراني قال البخاري: سكتوا عنه، وقال أيضاً: تركوه. وقال أبوزرعة والدار قطني: ضعيف وقال أبوحاتم: ذهب حديثه وقال الجوزجانی: متروک.

واختلفت الروايات عن يحيی بن معين فقال في رواية عبدالله بن أحمد : ليس بشيء وكذا روي الدولابي عن عباس الدوری عن يحییٰ بن معين. وروی ابن جوصا عن عباس عن يحییٰ ثقة. وقال مرة: ليس به بأس كثير الغلط.

وقال أحمد بن حنبل: كان أبوقتادة يتحری الصدق رأيته يشبه أصحاب الحديث. وقال في موضع آخر: ما به بأس رجل صالح يشبه أهل النسک وربما اخطأ.

وقال ابن حبان: كان أبوقتادة من عباد الجزيرة فغفل عن الإتقان فوقعت المناكير في أخباره فلا يجوز أن يحتج بخبره ثم ذكر بعض مناكيره، فالحاصل أن الرجل صدوق ولكنه يخطیءُ كثيراً فالحديث لا يعتمد عليه من أجل خطأه.

اس حدیث کے اور بھی طرق ہیں ابن الجوزی نے ان تمام طرق کو کتاب الموضوعات میں ص ۳۰۴ سے

۳۰۸ تک مع تنقید کے ذکر فرمایا ہے ابن عراق الکنانی نے تنزیہ الشریعہ ۱/۳۷۲ میں حضرت عائشہ کے طریق کو حسن قرار دیا ہے۔

لیکن یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں (۱) حسن لذاتہ (۲) حسن لغیرہ۔ حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس میں حدیث صحیح لذاتہ کی تمام شرائط موجود ہوں صرف ضبط میں کمی ہو اور حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کا راوی عادل تام الضبط ہو سند متصل ہو معلول اور شاذ نہ ہو۔

قال الحافظ ابن حجر في نخبة الفكر: وخبر الآحاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غير معلل ولا شاذ هو الصحيح لذاته فإن خف الضبط فالحسن لذاته انتهى مختصراً.

اور حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کی سند ضعیف ہو لیکن دوسری اسانید وطرق سے مروی ہو جس کے ملانے سے قوت پیدا ہو جائے اور سند ضعف سے درجۂ حسن کو پہنچ جائے۔

حدیث مذکور حسن لذاتہ تو اس لئے نہیں ہے کہ اس کا راوی صرف خفیف الضبط ہی نہیں ہے بلکہ کثیر الغلط بھی ہے **کما تقدم عن ابن معین** اور ایسا شخص **سیئ الحفظ والضبط** ہوتا ہے، اور حسن لغیرہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ ماقبل کے تمام طرق معلول ہیں ائمۂ فن نے ان کے بطلان کا حکم لگایا ہے۔

اس مضمون کے لکھنے کے بعد جو دیکھا تو حدیث السؤال اور ہے اس کو تلاش بھی کیا لیکن بایں لفظ اب تک کہیں نہیں ملی البتہ بخاری ومسلم کی بعض احادیث سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ابوسعید خدری کی شفاعت کی طویل حدیث میں بخاری میں ۲/ ۱۱۰۷ میں ہے۔

"فيأتيهم الجبار في صورة غير صورته التي رأوه فيها أول مرة".

اور مسلم ص ۱۰۲ کی روایت میں اسی حدیث میں ایک مضمون کے بعد یہ لفظ وارد ہے:

"اتاهم رب العالمين في أدنى صورة من التي رأوه فيها".

اس کے بعد تجلی ساق اور سجود مومنین مخلصین ذکر کرنے کے بعد یہ عبارت ہے۔

"ثم يرفعون رؤوسهم وقد تحول في صورته التي رأوه فيها أول مرة فقال: أنا ربكم".

اس حدیث سے موقف میں حق تعالیٰ کی تین تجلیات کا پتہ چلتا ہے اور بخاری شریف میں ۲/ ۱۱۰۶ ابوہریرہ کی روایت میں شفاعت کی طویل حدیث میں:

"فيأتيهم الله عزوجل فيقول: أنا ربكم فيقولون: هذا مكاننا حتى يأتينا ربنا فإذا جاء ربنا عرفناه فيأتيهم الله في صورته التي يعرفون".

آیا ہے اور اسی حدیث میں مسلم شریف میں (۱/۱۰۰):

"فيأتيهم الله في صورة غير صورته التي يعرفون فيقول: أنا ربكم. فيقولون: نعوذ بالله منك هذا مكاننا حتى يأتينا ربنا فإذا جاء ربنا عرفناه فيأتيهم الله في صورته التي يعرفون فيقول: أنا ربكم فيقولون: أنت ربنا". (الحديث).

وارد ہوا ہے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

٦٥

إن الله يدعوا الناس يوم القيامة بأمهاتهم

سوال: مکرمی السلام علیکم

کیا قیامت میں لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائیگا؟ اس کے حوالہ کی ضرورت ہے۔

مفتی یحییٰ صاحب

جواب: مکرم محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قال الطبراني في الكبير: حدثنا الحسن بن علوية حدثنا إسمعيل بن عيسى القطان حدثنا ابن بشر أبو حذيفة حدثنا ابن جريج عن ابن أبي مليكة عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: "إن الله يدعو الناس يوم القيامة بأمهاتهم سترا منه على عباده".

قلت: ولكن إسحق بن بشر أبوحذيفة كذاب وضاع. قال ابن الجوزي في الموضوعات: أجمعوا على أنه كذاب. قلت: كذبه ابن المديني وابن أبي شيبة والدارقطني.

وفي الباب عن أنس مرفوعاً أخرجه ابن عدي: حدثنا محمد بن محمد الجهني حدثنا على بن بشر بن هلال حدثنا إسحق بن إبراهيم الطبري حدثنا مروان الفزاري عن حميد الطويل عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: "يدعى الناس يوم القيامة بأمهاتهم ستراً من الله عليهم".

قال ابن عدى: إسحق بن إبراهيم منكر الحديث وهذا حديث منكر وأورده ابن الجوزى في الموضوعات وأعَلَّه بهذا الرجل.

قلت: وهكذا قال الدارقطنى: منكر الحديث. قال ابن حبان: منكر الحديث جدايأتى عن الثقات بالموضوعات ولا يحل كتب حديثه إلا على جهة التعجب، ثم ذكر له أحاديث واهية.

قلت: وقد ثبت ما يعارضه وهو ما رواه أبوداؤد (٥/٢٦٧) وأحمد والدار قطنی ص: ٢٦١ بسند جيد كما قال النووي في الأذكار عن أبي الدرداء رفعه: "إنكم تُدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فحسنوا أسمائكم".

وفي صحيح البخاري ص: ٩١٢: "إن الغادر ينصب له لواء يوم القيامة فيقال: هذه غدرة ابن فلان بن فلان". والله أعلم.

محمد یونس ۲۲ محرم ۱۳۹۲ھ

٦٦

إن الله يريد العذاب الخ

مکرمی جناب مولانا صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے دیگر عرض یہ کہ مندرجہ ذیل احادیث کا ثبوت کتب احادیث سے ثابت ہے؟ برائے کرم جواب دیکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

سوال: إن الله يريد العذاب بأهل الأرض فإذا سمع تعليم الصبيان (القرآن) صرف عنهم العذاب (الحديث).

جواب: حدیث إن الله يريد العذاب مجھے کہیں نہیں ملی۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٦٧

إن الله تعالى ينظر إلى وجه الشيخ الخ

سوال: إن الله تعالىٰ ينظر إلى وجه الشيخ صباحا ومساءاً ويقول: عبدي قد كبرسنک ورق جلدک ودق عظمک واقترب أجلک وحان قدومک إليَّ فأستحيي من شيبتک أن أعذبک في النار.

جواب: یہ حدیث بھی اب تک نہیں مل سکی۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٦٨

إن النوائح يجعلن يوم القيامة صفين في جهنم الخ

سوال: عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ : "إن النوائح يجعلن يوم القيامة صفين في جهنم صف عن يمينه وصف عن يساره فينبحن على أهل النار كما تنبح الكلاب" کہاں ہے؟

جواب : أخرجه الطبراني في الأوسط من طريق سليمان بن داود اليمامى عن يحيٰ بن أبي كثير عن أبي سلمة عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ : "إن النوائح يجعلن يوم القيامة صفين في جهنم صف عن يمينهم وصف عن يسارهم فينبحن على أهل النار كما تنبح الكلاب".

قال الهيثمى (١٤/٣): سليمان ابن داؤد اليمامي ضعيف. قلت: بل ساقط. قال ابن معين: ليس بشيء. وقال أبوحاتم: ضعيف الحديث منكر الحديث لا أعلم له حديثا صحيحاً. وقال البخاري: منكر الحديث. ونقل ابن القطان أن البخاري قال: كل من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه.

ولذا لما ذكره المنذري في الترغيب (٢٨٤/٢) فقال: رُوى عن أبي هريرة وقال في آخره رواه الطبراني في الأوسط ولم يتكلم فيه وغايرأسلوبه في ذكر الحديث بلفظ "عن فلان" بدون لفظ "روي" ثم ذكر مخرج الحديث.

ثم الكلام عليه بالتصحيح والتحسين إن كان الحديث عن غير الصحيحين فإنه يفعل كذلک إذا كان في الإسناد من قيل فيه كذاب أووضاع أومتهم بالكذب أومجمع على تركه أوضعفه أو ذاهب الحديث أوهالک أوساقط أوليس بشيئٍ أوضعيف جداً أوضعيف فقط و لم ير فيه توثيقا بحيث يتطرق إليه احتمال التحسين كما قال في أول الترغيب و قال: فيكون للإسناد الضعيف دلالتان: تصديره بلفظ "رُوِي" و إهمال الكلام في آخره و هذا الحديث ذكره الذهبي في منكرات سليمان بن داود.

محمد یونس

٦٩

إنما بعثت معلماً یا إنما أنا بعثت معلماً

سوال: حدیث کا لفظ إنما بعثت معلماً ہے یا إنما أنا بعثتُ معلماً۔

جواب: حدیث کا لفظ إنما بعثت معلماً ہے کذا فی الزہد لابن المبارک ص:۴۸۸ وابن ماجۃ ص:۲۱ والدارمی ۱/۱۰۰، من حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، مشکوۃ میں ص:۳۶ پر ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۲۲/۱۱/۴ھ

٧٠

إنما ولدت بزمن الملک العادل

إنما وُلدت بزمن الملک العادل یا إنما وُلدت بعهد الملک العادل یہ حدیث زباں زد ہے متعدد لوگوں نے اپنی کتابوں میں بلا سند وُلدت في زمن الملک العادل کے الفاظ سے نقل کی ہے بعض جگہ ولدت کے بجائے بعثت آیا ہے بوستاں کے حاشیہ پر أنا وُلدت في زمان الملک العادل آیا ہے، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ (۳/۴) میں لکھا ہے:

قال ﷺ في تاریخ میلاده عن کسري وهو من جملة النواب الملوک قال: ولدت في زمان الملک العادل لیکن محدثین کے نزدیک کوئی لفظ بھی ثابت نہیں:

قال الصغاني: حدیث وُلدت في زمن ملک عادل موضوع. وقال علی القاري في الموضوعات: ولدت في زمن الملک العادل، قال السخاوی: لا أصل له، وقال الزرکشي: کذب باطل. وقال السیوطي: قال البیهقي في شعب الإیمان: تکلم شیخنا أبو عبد الله الحافظ ببطلان مایرویه بعض الجهلاء عن نبینا ﷺ وُلدت في زمن الملک العادل یعنی نوشیرواں انتهی.

وقال أبوسعد ابن السمعاني الحافظ: سمعت أبا أحمد السنجي بمرو یقول: سمعت أبا عبد الله محمد بن عبد الواحد الحافظ یقول: سمعت الزکي أبا عبد الله إسمعیل بن عبد الغافر الفارسي یقول: سمعت محمد بن عبد الواحد الأصبهاني قال یحکی أن القاضي أبا بکر الحیري

حكى له شيخ من الصالحين أنه رأى النبي ﷺ في المنام قال فقلت له: يا رسول الله بلغني أنك قلت: ولدت في زمن الملك العادل وإني سألت الحاكم أبا عبد الله الحافظ عن هذا فقال: هذا كذب ولم يقله رسول الله ﷺ فقال النبي: صدق أبوعبدالله .انتهى.

وحكى هذه الحكاية الحافظ أبوالقاسم بن عساكر في تبيين كذب المفتري (ص ٢٣٠) عن أبي حازم العبدوي الحافظ أنه حكاها عن القاضى أبي بكر الحيرى وكذا نقل التاج السبكي في طبقاته (٣/ ٦٦) عن أبي حازم فهؤلاء الأئمة الحاكم ومن تبعه كالبيهقي وأبي حازم العبدوي والقاضي أبي بكر الحيري ومحمد بن عبد الواحد الأصبهاني وإسماعيل بن عبد الغافر ومحمد بن عبد الواحد الحافظ وأبي أحمد السنجى وأبي القاسم ابن عساكر وأبي سعد السمعاني اتفقوا على كذب هٰذا الحديث وبطلانه.

وقد يروي عن بعض الأئمة مايقتضي ثبوته فقد قال الحافظ ابن رجب في ذيل طبقات ابن أبي يعلى في ترجمة أبي عمر بن قدامة الحنبلي (٤/٥٧): قال أبو المظفر – يعني السبط ابن الجوزي: كراماته كثيرة وفضائله غزيرة فمنها أني صليت يوم جمعة بجامع الجبل في أول سنة ست وستمائة والشيخ عبد الله البوتاني إلى جانبى فلما كان آخر الخطبة وأبوعمر يخطب نهض الشيخ عبد الله مسرعا وصعد إلى مغارة قريبة وكان نازلاً بها فظننت أنه احتاج إلى الوضوء أوآلمه شئ فلمّا صليت الجمعة صعدت وراءه وقلت: له خير، ما الذي أصابك؟ فقال: هذا أبوعمر ماتحل خلفه صلوة. قلت: ولم؟ قال : لأنه يقول على المنبر مالا يصلح. قلت: وما الذي يقول؟ قال: الملك العادل وهو ظالم فما يصدق.

وكان أبوعمر يقول في آخر الخطبة: اللّٰهم أصلح عبدك الملك العادل سيف الدين أبابكر بن أيوب فقلت له: إذا كانت الصلوة خلف أبي عمر لا تصح فيا ليت شعري خلف من تصح وبينا نحن في الحديث.

وإذا بالشيخ أبي عمر قد دخل ومعه مئزر فسلم وحل المئزر وفيه رغيف وخيارتان فكسر الجميع وقال بسم الله الصلوة (كذا في الأصل) ثم قال ابتداءً: قد جاء في الحديث أن النبي ﷺ قال: ولدت في زمن الملك العادل كسري فنظر إلىّ الشيخ عبدالله وتبسم وَمَدَّيَدَهُ فأكل وقام أبو عمر فنزل فقال الشيخ عبد الله : ماذا ؟ إلا رجل صالح انتهى.

وقد نقل الحافظ ابن كثير هذه الحكاية في البداية والنهاية (١٣/٦٠) ولفظ الحديث في حكايته: بُعثت في زمن الملك العادل كسرى. قال ابن كثير هذا الحديث الذي احتج به الشيخ أبو عمر لا أصل له وليس هو في شئ من الكتب المشهورة وعجباً له ولأبي المظفر ثم لأبي شامة في قبول مثل هذا وأخذه منه مسلماً إليه فيه انتهى.

وقال السخاوي في المقاصد (ص ٤٥٤): هذا لايصح لانقطاع سنده، وإن صح فلعل الناقل للحكاية لم يضبط لفظ الشيخ وإن ضبط الحكاية قلت: والذي يظهر أن الشيخ أبا عمرظن لاشتهاره ثبوته فحكاه ووهم في ذلک.

قال الحليمي في الشعب: إن هذا الحديث لا يصح وإن صح فإطلاق العادل عليه لتعريفه بالإسم الذي كان يدعى به لالوصفه بالعدل والشهادة له بذلک وبناء على اعتقاد المعتقدين فيه أنه كان عدلاً كما قال تعالىٰ: "فما أغنت عنهم آلهتهم" أى ماكان عندهم آلهة ولا يجوز أن يسمى رسول الله ﷺ من يحكم بغير حكم الله عادلاً انتهى.

محمد یونس عفی عنہ شب ۱۲/ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

۷۱

إنها خلقت من ضلع آدم

سوال: قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہے:

انها خلقت من ضلع آدم.

اور فرماتے ہیں متفق علیہ، لفظ آدم کا اضافہ بخاری ومسلم میں کہاں ہے؟

الجواب: بسم الله الرحمن الرحيم بندہ کو کتب ستہ ومسانید مثل مسند احمد وطیالسی وحمیدی وشافعی ومعجم صغیر للطبرانی وغیرہ میں یہ لفظ معلوم نہیں ہے البتہ حضرت امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے: قوله ﷺ: إن المرءة خُلقت من ضلع فيه دليل لما يقوله الفقهاء او بعضهم أن حوا خلقت من ضلع آدم قال الله تعالى "خلقكم من نفس واحدة و خلق منها زوجها" و بين النبي ﷺ أنها خلقت من ضلع انتهى.

مفسرین نے عامۃً یہ تصریح کی ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کے ضلع ایسر سے پیدا کیا گیا ہے حتی کہ حافظ ابن کثیر نے بھی تفسیر سورہ نساء میں لکھا ہے اس کے بعد حضرت ابن عباس کا ایک اثر بحوالہ ابن ابی حاتم لکھا ہے جو اس کا مؤید ہے لیکن اس اثر میں لفظ آدم کی تصریح نہیں البتہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

قوله: كأنّهُنَّ خُلِقنَ من ضلع كأن فيه إشارة إلى ما أخرجه ابن إسحاق في المبتدأ عن ابن عباس أن حوا خلقت من ضلع آدم الأقصر الأيسرو هو نائم كذا أخرجه ابن أبي حاتم و غيره من حديث مجاهد انتهى.

لیکن یہ بھی ایک اثر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے سنا ہوگا اگر چہ احتمال أخذ من الإسرائيليات قائم ہے واللہ اعلم۔ محمد یونس عفی عنہ

۷۲

إني لأراكم من وراء ظهري

حافظ ابن حجر کا ایک سہو

محترمی زید مجدکم السلام علیکم

ایک علمی اشکال جس کا تعلق حدیث پر دقت نظر اور وسعت مطالعہ سے ہے پیش خدمت ہے جواب باصواب جلد ہی عنایت فرمائیں اشد ضرورت ہے۔

بخاری (ص۵۹) پر باب **عظة الإمام الناس في إتمام الصلوة وذكر القبلة** کے تحت ایک حدیث مذکور ہے: **قال هل ترون قبلتي ههنا فوالله مايخفى على خشوعكم ولاركوعكم إني لأراكم من وراء ظهري** ۔علامہ ابن حجر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے (۱/۳۴۷) پر باب علامات النبوت کا حوالہ دیا اور علامہ عینی نے یہی حوالہ (۱/۳۳۳) پر دیا ہے لیکن بخاری کی طرف مراجعت کرنے سے باب علامات النبوت کے تحت حدیث بالا مذکور نہیں ملی اسی طرح **كما أراكم** کے بعد **من أمامي** نکال کر تحریر فرمایا **وصرح به في رواية أخرى كما سياتي** یہ دوسری روایت آئندہ صفحات پر نہ مل سکی نیز آئندہ ایسے علمی اشکالات کے لئے کوئی بات بار خاطر نہ ہو تو آپ کی ذرہ نوازی وکرم فرمائی اور بے حد افضال وعنایات کا معاملہ سمجھا جائیگا۔ فقط والسلام (مولانا) احتشام احمد

مہتمم مدرسہ رحیمیہ مدینۃ العلوم جامع مسجد قاضی پاڑہ بجنور

www.alislahonline.com

جواب۔ عزیزم مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ وعلیکم ورحمۃ اللہ

تمہارا خط پہنچا لیکن میری طبیعت آج کل خراب چل رہی ہے اس لئے زیادہ تتبع کی ہمت نہیں ہے حافظ ابن حجرؒ کو حوالہ میں سہو واقع ہو گیا ہے، امام بخاری نے باب مذکور میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں اوّل حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث اور ثانی حضرت انسؓ کی حدیث حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث بخاری شریف میں صرف دو جگہ ہے اوّلاً تو اس باب میں اور ثانی باب الخشوع في الصلوة میں (ص۱۰۲)۔

صرف انہیں دو جگہوں کا حوالہ علامہ عینی نے عنوان: ذكر تعدد موضعه ومن أخرجه غيره کے تحت اجمالاً دیا ہے فرماتے ہیں:

أخرجه البخاري أيضاً هٰهنا عن إسماعيل عن مالک وأخرجه مسلم أيضاً في الصلوة عن قتيبة عن مالک.اھ.

ھھنا سے مراد کتاب الصلوۃ ہے۔

یہاں پر تو امام بخاری نے بطریق عبداللہ بن یوسف عن مالک تخریج کی ہے اور باب الخشوع میں بطریق اسماعیل بن ابی اویس عن مالک کی ہے اور صرف انہیں دو جگہوں کا حوالہ اصحاب الاطراف نے دیا ہے:

قال النابلسي في ذخائر المواريث(٤/١٠٥) :

حديث هل ترون قبلتي ههنا فوالله ما يخفي على ركوعكم ولا سجودكم إني لأراكم من وراء ظهري (خ) في الصلوة عن عبد الله بن يوسف وعن إسماعيل (م) فيه عن قتيبه (ط) في الصلوة عن أبي الزناد.اهـ.

(خ) بخاری کی علامت ہے اور "م" مسلم کی اور "ط" موطا امام مالک کی۔

حضرت انس بن مالک کی حدیث بخاری میں صرف تین جگہ ہے۔ اول تو اسی باب میں:

حدثنا يحيى بن صالح قال حدثنا فليح بن سليمان عن هلال بن على عن أنس بن مالک قال صلى بنا النبي ﷺ صلوة ثم رقى المنبر فقال في الصلوة وفي الركوع: إني لأراكم من ورائي كما أراكم.

اور دوسری جگہ باب الخشوع (ص۱۰۲) میں:

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر قال حدثنا شعبة قال سمعت قتادة عن أنس بن مالک عن النبي ﷺ قال: "أقيموا الركوع والسجود فوالله إني لأراكم من بعدي – وربما قال – من بعد ظهري إذا ركعتم وإذا سجدتم" وهذا الحديث أخرجه مسلم عن محمد بن المثنى ومحمد

بن بشار عن غند ربه.

اورتیسری جگہ کتاب الأیمان والنذور (ص۹۸۳) باب کیف کان یمین النبي ﷺ میں حدثنا إسحاق قال أخبرنا حبان قال ثنا همام قال ثنا قتادة حدثنا أنس بن مالک أنه سمع النبي ﷺ یقول: "أتِمُّوا الرکوع والسجود فوالذي نفسي بیده إني لأراکم من بعد ظهري إذا ما رکعتم وإذا ما سجدتم".

اورحدیث اول یعنی یحییٰ بن صالح کی طریق والی روایت کے بارے میں المزی اطراف (۱/۴۲۳) میں لکھتے ہیں:

أخرجه البخاری في الصلوة عن یحیي بن صالح وعن محمد بن سنان کلاهما عن فلیح بن سلیمان وفي الرقاق عن إبراهیم بن المنذر عن محمد بن فلیح عن أبیه.

اورعلامہ عینی نے بھی حافظ مزی کی اتباع میں یہی لکھ دیا لیکن محمد بن سنان اورابراہیم بن المنذر کے الفاظ اس لفظ مذکور سے الگ ہیں محمد بن سنان کا لفظ یہ ہے:

عن أنس بن مالک قال: صلی لنا النبي ﷺ ثم رقي المنبر فأشار بیدیه قبل قبلة المسجد ثم قال: لقد رأیت الآن منذ صلیت لکم الصلوة الجنة والنار ممثلتین في قبلة هذا الجدار فلم أر کالیوم في الخیر والشر ثلاثاً.

اوراس کے قریب ہی کتاب الرقاق کا لفظ ہے اور بظاہر یہ حدیث اور ہے اسی لئے حافظ خلف واسطی نے اس کو اپنے اطراف میں الگ ذکر فرمایا ہے اور لفظ اول کو الگ جیسا کہ خود حافظ مزی نے حاشیہ اطراف میں لکھا ہے:

قال الحافظ ابن حجر في النکات الظراف: الذي یظهر أن الصواب معه ای مع خلف لاشتمال کل من السیاقین علی مالم یشتمله الآخر.

لیکن صحیح مسلم کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی حدیث کے دو الگ الگ ٹکڑے ہیں واللہ اعلم "أمامي" کا لفظ بھی سردست بخاری میں نہیں ملا مسلم میں فإني أراکم أمامی ومن خلفي وارد ہے۔

محمد یونس عفی عنہ

۷/ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

۷۳

أوتيت علم الأولين والآخرين
یا
عُلمت علم الأولين والآخرين

سوال:أُوتيت علم الاولين والآخرين يا عُلمت علم الاولين والآخرين أو كما قال ۔یہ حدیث کہاں ہے؟

جواب: کسی حدیث میں اب تک أُوتيت علم الأولين والآخرين يا عُلمت علم الأولين والآخرين نظر نہیں پڑا۔علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ ۲/۱۹۳ میں ایک باب منعقد فرمایا ہے:

إختصاصه صلى الله عليه وسلم بالنصر بالرعب مسيرة شهر وايتائه جوامع الكلم وعلم كل شئ إلا الخمس الخ:

اوراس کے تحت جہاں اور حدیثیں جزءاول کے موافق ذکر فرمائی ہیں وہیں ایک حدیث جزءاخیر کے متعلق ذکر کی ہے۔

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أوتيت مفاتيح كل شيء الا الخمس إن الله عنده علم الساعة الآية أخرجه أحمد والطبراني بسند صحيح.

اسی مضمون کی ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے بحوالہ مسند احمد ومسند ابی یعلی نقل کی ہے۔ مسند احمد ۵/۲۴۳ میں حضرت معاذ کی ایک حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ:

فإذا أنا بربّي تبارك وتعالىٰ في أحسن صورة فقال: يا محمد قلت: لبيك ربي. قال: فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت: لا أدري. قالها ثلاثا قال: فرأيته وضع كفه بين كتفيّ حتى وجدت برد أنامله بين ثديّ فتجلى لي كل شئ وعرفت (الحديث)۔

ترمذی شریف ۲/۱۵۶، میں اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے،اس کے الفاظ فعُلمت ما بين المشرق والمغرب ہیں اور دارمی ص:۳۷۴ میں یہی روایت عبدالرحمٰن بن عائش سے

نقل کی گئی ہے اس میں فعَلمت ما في السموٰت والأرض ہے۔

تنبیہ: ان روایات سے بعض ناواقفوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے ابن عمر وابن مسعود کی روایات میں پانچ کا استثناء وارد ہے اور معاذ بن جبل اور عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمٰن بن عایش کی روایتوں میں ان امور کا علم مراد ہے جن کی امت کو ضرورت ہے ورنہ تو آپ کی امت کو بھی عالم غیب تسلیم کرنا پڑے گا۔

علامہ سیوطی نے خصائص الکبریٰ ۱/ ۲۱۶ میں ایک مستقل باب اختصاصه ﷺ بأن أمته أوتيت العلم الأول والعلم الآخر قائم کیا ہے۔

ابونعیم اصبہانی نے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس کی طرف جواب اول میں اشارہ کیا جاچکا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا يارب إني أجد في الألواح أمة يؤتون العلم الأول والعلم الآخر.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٧٤

أوصاني خليلي باربع كلمات الخ

سوال: بھوپال کے ایک مشہور شاعر نے احادیث کے ایک اہم ذخیرہ کو منظوم کیا تھا بعد میں انہوں نے ان احادیث کا مقام روایت ودرایت کے اعتبار سے معلوم کرنے کی ضرورت محسوس کی اکثر روایات مل گئیں۔ چند روایات نہیں مل سکیں ان کی نشاندہی فرما کر ممنون فرمائیں۔

قال أبوذر: أوصاني خليلي بأربع كلمات هن أحب إلى من الدنيا و مافيها قال: يا أباذر أحكم السفينة فإن البحر عميق، واستكثر الزاد فإن السفر طويل، وخفف ظهرك فإن العقبة كئود وأخلص العمل فإن الناقد بصير.

جواب: یہ روایت اب تک باوجود تلاش بسیار کے نہیں ملی۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۷۵

أوّل ماخلق اللہ نوری

سوال: حديث "أول ما خلق الله نوري" هذا حديث مشهور على ألسنة العوام يذكره القصاص والوعاظ وقد ذكره على القاري في المرقاة ولم يذكر من خرجه.

وذكر القسطلاني في المواهب حديث جابر بن عبد الله قال: قلت: يارسول الله بأبي أنت وأمي أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء قال: "ياجابر إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيک من نوره" فذكر حديثا طويلا وعزاه لعبد الرزاق.

وركاكة لفظه تدل على أنه موضوع وإن سلمه القسطلاني والزرقاني وذهبا يؤولان ماورد في الأخبار الأخر في أشياء أخرى أنها أول المخلوقات.

وذكر في العرف الشذي أن حديث أولية النور أرجح من حديث أول ما خلق الله القلم الذي خرجه الترمذي وغيره وهو غير مسلم.

وقد كنت أتقاعد عن حكم الوضع حتى وقفت على التعليقات الحافلة للشيخ عبد الفتاح فقد صرح فيها بكون الحديث موضوعاً والعلم عند الله . بندہ محمد یونس عفی عنہ

حدیث أوّل ما خلق الله نوري کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ایک حدیث بحوالہ عبدالرزاق حضرت جابر سے نقل کی ہے جس میں یاجابر أول ماخلق الله نور نبیک ہے اس کی سند باوجود تتبع بلیغ کے نہیں ملی الفاظ کی بندش یہ بتاتی ہے کہ موضوع ہے قسطلانی کے اعتماد پر بہت سے لوگ نقل کرتے ہیں لیکن قسطلانی ناقدین حدیث میں نہیں ہیں اور اگر بالفرض ہوتے تو بھی دوسروں کو اختلاف کی گنجائش ہوتی۔

۷۶

أول ماخلق الله نوري

سوال: قال رسول الله ﷺ : أول ما خلق الله نوري یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:- یہ حدیث ملاعلی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ۱/۱٤۰،اور شیخ نجم الدین نے جیسا کہ علامہ زبیدی نے اتحاف ۱/٤٥۳ میں نقل کیا ہے بے سند نقل کی ہے لیکن کتب حدیث میں ہماری معلومات میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں یہ مضمون وارد ہے۔قسطلانی فرماتے ہیں:

روی عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله قال قلت: یا رسول الله بأبی أنت وأمی أخبرنی عن أول شیء خلقه الله تعالی قبل الأشیاء. قال: "یاجابر إن الله تعالیٰ قد خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نوره فجعل ذلک النوریدور بالقدرة حیث شاء الله ولم یکن في ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولانار ولاملک ولاسماء ولا أرض ولا شمس ولا قمر ولاجنی ولا إنسي فلما أراد الله أن یخلق الخلق قسم ذلک النور أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول القلم ومن الثاني اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء فخلق من الأول حملة العرش ومن الثاني الکرسي ومن الثالث باقي الملائکة ثم قسم الرابع أربعة أجزاء فخلق من الأول السموات ومن الثاني الأرضین ومن الثالث الجنة والنارثم قسم الرابع أربعة أجزاء فخلق من الأول نور أبصار المومنین ومن الثاني نور قلوبهم ومن الثالث نور إنسهم لا إله إلا الله محمد رسول الله الحدیث انتهی۔

اتنی ہی حدیث قسطلانی نے ذکر کی ہے اوراس کے شارح علامہ زرقانی نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا ہے یعنی حدیث مکمل نہیں کی اور نہ ہی اس کی سند کے متعلق کچھ لکھا ہے،الفاظ کی ترتیب سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی نے التعلیقات الحافلة علی الاجوبة الفاضلة میں (ص۱۲۹) پر اپنے شیخ علامۃ احمد بن الصدیق الغماری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے المغیر علی الأحادیث الموضوعة في الجامع الصغیر کے مقدمہ میں اس کے وضع کا حکم لگایا ہے فرماتے ہیں:

وهو حدیث موضوع تقع في ورقتین بالقطع الکبیر مشتملة علی ألفاظ رکیکة ومعاني منکرة ۔

اور دوسری روایات معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول المخلوقات دوسری اشیاء ہیں حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث میں مسند احمد وترمذی وغیرہ میں إن أول ماخلق الله القلم وارد ہوا ہے،امام احمد،ابن جریر طبری،ابن الجوزی وغیرہ اسی روایت کی بنا پر أول المخلوقات قلم کو مانتے ہیں۔

ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ عرش قلم سے بھی پہلے پیدا کیا گیا حافظ ابوالعلاء الہمدانی نے یہ قول جمہور سے نقل کیا ہے۔

حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں صحیحین میں کان الله ولم یکن شیء غیره وکان عرشه علی الماء وارد ہے اور مسند احمد وترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں خلق عرشه علی الماء وارد ہے اس کی بناء

پرایک جماعت کہتی ہے کہ پانی سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ بہرحال قدماء محدثین میں سے ابن جریر طبری وغیرہ نے اوران کے بعد حافظ ابن تیمیہ (۱/۱۰۰، حافظ ابن کثیر ۱/۸، وحافظ ابن حجر ۷/۹۸) وغیرہ نے أول المخلوقات کے متعلق علماء کے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں لیکن کسی نے بھی اس حدیث سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء میں سے سب سے مقدم ہیں اگر چہ بعثت میں سب سے مؤخر ہیں حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث".

أخرجه الحسن بن سفيان وابن أبي حاتم وابن مردويه وغيرهم كما في الدرالمنثور ٥/١٨٤، قلت: فيه سعيد بن بشير وهو ضعيف وقد رواه سعيد بن أبى عروبة عن قتادة مرسلاً وهو أشبه قاله ابن كثير (٣/٤٦٩) قلت هذا المرسل أخرجه ابن جرير الطبري كما في الدرالمنثور۔

محمد یونس غفرلہ

۷۷

الإيمان بضع و سبعون شعبة

ایمان کے ستر شعبوں کی تفصیل

سوال: - ایک حدیث میں ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے بتلائے ہیں اعلیٰ شعبہ کلمہ لا الہ الا اللہ بتلایا ہے اور ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا اور حیا کو ایک شعبہ بتلایا ہے باقی شعبے کیا کیا ہیں؟

سعید احمد مسجد النور المدینہ المنورہ

جواب: اولاً حدیث پاک کے الفاظ نقل کرتا ہوں اس کے بعد شعب ایمانیہ کے متعلق کچھ عرض کرونگا۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الإيمان بضع و سبعون أوبضع وستون شعبة فأفضلها قول لا إله إلا الله وأدناها إماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان". رواه مسلم ١/١٤٧۔

اس میں روایات میں اختلاف ہے کہ لفظ حدیث بضع وستون ہیں یا بضع و سبعون بخاری شریف میں

توبضع وستون ہےاور مسلم شریف کی بعض روایات میں بضع وسبعون ہیں اسی طرح ابوداؤد وترمذی ونسائی میں بھی ہیں امام بیہقی اور ابن صلاح کی رائے پر بضع وستون مقدم ہے لکونه الأقل المتيقن لیکن امام ابن حبان ابوعبداللہ الحلیمی، قاضی عیاض۔ امام نووی وغیرہ نے بضع وسبعون کو راجح کہا ہے فإن القليل لاينفي الكثير ولأن الحكم لمن حفظ الزيادة جازماً بها۔

یہ شعب جن کی طرف اس حدیث مقدس میں اشارہ فرمایا ہے اس روایت کے کسی طریق میں یکجائی طور پر ذکر نہیں کئے گئے ہیں اسی لئے بعض ائمہ نے یہی پسند فرمایا ہے کہ ان کو شمار نہ کیا جائے اور بعض ائمۃ نے شمار کیا ہے امام ابن حبان بھی انہیں حضرات میں سے ہیں فرماتے ہیں (۱/ ۲۱۹):

تتبعت معنى هذا الحديث مدة وعددت الطاعات فإذا هي تزيد على هذا العدد شيئاً كثيرا فرجعت إلى السنن فعددت كل طاعة عدها رسول الله صلى الله عليه وسلم من الإيمان فإذا هي تنقص عن البضع و السبعين فرجعت إلى كتاب الله تعالى فقرأته بالتدبر وعددت كل طاعة عدها الله تعالى من الإيمان فإذا هى تنقص عن البضع والسبعين فضممت الكتاب إلى السنن وأسقطت المعاد فإذا كل شئ عدده الله ورسوله من الإيمان تسع وسبعون شعبة لا تزيد عليها و لا تنقص فعلمت أن مراد النبى صلى الله عليه وسلم كان في الخبر ان الإيمان بضع وسبعون شعبة فى هذا الكتاب والسنن انتهى.

لیکن ابن حبان نے اپنی صحیح المسمی بالانواع والتقاسیم میں بس اتنا ہی ذکر فرمایا، آگے تفصیل سے ان شعب ایمانیہ کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ ان شعب کو ایک مستقل کتاب میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے فرماتے ہیں:

فذكرت هذه المسئلة بكمالها بذكر شعبة شعبة في كتاب "وصف الإيمان وشعبه"۔

اگر یہ کتاب مل جاتی تو بہت آسانی سے ان شعب کی تفصیل ابن حبان کی رائے کے موافق دیکھی جاسکتی مگر یہ کتاب حافظ ابن حجر کو بھی نہیں ملی، علامہ کازرونی، قاضی بیضاوی، علامہ کرمانی ۱/ ۸۵ وغیرہ نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق ان شعب کو جمع فرمایا ہے اور ہر ایک کا طرز الگ ہے حافظ ابن حجر کا کلام بہت مختصر اور واضح ہے اس لئے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں ۱/ ۵۸:

وقد لخصت مما أوردوه ما أذكره وهو أن هذه الشعب تتفرع عن أعمال القلب وأعمال اللسان وأعمال البدن.

فأعمال القلب فيه المعتقدات والنيات وتشتمل على أربع وعشرين خصلة الإيمان بالله و

يدخل فيه الإيمان بذاته وصفاته وتوحيده بأنه ليس كمثله شئ واعتقاد حدوث ما دونه والإيمان بملائكته وكتبه ورسله والقدر خيره وشره والإيمان باليوم الآخر ويدخل فيه المسئلة في القبر والبعث والنشور والحساب والميزان والصراط والجنة والنار و محبة الله والحب في الله والبغض فيه و محبة النبی ﷺ واعتقاد تعظيمه ويدخل فيه الصلوة عليه وإتباع سنته والإخلاص ويدخل فيه ترک الرياء والنفاق والتوبة والخوف والرجاء والشكر والوفاء والصبر والرضاء بالقضاء والتوكل والرحمة والتواضع ويدخل فيه توقير الكبير ورحمة الصغير و ترک الكبر والعجب وترک الحسد وترک الحقد وترک الغضب.

وأعمال اللسان وتشتمل على سبع خصال التلفظ بالتوحيد وتلاوة القرآن وتعلم العلم و تعليمه والدعاء والذكر ويدخل فيه الإستغفار واجتناب اللغو.

وأعمال البدن و تشتمل على ثمان وثلثين خصلة منها ما يختص بالأعيان و هي خمس عشرة خصلة التطهير حسا وحكماً و تدخل فيه إجتناب النجاسات وستر العورة، والصلوة فرضاً و نفلاً، والزكوة كذلک، وفک الرقاب، والجود، و يدخل فيه إطعام الطعام وإكرام الضيف، والصيام فرضاً ونفلاً، والحج والعمرة كذلک والطواف والاعتكاف والتماس ليلة القدر والفرار بالدين ويدخل فيه الهجرة من دار الشرک والوفاء بالنذر والتحري في الإيمان وأداء الكفارات.

ومنها ما يتعلق بالأتباع وهي ست خصال التعفف بالنكاح والقيام بحقوق العيال وبرالوالدين و فيه اجتناب العقوق و تربية الأولاد وصلة الرحم وطاعة السادة والرفق بالعبيد.

ومنها ما يتعلق بالعامة وهي سبع عشرة خصلة القيام بالإمرة مع العدل و متابعة الجماعة وطاعة أولى الأمر والإصلاح بين الناس ويدخل فيه قتال الخوارج والبغاة والمعاونة على البر و يدخل فيه الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وإقامة الحدود والجهاد و منه المرابطة وأداء الأمانة ومنه أداء الخمس والقرض مع وفائه وإكرام الجار وحسن المعاملة وفيه جمع المال من حله وانفاق المال في حقه ومنه ترک التبذير والإسراف ورد السلام وتشميت العاطس وكف الأيدي عن الأذى واجتناب اللهو وإماطة الأذى عن الطريق فهذه تسع وستون خصلة ويمكن عدها تسعا وسبعين خصلة باعتبار إفراد ما ضم بعضه إلى بعض مما ذكر والله اعلم انتهى.

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے النقایہ میں حافظ ابن حجر کے اتباع میں شعب کو مختصراً ذکر فرمایا ہے اور سیوطی سے

ملاعلی قاری نے مرقاۃ ۱/۶۲ میں نقل فرمایا اور سیوطی نے اتمام الدرایہ میں ان کے دلائل بھی جمع فرمائے ہیں۔

شیخ الاسلام زکریا انصاری نے تحفۃ القاری میں ۱/۲۱۳ ستہتر شعبے الگ تحریر فرمائے ہیں مختصر ہونے کی وجہ سے انہیں بھی نقل کیا جاتا ہے قال:

وبيان عدد شعبه على رواية بضع وسبعون أن التصديق يرجع إلى أعمال القلب والإقرار وإلى أعمال البدن فالأول يتشعب إلى ثلثين شعبة الإيمان بالله تعالى واعتقاد حدوث ماسواه والإيمان بملائكته والإيمان بكتبه والإيمان برسله والإيمان بالقدر خيره وشره والإيمان باليوم الآخر والوثوق بوعد الجنة والخلود فيها واليقين بوعيد النار وعذابها ومحبة الله تعالى والحب والبغض في الله ومحبة النبي صلى الله عليه وسلم والإخلاص والتوبة والخوف والرجاء وترك اليأس والقنوط والشكر والوفاء بالعهد والصبر والتواضع والرحمة والرضا بالقضاء والتوكل وترك العجب وترك الحسد وترك الحقد وترك الغضب وترك الغش وترك حب الدنيا.

والثاني يتشعب إلى سبع شعب التلفظ بالتوحيد وتلاوة القران وتعلم العلم وتعليمه والدعاء والذكر واجتناب اللغو.

والثالث يتشعب إلى أربعين شعبة وهي على ثلثة أنواع.

الأول ما يختص بالأعيان وهو ست عشرة شعبة التطهير وإقامة الصلوة وأداء الزكوة والصوم والحج والاعتكاف والفرار بالدين والوفاء بالنذر والتحري في الايمان وأداء الكفارة وستر العورة وذبح الضحايا والجود وفك الرقاب والصدق في المعاملات والشهادة بالحق.

والثاني ما يختص بالأتباع وهي ست شعب التعفف بالنكاح والقيام بحقوق العيال وبر الوالدين وتربية الأولاد وصلة الرحم وطاعة الموالى.

والثالث ما يختص بالعامة وهي ثمان عشرة شعبة القيام بالإمرة ومتابعة الجماعة أولى الأمر والإصلاح بين الناس والمعاونة على البر والأمر بالمعروف وإقامة الحدود والجهاد وأداء الأمانة والقرض مع وفائه وإكرام الجار وحسن المعاملة وإنفاق المال في حقه ورد السلام وتشميت العاطس وكف الضرر عن الناس واجتناب اللهو وإماطة الأذى عن الطريق.

قال فهذه سبع وسبعون شعبة وإن دخل في بعضها زيادة كدخول الإيمان بصفات الله تعالى في الإيمان به وكدخول الصدقة في الزكوة والعمرة في الحج والحياء في جنس المعاملة

و إلى الزيادة أشار بقوله: والحياء شعبة من الايمان انتهى.

لیکن یہ تمام تر بیانات ظنی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان شعب کے شمار کرنے والوں میں ان کی تفصیلات ذکر کرنے میں اختلاف ہوا ہے۔

علامہ محمد بن علان الصدیقی الشافعی ریاض الصالحین کی شرح ۱/ ۳۴۸ میں حافظ ابن حجر کا کلام نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

قال الحافظ السيوطي في حاشية سنن أبي داؤد بعد أن رجح رواية بضع وسبعون وأنه لا يلتفت إلى الشک فإن غيره من الثقات قد جزم بأنه بضع وسبعون ورواية من جزم أولى قال:

ومقصود الحديث أن الأعمال الشرعية تسمي إيماناً وإنها منحصرة في ذلک العدد غير أن الشرع لم يعيّن ذلک العدد لنا ولافصله وقد تكلف بعض المتأخرين ذلک فتصفح خصال الشر يعة وعددها حتى انتهى بها في زعمه إلى ذلک العدد ولا يصح له ذلک لأنه يمكن الزيادة على ما ذكره والنقصان منه ببيان التداخل.

والصحيح ماصار إليه أبو سليمان الخطابي وغيره أنها منحصر ة في علم الله تعالى وعلم رسوله صلى الله عليه وسلم وموجودة في الشريعة مفصلة فيها غير أن الشرع لم يوقفنا على أشخاص تلک الأبواب ولاعين لنا عددها ولا كيفية انقسامها وذلک لا يضرنا في علمنا بتفاصيل ما كلفنا به من شريعتنا ولا في عملنا إذكل مفصل مبين في جملة الشريعة فما أمرنا بالعمل به عملنا و ما نهينا عنه انتهينا وإن لم نحط بحصر أعداد ذلک انتهى.

وقال القاضي عياض: تكلف جماعة حصر هذه الشعب بطريق الإجتهاد وفي الحكم بكون ذلک هو المراد صعوبة ولا يقدح عدم معرفة حصر ذلک على التفصيل في الإيمان اهـ.

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی شرح مشکوۃ میں عدم تفصیل ہی کی طرف ہے۔

احقر کا خیال یہ ہے کہ یہ تو ایک مسلم حقیقت ہے کہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ان کی تفاصیل بیان نہیں فرمائیں تو حقیقت تک رسائی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں کیا اشکال ہے کہ ان امور کو جمع کر دیا جائے جن پر کتاب وسنت میں ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے تا کہ کسی راغب فی الآخرۃ کے لئے مشعل راہ ہو، اور اس کے بعد بھی یہ شمار ایک ظنی اور اجتہادی امر ہوگا حافظ ابن حجر نے جو تفصیلات ان شعب کے متعلق ذکر فرمائی ہیں وہ کافی مفید ہیں اور حافظ ابن حجر کا نام ان کے ماخوذ من القرآن والحدیث ہونے کے لئے ایک بہت بڑی ضمانت ہے اور ملا علی قاری نے لکھا ہے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا کہ علامہ سیوطی نے اتمام الدرایہ میں ان کے دلائل بھی جمع فرمائے ہیں واللہ الموفق۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ یوم پنجشنبہ نہم جمادی الاولی ۱۴۹۷ھ

۷۸

الإيمان بضع وسبعون شعبة أدناها

إماطة الأذى عن الطريق

سوال: کتاب الإیمان میں حضرت ابوہریرہؓ کی الإیمان بضع وسبعون شعبة الخ والی حدیث میں وأدناها إماطة الأذى عن الطريق الخ میں أدنی. دنو بمعنی قرب سے مشتق ہے اس وقت أذی سے نفسانی گندگی اور طریق سے سلوک مخصوص (صوفیہ والا) مراد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اثبات کی صورت میں کسی نے اس کی تصریح اگر فرمائی ہو تو تحریر فرمانے پر زحمت دیتا ہوں۔

جواب: پہلے اس حدیث کے الفاظ لکھتا ہوں پھر اس کے معنی بیان کروں گا۔

مسلم (۱/ ٤٧) الأدب المفرد للبخاری (ص ۸۸) میں:

أفضلها قول لاإله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق.

مسند أحمد (٢/ ٤١٤) أبو داؤد: (٥/ ٢٠٧) میں.

أفضلها لاإله إلا الله وأدناها إماطة العظم عن الطريق ہے.

مسند أحمد (٢/ ٤٤٥) ترمذی (٢/ ٨٦) ابن ماجه (ص ٧) ابن حبان (١/ ٢١٧) میں:

أرفعها قول لاإله إلا الله وأدنا ها إماطة الأذى عن الطريق ہے۔

مسند احمد کا لفظ ادناہ ہے مسند احمد (٢/ ٣٧٩) میں ایک جگہ: أرفعها واعلاها لاإله إلا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق ہے۔

نسائی (٢/ ٢٦٨) میں: أفضلها لاإله إلاالله وأوضعها إماطة الأذى عن الطريق ہے:

مصنف عبدالرزاق (١١/ ١٢٧) میں: أفضلها شهادة أن لاإله إلا الله وأصغرها إماطة الأذي عن الطريق ہے۔

لاإله إلا الله کے متعلق تین الفاظ افضل ارفع اعلی وارد ہوئے ہیں اور آخری شعبہ کے متعلق بھی تین ہی لفظ وارد ہیں ادنٰی أوضع اصغر ان الفاظ کے جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ ایمان کے اعلیٰ یعنی سب سے اونچے وافضل شعبہ اور ادنی یعنی سب سے پست وکم درجہ کے شعبہ کو بتانا ہے۔

لاالـہ الا اللہ کے متعلق جوالفاظ وارد ہوئے ہیں وہ تو ظاہرالمراد ہیں اورآخری شعبہ کے لئے لفظ ادنی آیا ہے یہی زیادہ محتاج توجہ ہے اس لئے کہ اس میں دواحتمال ہیں یا تو دنـو بمعنی قرب سے ماخوذ ہولفظ او ضـع اس کا مؤید ہے یا دناءۃ بمعنی حقارت سے ماخوذ ہولفظ أصـغـر اس کا مؤید ہے حقیقت یہ ہے کہ دونوں احتمال درست ہیں اور دونوں میں صرف لفظی فرق ہے سب سے پست و نیچے اور کم درجہ کو بیان کرنا ہے چاہے دنـو سے لیا جائے اور چاہے دناء ۃ سے لیکن شراح کا رجحان اول کی طرف ہے بلکہ بعض نے تو اس کے علاوہ دوسرے ماخذ کو ذکر بھی نہیں کیا۔

قال الأُبی (۱/۱۳۲): أدنـاهـا هـو مـن الـدنو بمعني القرب فالمعني أقربها يقال فلان دني المنزلة أى قريبها كما يقال في ضد ذلک هو بعيد المنزلة أى علیّ الهمة انتهى.

وقال على القاري (۱/٦۱): أدنـاهـا أى أقـربها منزلة وأدونها مقداراً ومرتبةً بمعني أقربها تناولاً وأسهلها تواصلاً من الدنو بمعني القرب فهو ضد فلان بعيد المنزلة أى رفيعها أو من الدناء ة أى أقلها فائدة لأنها دفع أدنى ضرر انتهى مختصراً.

اب ''اذی'' کی شرح سنو! اس کے معنی موذی اشیاء ہیں:

قـال الأبي: إماطة الأذى هي إزالة ماتتوقع أذيته من شوک وغيره وقال ابن الأثير في النهاية (۱/۳٤): أدناها إماطة الأذى عن الطريق وهو مايؤذي في الطريق كالشوک والحجر والنجاسة انتهى.

ونـحـوه فـي فيض القدير للمناوي (۳/۱۸٥) وزهـر الـربي للسيوطي (۲/ ۲٦۸) والـلمعات للشيخ عبد الحق (۱/ ۷٥) وغير ذلک من كتب شروح الحديث.

مسند أحمد وأبو داؤد میں **إماطة الأذى** کے بجائے **إماطة العظم** معنی سابق کی تعیین کرتا ہے، ہاں دوسرے معنی بعض صوفیہ لکھتے ہیں: ملاعلی قاری نے مرقاۃ (۱/٦۱) میں معنی اول لکھنے کے بعد لکھا ہے، **وفـي طـريـق أهل التحقيق أريد بالأذى النفس التي هي منبع الأذى لصاحبها وغيره إلى آخر ماذكر.**

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۷۹

الإیمان یمان

سوال :۔ مجموعہ چہل حدیث مطبوعہ کتب خانہ مجبوبی (ص۔۱۸، اربعین ملا علی قاریؒ) پر ایک حدیث ہے الإیمان یمان جس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے: اصل ایمان یمن کا ہے، سمجھ میں نہیں آیا، مجمع البحار میں ایک قول انصار لکھا ہے، صاحب قاموس نے یمان کو یمانی کی ایک لغت قرار دی ہے، جس سے ترجمہ کی صحت تو واضح ہے لیکن مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ وجہ خصوصیت کیا ہے، اگر انصار مراد ہوں تو کیا توجیہ ہوگی؟

غرض یا تو آنجناب اس کی توضیح فرمادیں اگر ٹائم نہ ملے تو کسی کتاب کی نشاندہی فرمائیں بندہ ممنون کرم ہوگا۔ والسلام مع الاکرام۔

محمد سمیع اللہ گونڈوی

مدرس مدرسہ رحمانیہ جامع مسجد روڑکی، سہارنپور، یوپی

جواب :۔ مکرم محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث پاک کا ترجمہ صحیح ہے اور مطلب بھی ظاہر اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم کسی وصف میں امتیازی شان پیدا کرلیتی ہے تو کہنے لگتے ہیں اصل میں یہ کام تو فلاں کا ہے، جیسے کا مدار برتن کے متعلق کہہ دیا جائے کہ اصل کا مدار برتن تو مراد آباد کا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسروں سے اس کام کی نفی مقصود ہے۔

اس وقت چونکہ اہل یمن اپنی دلی خواہش سے از خود آکر مسلمان ہوئے تھے اور نہایت پختگی کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے تھے اس لئے آپ نے فرمادیا کہ "الإیمان یمان" اس سے دوسروں کے کمال ایمان کی نفی مقصود نہیں ہے۔

اور اگر انصار مراد ہوں کیونکہ ان کے مورث اعلیٰ اصلا یمن کے باشندہ تھے تو بالکل ظاہر ہے اس لئے کہ حضرات انصار اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کی نصرت کی اور اس حدیث کی تشریح کے لئے شرح نووی (۱/۵۳) ملاحظہ کرلیں۔ فقط والسلام

محمد یونس عفی عنہ

۲۵ رشعبان ۱۴۰۱ھ

۸۰

أيما رجل تزوج إمرأة فنوى أن لا يعطيها من صداقها شئياً مات يوم يموت وهوزان

سوال: عن صهيبؓ: أيما رجل تزوج إمرأة فنوى أن لايعطيها من صداقهاشيئا مات يوم يموت وهوزان ؟

جواب: قلت: أخرجه الطبراني في الكبير من طريق عمرو بن دينار وكيل الزبيربن شعيب البصري أن بنى صهيب قالوا لصهيب: يا أبانا إن أبناء أصحاب النبيﷺ يحدثون عن آبائهم قال: سمعت النبيﷺ: "من كذب على فليتبوأ مقعده من النار وسمعت النبيﷺ يقول: أيما رجل تزوج إمرأة فنوى أن لايعطيها شيئا من صداقها مات يوم يموت وهو زان وأيما رجل اشترى من رجل بيعا فنوى أن لايؤدى إليه ثمنه شيئا مات يوم يموت وهو خائن والخائن في النار".

قال الهيثمي (۱۳۱/۸): عمرو بن دينار هذا متروک قلت: ضعفه أحمد والنسائي. وقال ابن معين: ذاهب وقال مرة ليس بشئٍ وقال البخاري: فيه نظر. وهو ممن روي له الترمذي وابن ماجة.

وأخرج أحمد (۳۳۲/٤) قال حدثنا حسين أنا عبد الحميد بن جعفر عن الحسن بن محمد الأنصاري قال حدثنى رجل من النمر بن قاسط قال سمعت صهيب بن سنان يحدث قال: قال رسول الله ﷺ: "أيما رجل أصدق إمرأة صداقا والله يعلم أنه لايريد أداء ه إليها فغرها بالله واستحل فرجها بالباطل لقي الله يوم يلقاه وهو زان وأيما رجل ادان من رجل دينا والله يعلم أنه لايريد أداء ه إليه فغره بالله واستحل ماله بالباطل لقي الله عزوجل يوم يلقاه وهو سارق".

رجاله ثقات غير الرجل المبهم فلايدري وله شاهد من حديث أبي هريرة رواه البزار ومن حديث ميمون الكردي عن أبيه رواه الطبراني في الصغير والأوسط ورجاله ثقات كما في مجمع الزوائد (۲۸۵/٤)۔واللہ اعلم. بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿ب﴾

﴿۸۱﴾

باب من العلم يتعلمه أحب إلينا من ألف ركعة

سوال: ''باب من العلم يتعلمه أحب إلينا من ألف ركعة تطوع''.

جامع ابن عبدالبر ص:۳۰ تنزیہ الشریعۃ عن ابن عباس ۱/ ۲۷۸، ترغیب ۱/ ۲۶۰ باسناد حسن۔

جواب:هذا الحديث جاء من ثلاث طرق ذكرت في السوال.

الطريق الأول: أخرجه البزار كما في كشف الأستار ۱۳۲/۱ والخطيب في''الفقيه والمتفقه ۱۶/۱'' وابن عبدالبر في ''جامع بيان العلم'' من طريق الحجاج بن نصير عن هلال بن عبدالرحمن الحنفي عن عطاء بن أبي ميمونة عن أبي سلمة عن أبي هريرة وأبي ذر. قالا : باب من العلم تتعلمه أحب إلينا من ألف ركعة تطوعاً. وباب من العلم تعلمه عمل به أو لم يعمل أحب إلينا من مائة ركعة تطوعاً. وقالا : سمعنا النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا جاء الموت طالب العلم وهو على هذه الحال مات وهو شهيد وهذا الإسناد واه.

قال العقيلي: هلال بن عبدالرحمن منكر الحديث.

والطريق الثاني: قال ابن النجار أنبأنا عبدالواحد بن عبدالسلام أنبأنا أبو على أحمد بن أحمد بن على الخزار أنبأنا أبوالحسن محمد بن أحمد النحاس أنبأنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبدالله بن بشران أنبأنا عثمان بن أحمد بن يزيد الدقاق حدثنا إبراهيم بن جعفر حدثنا محمد بن مهدي بن هلال الأسدى حدثني أبي عن محمد بن زياد عن ميمون بن عمران عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :

من تعلم بابا من العلم عمل به أو لم يعمل كان أفضل من صلاة ألف ركعة، فإن هو عمل به أو علمه كان له ثوابه وثواب من يعمل به إلى يوم القيامة.

قال السيوطي في ذيل اللآلي ص ٤١ محمد بن زياد اليشكري كذاب يضع الحديث وأقره ابن عراق في تنزيه الشريعة ۲۷۸/۱.

والطريق الثالث: قال ابن ماجه ص ٢٠ حدثنا العباس بن عبدالله الواسطي ثنا عبدالله بن غالب العبّاداني عن عبد الله بن زياد البحراني عن علي بن زيد عن سعيد بن المسيب عن أبي ذر قال : قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أبا ذر لأن تغدو فتعلم أية من كتاب الله خير لک من أن تصلي مائة ركعة ولأن تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به أو لم يعمل خير من أن تصلي ألف ركعة.

قال المنذري في هذا الإسناد: حسن، قلت فی هذه الطرق ما يدفع دعوى البطلان الذي أشار إليه السيوطی ثم ابن عراق.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۸۲

بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده

روایات میں صرف بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده ہے ترمذی ۲/۷۔
کلی کے متعلق کوئی روایت اس وقت مستحضر نہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۸۳

البلاء موكل بالمولود ما لم يعق عنه

سوال: حدیث ''البلاء موكل بالمولود مالم يعق عنه'' کہاں وارد ہے؟

جواب: کتب حدیث میں بندہ کی نظر سے یہ حدیث نہیں گذری واللہ اعلم

کتبہ العبد محمد یونس عفی عنہ
۱۲ شوال المکرّم ۱۳۸۶ھ

﴿ت﴾

﴿۸٤﴾

تختموا بالعقيق

عقیق کی انگشتری کے متعلق ایک روایت میں ہے عن أنس أن رسول الله ﷺ قال: تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر واليمين أحق بالزينة.

رواه ابن الجوزي في العلل المتناهية ٢/٦٩٣ وقال ابن عدي: هذا حديث باطل والحسين بن إبراهيم يعنى البابي مجهول وقال الذهبي: لعله من وضعه وأقره الحافظ في اللسان. فقط

بندہ محمد یونس عفی عنہ

حدیث پاک میں قیمتی پتھروں کا ذکر

سوال: قیمتی پتھروں کے سلسلے میں عقیق کا ذکر دو حدیثوں میں جامع صغیر میں ہے (۱) تختموا بالعقيق فإنه مبارک (۲) تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر اور ایک حبشی نگینہ کے بارے میں بعض شراح عقیق ہونا ہی لکھتے ہیں اس کے علاوہ کسی اور پتھر کے متعلق یا اسی عقیق کے بارے میں کوئی روایت نظر سے گذری ہو تو لکھئے گا۔ (مولوی عبداللہ دہلوی)

جواب: تختم با لعقيق کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہیں مگر سب واہی ہیں اور محققین ناقدین مثلاً ابن عدی و عقیلی و ابن الجوزی و ذہبی وغیرہ بے اصل بتاتے ہیں اور موضوع ٹھہراتے ہیں:

قال العقيلي: لا يثبت في هذا عن النبي ﷺ شئ، وقال ابن رجب: كل أحاديث التختم بالعقيق لا يثبت منها شئ، وأورده ابن الجوزى في الموضوعات وكذا صرح الذهبي بكونه موضوعا ومال إليه السخاوي في المقاصد وقبله شيخه الحافظ ابن حجر وبسط القول في ذلك السخاوي والمناوي في فيض القدير.

اور بھی بعض احجار کے بارے میں بعض فضائل نقل کیے جاتے ہیں مثلاً حدیث نقل کرتے ہیں:

"تختموا بالزمرد فإنه ينفي الفقر" أخرجه الديلمي عن ابن عباس وقال السخاوي لايصح.

ایک دوسری روایت ذکر کرتے ہیں:

تختموا بالزبرجد فإنه يسر لاعسر فيه.

قال الحافظ ابن حجر: موضوع. وذكر المناوي في فيض القدير (۲۳٦/۳) روى ابن زنجويه بسند ضعيف عن علي كرم الله تعالىٰ وجهه مرفوعاً: من تختم بالياقوت الأصفر منع من الطاعون انتهى.

لیکن اس کے مرفوعا ثبوت میں تو اشکال ہے واللہ اعلم۔ والسلام

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۵ر شعبان ۱۳۹۱ھ

۸۵

تخلقوا بأخلاق الله

تخلقوا بأخلاق الله صوفیانہ کلام ہے حدیث کی کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔

محمد یونس عفی عنہ

۸٦

تداووا بالصدقة

سوال: میں نے ایک روایت دیکھی تھی "تداووا بالصدقة" لیکن اب نہیں مل رہی ہے براہ کرم حوالہ تحریر فرمادیں۔ (مولوی) محمد عبداللہ دہلوی

جواب: حديث تدادوا بالصدقة أخرجه الطبراني وأبونعيم والعسكري والقضاعي كلهم من طريق إبراهيم بن يزيد النخعي عن الأسود عن ابن مسعود مرفوعاً: "حصنوا أموالكم بالزكوة، وداووا مرضاكم بالصدقة، وأعِدوا للبلاء الدعاء".

كذا في المقاصد الحسنة وذكر له طُرقاً لايخلو واحد منها عن مقال، وهذا الطريق مداره على موسىٰ بن عمير عن الحكم عن إبراهيم به قال ابن عدي: عامة مايرويه لايتابعه عليه الثقات

ثم أورد في ترجمته أخبارا منها هذا الحديث، ووافقه الذهبي في الميزان وقال ابن الجوزي: لا يصح تفرد به موسیٰ بن عمير والله أعلم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۶/ جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ

۸۷

ترکت فیکم أمرین لن تضلوا الخ

حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مدظلہم کے پاس ایک سوال آیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث مالک في التحريض على إتباع الكتاب والسنة مؤطا کے علاوہ کہیں اور ہے؟ صاحب تنقیح الرواۃ نے مستدرک کا حوالہ دیا ہے بندہ کو نہیں ملی ترمذی شریف میں بروایۃ زید بن ارقم ثقلین کا لفظ اس حدیث میں وارد ہے یہ اور بھی کہیں ہے یا نہیں؟ مسلم نسائی ابوداؤد ابن ماجہ میں خطبہ حجۃ الوداع میں حدیث جابرؓ میں صرف کتاب اللہ کا لفظ وارد ہے ترمذی نے عترتی کا اضافہ کر دیا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے کیا ترمذی کے علاوہ حدیث جابر میں یہ اضافہ ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس استاذی دام مجدہم نے بندہ کو اس کا جواب لکھنے کا امر فرمایا جواب معروض ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب : الحمد لله الهادي إلى الصواب والصلوة والسلام على خير من أوتي فصل الخطاب وعلى الآل والأصحاب أمابعد .

آپ کے سوال کے تین اجزاء ہیں جن کے جوابات بالترتیب عرض ہیں۔

الأول: حديث مالک أنه بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما إن تمسكتم بهما: كتاب الله وسنة نبيه".

هكذا أخرجه مالک بلاغا وأسنده ابن عبد البر في التمهيد من طريق كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف عن أبيه عن جده كما قال السيوطي في التنوير واللآلي (ص ٥٤) وقال في اللآلي: قال الحافظ ابن حجر في أطرافه: فالظاهر أن مالكاً أخذه عن كثير اهـ.

قلت: وأخرجه الحاكم والبيهقي من طريق إسماعيل بن أبي أويس عن أبيه عن ثور بن زيد الديلي عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله خطب الناس

في حجة الوداع فقال: "يا أيها الناس إني قد تركت فيكم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا كتاب الله وسنة نبيه".

أخرجه الحاكم في العلم من المستدرک (۱/ ۹۳) والبيهقي في آداب القاضي من سننه الكبرى (۱۰/ ۱۱٤) إلا أن الحاكم أخرجه في ضمن حديث في خطبة حجة الوداع وقال قد احتج البخاري بأحاديث عكرمة واحتج مسلم بأبي أويس وسائر رواته متفق عليهم وذكر الإعتصام بالسنة في هذه الخطبة غريب ويحتاج إليها.اهـ.

وأخرجه الحاكم والبيهقي والدار قطني (ص٥٤٩)من طريق صالح بن موسى الطلحي عن عبد العزيز بن رفيع عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ : "إني قد تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعد هما كتاب الله وسنتي ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض".

وجعله الحاكم شاهداً لحديث ابن عباس ولكن صالح بن موسى الطلحي ضعيف متروک(قال الدار قطنی ص۲۱۵ صالح بن موسى ضعيف الحديث وأطال الكلام في تضعيفه في التعليق المغنى) وهذا الحديث أورده الذهبي في الميزان في ترجمته وفي حديث ابن عباس غنية وكفاية والغرابة لاتستلزم الضعف بل هو حديث حسن.

الثاني: حديث زيد بن أرقم أخرجه مسلم وأحمد والدارمي (٤٢٣) قال: قام رسول الله يوماً فينا خطيباً بماء يدعى خُمّا بين مكة والمدينة فحمد الله وأثنى عليه و وعظ وذكر ثم قال: "أما بعد! ألا أيها الناس فإنما أنا بشريوشک أن ياتي رسول ربي فأجيب وإنى تارک فيكم الثقلين أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به فحث على كتاب الله ورغب فيه ثم قال: وأهل بيتى أذكر كم الله في أهل بيتي، أذكر كم الله في أهل بيتي، أذكر كم الله في أهل بيتي".

وأخرج الحاكم (۱٤۸/۳) من طريق جرير الضبي عن الحسن بن عبيد الله النخعي عن مسلم بن صبيح عن زيد بن أرقم مرفوعاً: "إني تارک فيكم الثقلين كتاب الله وأهل بيتي وإنهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض".

قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين وأقره الذهبي.

لفظ ثقلین زید بن ارقم کی حدیث میں صحیح مسلم وغیرہ میں تو موجود ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا لیکن جامع ترمذی

میں مجھ کو نہیں ملا نہ تو ہندی نسخوں میں اور نہ ہی مصری نسخوں میں البتہ عباس بن احمد یمنی شیعی نے تتمة الروض النضير في شرح مجموع الفقه الكبير میں بحوالہ ترمذی بروایۃ زید بن ارقم یہ زیادتی نقل کی ہے۔ واللہ اعلم یہ کہاں تک صحیح ہے لیکن صاحب مشکوۃ وغیرہ نے یہ زیادتی نقل نہیں کی ہے اور اگر ثابت ہوجائے تو کوئی اشکال نہیں ہے یہ لفظ دوسرے صحابہؓ کی روایات میں بھی وارد ہے۔

فأخرج أحمد (١٧/٣) في مسنده وابن سعد في الطبقات (٢/٢) من طريق محمد بن طلحة عن الأعمش عن عطية عن أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ قال: إني أوشك أن أُدعي فأجيب وإني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي كتاب الله حبل ممدود من السماء إلى الأرض وعترتي، أهل بيتي وأن اللطيف الخبير أخبرني أنهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض فانظروني بم تخلفوني فيهما".

قال ابن حجر المكي في الصواعق (ص٩١): و سنده لابأس به.

وأخرجه أحمد (١٤/٣) من طريق أبي إسرائيل إسماعيل بن أبي إسحاق الملائي ومن طريق عبدالملک بن أبي سليمان (٤٦/٣-٤٩) والطبراني (ص٧٣) من طريق كثير النواء كلهم عن عطية عن أبي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: "إني تركت فيكم الثقلين أحدهما أكبر من الآخر كتاب الله عزوجل حبل ممدود من السماء إلى الأرض وعترتي أهل بيتي الا أنهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض".

وأبو إسرائيل الملائى صدوق سيء الحفظ نسب إلى الغلو في التشيع كما في التقريب وكثير النواء شيعي جلد ضعفوه كما في الميزان، وعبدالملک بن أبي سليمان هوالعرزمي صدوق يهم. وعطية العوفي صدوق يخطئ كثيراً كان شيعيا مدلسا كما في التقريب.

وأخرج الخطيب(٤٤٢/٨) من طريق زيد بن الحسن الأنماطي عن معروف عن أبي الطفيل عن حذيفة بن أسيد أن رسول الله ﷺ قال: "يا أيها الناس إني فرط لكم وأنتم واردون عليّ الحوض وإني سائلكم حين تردون علي عن الثقلين فانظروا كيف تخلفوني فيهما الثقل الأكبر كتاب الله سبب طرفه بيد الله وطرفه بأيديكم فاستمسكوا به ولا تضلوا ولا تبدلوا" انتهت رواية الخطيب.

وأخرجه الطبراني كما في الزوائد (١٦٤/٩) وزاد: وعترتي أهل بيتي وقد نبأني اللطيف الخبير أنهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض.

وزيد ابن الحسن الأنماطي قال صاحب الزوائد: قال أبوحاتم منكر الحديث، ووثقه ابن حبان قلت: لكن الخطيب اقتصر على قول أبي حاتم ولم يتعقبه بشيء فكأنه رضي به.

(فائدہ) قرآن وآل رسول اللہ ﷺ کو ثقلین کیوں فرمایا عامۃ شراح حدیث نے دو وجہ بیان فرمائی ہیں اول اس وجہ سے کہ ثقل ہر نفیس اور عمدہ شئ کو لکھتے ہیں اور یہ دونوں ایسے ہی ہیں کیونکہ دونوں ہی علوم لدنیہ اور اسرار وحکم علیۃ اور احکام شرعیہ کے معدن ہیں اسی لئے حضور اقدس ﷺ نے ان کی اقتداء کا حکم فرمایا دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں کا اتباع اور ان کے حقوق کی رعایت کا وجوب ثقیل ہے علامہ زمخشری نے کتاب الفائق میں ایک تیسرا مطلب تحریر فرمایا ہے فرماتے ہیں الثقل المتاع المحمول على الدابة وانما قيل للجن والانس الثقلان لانهما قطان الارض فكانهما ثقلان وقد شبه بهما الكتاب والعزة فى ان الدين يستصلح بها ويعمر كما عمرت الدنيا بالثقلين. خلاصہ یہ ہے کہ ثقل اس سامان کو کہتے ہیں جو سواری پر لادا جاتا ہے اسی لئے جن وانس کو ثقلین کہتے ہیں کہ وہ زمین پر بستے ہیں تو گویا وہ زمین پر اپنا بوجھ ڈالے ہوئے ہیں تو جس طرح یہ دنیا ثقلین سے معمور وآباد ہیں اسی طرح دنیا دین وایمان قرآن اور آل رسول اللہ ﷺ سے آباد اور اصلاح پذیر ہے اس مشابہت کیوجہ سے کتاب اللہ اور آل رسول ﷺ کو بھی ثقلین فرمایا گیا لیکن یہ یاد رہے کہ آل سے صرف وہ لوگ ہی مراد ہیں جو عالم کتاب اور ماہر سنت ہیں اور جو مبتدع ہیں ان کی اتباع کا قطعاً حکم نہیں ہے بلکہ ابتداع سے احتراز واجب ہے۔

الثالث: حديث جابر بن عبد الله في خطبة حجة الوداع أخرجه مسلم(١/٣٩٤) وأبوداؤد(٣/ ١٥٥) وابن ماجه(ص٢٢٨)وابن ابى شيبه (٢/٣٠٢ ق) وابن الجارود (ص٢٣٦) والبيهقى (٥/٨) من طريق حاتم بن اسماعيل المدنى عن جعفر بن محمد الصادق عن ابيه محمد الباقر عن جابر مرفوعا: "وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به: كتاب الله وأنتم تسالون عني فما أنتم قائلون؟ نشهد قالوا إنک قد بلغت وأديت ونصحت فقال بإصبعه السبابة يرفعها إلى السماء وينكتها إلى الناس أللّٰهم إشهد أللّٰهم إشهد ثلث مرات" ورواه الترمذي في المناقب من طريق زيد بن الحسن الأنماطى عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جابر مرفوعا بلفظ: "إني تركت فيكم ما إن أخذتم به لن تضلوا كتاب الله وعترتي أهل بيتي" فزاد عترتي أهل بيتي.

بظاہر یہ زیادتی زید بن الحسن الانماطی کی طرف سے معلوم ہوتی ہے اور بندہ کو یہ اضافہ حضرت جابر کی حدیث میں ترمذی کے علاوہ اور کہیں نہیں ملا لیکن یہ لفظ جس طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں عند

الترمذی وارد ہے اسی طرح حضرت ابوسعید خدری، حضرت حذیفہ ابن اسید حضرت زید بن ارقم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت حذیفہ ابن اسید کی حدیث اوپر گذر چکی ہے اور حضرت زید بن ارقم کی حدیث سنن کبری للنسائی وغیرہ میں موجود ہے:

قال النسائي في خصائص علی (ص: ١٥) أخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی بن حماد قال حدثنا أبوعوانة عن سلیمان وهو الأعمش قال حدثنا حبیب بن أبي ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن أرقم قال لمارجع رسول اللّٰه ﷺ عن حجة الوداع ونزل غدیر خُمٍّ أمر بدوحات فقممن ثم قال: کانی قد دعیت فأجبت وإني قد تركت فیكم الثقلین أحدهما أكبر من الآخر: كتاب الله وعترتي أهل بیتی فانظروا كیف تخلفونّی فیهما فإنهما لن یتفرقاً حتی یردا علی الحوض'' الحدیث.

وهكذا أخرجه في سننه بهٰذا الإسناد كما في البدایة والنهایة (٢٠٩/٥) للحافظ ابن كثیر .

ووقع في إسناد الخصائص تحریف فصححته من كتب الرجال والبدایة والنهایة ووقع في البدایة والنهایة : أبو معاویة مكان أبي عوانة وأبو معاویة محمد بن خازم الضریر وإن كان له روایة عن الأعمش ولكن لم أر ذكر یحیی بن حماد في تلامذته بل ذكر أصحاب الرجال أنه روی عن أبي عوانة وهو ختنه ویروی أبو عوانة عن الأعمش فالصواب أبوعوانة كما وقع في خصائص علی.

ثم رأیت الحاكم أخرجه في المستدرک (١٠٩/٣) من طرق عن یحیی بن حماد عن أبی عوانة إلی آخر الإسناد والمتن وقال : هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین وقال الحافظ ابن كثیر بعد إیراد طریق النسائي تفرد به النسائي من هذاالوجه قال شیخنا أبوعبد الله الذهبی: وهذا حدیث صحیح .

قلت یعنی ابن كثیر : من هذا الوجه بسیاقه الطویل الذي أورده به وإلا فالحدیث أخرجه الترمذي في سننه بنحوه وزاد فیه : عترتی ولكنه لم یذكر الثقلین كما تقدم وقال هذا حدیث حسن غریب.

وقال الحافظ ابن تیمیة فی منهاج السنة (١٠٥/٤) بعد ذكر حدیثی جابر وزید بن أرقم الذین أخرجهما مسلم: وأما قوله: وعترتي أهل بیتي وأنهما لن یفترقا حتي یردا علی الحوض فهٰذا رواه الترمذي وقد سئل عنه أحمد بن حنبل فضعفه وغیرواحد من أهل العلم

وقالوا لایصح.اھ

وقال في موضع آخر (٤/ ٨٥) وقد طعن غير واحد من الحفاظ فی هذه الزيادة وقال إنها ليست من الحديث.اھ۔

اورحضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند احمد (٥/ ١٨١) میں ہے:

قال الإمام أحمد حدثنا الاسود بن عامر ثنا شريک عن الركين عن القاسم بن حسان عن زيد بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ: ''إني تارک فيكم خليفتين: كتاب الله حبل ممدود ما بين السماء والأرض أو مابين السماء إلى الأرض وعترتی أهل بيتي وأنهما لن يتفرقا حتى يردا عليّ الحوض'' وإسناده جيد كما قال الحافظ نورالدين الهيثمي في الزوائد(٩/١٦٣)۔

آپ کو معلوم ہوگیا کہ یہ لفظ متعدد محدثین نے متعدد صحابہؓ سے روایت کیا ہے اور حافظ شمس الدین الذہبی جیسے ناقد نے ان میں سے طریق زید بن ارقم کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن کثیر جیسے متبصّر نے اس پر سکوت فرمایا ہے اور حافظ ابن تیمیہ نے اختلاف نقل فرما کر سکوت فرمایا ہے باطل نہیں کہا ہے، اور درست یہی ہے کہ یہ لفظ ثابت ہے۔

لیکن اس لفظ کے ثابت ہوجانے سے اہل سنت والجماعت کے عقیدے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اس لئے کہ عترۃ عشیرہ کو کہتے ہیں کما قال الزمخشری فی الفائق لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور اقدس ﷺ کے سارے خاندان والے ترک حق نہیں کریں گے اور یہ بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

علامہ ابن تیمیہ ان علماء سے نقل فرماتے ہیں جو اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں:

إنما يدل على أن مجموع العترة الذين هم بنوهاشم لا يتفقون على ضلالة وهذا قد قاله طائفة من أهل السنة وهو من أجوبة القاضي أبي يعلى وغيره.

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں لكن أهل البيت لم يتفقوا (ولله الحمد) على شيء من خصائص مذهب الرافضة بل هم المبرئون المنزهون عن التدنس بشي منه اھ۔

رہ گیا امامیہ کا اس حدیث سے مسئلہ امامت پر استدلال کرنا تو یہ خود ان کے اصول کے پیش نظر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان کے یہاں دلیل کا متواتر ہونا شرط ہے اور یہ حدیث خود مختلف فیہ ہے چہ جائیکہ متواتر ہو نیز اتباع عام ہے اور امامت خاص اور عام کا وجود خاص کو مستلزم نہیں واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد یونس

بامر الاستاذ مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث بمظاہر العلوم

۲۷ رشعبان ۱۳۸۴ھ وقد سمعہ الشیخ مدظلہ من اولہ الی آخرہ

www.alislahonline.com

۸۸

ترکتکم علی مثل البیضاء لیلھا ونھارھا سواء

عزیزم مولوی شبیر احمد لندنی سلمہ

تم نے ایک خط میں دوسوال لکھے تھے ایک ابن ماجہ کی حدیث: ''ترکتکم علی مثل البیضاء لیلھا ونھارھا سواء'' کا مطلب پوچھا تھا جو ابوالدرداء سے مروی ہے اور دوسرے ابن ماجہ کی سند معلوم کی تھی میرا خیال یہ تھا کہ اس کا جواب لکھوا چکا لیکن کاپی میں نقل نہیں اس لئے تردد ہو گیا۔

اس حدیث میں ملت محمدیہ کو اس شاہراہ عام اور واضح راستے سے تشبیہ دی گئی ہے جو رات و دن میں یکساں واضح ہو چلنے والے کو کوئی اشتباہ نہ ہو بخلاف راستوں کی چھوٹی چھوٹی شاخوں کے جن کو پگڈنڈی کہتے ہیں ان پر دن میں چلنا آسان ہے لیکن رات میں کثرت سے دھوکہ لگ جاتا ہے خاص طور سے حجاز مقدس اور کوہستانی اور ریگستانی علاقوں میں۔

زمین حجاز کثیر الاودیۃ والشعاب ہے وہاں عام راستہ پر چلنا ہی مفید ہے۔ ہاں دن میں دشواری کم ہوتی ہے۔ لیکن رات میں خرّیت ماہر بھی بعض وقت پریشان ہو جاتا ہے اور غیر ماہر تو بعض اوقات راستہ بھٹک کر کہیں سے کہیں پہونچ جاتے ہیں اور بسا اوقات ہلاک ہو جاتے ہیں کیونکہ وہاں تو میلوں تک ریگستان ہی ریگستان ہے اگر راستہ چھوٹ جائے تو نہ معلوم کس بے آب و گیاہ میدان میں یا کس خطرناک مقام میں پہنچ جائے اور پھر جانبر نہ ہو بڑا خطرہ ہوتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ اس ملت شریفہ کے متعلق فرماتے ہیں یہ بالکل اس عام شاہراہ جیسی ہے جو رات دن میں یکساں طور واضح ہو بھٹکنے کا کوئی خطرہ نہ ہو اور اس پر چل کر منزل مقصود پر پہنچ جائے، اس کی ہر بات، ہر مسئلہ، چاہے عقیدہ کا ہو یا اعمال، اخلاق و معاملات کا سب واضح ہی واضح ہے صاف و بے غبار ہے۔ اس میں کوئی کھٹک اور تردد نہیں۔

علامہ سندھی نے ایک دوسرا مطلب تجویز کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قلوب کی حالت بیان گئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی برکت سے سب کے قلوب اصلاح پذیر ہو کر ایسے صاف ستھرے ہو گئے کہ اس کے بعد میل الی الباطل کا خطرہ باقی نہیں رہا ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

قولہ: علی مثل البیضاء ظاهر السوق أن هذا بیان لحال القلوب لالحال الملة والمعني علی قلوب هي مثل الأرض البیضاء لیلا ونهاراً ویحتمل أن یکون لفظ المثل مقحما والمعني علی قلوب بیضاء نقیة عن المیل إلی الباطل لایمیلها عن الإقبال إلی الله تعالی السراء والضراء فلیفهم انتهی اهـ.

لیکن یہ معنی بعید ہیں علامہ سندھی نے اس کے ظاہری سیاق وسباق پر نظر کرکے یہ لکھا ہے، یہی جملہ اس دوسری حدیث میں وارد ہے وہاں مطلب اول کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں ہوسکتا ہے اور خود علامہ سندھیؒ نے پہلا ہی مطلب لیا ہے۔

فأخرج احمد ۱۲۶/٤ وابن ماجة ۲۰/۱، وابن أبي عاصم في السنة ۲٦/۱ و ۲۷/۱ والحاکم ۹٦/۱ عن العرباض بن سارية قال: وعظنا رسول الله ﷺ موعظة ذرفت منها العیون ووجلت منها القلوب قلنا: یا رسول الله إن هذه لموعظة مودع فماذا تعهد إلینا؟ قال: "قد ترکتکم علی البیضاء لیلها کنهارها لایزیغ عنها بعدي إلاهالک ومن یعش منکم فسیری إختلافاً کثیراً فعلیکم بما عرفتم من سنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین وعلیکم بالطاعة وإن عبداً حبشیا، عضّوا علیها بالنواجذ فإنما المومن کالجمل الأنف حیث ما انقید انقاد، وإسناده حسن.

اس سیاق میں دوسرے معنی مراد نہیں علامہ سندھی نے پہلا ہی مطلب یہاں لیا ہے۔ لکھتے ہیں ص: ۲۰، قوله علی البیضاء أی الملة والحجة الواضحة الذي لا تقبل الشبهة أصلاً فصار حال إیراد الشبه علیها کحال کشف الشبه عنها ودفعها وإلیه الإشارة بقوله لیلها کنهارها. اهـ.

ابن ابی عاصم نے ابوالدرداء کی حدیث بھی تخریج کی ہے اور دونوں حدیثوں پر جو ترجمہ منعقد کیا ہے اس کا خلاصہ بھی مطلب اول ہی ہے، لکھتے ہیں ص: ۲٦.

باب ذکر قول النبي صلی الله علیه وسلم: ترکتکم علی مثل البیضاء وتحذیره إیاهم عن أن یتغیروا عما یترکهم علیه وأمره بسنته وسنة الخلفاء الراشدین بعده انتهی.

ابن ماجہ نے ابوالدرداء کی حدیث پر اتباع سنة رسول الله ﷺ ترجمہ منعقد کیا ہے علامہ منذری کے تراجم بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

بندہ محمد یونس غفرلہ ۳/رمضان ۱۴۰۵ھ

www.alislahonline.com

۸۹

تسعة أعشار الرزق في التجارة.الخ

سوال: حدیث ''تسعة أعشار الرزق في التجارة'' کس درجہ کی حدیث ہے؟

جواب: حدیث تسعة أعشار الرزق في التجارة والعشر فی المواشی علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں بروایت ابویعلی نعیم بن عبدالرحمان الازدی اور یحیٰ بن جابر الطائی سے مرسلاً نقل کی ہے علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں(۳/۲٤٥):

ورواه أيضاً إبراهيم الحربي في غريب الحديث عن نعيم المذكور قال الحافظ العراقي: رجاله ثقات ونعيم هذا قال فيه ابن مندة: ذكر في الصحابة ولا يصح وقال أبوحاتم الرازي وابن حبان: تابعي فعلى هذا الحديث مرسل انتهىٰ.

محمد یونس عفی عنہ شب ۲۹ محرم ۹۹ھ

۹۰

تعلمنا الإيمان قبل ان نتعلم القران

سوال: این قول ''الصحابة تعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن؟''.

الجواب:- أخرجه ابن ماجة ص: ۷ من طريق حماد بن نجيح عن أبي عمران الجوني عن جندب بن عبد الله قال: كنا مع النبی ﷺ ونحن فتيان حزاورة فتعلمنا الإيمان قبل ان نتعلم القرآن ثم تعلمنا القرآن فازددنا به إيماناً.

وإسناده صحيح كما قال العراقي وزاد الطبراني فيه: وأنتم اليوم تعلمون القرآن قبل الإيمان وهو صحيح أيضاً وله شاهد من حديث ابن عمر أخرجه الحاكم وصححه على شرط الشيخين والبيهقي: "لقد عشنا برهة من الدهر وإن أحدنا يؤتي الإيمان قبل القرآن" كذا في تخريج الإحياء ۱/٦۸ وراجع الإتحاف ص:٤٢٤ ۔

محمد یونس عفی عنہ

۹۱

تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم

فقد روى الطبراني عن العلاء بن خارجة أن رسول الله ﷺ قال: "تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم فإن صلة الرحم محبة للأهل، مثراة في المال، منسأة في الأجل". قال الهيثمي ۱۵۲/۸: رجاله قد وثقوا.

حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ صلہ رحمی تاخیر موت کا سبب ہے، یعنی زیادت فی العمر کا باعث ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۹۲

تفكر ساعة خير من عبادة ستين سنة

سوال: ایک حدیث جو لوگوں کے منہ سے سنائی دیتی ہے کہ تفكر ساعة خير من عبادة ستين سنة أو ثمانين سنة أو كما قال عليه السلام یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو یہاں فکر سے کونسی فکر مراد ہے اور کس قسم کی فکر مطلوب ہے؟

جواب: حديث تفكر ساعة خير من عبادة ستين سنة.

هذا الحديث أخرجه أبو الشيخ في كتاب العظمة من طريق عثمان بن عبدالله القرشي عن إسحق بن نجيح الملطى عن عطاء الخراساني عن أبي هريرةؓ مرفوعاً: "فكرة ساعة خير من عبادة ستين سنة".

وأورده ابن الجوزي في الموضوعات وتعقبه السيوطي في اللآلي ص: ۳۲۷ بأن العراقي اقتصر في تخريج الإحياء على تضعيفه.

قلت: هذا عجيب من السيوطي فإن العراقي لما ذكر قول الغزالي في الإحياء ۳۶۱/۴ حديث: تفكر ساعة خير من عبادة سنة قال: أخرجه ابن حيان في كتاب العظمة من حديث أبي هريرةؓ بلفظ ستين سنة بإسناد ضعيف ومن طريقه ابن الجوزي في الموضوعات ورواه أبو منصور الديلمي في مسند الفردوس من حديث أنسؓ بلفظ: ثمانين سنة وإسناده ضعيف جداً ورواه

أبو الشيخ من قول ابن عباس بلفظ "خير من قيام ليلة" انتهى.

فهذا قد عقبه العراقي لكلام ابن الجوزي، والعراقي يتجنب الحكم بالوضع كما علمت بإستقراء كلامه فلذا حكم بالضعف ثم عقبه بإيراد ابن الجوزى له في الموضوعات ولم يتعقبه بالرد و ذكر السيوطي في اللآلي بعض شواهده منها ما أخرجه الديلمي من طريق سعيد بن ميسرة البكري البصري عن أنس قال: "تفكر ساعة في اختلاف الليل والنهار خير من عبادة ألف سنة".

قلت: وسعيد بن ميسرة قال البخاري: عنده مناكير، وقال أيضاً: منكر الحديث. وقال ابن حبان: يروى الموضوعات كذا ذكر الذهبى في الميزان. وأورد في ترجمته أحاديث وقال: روي له ابن عدي هذه الأحاديث وقال هو مظلم الأمر.

قال الحافظ ابن حجر في اللسان: قال أبو حاتم : ليس يعجبني حديثه وهو منكر الحديث، ضعيفه، يروي عن أنس المناكير. وقال أبو أحمد الحاكم : منكر الحديث، وذكره ابن الجارود والساجي في الضعفاء وأخرج أبو الشيخ في العظمة من طريق عمر و بن قيس الملائى قال: بلغني "أن تفكر ساعة خير من عمل دهر من الدهر".

ان ساری عبارات سے حدیث کا مقام خود متعین ہوجاتا ہے بظاہر مرفوعاً ثابت ہونا مشکل ہے، اس لیے کہ کوئی طریق علت قادحہ سے خالی نہیں ہے، اور اگر ثابت ہوجائے تو پھر اس کی توجیہ یہ ہوگی کہ جس قدر تدبر و تفکر ہوگا اسی قدر اپنی ذلت اور بے مائیگی اور حق تعالی کی عظمت و کبریائی پیش نظر ہوگی جس کا ثمرہ خشیت باری تعالی مرتب ہوگا نیز تفکر اگر آلاء اللہ میں ہو تو شکر و شوق پیدا ہوگا اور پھر بڑھتے بڑھتے یہی راسخ ہوکر نسبت یادداشت بن جائے گا جو عین مقصود سالکین ہے بظاہر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ تو ثابت نہیں ہیں لیکن تقریر بالا کے پیش نظر معنیٰ ثابت ہیں اور اس کا شاہد آیت شریفہ:

"إِنَّ فِيْ خَلَقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لأُولِي الأَلْبَاب اور آیت: إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لأُوْلِي الأَبْصَار وغیرہ ہیں۔

فکر و نظر سے مراد وہی فکر و نظر ہے جو معرفت حق کا سبب ہو ورنہ ایسا فکر و نظر جو ملحدوں کو ہوتا ہے تو عین بعد وسبب عذاب ہے۔

قال ابو علی الروذباری:

التفكر على أربعة اوجه: فكرة في آيات الله و علامتها تولد المحبة، وفكرة في وعد الله

بثواب وعلامتها تولد الرغبة، وفكرة في وعيده تعالىٰ وعلامتها تولد الرهبة، وفكرة في جفاء النفس مع إحسان الله وعلامتها تولد الحياء من الله تعالىٰ۔ (طبقات شافعیہ ۲/۱۰۱) واللہ اعلم

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۹۳

التقوی ھھنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم سلمہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی عبدالحلیم صاحب سلمہ کے ذریعہ زبانی پیام ملا' تقوی وپرہیز اصلاقلب کی صفت ہے التقوی ھھنا وأشار إلى صدره مسند۵/۲۵ خودقرآن کریم میں تقوی القلوب کا ذکر ہے اور یہ کیفیت عادۃً غلبہ خوف سے پیدا ہوتی ہے جس کی تدبیر آخرت کے ہولناک مناظر کا بار بار پڑھنا اوران میں تدبر کرنا ہے اوراس کے علاوہ دوسری تدبیر اہل تقوی کی صحبت ہے قال تعالی اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْن صحبت صادقین کا حکم تحصیل تقوی ہی کے لئے دیا گیا ہے اور صادقین سے مراد صادق الاقوال والافعال لوگ ہی ہیں۔ والسلام

محمد یونس ۱۴/۸/۶ھ

﴿ث﴾

﴿۹۴﴾

ثلثة لاترد دعوتهم الصائم حتی یفطر الخ

محترم المقام حضرت مولانا یونس صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ضروری گزارش ہے کہ ایک حدیث کی مجھے تلاش ہے ترمذی کے حوالے سے متعدد کتابوں میں لکھی ہے مگر مجھے ترمذی میں نہیں ملی:

عن أبی هريرة مرفوعاً: "ثلاثة لا ترد دعوتهم الصائم حتیٰ یفطر والإمام العادل ودعوة المظلوم". الحديث.

براہ کرم تحریر فرمائیں کہ کس باب میں ہے نیز خط کشیدہ لفظ **حتی یفطر** ہے یا **حین یفطر**؟ مسند احمد اور سنن ابن ماجۃ میں **حتی** ہے مگر ترمذی کے الفاظ معلوم کرنے ہیں آپ کے پاس یقیناً شروح بھی ہونگی، اختلاف نسخ کا بھی علم ہو سکے تو ایک گتھی سلجھ جائے۔

حضرت شیخ مدظلہ نے فضائل رمضان میں حدیث ۶ پر یہ حدیث ترغیب سے نقل کی ہے اور اس میں حتی نقل کیا ہے حالانکہ میرے پیش نظر تمام نسخوں میں **حین** ہے تحریر فرمائیں کہ آپ کے ترغیب کے نسخے میں کیا الفاظ ہیں؟ یہ حدیث ترغیب میں چار جگہ ہے یہاں ہمیں صرف ان الفاظ سے بحث ہے جو الصوم میں نقل ہوئے ہیں۔

آپ کا چھوٹا بھائی محمد عبداللہ حضرت نظام الدین نئی دہلی نمبر ۱۳

مکرم محترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی میں سفر سے آیا تو آپ کا کارڈ ملا، حدیث مذکور صاحب مشکوۃ نے (ص ۱۹۵: بحوالہ ترمذی نقل کی ہے اور اس کے الفاظ بھی **حین یفطر** ہی ہیں۔ ملا علی قاری نے (۶۴۴/۲) لفظ **حین** کی کوئی تشریح نہیں کی لیکن سیاق کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ حین ہی ان کے سامنے ہے۔

امام ترمذی نے یہ حدیث **ابواب القیامه** میں **باب صفة الجنة ونعيمها** (۷۵/۲) میں ایک حدیث کے ضمن میں ذکر فرمائی ہے اس میں بھی حین ہی ہے ترمذی کی کوئی شرح میرے پاس نہیں ہے جس سے اختلاف

روایات کا علم ہو۔

علامہ سیوطی نے یہ حدیث جامع صغیر میں ذکر فرمائی ہے مناوی (۳/۳۲۴) نے شرح میں اختلاف نسخ نقل کیا ہے کہ حین ہے یا حتی ہے لیکن سیوطی نے اس حدیث کو مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کی طرف منسوب کیا ہے اور مسند احمد (۲/۴۴۵-۳۰۵) وابن ماجہ (ص ۱۲۶) میں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے حتی یفطر ہے اس لئے اس سے اختلاف نسخ ترمذی پر استدلال ممکن نہیں احقر نے بھی مسند احمد میں دوجگہ (۲/۳۰۵-ص ۴۴۵) اور ابن ماجہ (۲/۱۲۶) اور مسند طیالسی (ص ۳۳۷) میں بطریق سعد الطائی عن أبي المدلة عن أبي هريرة لفظ حتی یفطر ہی دیکھا ہے اور میرا ذوق یہ ہے کہ ابن خزیمۃ وابن حبان کے الفاظ بھی یہی ہیں اور اسی طریق مذکور سے۔

اور قرینہ یہ ہے کہ ابن حبان (۲/۱۶۷) نے دعاء مظلوم کا ذکر اسی سند سے کیا ہے اور یہی سند ابن خزیمۃ وابن حبان کی شرط پر ہوسکتی ہے بخلاف ترمذی کی سند کے ترمذی نے بطریق حمزہ الزیات عن زیاد الطائی عن ابی هريرة روایت کی ہے۔ بعد میں منذری میں یہ حدیث نظر پڑی انہوں نے بحولہ ابن خزیمہ و ابن حبان لفظ حتی نقل کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ حتی أو حین کا إختلاف من قبيل إختلاف الرواة ہے ایک لفظ مطلقاً صائم کی دعاء کی قبولیت پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا لفظ وقت افطار کو خاص کرتا ہے بعض روایات قبولیت دعا عندالافطار کے متعلق وارد ہیں وہ لفظ حین کی تائید کرتی ہیں لیکن منذری نے مسند بزار کا جو لفظ نقل کیا ہے اس سے وجدانی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں حتی یفطر ہی ہے مسند بزار کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

ثلثة حق على الله أن لا يرد لهم دعوةً الصائم حتى يفطر، والمظلوم حتى ينتصر والمسافر حتى يرجع.

ظاہر ہے کہ مقصد یہ ہے کہ مسافر ومظلوم کی دعاء سفر میں اور مظلومیت کے باقی رہنے کی صورت میں مقبول ہوتی ہے اسی طرح جملہ اولی کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جب تک روزے سے ہوتا ہے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۱ محرم ۱۳۹۵ھ

﴿ج﴾

﴿۹۵﴾

جزی اللّٰہ عنّا محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم

سوال:- ''جزی اللہ عنا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم بما ھو أھلہ'' کا جوثواب حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے فضائل درود شریف میں درج فرمایا اس کے لحاظ سے بعض ثقہ اہل علم کو اس حدیث کی صحت میں کلام ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: أخرجه الطبراني في الكبير والأوسط وأبو نعيم في الحلية وابن شاهين في الترغيب له وأبوالشيخ والخطيب في تاريخه ۳۳۸/۸ والخلعي في فوائده وابن بشكوال والرشيد العطار من طريق هانئ بن المتوكل عن معاوية بن صالح عن جعفر بن محمد عن عكرمة عن ابن عباس. عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

''من قال: جزى الله عنا محمداً صلى الله عليه وسلم ما هوأهله أتعب سبعين كاتباً ألف صباح''.

هذالفظ الطبراني والخطيب ولفظ غيرهما: سبعين ملكاً.

قال الهيثمى ۱۶۳/۱۰: هاني بن المتوكل ضعيف وأشار المنذري في ترغيبه ۳۰٤/۱ – إلى أنه ضعيف فقال: روي عن ابن عباس وهذا من عادته انه يشير إلى ضعف الحديث بهذا اللفظ إذا كان في الإسناد راوٍ قيل فيه كذاب أو وضاع أو متهم أو مجمع على تركه أو ضعفه أو ذاهب الحديث أو هالك أوساقط أو ليس بشئ أوضعيف جداً أو ضعيف فقط ولم يجد فيه توثيقاً كما صرح به في أول ترغيبه.

وأشار الذهبي إلى نكارته فأورده في الميزان في ترجمة هانئ المذكور و تبعهٗ ابن حجر في اللسان.

ولهانئ متابع أخرجه أبوالقاسم التيمي في ترغيبه وعنه أبوالقاسم بن عساكر و من طريقه

أبو اليمن من طريق رشدين بن سعد عن معاوية بن صالح.

قال السخاوي في القول البديع ص: ٤٣: وتابعهما أحمد بن حماد وغيرهم كلهم عن معاوية بن صالح والحديث مشهور به كما قال أبو اليمن قال: وكان على قضاء أندلس انتهى، قلت وكلها ضعيفة.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿ ٩٦ ﴾

الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان أو فاجرا
الصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً
الصلوة واجبةً على كل مسلم براً كان أو فاجرا وان عمل الكبائر

السوال: حدثنا أحمد بن صالح نا ابن وهب حدثني معاوية بن صالح عن العلاء بن الحارث عن مكحول عن أبي هريرة رضى الله قال: قال رسول الله ﷺ: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أوفاجرا، والصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أوفاجرا، وإن عمل الكبائر. والصلوة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر".

(أبوداؤد شريف باب الغزو مع أئمة الجور ص:٣٤٣ مطبع اصح المطابع).

(۱) حدیث مذکور عندالحنفیۃ قابل حجت ہے یا نہیں اور اس حدیث پر عمل کرنا کیسا ہے۔

(۲) اس حدیث کے سلسلہ اسناد میں کوئی راوی ضعیف اور مدلس ہے یا نہیں۔ وضاحت کے ساتھ اطمینان بخش جواب فرمادیں بڑی مہربانی ہوگی۔ والسلام

عظیم الدین خادم مدرسہ دارالعلوم چلہ امروہہ مرادآباد یوپی

(۱) **الجواب**: هذا الحديث أخرجه أبوداؤد ومن طريقه البيهقي في المعرفة إلا أن فيه انقطاعاً بين مكحول وأبي هريرة ولكن المنقطع حجة عند الحنفية بعد أن تكون رجاله ثقات كما صرح به ابن الهمام.

حدیث کے ثبوت کے بعد درجہ عمل میں عمل مطلوب ہے۔

(۲) مکحول، مسلم اور سنن اربعہ کے رواۃ میں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے: **ثقة فقيه كثير الارسال.**

اور اس کا تلمیذ **علاء بن الحارث صدوق فقيه لكن رُمي بالقدر وقد اختلط روي له مسلم والأربعة وتلميذه معاوية بن صالح صدوق له أوهام روي له مسلم والأربعة. وتلميذه عبد الله بن وهب ثقة فقيه عابد روى له الستة. وتلميذه أحمد بن عبد الرحمن صدوق تغير باخره روي له مسلم.**

یہ سارا کلام تقریب التہذیب کا ماخوذ ہے اس سے سارے رواۃ کا حال معلوم ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان میں سے کوئی مدلس نہیں ہے فقط

محمد یونس عفا اللہ عنہ ۸ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق یکم مئی ۹۳ء

مذکورہ حدیث کے بعض رواۃ کی تحقیق

سوال: خدمت اقدس میں درخواست یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کی حدیث کے بارے میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس سے بڑی خوشی ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث منقطع ہے اور عند الحنفیۃ قابل حجت اور معمول بہا ہے۔

لیکن حدیث مذکور کے جتنے رواۃ ہیں ان کے بارے میں مکمل تشفی نہیں ہوئی اگرچہ آپ نے مجموعی اعتبار سے حدیث مذکور کے روات کے بارہ میں کلام بحوالہ تقریب التہذیب کردیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مکحول کے بارے میں تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۰۶) پر لکھا ہے مکحول مدلس ہے۔ اسی طرح غالباً میزان الاعتدال میں (۲/۲۱۰) پر لکھا ہے مکحول مدلس ہے اور مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہوتا ہے ہاں اگر ثقہ سے مدلس کا ثبوت مل جائے تو عند الجمہور مقبول ہوتا ہے جیسا کہ مقدمہ مشکوۃ شریف میں مذکور ہے لیکن اس کا کیا ثبوت ہوگا کہ مکحول صرف ثقہ ہی سے تدلیس کرتا ہے غیر ثقہ سے نہیں، اسی طرح علاء بن الحارث کے بارے میں معاویہ بن صالح اور سب سے اوپر کے شیخ احمد بن صالح کے بارے میں بھی مکمل تشفی نہیں ہوئی ہے کہ یہ کیسے ہیں اور کس نے ان پر کلام کیا ہے اور کس نے ان کی تصدیق کی اور ثقہ بتایا ہے۔ اس لئے درخواست ہے کہ حدیث مذکور کے تمام رواۃ پر نظر ثانی فرما کر ان کے حالات سے اطلاع فرمادیں تو بڑی مہربانی ہوگی چونکہ آپ پر مکمل اعتماد ہے بایں وجہ پھر دوبارہ زحمت دے رہا ہوں امید ہے کہ قبول فرما کر ممنون و

شکرگذار فرمائیں گے۔ فقط والسلام

عظیم الدین خادم مدرسہ دارالعلوم چلہ امروہہ

جواب: آپ کو اگر پوری سند کے بارے میں رجال کے تفصیلی حالات معلوم کرنا ہے تو تہذیب التہذیب میں دیکھ لیں جو آپ کے مدرسہ میں ہوگی، اگر نہیں تو شاہی کے کتب خانہ میں دیکھ لیں آپ کے لئے یہی مفید ہے خود دیکھ کر فیصلہ کرلیں حافظ ابن حجر کا فیصلہ تو پہلے لکھا جاچکا ہے۔

۲- مکحول کے متعلق متاخرین میں سے صرف ذہبی نے تدلیس کی تصریح کی ہے اور قدماء میں ابن حبان ص: ۴۴۷ نے لکھا ہے ربما دلس اور بعد کے جتنے حضرات ان کو تدلیس سے موصوف کرتے ہیں وہ ابن حبان کا اتباع کرتے ہیں حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں ان کا تذکرہ ضرور کیا ہے لیکن تقریب میں اس کو ذکر نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ نے ابن حبان کی رائے سے موافقت نہیں کی اور اگر ابن حبان کی بات مان لیں تو یہ ظاہر ہے کہ ان کا حکم عام کثیر التدلیس رواۃ سے ہلکا ہوگا۔

۳- معلوم نہیں کہ مکحول ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں یا غیر ثقہ سے۔ فقط

(مولانا) محمد یونس عفی عنہ ۲/۴/۱۴۱۴ھ

۹۷

الجمعة واجبة على كل قرية کی تحقیق

حدیث: "الجمعة واجبة على كل قرية" أخرجه الدار قطني (ص ١٦٥) قال حدثني أبو بكر النيسا بوري قال حدثنا محمد بن يحيى حدثنا محمد بن وهب بن عطية حدثنا بقية بن الوليد حدثنا معاوية بن يحيى حدثنا معوية بن سعيد التجيبى حدثنا الزهري عن أم عبد الله الدوسية قالت: قال رسول الله ﷺ: "الجمعة واجبة على كل قرية وان لم يكن فيها إلا أربعة" يعني با لقري المدائن لا يصح هذا عن الزهري انتهى كلام الدار قطني.

ومعاوية بن يحيى الدمشقى أبو روح قال ابن عدي: عامة رواياته فيها نظر. وقال أبو زرعة: ليس بشيء. وقال أبوداؤدو النسائي وأبوحاتم: ضعيف الحديث.

ثم أخرجه الدار قطني (ص ١٦٦) من طريق آخر حدثنا أبو عبد الله محمد بن على بن إسماعيل الأيلي حدثنا عبد الله بن محمد بن خنيس الكلاعي حدثنا موسى بن محمد بن عطاء

حدثنا عبد الوليد بن محمد حدثنا الزهري حدثنى أم عبد الله الدوسية قالت: قال رسول الله ﷺ: "الجمعة واجبة على كل قرية فيها إمام وإن لم يكونوا إلا أربعة".

قال الدارقطني: الوليد بن محمد الموقري متروک ولايصح هذا عن الزهرى وكل من رواه عنه متروک انتهى.

ثم أخرجه بالإسناد الثالث قال حدثنا أبو عبد الله الأيلي حدثنا محمد بن عثمان بن صالح حدثنا عمروبن الربيع بن طارق حدثنا مسلمة بن على عن محمد بن مطرف عن الحكم بن عبدالله بن سعدعن الزهري عن أم عبد الله الدوسية قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "الجمعة واجبة على أهل كل قرية وإن لم يكونوا إلا ثلثة رابعهم إمامهم".

قال الدار قطني: الزهري لايصح سماعه عن الدوسية والحكم هذا متروک انتهى.

وقال الذهبي فيه متروكان وتالف. وقال الحافظ ابن حجر: هو ضعيف ومنقطع. وقال في محل آخر: إسناده واه جداً كذا قال المناوي في فيض القدير (۳/۳۵۹).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۹۸﴾

الجمعة واجبة على كل محتلم الخ

سوال: "الجمعة واجبة على كل قرية". "الجمعة واجبة على كل محتلم". ان دونوں حدیثوں کی صحت پر تصریح فرما کر حدیث پاک متعین فرمائیں۔ فقط والسلام

جواب: حديث "الجمعة واجبة على كل محتلم" أخرجه أبوداود والدارقطنى (ص ١٦٤)عن طارق بن شهاب عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "الجمعةحق واجب على كل مسلم فى جماعة إلا أربعة عبد مملوک أو امرأة أو صبى أو مريض".

قال أبوداود: وطارق رأى النبي صلى الله عليه وسلم ولم يسمع منه انتهى.

قال النووي في شرح المهذب (٤/٤٨٣): وهذا الذى قاله أبوداود لا يقدح في صحة الحديث لأنه إن ثبت عدم سماعه يكون مرسل صحابي ومرسل الصحابي حجة عند أصحابنا وجميع العلماء إلا أبا أسحاق الإسفرائني انتهى.

www.alislahonline.com

وقال في الخلاصة: والحديث على شرط الصحيحين انتهى.

ورواه الحاكم في المستدرک (۲۸۸/۱) عن طارق عن أبي موسى مرفوعاً وصححه على شرط الصحيحين. وقال البيهقي المحفوظ عن طارق بدون ذكر أبي موسى وقال في سننه (۱۸۳/۳):

وهذا الحديث وإن كان فيه إرسال فهو مرسل جيد وطارق من كبار التابعين وممن رأى النبي صلى الله عليه وسلم وإن لم يسمع منه.

محتلم. کالفظ اس وقت مجھ کو مستحضر نہیں ہے واللہ اعلم .

محمد یونس عفی عنہ

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ

ح

۹۹

حبب إلى من الدنيا ثلث

قال المحب الطبري في الرياض النضرة في مناقب العشرة ۳٦/۱ ورُوى أنه لما قال صلى الله عليه وسلم: "حبب إلى من دنياكم ثلاث الطيب والنساء وجعل قرة عينى في الصلوة".

قال أبو بكر: و أنا يا رسول الله حبب إلى من الدنيا ثلاث النظر إلى وجهک، وجمع المال للإنفاق عليک، والتوسل بقرابتک إليک.

وقال عمر: وأنا يا رسول الله حُبب إليّ من الدنيا ثلاث الأمر بالمعروف، والنهى عن المنكر، والقيام بأمر الله.

وقال عثمان: وأنا يا رسول الله حُبب إليّ من الدنيا ثلاث إطعام جائع، وإرواء الظمآن، وكسوة العارى.

وقال على ابن أبي طالب: وأنا يا رسول الله حُبب إليّ من الدنيا ثلاث الصوم فيالصيف، وإقراء الضيف، والضرب بين يديک بالسيف خرجه الخجندى انتهى.

والخجندى هو إبراهيم بن محمد بن عبداللطيف الخجندى كما في خطبة الرياض النضرة ٦/۱.

وفي نسيم الرياض ٤٥٨/۱ بلفظ: روي أن النبى صلى الله عليه وسلم جلس مع أصحا به الأربعة فقال: "حبب إليّ من دنيا كم ثلث الطيب والنساء وجعلت قرة عيني في الصلوة. فقال أبو بكرؓ: وأنا يا رسول الله حبب إليّ من الدنيا ثلث الجلوس بين يديک، والنظر إليک، وإنفاق جميع مالي عليک.

وقال عمرؓ: وأنا يا رسو ل الله حبب إليّ من الدنيا ثلث الأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، وحفظ الحدود.

وقال عثمانؓ: وأنا يا رسول الله حبب إليّ من الدنيا ثلث إفشاء السلام، وإطعام الطعام، والصلوة بالليل والناس نيام.

وقال عليؓ: وأنا يا رسول الله حبب إليّ من الدنيا ثلث إقراء الضيف، والصوم بالصيف، والضرب بين يديک بالسيف.

فنزل جبرئيل عليه الصلوة والسلام، وقال : وأنا يارسول الله حبب إليّ من دنياكم ثلث حب المساكين، وتبليغ الرسائل للمسلمين، وأداء الأمانة.

وإذا النداء من قبل الله وهويقول: "إن الله يحب من دنيا كم ثلث بدن صابر، ولسان ذاكر ، وقلب شاكر".

وفي المنبهات: وعن رسو ل الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "حُبب إليّ من دنيا كم ثلث الطيب ، والنساء ، وجعلت قرة عيني في الصلوة" وكان معه أصحا به جلوسا فقال أبوبكر الصديقؓ: صدقت يارسول الله وحبب إليّ من الدنيا ثلث النظر إلى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإنفاق مالي على رسول الله، وأن يكون ابنتى تحت رسول الله. فقال عمرؓ صدقت يا أبا بكر وحبب إليّ من الدنياثلث الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والثوب الخلق ،فقال عثمانؓ : صدقت ياعمر وحبب إليّ من الدنياثلث إشباع الجيعان، وكسوة العريان، وتلاو ة القرآن وقال على: صدقت يا عثمان وحبب إليّ من الدنيا ثلث الخدمة للضيف، والصوم في الصيف، والضرب باالسيف فبينا هم كذلک إذجاء جبرئيل وقال: أرسلني الله تبارک وتعالى لما سمع مقالتكم وأمرک أن تسألني عما أحب إن كنت من أهل الدنيا فقال: ماتحب إن كنت من أهل الدنيا؟ فقال: إرشاد الضالين، و موانسة الغرباء القانتين ومعاونة العيال المعسرين وقال جبرئيل: يحب رب العزة جل جلا له من عباده ثلث خصال: بذل الإستطاعة، والبكاء عندالندامة، والصبر عند الفاقة.

قلت: ولا يصح من ذلک شيء بل تكاد لاتوجد بسند صحيح ولا حسن ولاضعيف.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۰۰

حبّب الی النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ

اس حدیث کی تخریج کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری ۱۱/۲۹۶ میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی تخریج نسائی وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

مزید اس کی تفصیل یہ ہے کہ نسائی نے اپنی سنن میں ص:۹۳ پر دو طریقوں سے اس کی تخریج کی ہے اول طریق:

عن سیار بن حاتم عن جعفر بن سلیمان عن ثابت عن أنس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: حبّب إليّ النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ۔

اور دوسرا طریق یہ ہے: **عن سلام ابی المنذر عن ثابت عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "حبب إلیّ من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ"۔**

اور سیار ہی کے طریق سے امام احمد نے الزہد میں اور حاکم نے المستدرک ۲/۱۶۰ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور حاکم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے امام ذہبی نے بھی اس کو ثابت کہا ہے ——— لیکن حاکم کا قول وہم ہے، سیار ابن حاتم صحیح مسلم کے رواۃ مین نہیں ہیں، امام مسلم نے ان سے تخریج نہیں کی ہے، ان سے ابوداؤد، ترمذی، اور نسائی نے تخریج کی ہے۔ چنانچہ "میزان" میں اس کے لیے د،س،ت، رقم ہے۔ اور تہذیب التہذیب میں ت،س، ق رقم ہے (ترمذی میں سیار کی حدیث کتاب الدعوات ۲/۱۸۳ میں ہے) اور خزرجی نے الخلاصہ میں د،س،ق، رقم کیا ہے اسی بنیاد پر ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سے ان کی تخریج ثابت ہے۔ علاوہ ازیں ان سب کی علامت نسائی پر تو متفق ہیں ان کے علاوہ مختلف فیہ ہیں۔

امام ذہبی وخزرجی کی علامت ابوداؤد کے سلسلہ میں متفق اور امام ترمذی کے سلسلہ میں مختلف ہے۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ خزرجی کی علامت اس حدیث کے سلسلے میں خاموش ہے اور ترمذی کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر نے حافظ ذہبی کی موافقت کی ہے اور ابن ماجہ کے سلسلہ میں دونوں مختلف ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تو موافقت کی ہے اور ذہبی کی علامت اس سلسلہ میں خاموش ہے اور خزرجی نے حافظ کی موافقت کی ہے لیکن سیار ابن حاتم کے بارے میں یہ امر مسلم ہے کہ امام مسلمؒ نے ان سے تخریج نہیں کی، تو پھر بھلا یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق کیسے ہوسکتی ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۰۱

الحجر الأسود يمين الله في الأرض

"الحجر الأسود يمين الله في أرضه" ذكره في الإحياء بهذا اللفظ قال العراقي في تخريج الإحياء "الحجر يمين الله في الأرض" الحاكم صححه من حديث عبدالله بن عمرو وقال السيوطي في الجامع الصغير: "الحجر يمين الله في الأرض يصافح بها عباده" (خط) وابن عساكر عن جابر.

قال المناوى: قال ابن الجوزى: حديث لايصح، فيه إسحق بن بشر كذبه ابن أبي شيبة وغيره. وقال الدار قطني: هو في عداد من يضع، وقال ابن العربي: هذا حديث باطل فلا يلتفت إليه انتهىٰ.

قلت لكنه ورد من حديث عبد الله بن عمرو كما تقدم في كلام العراقي وقد صححه الحاكم وسكت عنه العراقي وقد أخرج ابن ماجة ص: ۲۱۸ في حديث عن أبي هريرة مرفوعاً: من فاوضه فإنما يفاوض يد الرحمن. وفي إسناده إسمعيل بن عياش قال المنذري وحسنه بعض مشائخنا انتهى.

فالحق أن يقال: إن هذا الحديث أى حديث الحجر يمين الله وارد على معنى التشبيه أى إن الذي يقبل الحجر الأسود فكأنما يقبل يد الرحمن وكأنما يصافح يد الرحمن تبارک وتعالى وقد حمله الغزالي على معنى الإكرام وقد ذكر الحافظ ۳/ ۳۷۰لهذا الحديث معانى فراجعه .

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۲۵/ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ

۱۰۲

الحرب خدعة

مکرمی وصدیقی القدیم دام لطفہ بعد سلام مسنون

ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں "الحرب خدعة" حضرت شیخ نے لکھا ہے "اس کے تین معنی ہیں" وہ تین

معنی کیا ہیں؟ بذل ۳/۲۴۳ میں دو معنی لکھے ہیں ان میں سے بھی پہلا مطلب سمجھ میں نہیں آیا امید کہ قلم برداشتہ ابھی لکھ دیں گے بشرطیکہ حرج نہ ہو۔ فقط عاقل غفرلہ

المکرّم المحترم دامت عنایاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث ''الحرب خدعة'' میں لفظ خدعة میں شراح نے پانچ لغات نقل کئے ہیں:

(۱) خدعة بفتح الخاء وسكون الدال واتفقوا على أنه الأفصح (۲) خدعة بضم الخاء وسكون الدال (۳) خدعة بضم الأول وفتح الثاني (٤) خدعة بضم الأول والثاني (٥) خدعة بكسر الأول وسكون الثاني یہ پانچوں لغات حافظ ابن حجر نے (٦/١١٠) لکھے ہیں: اور رابع کے علاوہ بقیہ چار صاحب قاموس نے بھی لکھے ہیں: ولفظه الحرب خدعة مثلثة وكهمزة وروى بهن جميعا أى تنقضى بخدعة اھ۔

پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ لڑائی بڑی دھوکہ باز ہے کہ ذرا بھی غفلت ہوتی ہے تو بس گرا دیتی ہے. فهو من باب تسمية الفاعل بإسم المصدر اور ممکن ہے کہ مفعول کے معنیٰ ہو كما يقال هذا الدرهم ضرب الأمير أى مضروبه اور مطلب یہ ہو کہ لوگ لڑائی میں دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں أى إنهم يخدعون بالحرب.

اور خطابی فرماتے ہیں کہ خدعة صیغہ مرۃ ہے خدع سے مطلب یہ ہے کہ لڑائی تو بس ایک ہی دھوکہ ہے یعنی دوبارہ ضرورت نہیں ہے بس ایک ہی مرتبہ میں لڑائی کام تمام کر دیتی ہے پھر کسی کام کا نہیں رکھتی ہے اور یہی بذل کے معنیٰ اول کا حاصل ہے۔

اور مرۃ کی صورت میں یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ جنگ اگر چہ ایک ہی بار ہو کافر کو دھوکہ دیدے اور کافر سے ایک دھوکہ بھی نہ کھائے:

قال الحافظ: وقيل الحكمة في الإتيان بالتاء للدلالة على الوحدة فإن الخداع إن كان من المسلمين فكأنه حضهم على ذلك ولو مرة واحدة وإن كان من الكفار فكأنه حذرهم من مكرهم ولو وقع مرة واحدة فلا ينبغى التهاون بهم لما ينشأ عنهم من المفسدة ولو قل.

اور ثانی اور ثالث صورت میں مطلب ایک ہے یعنی حرب لوگوں کو بہت دھوکہ دیتی ہے اور وفا نہیں کرتی ہے البتہ ثالث میں جو مبالغہ ہے وہ ثانی میں نہیں ہے۔

اور رابع خادع کی جمع ہے یعنی جنگ تو بہت سے دھوکہ بازوں کا مجموعہ ہے اور خامس صورت میں وہی معنی ہیں جو خطابی سے لغت اول کے معنی کے ذیل میں نقل ہوئے، واللہ اعلم۔

اور غالباً حضرت شیخ نے جن تین معانی کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہیں (۱) لڑائی دھوکہ باز ہے فهو بمعنىٰ

الفاعل (۲) لڑائی تو صرف ایک مرتبہ کا دھوکہ ہے اس کے بعد آدمی کچھ نہیں کرسکتا ہے (۳) لڑائی میں لوگ دھوکے میں ڈالے جاتے ہیں **فھو بمعنیٰ المفعول**.

اور بذل المجھود میں جو معنیٰ اول لکھے ہیں اس کی وضاحت کی طرف اشارہ کر چکا ہوں اور مطلب یہ ہے کہ یہ مرۃ کا صیغہ ہے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ حرب صرف ایک دھوکہ ہے کہ اس میں آدمی یا تو غالب یا مغلوب ہوتا ہے اور جو مغلوب ہوتا ہے وہی مخدوع ہوتا ہے کہ ایک دھوکہ میں اب اس کے بعد اس کا تدارک نہیں کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمد یونس عفی عنہ

شب دوشنبہ ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ

﴿خ﴾

﴿۱۰۳﴾

خَطَّ لنا رسول الله ﷺ خطّاً ثم خطَّ عن يمينه الخ

سوال: عن عبد الله بن مسعود قال خطَّ لنا رسول الله ﷺ خطّاً ثم خط عن يمينه وخطَّ عن يساره الحديث یہ حدیث مستدرک حاکم میں کہاں ہے؟

الجواب: قلت أخرجه الحاكم في التفسير ۳۱۸/۲ من طريق أبي بكر بن عياش وحماد بن زيد عن عاصم بن أبي النجود عن أبي وائل عن عبد الله بن مسعود به وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۱۰۴﴾

خلقت النخلة والرمانة والعنب من فضلة طينة آدم

سوال : تفسیر مظہری میں پارہ ۱۶ آیت منها خلقناكم وفيها نعيدكم کے تحت یہ حدیث ذکر فرمائی گئی ہے أخرج ابن عساكر عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "خلقت النخلة والرمانة والعنب من فضلة طينة آدم"۔

حضرت! حدیث مذکور روایۃ کیسی ہے نخلہ والی روایتوں پر کوئی اشکال نہیں چونکہ رمانہ اور عنب کا ذکر اسی حدیث میں ملا اور اس کی روایت کے متعلق کچھ علم نہیں لہٰذا اس کی تحقیق تحریر فرمائی جائے۔ والسلام

حبیب اللہ بستی

جواب : عزیزم سلمہ! بعد سلام مسنون!

تم نے اپنے خط میں ایک سوال کیا اس کا جواب لکھنا یاد نہ رہا:

حديث خلق النخلة والرمان والعنب من فضل طينة آدم صلى الله عليه وسلم رواه المحاملي في الأمالي وعنه ابن عساكر في تاريخه عن الحاكم بن عبد الله الكلبي أبي سالم من

أهل قزوين عن يحيىٰ بن سعيد البحراني من أهل غطيف عن أبي هارون العبدي عن أبي سعيد الخدري قال سألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم مماذا خلقت النخلة؟ فذكره.

أبو هارون العبدي اسمه عمارة بن جوين ضعيف متروک. قال ابن حبان : يروي عن أبي سعيد ما ليس من حديثه وكذبه صالح جزرة والجوزجاني وغيرهما۔

تم نے لکھا ہے نخلہ والی روایت پر کوئی اشکال نہیں ہے یہ تو بہت ہی تعجب خیز امر ہے غالبًا شہرت کی وجہ سے تمہارے ذہن میں اس کا ثبوت راجح ہے ورنہ وہ حدیث تو اور بھی واہی ہے بلکہ ایک جماعت نے اسے موضوع کہا ہے:

فقد روي ابن عدي في الكامل ۔والباطرقاني في جزء من حديثه وابن الجوزي في الموضوعات كلهم عن جعفربن أحمدبن على الغافقى حدثنا أبو صالح كاتب الليث حدثنا وكيع عن الأعمش عن مجاهد عن ابن عمر عن النبيﷺ: ''أحسنوا إلى عمتكم النخلة فإن الله تعالى خلق آدم ففضل من طينتها فخلق منها النخلة''.

جعفر بن أحمد بن على الغافقي وضاع نسبه إلى وضع الحديث أبو سعيد بن يونس وابن عدي والدار قطني وغيرهم، قال ابن عدي : لاشک أنه وضع هذا الحديث وأقره الحافظ ابن حجر في اللسان.

وله طريق آخر أخرجه أبويعلى في مسنده وابن أبي حاتم وابن مردويه في التفسير لهما وابن السني في الطب والعقيلي في الضعفاء وابن عدي في الكامل وابن حبان في الضعفاء وأبو نعيم في الطب والحلية والسياق له والرامهرمزي في الأمثال وابن عساكر من طريق مسرور ابن سعيد التميمي عن الأوزاعي عن عروة بن رويم عن على مرفوعاً:

''أكرموا عمتكم النخلة، فإنها خلقت من فضلة طينة أبيكم آدم، وليس من الشجر شجرة أكرم على الله من شجرة ولدت تحتها مريم بنت عمران فأطعموا نساء كم الوالد الرطب، فإن لم يكن رطباً فتمر''.

قال السخاوي في المقاصد ص.(۷۹): في سنده ضعف وانقطاع وقال العقيلي: غريب من حديث الأوزاعي عن عروة تفرد به مسرور ابن سعيد. وقال العقيلي: حديثه غير محفوظ ولايعرف إلا به، وقال ابن عدي: هذا منكر عن الأوزاعي، وعروة عن علي مرسل، ومسرور غير معروف لم أسمع يذكره إلا في هذا الحديث. وقال ابن عساكر: عروة لم

يدرک علياً والحديث غريب والتميمي مجهول.

وقال الحافظ ابن كثير: هذا حديث منكر جداً و أورده ابن الجوزي في الموضوعات وقال: لا يصح، مسرور منكرالحديث يروي عن الأوزاعي المناكير وقال ابن حبان: مسرور بن سعيد التميمي يروي عن الأوزاعي المناكير التى لا يجوز الإحتجاج بمن يرويها ثم ذكر هذا الحديث.

حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث ابن حبان وابن عدی وابن کثیر کے نزدیک منکر ہے، عقیلی غیر محفوظ کہتے ہیں اورابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے علامہ سیوطی نے اپنی عادت کے موافق ابن الجوزی پر تعقب کیا ہے لیکن کوئی زوردار تائید نہیں پیش کر سکے۔ بہرحال یہ روایت اگر موضوع نہ بھی ہوتو قابل استناد نہیں ہے۔

محمد یونس عفی عنہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

۱۰۵

الخلق السئية يفسد العمل كما يفسد الخل العسل

سوال :الخلق السئية يفسد العمل كما يفسد الخل العسل.

الجواب :هذا الحديث أخرجه الطبراني في الكبير والأوسط والبيهقي في الشعب عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: "الخلق الحسن يذيب الخطايا كما يذيب الماء الجليد، والخلق السوء يفسد العمل كما يفسد الخل العسل".

وفي إسناده عيسى بن ميمون المدنى قال الهيثمي ٢٤/٨: وهوضعيف وأشار المنذري في الترغيب (١٥١/٢) إلى كونه واهيا لأجل عيسى. قال البخاري: إنه منكر الحديث وقال العراقى في تخريج الإحياء (٤٤/٣): أخرجه ابن حبان في الضعفاء من حديث أبي هريرة والبيهقي في الشعب من حديث ابن عباس وأبي هريرة أيضاً وضعفهما ابن جرير انتهى.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۰۶

خلق الله العقل فقال له أقبل الخ

سوال: خلق الله العقل فقال له: أقبل فأقبل وقال له أدبر فأدبرو قال: هذان كتابان من رب العٰلمين.

الجواب: یہ حدیث حافظ ابواحمد بن عدی نے الکامل میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے:

عن أبي هريرةؓ مرفوعاً: "لما خلق الله العقل قال له: قم فقام ثم قال له الله: أدبر فأدبر ثم قال له: أقبل فأقبل ثم قال له: أقعد فقعد فقال: ماخلقت خلقاً هو خير منک ولا أحسن منک ولا أكرم منک بک آخذو بک أعطى وبک أعرف وبک أعاقب لک الثواب وعليک العقاب".

وفي إسناده حفص بن عمر قاضي حلب عن الفضل بن عيسى الرقاشي عده ابن عدي منكراً وأشار إليه الذهبي في الميزان فأورده في ترجمة حفص بن عمر وشيخه الفضل بن عيسى وقال البيهقي في الشعب: إسناد غير قوي، وهو مشهور من قول الحسن ثم أخرجه بإسناده، وأورده ابن الجوزي في الموضوعات ۱/۱۷٤ وقال: لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يحيى بن معين: الفضل رجل سوء. و قال ابن حبان: حفص بن عمر يروي الموضوعات لايحل الإحتجاج به.

وأخرجه الدارقطني في الأفراد من وجه آخر وفيه سيف بن محمد الكوفي ابن أخت سفيان الثوري، قال ابن الجوزي: وهو كذاب بالإجماع.

وقال السخاوي في المقاصد الحسنة ۱۱۸: قال ابن تيمية وتبعه غيره – إنه كذب موضوع باتفاق انتهى.

وأخرجه العقيلي من حديث أبي أمامة بنحوه و فيه سعيد بن الفضل القرشي عن عمر بن أبي صالح العتكى و هما مجهولان، وقدروي الحديث عن عائشة وغيرها بسطها السيوطي في

اللآلي المصنوعة ۱/۱۲۹. قال أحمد بن حنبل: هذا الحديث موضوع، ليس له أصل. وقال العقيلي: ولا يثبت في هذا المتن شيء وقال ابن حبان: ليس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم خبر صحيح في العقل.

وقال ابن تيمية في الفرقان ص ٤٣: والحديث الذى ذكروه في العقل كذب موضوع عند أهل المعرفة بالحديث كما ذكر ذلک أبو حاتم البستي والدارقطني وابن عدي وغيرهم.

اورهذان کتابان من رب العالمین کی زیادتی اس حدیث میں کسی طریق میں بھی نہیں ملی۔

۱۰۷

خیار عباد اللہ الذین اذا رأوا ذکر اللہ الخ

صاحب مشکوۃ معتمد مخرجین میں سے ہیں

سوال: صاحب مشکوۃ فرماتے ہیں ص:٤١٥ عن عبد الرحمن بن غنم وأسماء بنت يزيد أن النبي ﷺ قال: "خيار عباد الله الذين إذا رأوا ذكر الله، وشرار عباد الله المشاء ون بالنميمة المفرّقون بين الأحبة الباغون البراء العنت" رواه أحمد والبيهقى فى شعب الايمان.

اس سے پہلے حضرت عبادہ سے ایک حدیث نقل کی ہے حافظ منذری، حافظ نورالدین ہیثمی وغیرہ نے حدیث عبدالرحمٰن واسماء کو امام احمد وغیرہ کی تخاریج کی طرف منسوب کیا ہے، بیہقی کی طرف کسی نے بھی نہیں کیا ہے بظاہر شعب الایمان میں حدیث عبدالرحمٰن واسماء موجود نہیں ہے ورنہ کوئی تو ان کی طرف منسوب کرتا اگر آپ کے علم میں ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب: حدیث عبدالرحمٰن بن غنم واسماء بنت یزید ہمارے علم میں کسی نے شعب الایمان للبیهقی کی طرف سوائے صاحب مشکوۃ کے منسوب نہیں کیا ہے لیکن دوسروں کے عدم ذکر سے عدم لازم نہیں آتا ہے تا آنکہ کوئی شخص شعب الایمان بتمامہ نہ دیکھ لے آخر صاحب مشکوۃ معتمد مخرجین میں ہیں۔ واللہ اعلم

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۰۸

الخير فيما وقع،والخيرة في الواقع

سوال: آپ بیتی میں ایک جگہ حضرت نوراللہ مرقدہ نے الخیر فی ماوقع "الحدیث"لکھا حضرت مولانا استاذ الاساتذہ ظریف احمد صاحب نوراللہ مرقدہ اکثر فرمایا کرتے تھے حضرت نے الحدیث لکھا آج تک مقولہ سمجھتے رہے کیا یہ حدیث ہے؟

جواب: الخیر فی ماوقع حدیث نہیں ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی املاء کرائی ہے اندازہ یہ ہے کہ کاتب کے قلم سے لغزش ہوئی صاحب کشف الخفاء لکھتے ہیں: والخيرة في الواقع ليس بحديث۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۰۹

خير نسائكم الودود الولود المواتية المواسية الخ

عن أبي أذنية الصدفي أن رسول الله ﷺ قال: "خير نسائكم الودود الولود المواتية المواسية إذا اتقين الله، وشر نسائكم المتبرجات المتخيلات وهن المنافقات لا يدخلن الجنة منهن إلامثل الغراب الأعصم".

أخرجه البيهقي في سننه الكبرىٰ (۸۲/۷) وابن السكن في معرفة الصحابة كما في الإصابة (۵/۷) من طريق موسى بن علي بن رباح عن ابيه عن أبي اذنية قال البيهقي: وقد روي بإسناد صحيح عن سليمان بن يسار عن النبي ﷺ مرسلا إلى قوله : إذا اتقين الله.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۱۰

الخيل ثلثة ركوبه أجر وعاريته أجرٌ

صدیق محترم حضرت مولانا محمد یونس صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ آپ بصحت وعافیت ہوں۔

ایک عرصۂ دراز کے بعد توفیق تحریک سلسلۂ مراسلت ہورہی ہے اور طالب علم کو وہی طلب علم۔

ایک لفظ میں میں کافی دن سے الجھا ہوا ہوں۔ جی تو چاہتا ہے ایک مفہوم کو، مگر لغت سے تائید نہیں ملتی۔ کتاب الترغیب ۱/۲۳۱، **ابواب الجهاد، الترغيب في احتباس الخيل** کی ساتویں حدیث **عن رجل من الأنصار، رواه احمد** ٤/٩٦، (بحاشیۃ مصطفیٰ محمد عمارۃ طبع ثانیہ ۲/۲۶۱-۳ ۱۳۷ھ) مسند احمد ۴/۹۶، اس میں ہے ''**ركوبه أجر وعاريته أجر**''.

اس عاریۃ کا ماقبل سے تعلق دیکھتے ہوئے یہ مطلب اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خالی کھڑا رہنا بھی باعث اجر ہے، دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ اس کا مانگا ہوا دینا بھی باعث اجر ہے۔ عاریۃ کے معروف معنی کے لحاظ سے یہ دوسرا ترجمہ درست ہے لیکن اگر عاریۃ سے مراد ''کونہ عاریۃ ای خالیۃ'' ہو تو پہلا ترجمہ بہت موزوں ہے کیا اس کا جواز ہے؟

براہ کرم جلد جواب سے نوازیں۔ میں نے بغرض اختصار پوسٹ کارڈ استعمال کیا ہے امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

محمد عبداللہ طارق دہلوی ۹/ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی آپ کا کارڈ ملا، احقر پندرہ دن سے بیمار ہے۔ آپ نے جو دوسرے معنی ذکر فرمائے ہیں وہی مراد ہیں۔ رکوب سے مراد خود سواری کرنا ہے اور اس کے مقابل عاریۃ سے مراد دوسرے کو سواری کے لئے دینا ہے۔

یہاں ایک خاص اختلاف پر متنبہ کرتا ہوں امام احمد نے یہ حدیث المسند ۴/۶۹ میں روایت کی ہے اور اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

الخيل ثلثة: فرس يربطه الرجل في سبيل الله عزوجل فثمنه أجر، وركوبه أجر، وعاريته أجر، و علفه أجر. و فرس يغالق عليه الرجل ويراهن فثمنه وزر، وعلفه وزر، و فرس للبطنة

فعسی أن یکون سداداً من الفقر إن شاء اللہ تعالیٰ.

منذری نے فرس اول کے متعلق **علفه** اجر نہیں لکھا اور فرس ثانی کے متعلق ثمن اور رکوب کو ذکر کیا **علفه وزر** نہیں لکھا اور ہیثمی نے مجمع الزوائد ۵/۲۶۰ میں بھی حدیث بحوالہ مسند احمد لکھی ہے اور اس میں فثمنہ کی جگہ قیمت ہے۔ جو میرے خیال میں تصحیف ہے اور انہوں نے بھی فرس اول کے متعلق **و علفه** أجر نہیں لیا اور فرس ثانی کے متعلق ثمن ورکوب لکھا۔ جیسا کہ منذری نے لکھا۔ اور **عاریته وزر** کا اضافہ کیا۔ واللہ اعلم

محمد یونس عفی عنہ

یوم جمعہ ۱۱/ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

﴿د﴾

﴿۱۱۱﴾

دعوا الحسناء العاقر وتزوجوا السوداء الولود

أخرج عبدالرزاق(۱۶۰/۶)عن هشام بن حسان عن محمد بن سرين قال: قال رسول الله ﷺ: "دعوا الحسناء العاقر وتزوجوا السوداء الولود فإني أكاثر بكم الأمم يوم القيامة حتى السقط يظل محبنطياً أى متغضبا فيقال له: أدخل الجنة فيقول حتىٰ يدخل أبواى؟ فيقال: ادخل أنت وأبواک.

قلت: وهو مرسل صحيح، قال المحشى أخرجه طب من حديث معوية بن حيد ة وطس من حديث سهل بن حنيف كما في الكنز (۲۳۸/۸-۲۳۹).

قلت حديث سهل لا ذكر فيه للولود وحديث معوية بن حيدة قد تقدم. بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۱۱۲﴾

الدنيا جيفة وطالبها كلاب

یہ حدیث بھی بلفظہ باوجود کثیر تتبع کے نہیں ملی لیکن اس کے معنیٰ احادیث میں ملتے ہیں جو کنز العمال اور منتخب کنز العمال وغیرہ میں مذکور ہیں:

عن على قال "الدنيا جيفة فمن أرادها فليصبر على مخالطة الكلاب".

ابوالشیخ منتخب(۱۹۲/۱):"أوحي الله إلى داؤد يا داؤد مثل الدنيا كمثل جيفة إجتمعت عليها الكلاب يجرونها أ فتحب أن تكون كلبا مثلهم فتجر معهم. يا داؤد طيب الطعام، وليّن اللباس، والصيت في الناس، وفي الآخرة الجنة لايجتمع أبداً".

الديلمي عن على منتخب(۱۸۶/۱)۔

اس کے بعد سیوطی کی کتاب الدرر المنتثرۃ میں حدیث مسئول پر کلام ملا فرماتے ہیں(ص:۸۶):

"الدنياجيفة والناس كلابها" أبوالشيخ في تفسيره عن على موقوفاً: الدنيا جيفة فمن أرادها

فليصبر على مخالطة الكلاب. وأخرج الديلمي عن علي مرفوعاً : أوحي الله إلى داؤد الخ.

علامہ سیوطی نے بھی وہی دونوں حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جو بندہ نے ذکر کی ہیں اور حاصل یہ ہے کہ حدیث بلفظہ تو موجود نہیں ہے ہاں بمعناہ ملتی ہے واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۲/رمضان ۱۳۹۳ھ

علامہ شعرانی نے طبقات میں حضرت علی کا مقولہ نقل کیا ہے جس کا ترجمہ حضرت شیخ مدظلہ نے تاریخ مشائخ چشت (ص:۱۲۰) میں نقل کیا ہے وھو ھذا۔

فرمایا کرتے تھے کہ دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں لہٰذا جو اس دنیا سے لینا چاہے وہ کتوں کے ساتھ ملا جلا کرے۔

علامہ شعرانی نے اس مقولہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو حاجات ضروریہ سے زائد ہوں اور جو چیزیں حاجت اور ضرورت کی ہیں وہ اس میں داخل نہیں انتھیٰ .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۱۳

الدنيا زور لايحصل إلابالزور

حدیث ''الدنیا زور لایحصل إلابالزور'' باطل ہے کتب حدیث میں ہماری معلومات میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے اور ابھی تک کسی معتمد شخص کے کلام میں بھی یہ مقولہ نظر سے نہیں گذرا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿ذ﴾

﴿۱۱٤﴾

ذروا الحسناء العقيم عليكم بالسوداء الولود

عن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ: "ذروا الحسناء العقيم وعليكم بالسوداء الولود فإني مكاثربكم حتى السقط يظل محبنطياً بباب الجنة فيقال له: ادخل الجنة فيقول: حتى يدخل والدي معي".

أخرجه أبو يعلى وفيه عمر بن الحصين شيخ أبي يعلى، قال الدارقطني: متروک وقال البو صيري: فيه حسان بن سياه وهو ضعيف والأظهر – والداى معي، كذا في المطالب العالية وهامشه (۲۳/۲) وذكره فى الكنز (۲٤۲/۸) معز وا لابن عدي.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۱۱٥﴾

ذُكرت الطيرة عند رسول الله ﷺ فقال أحسنها الفال الخ

سوال: عن عروة بن عامر قال: ذُكرت الطيرة عند رسول الله ﷺ فقال: "أحسنها الفال ولاترد مسلما فإذا رأى أحدكم ما يكره فليقل اللّٰهم لايأتى بالحسنات إلا أنت" الحديث یہ ابن أبي شيبه میں کہاں ہے؟

جواب بندہ کے پاس ابن ابی شیبہ کا مکمل نسخہ نہیں ہے اس لئے معلوم نہ ہوسکی ویسے تو اصل حدیث کو امام ابو داؤد نے السنن میں اور بیہقی نے سنن کبری (۸/ ۱۳۹) میں روایت فرمایا ہے:

عن عروة بن عامر قال ذُكرت الطيرة عند رسول الله ﷺ فقال: "أحسنها الفال ولاترد مسلما فإذا رأى أحدكم ما يكره فليقل اللّٰهم لايأتى بالحسنات إلا أنت ولايدفع السيئات إلا أنت ولاحول ولاقوة إلا بالله".

وهو حديث مرسل فإن عروة بن عامر تابعي يروي عن ابن عباس وغيره.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١١٦

الذنب لايُنسٰى والبر لايبلي

سوال: الذنب لاينسى والبرلا يبلى والديان لا يموت فكن كما شئت؟

الجواب : هـذا الـحـديـث أخرجه ابو نعيم والديلمى من طريق مكرم بن عبدالرحمن الـجوز جانى عن محمد بن عبدالملک الأنصاري عن نافع عن ابن عمر رفعه: "قال البرلايبلى، والذنب لاينسى، والديان لايموت فكن كما شئت فكما تدين تدان".

ومـن هـذا الـوجـه أورده ابـن عـدى فى الكامل وضعف محمداً وأخرجه البيهقى فى الأسـمـاء والصفات ص ٦٠ وفـى الـزهـد مـن جهة عبدالرزاق عن معمر عن أيوب عن أبي قـلابة مـرسلاً وقـال: والإثـم لاينـسـى ووصله أحمد فرواه فى الزهد ص ١٤٢، لـه من هذا الـوجـه بـإثبات أبي الدرداء وجعله من قوله وهو منقطع مع وقفه وقال : والديان لا ينام كذا فى المقاصد ص ٣٢٥ بزيادة.

﴿ر﴾

﴿۱۱۷﴾

رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه

حديث "رب تال يقرأ القرآن والقرآن يلعنه" هذا الكلام إشتهر على ألسنة القراء في القرون المتأخرة، وقد أوغلت في طلبه فلم أقف له على سند ولاذكره أحد من المخرجين غير قول الشيخ زكريا الأنصاري في شرح المقدمة الجزرية المسمى بالدقائق المحكمة في شرح المقدمة الجزرية في خبر : رب قارئ يقرأ القرآن والقرآن يلعنه" وقول القاري في "المنح الفكرية شرح مقدمة الجزرية" روي عنه ﷺ "رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه" ولكن لم يذكر من خرجه.

واستدل به غير واحد على أن علم التجويد لازم وهذا الحديث وإن لم يثبت ولكن نص العلماء المحققون على أصل المسئلة قال الحافظ شمس الدين الجزري في مقدمته المعروفة بالجزرية :

والأخذ بالتجويد حتم لازم من لم يجود القرآن آثم

قال القاري في شرح المقدمة: ثم هذا العلم لاخلاف في أنه فرض كفاية والعمل به فرض عين في الجملة على صاحب كل قراء ة ورواية ولوكانت القراءة سنة وأما دقائق التجويد فإنما هو من مستحسناته فإن اللحن على نوعين جلى وخفى.

فالجلى خطأ يعرض اللفظ ويخل بالمعني والإعراب كرفع المجرور ونصبه ونحوهما سواء تغير المعنى به أم لا؛ والخفى خطأ يخل بالحروف كترک الإخفاء والقلب والإظهار، والإدغام، والغنة، وكترقيق المفخم، وعكسه، ومد المقصور، وقصر الممدود، وأمثال ذلک.

ولاشک أن هذا النوع مما ليس بفرض عين يترتب عليه العقاب الشديد وإنما فيه خوف العقاب والتهديد انتهى بإختصار.

وماتعارفه قراء هذا الزمان من قراء ة القرآن بالتمطيط حتى يخرج الحرف عن هيأته فلا خلاف في منعه قال النووي في كتابه التبيان :

أجمع العلماء على إستحباب تحسين الصوت بالقرآن مالم يخرج عن حد القراء ة بالتمطيط فإن خرج حتى زاد حرفاً، أوأخفاه حرم، كذا نقله الحافظ ابن حجر في الفتح ٩/٦٤.

وأما القراء ة بالألحان فالخلاف فيه مشهور ذكره النووي وابن القيم والحافظ ابن حجر والسيوطي، والعيني وغيرهم.

قال الحافظ ابن حجر بعد ذكر الإختلاف : والذي يتحصل من الأدلة أن حسن الصوت بالقرآن مطلوب، فإن لم يكن حسناً فليحسنه ما استطاع كما قال ابن أبي مليكة، وقد أخرج ذلک عنه أبوداؤد بإسناد صحيح.

ومن جملة تحسينه أن يراعي فيه قوانين النغم فإن حسن الصوت يزداد حسناً بذلک وإن خرج عنها أثر ذلک في حسنه. وغير الحسن ربما انجبربمراعاتها مالم يخرج عن شرط الأداء المعتبر عند أهل القراء ات فإن خرج عنها لم يف تحسين الصوت بقبح الأداء ولعل هذا مستند من كره القراء ة بالأنغام لأن الغالب على من راعى الأنغام أن لايراعى الأداء فإن وجد من يراعيهما فلاشک في أنه أرجح من غيره لأنه يأتي المطلوب من تحسين الصوت ويجتنب الممنوع من حرمة الأداء انتهى. *بندہ محمد یونس عفی عنہ*

١١٨

رأيت ظلي وظل قومي الخ

سوال: ''رأيت ظلي'' یہ جملہ حدیث کی کس کتاب میں ہے اور کہاں ہے؟

جواب : حدیث ''رأيت ظلي وظل قومي في النار'' أخرجه عبدالله بن وهب قال أنبانا معاوية بن صالح عن عيسى بن عاصم عن زربن حبيش عن أنس بن مالک قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم صلاة الصبح ثم مدَّ يده ثم أخرها فلما سلم قيل له: يارسول الله لقد صنعت في صلاتک شيئاً لم تصنعه في غيرها؟ قال: "إني رأيت الجنة فرأيت فيها دالية

قطوفها دانية، حبها كالدُّباء فأردت أن أتناول منها فأوحى إلى أن استأخر فاستأخرت ثم رأيت النار فيما بيني و بينكم حتى لقد رأيت ظلي وظلكم فأومأت إليكم أن استأخروا فأوحى إليّ أقرهم فإنک أسلمت وأسلموا، وهاجرت وها جروا، وجاهدت وجاهدوا، فلم أرلى عليكم فضلاً إلا بالنبوة".

كذا في حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح، للحافظ ابن القيم. (ص:٢٦)

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۱۹

الرؤيا على رجل طائر مالم تعبر فاذا عبرت وقعت

سوال:- ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خواب پرندوں کے پاؤں پر ہوتا ہے جب تک اس کی تعبیر بیان نہ کی جائے اور جب اس کی تعبیر بیان کردی گئی تو وہ تعبیر واقع ہوجاتی ہے خواب کے پرندوں کے پاؤں پر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:- ابوداؤد شریف میں (۴/۴۶۴) حدیث کے الفاظ یہ ہیں "الرؤيا على رجل طائر مالم تعبر فاذا عبرت وقعت" خطابی کہتے ہیں (۷/۲۹۸) "هذا مثل ومعناه انها لا تستقر قرارها مالم تعبر"۔

حاصل یہ ہے کہ یہ ایک تمثیلی کلام ہے مقصد یہ ہے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے اس کی کوئی معین مراد نہیں ہوتی ہے گویا وہ پرندے کے پاؤں پر بندھا ہوا ہے جیسے پرندے کو اکثر اوقات قرار نہیں ہوتا وہ کسی معین جگہ پر نہیں بیٹھتا اسی طرح خواب کی تعبیر دینے سے پیشتر اس کی کوئی معین مراد نہیں ہوتی ہاں تعبیر دے دینے کے بعد مراد معین ہوجاتی ہے اور جو تعبیر دی جاتی ہے واقع ہوجاتی ہے۔

لیکن اس حدیث کا تعلق اس خواب سے ہے جس کی مختلف تعبیریں ہوسکتی ہوں جو محتمل ہو اور اگر کوئی خاص تعبیر ہو تو تعبیر کی صحت پر دارومدار ہے، صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ نے ایک شخص کے خواب کی تعبیر دی اور حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میں نے تعبیر صحیح دی یا غلط تو آپ نے فرمایا: "أصبت بعضا وأخطات بعضا" یعنی کچھ صحیح ہے کچھ غلط۔

امام بخاریؒ نے (ص:۱۰۴۳) اس حدیث پر باب من لم یر الرؤیا لأول عابر إذا لم یصب. ترجمہ منعقد کیا ہے اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے سرعتِ سقوط اور وقوع کو بیان کرنا مقصود ہے پرندے کے پیر پر جو چیز ہوتی ہے وہ جلدی سے گر جاتی ہے ادنی حرکت سے ساقط ہو جاتی ہے تو مطلب ہوا کہ جیسے پرندہ کے پاؤں پر جو چیز لٹکا دی جائے وہ ادنی حرکت سے گر جاتی ہے اسی طرح سے خواب کی تعبیر کا حال ہے کہ معبر کے تعبیر بیان کرنے کے ساتھ تعبیر واقع ہو جاتی ہے یعنی اس کی مراد معین ہو جاتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿س﴾

﴿۱۲۰﴾

سبق المهاجرون الناس باربعين خريفا الخ

سوال:- جمع الفوائد میں (ص۲/۲۳۶) ایک حدیث ہے مسلمہ بن مخلد سبق المهاجرون الناس باربعين خريفا يتنعمون فيها والناس محبوسون للحساب ثم تكون المأة الثانية مأة خريف للكبير فيه عبدالرحمان بن مالک استانی اه ثم تكون المأة الثانية الخ کا کیا مطلب ہے؟

جواب:- بندہ کے خیال میں یہ لفظ محرف ہے جو دوسری کتب کی مراجعت سے معلوم ہوسکتا ہے چنانچہ اس کے بعد مجمع الزوائد للحافظ الہیثمی کی طرف مراجعت کی تو یہی ثابت ہوا ولفظہ (ص۱۰/۱۵) عن مسلمة بن مخلد ان رسول اللهﷺ قال سبق المهاجرون الناس بسبعين خريفا يتنعمون فيها والناس محبوسون للحساب ثم تكون الزمرة الثانية مأة خريف رواه الطبرانی وفيه عبدالرحما ن بن مالک السبائی ولم اعرفه هكذا وقع فی مجمع الزوائد بسبعين خريفا خلاف مافی جمع الفوائد بلفظ باربعين خريفا ومافی جمع الفوائد هو الصواب فقد وقع كذالک فی الجامع الصغير للسيوطی والظاهر ان ما فی نسخ مجمع الزوائد من سهو الكاتب فان جمع الفوائد ومأخوذ من مجمع الزوئد وغيره من الصحاح الستة كما صرح به مؤلفه وكذا نقل المناوی فی فيض القدير (ص۴/۹۳) كلام الهيثمی فی عبدالرحمان بن مالک السبائی ولم يذكر الاختلاف فی لفظ الاربعين والسبعين وكذا لم يذكر العزيزی فی السراج المنير وكذا فی الجامع الصغير بلفظ ثم تكون الزمرة الثانية مأة خريف قال المناوی فی فيض القدير الله واعلم بمرادرسول اللهﷺ فی ذالک اه ای فی معنیٰ تلک الجملة وقال الجفينی فی حاشية السراج المنير (ص۲/۳۱۰) هذه الجملة لم يطلع المحدثون على معناها فالله اعلم بمراد رسوله بكذالک اھ بندہ کے ناقص خیال میں حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ حضرات مہاجرین تو عام لوگوں سے چالیس سال قبل جنت میں فروکش ہو چکے ہوں گے اور لوگ حساب کتاب

میں مشغول ہوں گے اب مہاجرین کے بعد دوسری جماعت کا حساب کتاب سوسال کی مدت میں پورا ہوگا واللہ اعلم بمراد حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۱

سترة الإمام سترة من خلفه

مولوی یونس صاحب ''الأبواب والتراجم'' ٹائپ والی کے (ص۳۲) پر ''سترة الإمام سترة لمن خلفه'' کے متعلق یہ لکھا ہے: للأوسط بضعف یہ عبارت میری تو ہو نہیں ہوسکتی کہیں سے نقل کی ہے فتح الباری قسطلانی میں تلاش کرلی، کہیں یہ عبارت نہیں ملی؛ آپ کے ذہن میں یا علم میں ہو تو تحریر فرمادیں۔ فقط والسلام

حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہم

بقلم حبیب اللہ ۱۷ر شعبان ۹۲ھ

مخدومنا المکرّم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بظاہر یہ عبارت جمع الفوائد کی ہے اس کے بعد کتب خانہ سے جمع الفوائد منگوا کر دیکھی تو خیال ٹھیک تھا ولفظه (ص۸٦) أنس رفعه: سترة الإمام سترة من خلفه للأوسط بضعف. اھ

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۷ر شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

۱۲۲

السعيد من وعظ بغيره

سوال: السعيد من وعظ بغيره.

جواب: هذا الحديث أخرجه مسلم ۳۳۳/۲ من حديث عمرو بن الحارث عن أبي الزبير المكي عن عامر بن واثلة عن ابن مسعود قال الشقي من شقي في بطن أمه والسعيد من وعظ بغيره.

وأخرجه العسكري في الأمثال والقضاعي والبيهقي في المدخل مرفوعاً كما في المقاصد

وأخرجه أحمد في الزهد ص: ١٤١، موقوفاً على أبي الدرداء، وأخرجه الحاكم والبيهقي في الدلائل وابن عساكر من حديث عقبة بن عامر مرفوعاً في حديث طويل ذكره ابن القيم في الهدي ٢/٧، والسيوطي في الجامع الصغير.

وأخرج البزار والطبراني في الصغير عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الشقي من شقي في بطن أمه والسعيد من سعد في بطنها".

قال الهيثمي ص:١٩٣ : رجال البزار رجال الصحيح وقال السخاوي : سنده صحيح.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٢٣

سور المؤمن شفاء

سوال: سور المؤمن شفاء؟

جواب: یہ لفظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے لیکن علامہ سخاوی وغیرہ کا خیال ہے کہ اس کا مضمون صحیح ہے:

ففي الصحيحين أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا اشتكى الإنسان الشئ أو كانت به قرحة أو جرح قال بإصبعه يعني سبابته الأرض ثم رفعها وقال بسم الله تربة أرضنا بريقة بعضنا يشفي سقيمنا بإذن ربنا.

محمد یونس عفی عنہ

١٢٤

سيدة نساء أهل الجنة الخ وسيدا شباب أهل الجنة الخ

سوال: ایک شخص نے ایک رسالہ دکھلایا جو ایک عالم کا لکھا ہوا ہے اور عجیب خیال کے ہیں انھوں نے طعنہ دیا ہے کہ سيدة نساء أهل الجنة اور سيدا شباب أهل الجنة لوگ خطبوں میں پڑھتے ہیں۔ حالانکہ روایت صحیح نہیں ترمذی کی روایت میں شیعہ راوی ہیں اور بخاری میں یہ روایت نہیں حالانکہ بخاری شریف میں سيدة نساء

أهل الجنة دوجگہ ہے۔علامات النبوۃ میں شک کے ساتھ حضرت سیدہ کے مناقب کے ترجمۃ الباب میں: قال النبي صلى الله عليه وسلم : سيدة نساء أهل الجنة فاطمه ہے، ہمارے یہاں دستور ہے کہ شعبان میں کتابیں مدرسہ میں داخل کی جاتی ہیں، اس لئے فی الحال احقر کے پاس کتابیں نہیں پھر کتب خانہ کے منتظم باہر گئے ہوئے ہیں نہ جانے کب آئیں۔اس لئے ترمذی شریف کی روایت کے رجال کی مختصر تشریح اوران دونوں روایتوں کی ایسی سند جو صحیح ہو درکار ہے، مرقاۃ میں بہت سے صحابہ کا ذکر کیا ہے لیکن روایت کی صحت سے گفتگو نہیں کی، عینی، فتح الباری میں بھی زیادہ تفصیل نہیں۔

عبدالجبار اعظمی غفرلہ ۱۰ رشوال المکرّم ۱۴۰۲ھ

جواب: حدیث "سيدة نساء أهل الجنه فاطمه": تو بخاری شریف ہی میں ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے: وليس وراء عبادان قرية کیا امام بخاری کی تصحیح کے بعد بھی کوئی کلام رہ جاتا ہے آگے حضرت حذیفہ کی حدیث آرہی ہے اس میں بھی یہ جملہ آرہا ہے۔

حديث الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة ابوسعید الخدریؓ، عبداللہ بن مسعود، ابن عمر، حذیفہ بن الیمان سے منقول ہے۔

حديث أبي سعيد الخدري أخرجه(ص:٨٢، ٦٢/٣) أحمد من طريق سفيان الثوري ومن طريق خالد بن عبد الله الطحان (٦٤/٣) والترمذي (٢١٨/٢) من طريق سفيان وجرير وابن فضيل كلهم عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الرحمن بن أبي نعم عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة" زاد خالد الطحان "وفاطمة سيدة نسائهم إلا ماكان لمريم بنت عمران".

قال الترمذي: هذا حديث صحيح حسن. قلت: يزيد بن أبي زياد الهاشمي مولاهم الكوفي، قال الحافظ في التقريب: ضعيف كبر فتغير صار يتلقن وكان شيعياً من الخامسة مات سنة ست وثلثين، وقال نور الدين الهيثمي (٣٦/٩) : يزيد بن أبي زياد حسن الحديث على ضعفه وقال ابن دقيق العيد في الإمام : يزيد بن أبي زياد معدود في أهل الصدق كوفي يكني أبا عبد الله، ذكر أبوالحارث القروي قال أبو الحسن : يزيد بن أبى زياد جيد الحديث.

وذكر مسلم في مقدمة كتابه صنفا، فقال فيهم أن الستر والصدق وتعاطى العلم يشملهم كعطاء بن السائب ويزيد بن أبي زياد وليث بن ابى سليم، وادعى الدار قطني وغيره

أنه كان اختلط.

والذي عليه المحدثون أن روايات المختلط إن لم تتميز فلا تقبل وإن امتازت الأحاديث التي رواها قبل الإختلاط عما رواها بعد الإختلاط قبلت التي قبل الإختلاط وذلک يعرف بتلامذته فقدماؤهم تقبل أحاديثهم، والثوري وخالد الطحان من قدماء أصحاب يزيد كما صرح به البخاري في جزء رفع اليدين فالحديث على هذا مقبول. ولهٰذا حكم الترمذى عليه بالصحة والحسن.

وأما أن يزيد شيعي فهذا مما يتخالج في القلب ولكن جوابه أن يزيد ليس من الدعاة إلى مذهبهم الذين ترد حديثهم عند الجمهور، ولم ينفرد به يزيد فقد تابعه الحكم بن عبد الرحمن بن أبي نعم عند النسائي في الخصائص ص :٢٦ والحاكم ١٦٦/٣، ولفظه: الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة إلا ابني الخالة عيسى بن مريم ويحيىٰ بن زكريا قال الحاكم: هذا حديث قد صح من أوجه كثيرة وأنا أتعجب أنهما لم يخرجاه.

قال الذهبي: الحكم فيه لين. قلت: قال يحيى بن معين : ضعيف. وقال أبو حاتم: صالح الحديث وذكره ابن حبان في الثقات وقال ابن حجر في التقريب: صدوق سيء الحفظ. قلت: فيعتبر حديثه في المتابعة ولم يتهمه أحد بالتشيع فيما أعلم، وله متابع ثان يزيد بن مردابنه عند أحمد (ص ٣/٣) والنسائي في خصائص على ص: ٢٦ والخطيب في تاريخه (١١/٩٠) وثقه وكيع ويحيى ابن معين والعجلي وابن حبان وقال أبو حاتم لأباس به ولم يذكر بالتشيع.

ثم هذان الرجلان الحكم ويزيد بن مردابنه أخرج لهما النسائي في سننه وتعنته في الرجال معروف، وعبد الرحمن بن أبي نعم قال ابن معين ضعيف، وقال ابن سعد والنسائي ثقة، قال ابن حجر في المقدمه – (١/١٨١): واعتمده الشيخان وثبت بهذاالتفصيل ما اعتمده الترمذي من تحسينه بل صحته.

وحديث عبد الله بن مسعود أخرجه الحاكم (٣/ ١٦٧، من طريق على ابن صالح عن عاصم عن زر عن ابن مسعود بمثل اللفظ الذي ورد عن أبي سعيد الخدرى وزاد : أبو هما خير منهما، قال الحاكم: هذا حديث صحيح بهٰذه الزيادة. وأقره الذهبي.

وعلى بن صالح بن صالح الهمداني ثقة عابد كما في التقريب روي له مسلم

والأربعة قال يعقوب بن سفيان في تاريخه (٣/١٨٤) كان يميل إلى التشيع قال الحاكم في علوم الحديث (ص: ١٧٢) في الحسن بن صالح كان زيدي المذهب. قلت: وعلي أخوه فالظاهر أنه أيضاً زيدي، وعاصم هو ابن بهدلة أبو بكر المقري صدوق له أوهام أخرج له الشيخان مقروناً.

وحديث ابن عمر أخرجه الحاكم (٣/ ١٦٧) بلفظ ابن مسعود وفيه معلى بن عبد الرحمن الواسطى متهم بالوضع ورُمي بالرفض قال أبوداؤد: وسمعت يحيىٰ بن معين وسئل عنه فقال: أحسن أحواله عندي أنه قيل له عند موتهٖ ألا تستغفر الله فقال: أرجو أن يغفرلي وقد وضعت في فضل على سبعين حديثاً.

وحديث حذيفة أخرجه أحمد (٥/٣٩٢) حدثنا أسود بن عامر ثنا إسرائيل عن ابن أبي السفر عن الشعبي عن حذيفة قال: أتيت النبيﷺ فصليت معه الظهر والعصر والمغرب والعشاء ثم تبعته وهو يريد يدخل بعض حجره فقام وأنا خلفه كأنه يكلم أحدا قال ثم قال: من هذا؟ قلت: حذيفة قال: أتدري من كان معي؟ قلت: لا قال: فان جبرئيل جاء بشرني أن الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة. قال فقال: حذيفة فاستغفرلي ولأمي قال: غفر الله لک يا حذيفة ولأمک. رجاله ثقات.

وأخرج أحمد (٥/٣٩١ والترمذي (٢/ ٢١٨) والنسائي في السنن الكبرى من طريق إسرائيل عن ميسرة بن حبيب عن المنهال بن عمر وعن زر بن حبيش عن حذيفة، قال سألتني أمي متى عهدک بالنبي ﷺ؟ قال: فقلت لها منذ كذا وكذا. قال: فنالت منى وسبتنى قال: فقلت لها دعينى فإني آتي النبي ﷺ فأصلى معه المغرب ثم لا أدعه حتى يستغفرلي ولک قال: فأتيت النبيﷺ فصليت معه المغرب فصلى النبيﷺ العشاء : ثم انفتل فتبعته فعرض له عارض فناجاه ثم ذهب فأتبعته فسمع صوتي فقال من هذا؟ فقلت: حذيفة، قال مالک؟ فحدثته بالأمر فقال: غفر الله لک ولامک ثم قال: أما رأيت العارض الذي عرض لي قبيل؟ قال: قلت بلى قال: فهو ملک من الملائكة لم يهبط الأرض قبل هذه الليلة فاستاذن ربه أن يسلم على ويبشرني أن الحسن الحسين سيدا شباب أهل الجنة وأن فاطمة سيدة نساء أهل الجنة.

قال الترمذي : هذا حديث حسن غريب لا نعرفه الا من حديث إسرائيل انتهى. إسرائيل

ثقة وميسرة بن حبيب صدوق، والمنهال بن عمرو صدوق ربما وهم كما في التقريب فالإسناد حسن، كما قال الترمذي والله أعلم.

محمد یونس عفی عنہ ۱۸ رشوال المکرّم ۱۴۰۲ھ

۱۲۵

سید القوم خادمهم

سوال مکرمی محترمی حضرت استاذی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک جملہ کے تصفیہ کے لئے عرض خدمت اقدس میں ہے سید القوم خادمهم یہ جملہ آیا مقولہ عرب ہے یا حدیث کا ٹکڑا ہے اگر حدیث کا جز ہے تو کس حدیث میں ہے اور کس طرح ہے ذرا براہ کرم پوری حدیث نقل فرمائیں نیز خادمهم میں جو جمع مذکر غائب کی ضمیر ہے کیا واحد مونث غائب کی ضمیر سے پڑھنا بھی صحیح ہے جن حالات میں جمع کی طرف واحد مونث کی ضمیر راجع ہوتی ہے ان میں یہ مثال ثابت نہیں ہوتی پھر بھی بعض علماء کی رائے ہے کہ خادمها پڑھنا بھی صحیح ہے اس کی پوری وضاحت فرمائیں عین کرم ہوگا۔ شاگرد فضل الرحمٰن مظاہری

جواب: عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حديث سيد القوم خادمهم رواه أبو عبد الرحمن السلمي في آداب الصحبة من رواية يحيىٰ بن أكثم عن المامون عن أبيه عن جده عن عقبة بن عامرؓ عن النبي ﷺ وفي سنده ضعف وانقطاع، كذا في المقاصد ص: ٢٤٦ وأخرجه الخطيب في تاريخه عن يحيى بن أكثم عن أبيه عن جده عن عكرمة عن ابن عباس عن جرير وله شواهد، وأخرجه الحاكم في تاريخه والبيهقي في الشعب عن طريق على بن عبد الرحيم الصفار عن على بن حجر عن عبد العزيز بن أبي حازم عن أبيه عن سهل بن سعد عن النبي ﷺ قال: "سيد القوم في السفر خادمهم فمن سبقهم بخدمته لم يسبقوه بعمل إلا الشهادة".

ابن درید نے لکھا ہے کہ "سيد القوم خادمهم" حضور اکرم ﷺ کے ان ارشادات مبارکہ میں سے ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے جنہیں کسی نے بھی نہیں کہا ہے روایت کے الفاظ میں بحیثیت روایت کے تو کوئی تصرف نہیں کیا جا سکتا ہے ہاں البتہ اس معنی کے لحاظ سے کہ اگرچہ خطابات میں براہ راست مرد ہی مخاطب ہوتے ہیں لیکن عورتیں ان

کے تابع ہونے کی وجہ سے انہیں کے حکم میں ہوتی ہیں اس قانون کے پیش نظر عورتیں بھی داخل ہوں گی حدیث کا بظاہر یہ مطلب ہے کہ جو کوئی قوم کا سردار ہو اس کو محض اپنی سیادت پر نظر کرتے ہوئے ہر وقت اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا نہ سمجھنا چاہئے بلکہ سید القوم کو قوم کی خدمت کرنی چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو کوئی قوم کی خدمت کرتا ہے وہی ان کا سردار بھی ہوتا ہے اس لیے کہ سردار کی سیادت بھی تو یہ ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی قوم کا خدمت گزار ہوگا تو لوگ اس کی بات مانیں گے اور اطاعت کریں گے۔

علامہ سیوطی اور علامہ مناوی کا وہم

(**تنبیہ**) یہ حدیث علامہ سیوطی نے درر منتثرہ میں ترمذی کی طرف منسوب کی ہے اسی طرح درر البحار میں ابن ماجہ کی طرف، علامہ عبدالرؤف مناوی نے اس پر کوئی نقد نہیں کیا ہے لیکن یہ وہم ہے ترمذی و ابن ماجہ میں اس حدیث کا کہیں وجود نہیں ہے اور اصل وہم دیلمی صاحب مسند الفردوس کو ہوا ہے واللہ اعلم۔

﴿ش﴾

﴿۱۲۶﴾

شرماء علی وجه الأرض ماء بوادی برهوت الخ

سوال: - ترغیب اور مجمع الزوائد میں زمزم کے بیان میں طبرانی کی روایت عن ابن عباسؓ لکھی ہے اس میں ہے: **شرماءٍ علی وجه الأرض ماء بوادي برهوت بقبة بحضرموت كرجل الجراد تصبح تتدفق وتمسى لا بلال فيها** اس میں **كرجل الجراد** کی تشبیہ کا تعلق کس سے ہے؟ اور تصبح اور تتدفق کس کی صفت ہے؟ جامع صغیر کی شرح فیض القدیر میں اس کی شرح دی ہے مگر ان دو سوالوں کا حل نہیں ملتا۔ (**خير ماء. الخ**)

کیا یہ معنی درست ہو سکتے ہیں کہ **رجل الجراد** سے مراد ٹڈی دل یعنی ان کا جھرمٹ اور **تصبح** الخ کا تعلق پانی سے ہو یعنی یہ پانی ٹڈی دل کی طرح صبح کو خوب زور سے آتا ہے اور شام کو ذرا تری بھی نہیں رہتی، مگر اس پر ایک اشکال تو یہ ہے کہ **تصبح تتدفق** مونث کے صیغے ہیں دوسرے ضحاک مفسر کی رائے میں سورہ حج کی آیت **وبئر معطلة وقصر مشيد** کا مصداق یہی کنواں ہے اگر یہ صحیح ہے تو وہ کنواں تو بالکل بیکار اور خشک ہوگا نیز پانی نکلنا بے معنی ہے بہر حال کوئی صاف اور قابل قبول توجیہ لکھئے گا منقول ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔ والسلام

محمد عبداللہ طارق دہلوی

جواب: یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے طبرانی وابن حبان نے روایت فرمایا ہے اس حدیث کے معنی کے لئے کتب غریب کی مراجعت کی لیکن کوئی بات نہیں ملی میرے ناقص خیال میں **رجل جراد** سے مقصود کثرت میں تشبیہ ہے کیونکہ رجل جراد، جراد کثیر پر بولا جاتا ہے:

كما في حديث الصحيحين بينما أيّوب يغتسل عرياناً إذ خرعليه رجل من جرادو كما فى قول ابن عباس: دخل مكة رجل من جراد أخرجه أبوعبيد في الغريب.

اور **تصبح وتمسى** کی ضمیر ماء کی طرف راجع بتاویل العین یعنی حال بول کر محل مراد ہے ماء بول کر عین یعنی چشمہ آب مراد ہے، اور عین مؤنث استعمال ہوتا ہے اور مقصد یہ ہے کہ وادی برہوت میں جو کنواں ہے وہ سب سے بدترین کنواں ہے اس میں صبح کو تو خوب پانی ہوتا ہے اور شام کو خالی ہو جاتا ہے جیسے ٹڈی دل کہ آتا ہے تو بہت مگر تھوڑی دیر میں وہاں سے اڑ جاتا ہے باقی نہیں رہتا ہے۔

غالباً مفسر ضحاک نے جو تفسیر کی ہے وہ عام حالات کے لحاظ سے یعنی صبح تو پانی ہوتا ہے مگر وہ ایسا نہیں ہے کہ اس پر قناعت کی جا سکے پھر شام تک خشک ہو جاتا ہے ایسا کنواں معطل ہی ہے۔

ایقاظ: ماء سے مراد کنواں اس لئے لیا گیا ہے کہ اکثر حضرات برہوت کی تفسیر کنواں ہی سے کرتے ہیں اور عربی محاورہ میں کنویں پر چشمہ کا اطلاق ہوتا ہے اور ماء بول کر بھی چشمہ مراد لیتے ہیں واللہ اعلم۔

محمد یونس عفی عنہ

یکم ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

﴿ص﴾

﴿۱۲۷﴾

الصدق ينجي والكذب يهلک

یہ لفظ بھی تلاش کے باوجود اب تک نہیں ملا مولانا الشاہ اسمٰعیل شہید نے اپنے خطبہ جمعہ میں یہ لفظ ذکر کیا ہے حضرت کعب کا غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنا اور پھر سچ سچ خدمت نبویہ میں عرض کر دینا اس کی صحت کی دلیل ہے علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں بحوالہ خطیب بغدادی ایک روایت نقل کی ہے:

عليكم بالصدق فإنه باب من أبواب الجنة وإياكم والكذب فإنه باب من أبواب النار.

لیکن اس کی سند میں ایک راوی کذاب ہے، اور طبرانی نے حضرت معاویہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے اس کے الفاظ:

عليكم بالصدق فإنه يهدى إلى البر وهما في الجنة وإياكم والكذب فإنه يهدي إلى الفجور وهما في النار ہیں۔

قال المنذری سنده حسن۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۱۲۸﴾

صلوة في مسجدى أفضل من ألف صلوة فيما سواه

سوال: روينا في تحفة الذاكرين لابن عساكر من حديث عطاء عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "صلوة في مسجدي أفضل من ألف صلوة فيما سواه إلا المسجد الحرام، وصلوة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلوة فيما سواه".

جواب: هذا الحديث أخرجه أحمد (۳/۳٤۳) وابن ماجة (ص۱۰۲) وإسناده صحيح.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۲۹

الصلوة معراج المومنين

جواب ہی سے سوال کا پتہ چل رہا ہے اس لیے سوالات نقل نہیں کئے گئے؟

حديث الصلوة معراج المومن اشتهر على ألسنة العوام أنه حديث مرفوع وقد أو غلت في طلبه في مظانه فلم أعرفه ولم أعثرله على سند والظاهر أنه من كلام بعض السلف وإن ثبت فمعناه أن الصلوة يحصل بها غاية القرب للمصلى بالرب تبارک و تعالیٰ كما حصل للنبي صلى الله عليه وسلم في المعراج و يحصل المحادثة والمناجاة كما قد ورد في الصحيحين وغيرهما أن المصلى يناجي ربه والله أعلم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ایضاً: الصلوة معراج المؤمنين حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے غالباً اس کا ماخذ حدیث المصلی یناجی ربه اور حضور اکرم ﷺ کا معراج میں اللہ تعالی سے ہم کلام ہونا ہے۔

محمد یونس عفی عنہ

۱۳۰

صل من قطعک وعز من قنع

یہ حدیث اب تک اس لفظ سے نہیں ملی مسند احمد میں ۴/ ۱۵۸ حضرت عقبہ بن عامر سے مرفوعاً اس طرح منقول ہے: صل من قطعک، وأعط من حرمک، وأعف عمن ظلمک.

۱۳۱

صلوا خمسكم وصوموا شهركم الخ

صلوا خمسكم وصوموا شهركم وأد وا زكوة أموالكم وأطيعوا ذا أمركم تدخلوا جنة ربكم.

مولانا علی میاں صاحب

جواب: اس حدیث کی تخریج احمد ۵/۲۵۱، ترمذی ۱/۷۸، ابن حبان والحاکم ۱/۹، الدارقطنی ۲۸۶ وغیرہم نے حضرت ابوامامۃ الباہلی سے کی ہے۔

محمد یونس عفی عنہ

۱۳۲

صلوۃ تطوع أو فریضۃ بعمامۃ تعدل خمساً و عشرین

سوال: ایک ضروی امر دریافت طلب ہے یہاں ایک صاحب جو ہمارے مدرسہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں امام صاحب کو بلا عمامہ نماز پڑھاتے دیکھ کر خفا ہوگئے اور فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اس نماز جمعہ کا ثواب ستر گنا زیادہ ملتا ہے جو عمامہ کے ساتھ پڑھی جائے بغیر عمامہ والی نماز جمعہ کے اعتبار سے جامع مسجد کے امام صاحب مفتی ہیں دارالعلوم سے فراغت کے بعد فتوی کا نصاب بھی پورا کر چکے ہیں ان کا خیال ہے کہ ستر گنا ثواب والی حدیث بے اصل ہے۔

ایک دوسرے عالم جو بڑی صلاحیت والے حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے شاگرد اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کے دوستوں میں ہیں ان کی رائے ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد ثانی مطبوعہ پاکستان/۲۵۰ میں ان روایات کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

وروى الديلمي والقضاعي في مسند الفردوس عن علي كرم الله وجهه مرفوعاً: "العمائم تيجان العرب، والإحتباء حيطانها، وجلوس المومن في المسجد رباط".

وروي الديلمي عن ابن عباس بلفظ: "العمائم تيحبان العرب فإذا وضعوا العمائم وضعوا عزهم" وروي الباوردي عن ركانة بلفظ: العمامة على القلنسوة فصل مابيننا وبين المشركين يعطي يوم القيامة بكل كورة يدورها على راسه نوراً.

وروي ابن عساكر عن ابن عمر مرفوعاً: صلوة تطوع أو فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوٰة بلا عمامة، وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة.

اسی طرح مرقاۃ جلد ثانی/۲۳۹ میں ہے:

ورُوي أنه عليه الصلوٰة والسلام قال: صلوة بعمامة أفضل من سبعين صلوة بغير عمامة. كذا نقله ابن حجر عن ابن الرفعة.

قال ابن الدَّيبع: صلوة بخاتم تعدل سبعين بغير بخاتم، موضوع كما قال شيخنا عن شيخه وكذا ما أورده الديلمي من حديث ابن عمر مرفوعاً: صلوة بعمامة تعدل خمسا و عشرين صلوة و جمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة.

ومن حديث أنس مرفوعاً: الصلوة في العمامة بعشرة الاف حسنة قال المنوفي فذلك كله باطل نقله الخطابي والله أعلم بالصواب.

امدادالفتاوی مطبوعہ تالیفات اولیاء دیوبند میں ص:۳۹۱ سے ۳۹۴ تک عمامہ کی بحث ہے امداد کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملاعلی قاری نے جو روایات ذکر فرمائی ہیں ان سے ستر گنا ثواب ثابت ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے اور اپنے بہت سے اکابر علماء کو جو عمل بالسنۃ کے شائق ہیں بغیر عمامہ کے جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ کے نزدیک فریقین میں سے کس کی بات راجح ہے از روئے جرح احادیث مذکورہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

علامہ عینی، حافظ ابن حجر، قسطلانی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے کلام میں عمامہ کی بحث ہو تو نشاندہی فرمائیں میرے پاس درمختار، شامی، زیلعی علی الکنز، طحطاوی علی الدر میں عمامہ کا مستحبات صلوٰۃ میں ہونا نہیں ملا۔

ابوالبرکات

مدرس جامع العلوم کانپور

جواب: تمہارے سوالات تجزیہ سے تین امور پر مشتمل ہیں (۱) احادیث عمامہ کی تحقیق (۲) فریقین کی رائے میں موازنہ (۳) بحث عمامہ کہاں ملے گی۔ ان میں سے جن امور کا احقر کو علم ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

(۱) حدیث اول: حديث علي: العمائم تيجان العرب والإحتباء حيطانها وجلوس المومن في المسجد رباط ذكره السيوطي في الجامع الصغير و عزاه للقضاعي في مسند الشهاب والديلمي في مسند الفردوس قال المناوي في فيض القدير: قال السخاوى: سنده ضعيف أى و ذلك لأن فيه حنظلة السدوسي قال الذهبى : تركه القطان وضعفه النسائي، ورواه أيضا أبونعيم وعنه تلقاه الديلمي فلوعزاه المصنف للأصل كان أولى انتهى. (فيض القدير ٤/٣٩٢)

قلت: قال السخاوي في المقاصد ٢٩١ : أخرجه الديلمي من جهة أبي نعيم ثم من جهة ابن عباس به مرفوعاً وهو كذلك عند القضاعي من حديث على مرفوعاً أيضاً لكن أخرجه البهيقي عن الزهري من قوله ولفظه: "العمائم تيجان العرب، والحبوة حيطان العرب، والإضطجاع في المساجد رباط المومنين". وذكر أحاديث ستأتي ووهاها.

قلت: ويمكن أن يكون الحديث قول على رفعه بعض الرواة وهماً قال ابن هشام في السيرة ٢٦٥: حدثني بعض أهل العلم أن على بن أبي طالب قال: "العمائم تيجان العرب وكانت سيماء الملئكة عمائم بيضا قد أرخوها على ظهورهم إلا جبريل فإنه كانت عليه عمامة صفراء".

(٢) حديث ابن عباس: "العمائم تيجان العرب فإذا وضعوا العمائم وضعوا عزهم" – عزاه السخاوي في المقاصد ٢٩١ والسيوطي في الجامع الصغير للديلمي ورمز له السيوطي بالضعف وذكر السخاوي له ولما يناسبه له طرقاً وقال وبعضه أوهىٰ من بعض، وقال المناوي في فيض القدير ٣٩٢/٤: لفظ رواية الديلمى فيما وقفت عليه من نسخ قديمة مصححة بخط ابن حجر وغيره: فإذا وضعوا العمائم وضع الله عزهم.

وفيه عتاب بن حرب قال الذهبي: قال الفلاس ضعيف جداً. ومن ثم جزم السخاوي بضعف سنده ورواه عنه أيضاً ابن السني، قال الزين العراقى: فيه عبيدالله بن حميد ضعيف انتهى. وهو أبوالخطاب قال البخاري: منكر الحديث. ونقل ابن القطان الفاسي عن البخاري قال: من قلت فيه منكر الحديث لا تحل الرواية عنه.

تنبيه: وقع في فيض القدير عبدالله بن حميد وهو من سهو الناسخ أو الطابع والصواب ماقدمته ..... قال السخاوي وفي لفظ عنده أى الديلمي: "العمائم وقار المومن وعز العرب فإذا وضعت العرب عمائمها فقد خلعت عزها".

وقال المناوي في الفيض في شرح حديث ابن عباس ثم خرج أى الديلمي من طريق آخر: العمائم وقار للمومنين وعز للعرب فإذا وضعت العرب عمائمها فقد خلعت عزتها اهـ. ولم أقف على سنده ولكن أشار السخاوي إلى وهائه.

(٣) حديث ركانة مرفوعاً: "العمامة على القلنسوة فصل مابيننا و بين المشركين يعطى يوم القيمة بكل كورة يدورها على رأسه نوراً" عزاه السيوطي للباوردي ورمز بضعفه ولم أقف على سنده وظني أن الحديث غير ثابت.

(٤) حديث ابن عمر مرفوعاً: "صلوة تطوع أو فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين درجة بلا عمامة. وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة".

ذكره السيوطي في الجامع الصغير وعزاه لابن عساكر وأخرجه ابن النجار من طريق محمد بن مهدي المروزي أبنانا أبو بشر بن سيار الرقي حدثنا العباس بن كثير الرقي عن يزيد بن أبي

حبيب قال قال لي مهدي بن ميمون : دخلت على سالم بن عبدالله بن عمر وهو يعتم فقال: يا بني أحب العمامة، ابنى إعتم تُجمل وتكرم وتوقر ولا يراك الشيطان إلا ولي هارباً. إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "صلوٰة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوة بغير عمامة، وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بغير عمامة. إن الملئكة يشهدون الجمعة معتمين ولا يزالون يصلون على أصحاب العمائم حتى تغرب الشمس".

قال الحافظ ابن حجر في لسان اليمزان ٢٤٤/٣: هذا حديث موضوع ولم أر للعباس بن كثير في الغرباء لابن يونس ولا في ذيله لابن الطحان ذكراً، وأما أبوبشر بن سيار فلم يذكره أبو أحمد الحاكم في الكنى وما عرفت محمد بن مهدي المروزي ولا مهدي بن ميمون الراوى عن سالم وليس هوالبصرى المخرج له في الصحيحين وذاک يكنى أبا يحيى ولا أدري ممن الآفة.

ونقله السيوطي في ذيل اللآلي (ص ١١٠) وأقره وتبعه ابن عراق فى تنزيه الشريعة (١٢٤/٢) ثم ذكر السيوطي أنه أخرجه ابن عساكر في تاريخه من طريق عيسى بن يونس والديلمي من طريق سفيان ابن زياد المخرمي كلاهما عن العباس بن كثير به ثم ذهل السيو طي فأورده في الجامع الصغير من رواية ابن عساكر عن ابن عمر.

وتعقبه المناوي في شرحه ٢٢٥/٤ بأن ابن حجر قال: إنه موضوع ونقله عنه السخاوي في المقاصد ٢٦٣، وارتضاه. وقال السخاوي في موضع آخر ٢٩١: لا يثبت ونقل الملا على القاري في موضوعاته الكبرى ٤٥ عن العلامة على بن محمد المالكي المنوفي المصري أنه قال: هذا حديث باطل وتعقبه القاري بأن السيوطي أورده في الجامع الصغير مع التزامه بأنه لا يذكر فيه الموضوع.

قلت: هذا تعقب بارد فكم للسيوطى هذه المناقضات والأوهام والله الموفق.

(۵) پر جو کچھ تم نے مرقاۃ سے نقل کیا ہے وہ ساری تفصیل ابن الدیبع نے تمییز الطیب میں ذکر فرمائی اور اس کے متعلق کسی بات کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں، خود ملا علی قاری نے اخیر میں علامہ منوفی سے سب کا باطل ہونا نقل کیا ہے اسی طرح علامہ سخاوی نے المقاصد الحسنۃ (ص:۲۶۳) میں سب کو موضوع کہا ہے اور ابن الدیبع کی کتاب تمییز الطیب – المقاصد ہی کا مختصر ہے تو یہ سارے ائمہ سخاوی، ابن الدیبع، منوفی ان روایتوں کو باطل کہتے ہیں۔

تجزیہ کے بعد یہ کلام جو تم نے نقل کیا ہے چار حدیثوں پر مشتمل ہے۔

اول ''صلوة بعمامة أفضل عن سبعين صلوة بغير عمامة.''

یہ حدیث بایں الفاظ میرے علم میں نہیں ہے۔اور نہ ہی سخاوی نے مقاصد میں اسے ذکر فرمایا ہے۔

اور دوسری حدیث ''صلوة بخاتم تعدل سبعين بغير خاتم'' قال الحافظ ابن حجر : موضوع ونقله السخاوي٢٦٣ وارتضاه وتبعهما المنوفى وعلى القاري في موضوعاته: ٤٥.

ابن عمر کی تیسری حدیث جو نمبر چار پر ابھی گذری ہے۔

اور چوتھی حضرت انس کی حدیث ہے "الصلوة في العمامة تعدل عشرة آلاف حسنة" حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ موضوع اور علامہ منوفی کہتے ہیں کہ باطل ہے، وتبعهما على القارى فى موضوعاته.

(٦) حديث جابر: ركعتان بعمامة أفضل من سبعين بغيرها عزاه السخاوي في المقاصد ٢٩١ والسيوطي في الجامع الصغير إلى الديلمي في مسند الفردوس قال المناوي في فيض القدير ٤/٣٧: ورواه عنه أي عن جابر أيضاً أبونعيم وعنه تلقاه الديلمي فلو عزاه إلى الأصل لكان أولى، ثم إن فيه طارق بن عبدالرحمن أورده الذهبي في الضعفاء وقال: قال النسائي ليس بقوي عن محمد بن عجلان ذكره البخاري فى الضعفاء وقال الحاكم سيء الحفظ ومن ثم قال السخاوي: هذا الحديث لايثبت انتهى. وأشار السخاوي إلى وهائه.

ونقل بعض المحققين وهو العلامه ناصرالدين الألباني عن الحافظ ابن رجب أنه قال في شرح الترمذي سئل ابوعبدالله يعني الإمام أحمد بن حنبل عن شيخ نصيبي يقال له محمد بن نعيم قيل له: روى شيئاً عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم "صلوة بعمامة أفضل من سبعين صلوة بغير عمامة" فقال: هذا كذاب هذا باطل انتهى.

علامہ سخاوی نے مذکورہ بالا طرق اور اس کے علاوہ مزید ذکر فرمانے کے بعد لکھا ہے: وبعضه اوهى من بعض اهـ.

احقر کا خیال بھی یہی ہے اگر صلوة بالعمامة کی اتنی فضیلت واہمیت تھی تو جس طرح صلوۃ جماعت صف اول وغیرہ دیگر امور کے فضائل صحابہ سے اسانید صحیحہ سے نقل کئے گئے ہیں یہ امور بھی اسی طرح نقل ہوتے۔

ایک اور روایت اس مسئلے میں نقل کی جاتی ہے اس کو نقل کر کے اس کی حقیقت بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

أخرج الطبراني عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله و ملائكته يصلون على أصحاب العمائم يوم الجمعة".

قال الهيثمي ١/١٧٦ فيه أيوب بن مدرک قال ابن معين : إنه كذاب اهـ.

ویسے بعض روایات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز عمامہ پہن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے:

فأخرج مسلم ٤٤٠ عن عمرو بن حريث قال كأني أنظر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر وعليه عمامة سوادء قد أرخى طرفيها بين كتفيه.

وأخرجه أبوداؤد ٥/٥١ والنسائي ٢٩٩، والترمذي في الشمائل وابن ماجة ٢٠٨، ٢٦٤، ٧٩ وترجم عليه ابن ماجة ٧٩ باب ماجاء في الخطبة يوم الجمعة اور جب خطبہ سوداء کے ساتھ دیا گیا تو ظاہر ہے کہ نماز بھی اسی طرح پڑھی گئی۔

(۲) دوسری بات تم نے جو پوچھی ہے اگر اس سے مراد فضیلت عمامہ کی روایات میں جو آپ کے یہاں اختلاف ہوا ہے اس میں سے ایک کی رائے کی ترجیح مقصود ہے تو یہ بات تو ماقبل کی تفصیلات سے معلوم ہوگئی احقر کی رائے میں یہ سب روایات ضعیف بلکہ واہی ہیں۔ حدیث (۴) و (۶) کو تو ائمہ فن نے باطل قرار دیا ہے اور باقی روایات اس درجہ کی نہیں ہیں کہ ان کے مل جانے سے قوت پیدا ہو جائے۔

اور اگر تمہاری مراد اپنے اکابر کے عمل میں محاکمہ ہے تو عزیز من یہ میرا کام نہیں ہے احقر تو ان حضرات کا خوشہ چین ہے ہاں میں اپنے ذوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ صلوۃ فی عمامہ کی فضیلت کی روایات واہی ہیں اس لئے اس کو کوئی فضیلت کا کام سمجھ کر کرنا تو بہت مشکل ہے۔

اور اگر اس نیت سے عمامہ باندھا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مواقع پر عمامہ کا باندھنا ثابت ہے اور آپ نے عمامہ پہن کر خطبہ دیا ہے اور یہ آپ کا لباس ہے تو یہ ایک امر مستحسن ہوگا اور قرب کا سبب بنے گا۔

(۳) اس کے متعلق نہ تو پہلے سے اہتمام کیا اور نہ اس وقت کوئی خاص مقام مستحضر ہے شمائل ترمذی کی شرح جمع الوسائل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کے تذکرہ میں کچھ مل جائے گا اسی طرح فتح الباری، عمدۃ القاری ۲۳۲ قسطلانی ۲۶۸، کتاب اللباس میں باب العمائم کے ذیل میں دیکھ لو ان کتابوں میں نفس عمامہ سے متعلق روایات ہیں عمامہ پہن کر نماز پڑھنے کی کوئی روایت نہیں ہے صرف ایک روایت ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کما تقدم.

اسی طرح قسطلانی کی المواهب اللدنيه میں اور زرقانی نے اس کی شرح میں ۵/۴ تا ۱۲/۱ متعدد روایات ذکر فرمائی ہیں۔ حضرت شیخؒ کی تالیفات میں خصائل نبوی میں مختصر کلام عمامہ کے متعلق ہے اور اوجز

المسالک میں یہ بحث کہیں نہیں دیکھی۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ: عمامہ سوداء کی تین روایتیں ہیں اول حضرت جابر کی، دوسری عمرو بن حریث کی اور تیسری ابن عمر کی اول مسلم/ ۴۳۹ ابوداؤد/ ۵/ ۵۱ نسائی ۲/ ۲۹۹ ابن ماجہ ۲۰۸، ۲۶۴ اور ثانی مسلم ابوداؤد، شمائل ترمذی، نسائی، ابن ماجہ ۲/ ۲۹۹، ۷۹، ۲۰۸ اور ثالث ابن ماجہ/ ۲۶۴ میں ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۳۳

صلوٰۃ الرجل في الجماعة تضعف على صلوٰته الخ

سوال:۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دام ظلہم العالی فضائل نماز صفحہ (۴۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث میں پچیس درجہ المضاعف جماعت کا ثواب جو بتایا گیا ہے اس کے متعلق شراح نے عجیب بات لکھی ہے کہ اس حدیث کا ثواب ستائیس درجہ والی حدیث سے بہت زیادہ ہے، یعنی باجماعت ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس درجہ ہوا، اب سوال یہ ہے کہ ستائیس درجہ والی حدیث سے پچیس درجہ والی حدیث کا ثواب اتنی زائد مقدار میں کیونکر ہوا سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس عدد کا ضرب کس سے دیا گیا؟ فقط

مبذل حسین

یکے از خدام احادیث نبویہ مدرسہ دارالحدیث بدرپور کچھاڑ آسام

جواب:۔ مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

نماز باجماعت کا ثواب منفرد کی نماز سے بہت زیادہ ہے اب وہ فضیلت پچیس درجہ ہے یا ستائیس دونوں طرح احادیث میں وارد ہے، بعض نے ستائیس والی روایت کو زیادتی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے راجح کہا ہے اور دوسرے بعض علماء پچیس والی کو اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ عام طور پر صحابہ یہی نقل کرتے ہیں، ستائیس والی صرف ابن عمر سے مروی ہے۔

اور بعض دوسرے حضرات نے دونوں روایتوں میں مختلف طرح سے جمع فرمایا ہے مثلاً یہ کہ اولاً پچیس کا علم ہوا پھر ستائیس کا یا یہ کہ اختلاف احوال پر یہ اختلاف مبنی ہے۔ بعض کو پچیس درجہ اور بعض کو خشوع واخلاص کی زیادتی کی وجہ سے ستائیس درجہ، اور بھی مختلف طرح سے جمع کیا گیا ہے۔

پچیس والی احادیث میں سے بخاری شریف میں ابو ہریرہ کی حدیث میں حسب ذیل الفاظ آئے ہیں:

"صلوٰة الرجل في الجماعة تضعف على صلوته في بيته وسوقه خمسة وعشرين ضعفاً".

علامہ ابن رسلان نے اس کی شرح میں رمادی سے نقل کیا ہے:

يحتمل أن تضعف الصلوة فتصير ثنتين ثم تضعف الإثنان فتصير أربعة ثم تضعف الأربعة فتصير ثمانية وهكذا إلى أن ينتهي إلى خمسة وعشرين ضعفاً قال وذلک شئ كثير من فضله تعالىٰ قال ابن رسلان : وحمله على هذا أجود.

حضرت شیخ دامت برکاتہم نے یہی مطلب نقل فرمایا ہے اور حساب لگا کر پچیس مرتبہ تضعیف یعنی دوچند کرنے کا خلاصہ تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس لکھا ہے اور اس صورت میں یقیناً پچیس ضعف والی کا ثواب ستائیس درجہ والی حدیث سے بدرجہا زیادہ ہوگا۔

اشکال تضعیف کا مطلب ذہن میں نہ ہونے سے ہوا ہے" تُضَعَّفُ "تضعیف باب تفعیل سے صیغہ مضارع مجہول ہے، تضعیف کے معنی ہیں دوگنا کرنے کے، مطلب یہ ہوا کہ جماعت کی نماز کو منفرد کی نماز سے پچیس مرتبہ المضاعف (دوگنا) کیا جاتا ہے ایک مرتبہ دوگنا کرنے پر دو ہوجائے گا اور دوبارہ دوگنا کرنے پر دو کا چار اور سہ بارہ چار کا آٹھ اور چوتھی مرتبہ آٹھ کا سولہ ہوجائے گا اسی طرح پچیس مرتبہ کرنے پر عدد مذکور فی الفضائل حاصل ہوجائے گا اور اس میں کیا استبعاد ہے اللہ تعالیٰ کا فضل اس امت پر روز افزوں رہا ہے کما صرح الشیخ فی الفضائل۔

محمد یونس عفی عنہ

١٣٤

صلوا علی فإن صلو تکم تبلغنی حیث ما کنتم

رواه ابن أبي شيبة في مصنفه ٣٧٢/٢ بلفظ: "صلوا على فإن صلوتكم تبلغني حيث ما كنتم". ورواه القاضي إسمعيل في فضل الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم ٣٦ بلفظ: "وصلوا عليّ وسلّموا حيثما كنتم فسيبلغني سلامكم وصلوٰتكم" ورواه الخطيب في الموضح ٥٣/٢ بلفظ: "وصلوا عليّ حيثما كنتم فإن صلوتكم وتسليمكم يبلغني حيثما كنتم".

قال ابن عبد الهادي: هذا الحديث مما أخرجه الحافظ أبوعبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسي فيما اختاره من الأحاديث الجياد الزائدة على ما في الصحيحين وهو أعلى مرتبة من

تـصـحيح الحاكم وهو قريب من تصحيح الترمذي وأبي حاتم البستي ونحوهما فإن الغلط فى هذا قـليـل ليـس هـو مثل صحيح الحاكم فإن فيه أحاديث كثيرة يظهر أنها كذب موضوعة فلهذا انحطت درجته عن درجة غيره انتهى.

وقـال فى موضع آخر ٢٨١: وهـو حـديـث مـحفوظ عن على بن الحسين زين العابدين وله شواهد كثيرة وقال السخاوي: هذا حديث حسن وله شواهد.

قلت ومنها حديث أبي هريرة.

"لاتـجـعـلوا بيوتكم قبوراًولا تجعلوا قبري عيداً وصلوا علي فإن صلوتكم تبلغني حيث كنتم أخرج". رواه أبوداود.

قـلـت: عـلـى بـن عـمـرو أبـو عـمـر بـن عـلـى ذكـرهما أبوحاتم الرازي ولم يذكر جرحاً ١٢٤/٣-١٩٦.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٣٥

صلوا كما رأيتمونى

حـديـث "صـلـوا كما رأيتمونى أصلى" رواه البخارى عن مالک بن الحويرث – أنظر البخارى باب الأذان للمسافر.

محمد یونس عفی عنہ

﴿ط﴾

﴿۱۳۶﴾

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة

سوال:- طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة.

اس حدیث میں مسلمہ کا لفظ ثابت ہے؟ اگر ہے تو کتاب کا نام از راہ کرم تحریر فرمائیں۔ فقط احقر ابراہیم آدم بڑی مسجد سارود، بھروچ گجرات

الجواب: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" ابن ماجہ وغیرہ نے تخریج کی ہے اس میں مسلمة کی زیادتی ثابت نہیں ہے جیسا کہ علامہ سخاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے لیکن معنی درست ہیں۔ فرائض وواجبات کا علم حاصل کرنا ہر شخص پر فرض ہے مرد ہو یا عورت۔ والسلام

محمد یونس ۲۱/ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ

﴿۱۳۷﴾

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة

حدیث "طلب العلم فریضة" میں "مسلمة" کی زیادتی اگرچہ معنی ثابت ہے مگر روایتاً ثابت نہیں ہے جیسا کہ سخاوی وغیرہ نے لکھا ہے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں جو لکھا ہے کہ بعض روایات میں یہ زیادتی ثابت ہے کیا کسی اور نے بھی اس کو روایت قرار دیا ہے بظاہر تو علی قاری کا خیال درست نہیں ہے مولانا سنبھلی کی شرح مسند امام اعظم دستیاب نہ ہوسکی خیال پڑتا ہے کہ اس سلسلے میں انہوں نے تفصیل سے لکھا ہے۔

مولانا عبداللہ دہلوی

جواب: حدیث "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" اگرچہ متعدد صحابہ سے مروی ہے مگر کسی کی روایت میں و مسلمة کا لفظ نہیں ہے اگرچہ آج کل زباں زد ہے فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے بستان ص:۳ میں اور امام

نووی نے اپنی اربعین کی شرح میں بطور روایت کے نقل کیا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت روایتاً نہیں ہے کماصرح به السخاوی فی المقاصدالحسنة وتبعه من جاء بعده کالعلامة الجراحی فی کشف الخفاء (۲/۴۵) والزبیدی فی الإتحاف(۱/۹۸).

اور ملاعلی قاری کا کلام مختلف ہے مرقاۃ (۱/۲۳۳) میں اولاً تو لفظ حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم کے بعد ومسلمة کما فی روایة لکھا ہے لیکن آگے چل کر خود ہی اس زیادتی کا انکار کیا ہے فرماتے ہیں:

وقد ألحق بعض المصنفین بآخر الحدیث: ومسلمة ولیس لها ذکر فی شیء من طرقه۔

یہ بعینہٖ سخاوی کی عبارت ہے جو ملاعلی قاری نے بلانسبت کے ذکر کردی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات التنقیح ۱/۲۷۴، میں یہ زیادتی امام ابوحنیفہ کی روایت کی طرف منسوب کی ہے اسی حدیث کی شرح میں آخر میں لکھتے ہیں:

وهذا الحدیث مما رواه الإمام أبوحنیفة قال سمعت أنس بن مالک یقول سمعت: رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة.

لمعات کے مطبوعہ نسخہ میں اسی طرح یہ زیادتی یعنی ومسلمة اس روایت میں ہے مگر شیخ موصوف نے یہی روایت سفرالسعادۃ کی شرح میں (ص۵۱۴) پر امام صاحب کے حوالہ سے اس زیادتی کے بغیر نقل کی ہے اور یہی صواب ہے۔

اسی طرح مسند الإمام أبي حنیفة میں (ص:۲۰) جس پر علامہ سنبھلی کی شرح چڑھی ہوئی ہے اس زیادتی کے بغیر یہ حدیث موجود ہے ظن غالب یہ ہے کہ لمعات کے نسخہ میں مسلمة کی زیادتی کاتب کی غلطی ہے والعلم عند الله۔

مولانا سنبھلی نے اس حدیث کے متعدد طرق کی طرف اشارہ تو کیا ہے مگر اس زیادتی سے نفیاً یا اثباتاً کوئی تعرض نہیں کیا۔

محمد یونس عفی عنہ

۵/صفر ۱۴۰۰ھ

www.alislahonline.com

﴿ع﴾

﴿۱۳۸﴾

علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل

سوال: حديث "علماء أمتي كأنبياء بني اسرائيل" من أخرجه؟

جواب: هذا حديث لايثبت وقد كنت أجبت بذلک فقال بعض الطلبة إنه في البخاري فأجبته بأنه ليس في الصحاح الستة ولا يصح لفظه عن حضرة النبوة على صاحبها الصلوة والسلام ثم رأيت السخاوي قال في المقاصد قال شيخنا ومن قبله الدميري والزركشي: إنه لا أصل له. زاد بعضهم و لايعرف في كتاب معتبر.

قال السخاوي : وقد ورد "كاد حملة القرآن أن يكونوا أنبياء إلا أنهم لايوحى إليهم" أخرجه الديلمي وقال: إنه غريب جداً من رواية الأكابر عن الأصاغر. قال السخاوي: وفيه من لايعرف وأحسبه غير صحيح.

قلت: وعزاه المناوي في فيض القدير ۹۱/۲ للدار قطنى أيضاً وقال فيه خلف الضرير أورده الذهبي في الضعفاء وقال: قال ابن الجوزي روي حديثاً منكراً كأنه يشير إلى هذا انتهى.

قلت: هذا الحديث كما ترى لايثبت ومع ذلک ليس بواضح في معنى الحديث المذكور في السوال ولعل حديث: العلماء ورثة الأنبياء، عند أحمد و أبي داؤد والترمذي وغيرهم أقرب وصححه ابن حبان والحاكم وحسنه حمزة الكناني وضعفه غيرهم بالإضطراب في سنده لكن له شواهد يتقوى بها ولذا قال الحافظ ابن حجر : له طرق يعرف بها أن للحديث أصلاً و مع ذلک فأصل حديث السوال لايثبت والله أعلم.

ثم رأيت حديث السوال ذكره المناوى ۱۵/۱ في فيض القدير حاكياً عن ابن عطاء الله السكندري وتكلم المحشى على الحديث بما مفاده أن هذا لايثبت وفي شرح المواهب للزرقاني ۱۵۸/٦ سئل عنه الحافظ العراقى فقال: لا أصل له ولا إسناد بهذا اللفظ ويغنى عنه: "العلماء ورثة الأنبياء" وهو حديث صحيح اهـ.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۳۹

العلماء ورثة الأنبياء

سوال: العلماء ورثة الأنبياء ثابت ہے یانہیں؟ اگر ہے تو کس درجہ صحت پر ہے اور کسی نے اس پر کلام بھی کیا ہے یانہیں۔

سعادت علی قاسمی از الہ آباد ۱۵ر شعبان ۹۳ھ

جواب: حدیث مذکور کو امام احمد ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم وبیہقی نے حضرت ابوالدرداء سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ ابن حبان وحاکم نے تصحیح کی ہے اور حمزہ کنانی نے تحسین کی اور بعض حضرات نے تضعیف کی ہے اس لئے کہ اسکی سند میں اضطراب ہے لیکن سخاوی فرماتے ہیں له شواهد يتقوىٰ بها. اھ۔

احقر محمد یونس عفی عنہ ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ

۱۴۰

علمني ربي فأحسن تعليمي الخ

سوال: علمني ربي فأحسن تعليمي؛ ادَّبني ربي فأحسن تاديبي أو كما قال عليه الصلوٰة والسلام۔ یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟

جواب: حديث علمني ربي فأحسن تعليمي، أدبني ربي فأحسن تاديبي کا جملہ اول تو کہیں نہیں دیکھا، ہاں دوسرا جملہ بعض ضعیف روایتوں میں وارد ہوا ہے:

فأخرج العسكري في الأمثال من جهة السدي عن أبي عمارة عن علي رضي الله عنه قال: قدم بنو نهد بن زيد على النبى صلى الله عليه وسلم. فقالوا: أتيناك من غوري تهامة وذكر خطبتهم وما أجابهم به النبي صلى الله عليه وسلم قال: فقلنا: يا نبي الله نحن بنو أب واحد ونشأنا في بلد واحد وإنك لتكلم العرب بلسان مانفهم أكثره. فقال: "إن الله عزو جل أدبنى فأحسن أدبى ونشأت في بني سعد بن بكر".

وسنده ضعيف جداً وأخرج أبوسعد السمعاني في أدب الإملاء بسند منقطع فيه من لم أعرفه عن عبدالله – أظنه ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "إن الله أدبني فأحسن تاديبي ثم أمرني بمكارم الأخلاق فقال خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين".

وأخرج ابن عساكرو ثابت السرخسي في الدلائل بسند واهٍ من حديث جد محمد بن عبد الرحمن الزهري قال: قال رجل من بني سليم للنبي صلى الله عليه وسلم يا رسول الله أيُدالک الرجل إمرأته؟ قال نعم إذا كان مفلجا قال: فقال له أبوبكر: يا رسول الله ماقال لک؟ قال: قال لی أيما طِل الرجل امرأته؟ قلت: نعم إذا كان مفلساً قال: فقال أبو بكر: ما رأيت أفصح منک فمن أدبک يارسول الله؟ قال: "أدبني ربي و نشأت في بني سعد".

وبالجملة فهو كما قال ابن تيمية ۳۷۵/۱۸ : لايعرف له إسناد ثابت كذا في المقاصد الحسنة (۲۹) بتصرف.

﴿ف﴾

﴿۱٤۱﴾

الفاجر الراجي برحمة الله تعالیٰ الخ

سوال: ''الفاجر الراجي برحمة الله تعالیٰ أقرب إلى الله تعالیٰ من العابد المقنط''.

جواب: الحديث أخرجه الحكيم الترمذي والشيرازي في الألقاب عن ابن مسعود بلفظ: ''الفاجر الراجي برحمة الله تعالیٰ قريب منها من العابد المقنط'' كذا في منتخب الكنز ۱/۱۷۱.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿ق﴾

﴿۱٤۲﴾

قام رسول الله صلى الله عليه وسلم عام أول

ترمذی کی روایت ۲/۱۹۵ قام رسول الله صلى الله عليه وسلم عام اول کا مطلب یہ ہے کہ گذشتہ سال کھڑے ہوئے ابن النجام کے قصے میں بھی عام اول سے گذشتہ سال مراد ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿ک﴾

﴿۱۴۳﴾

كان جبرئيل عليه السلام يوحى إليه بالعربية

عن أبي بكر بن عياش عن الكلبى عن أبي صالح عن ابن عباس قال: كان جبريل عليه السلام يوحى إليه بالعربية وينزل هو إلى كل نبي بلسان قومه.

أخرجه ابن مردويه كذا في اللآلي ص: ١١ والدرالمنثور ٤/ ٧٠ وجعله السيوطي في اللآلي و ابن عراق في تنزيه الشريعه ١/ ١٤٠ شاهداً لحديث أبي هريرة السابق.

قلت أبوبكر بن عباس سئ الحفظ، والكلبي متهم فلا يجدي الإستشهاد شيئاً.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۱۴۴﴾

كان خطيئة داود النظر

باسمہ سبحانہ

المکرّم المحترم زادمجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا جوابی کارڈ ابھی کاشف احوال ہوا، بندہ تو کئی ہفتہ سے بیمار ہے گو اسباق وغیرہ بحمد اللہ بدستور جاری ہیں مگر تلاش تو بڑی دشوار چیز ہے تاہم کتاب جو اٹھائی تو فوراً ہی وہ حدیث مل گئی۔

قال ابن عراق في تنزيه الشريعة ٢/ ٢١٦ : حديث سمرة ونبيط بن شريط قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وفد عبد القيس وفيهم غلام ظاهر الوضاء ة فأجلسه النبي صلى الله عليه وسلم خلف ظهره وقال: كان خطيئة داود النظر(مى) من حديث سمرة (نسع) من حديث نبيط.

قال ابن الصلاح فى مشكل الوسيط: لا أصل له، وقال الزركشي في تخريج أحاديث الرافعي: هذا حديث منكر فيه ضعفاء ومجاهيل وانقطاع وقد استدل بعضهم على بطلانه

بخبر : إني أراكم من وراء ظهري انتهى.

یہ حدیث اگر چہ ابن تیمیہ وغیرہ اپنی تالیفات میں ذکر کرتے ہیں مگر حق وہی بات ہے جو نقل کی گئی، ابن تیمیہ اگر چہ ناقد بصیر ہیں مگر بسا اوقات اس قسم کی بے اصل روایات بلا کسی نقد کے ذکر کر جاتے ہیں، ناسازیٔ طبع مزید بسط سے مانع ہے والسلام

محمد یونس عفی عنہ ۲۸/ ذی الحجہ ۹۱ھ

١٤٥

كان عمر يتعوذ من معضلة ليس لها أبو حسن

كان عمر يتعوذ من معضلة ليس لها أبو حسن حافظ ابن عبدالبر ۲۰/ ۳۹ وحافظ ابن حجر ۲/ ۵۰۹ نے نقل کیا ہے ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

قال أحمد بن زهير حدثنا عبيد الله ابن عمر القواريري حدثنا مؤمل بن إسمعيل حدثنا سفيان الثوري عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب قال: كان عمر يتعوذ بالله من معضلة ليس لها أبو حسن انتهى. لیکن مؤمل بن اسمٰعیل کثیر الخطأ راوی ہے۔

محمد یونس عفی عنہ شب ۲۵/ ٦/ ١٤١٠ھ

١٤٦

كان لغة إسماعيل قد درست فجاء بها جبرئيل

حديث عمر قال: يا رسول الله ﷺ مالک أفصحنا ولم تخرج من بين أظهرنا؟ قال: كانت لغة اسمعيل قد درست فجاء بها جبريل فحفظنيها. أخرجه ابن عساكر كذا في المزهر ١/ ٣٥.

قلت أخرجه الحاكم في علوم الحديث ١٤٤ من طريق حامد بن أبي حمزة السكري قال ثنا على بن الحسين بن واقد قال حدثني أبي عن عبدالله بن بريدة عن أبيه عن عمر قال قلت يارسول الله فذكره قال الحاكم ١٤٥: و لهذا الحديث علة عجيبة حدثني أبوعبد الله محمد بن العباس الضبي من أصل كتابه قال اخبرنا أحمد بن علي بن رزين الفاشاني من أصل كتابه قال حدثنا على بن

خشرم قال ثنا علي بن الحسين بن واقد قال بلغني أن عمر قال فذكره وحامد بن أبي حمزة السكرى لم أجد له ترجمة.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٤٧

كان رسول الله ﷺ إذا تغدى لم يتعش الخ

سوال: هل ورد في الحديث الشريف قول النبي ﷺ كان إذا تغدى لم يتعش وإذا تعشى لم يتغد.

جواب: أورده الغزالي في الإحياء من حديث أبي سعيد الخدري مرفوعاً لكن قال العراقي في تخريج الإحياء: لم أجدلهُ أصلاً في المرفوع ورواه البيهقي في الشعب من فعل أبي جحيفة انتهى. لكن قال الزبيدي في الإتحاف (٤٠٩/٧) بل أخرجه أبونعيم في الحلية في ترجمة عطاء بن أبي رباح أى عن أبي سعيد مرفوعاً وهكذا عزاه السيوطي في الجامع الصغير (١١٣/٥) إلى حلية الأولياء من حديث أبي سعيد. بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٤٨

كان النبي ﷺ إذا تغدى تمدى

سوال: کیا یہ حدیث میں وارد ہوا ہے كان النبي ﷺ إذا تغدى تمدى؟

جواب: لا أعلم له أصلا لا في المرفوع ولا في الموقوف ثم وجدت أصله عن الحارث بن كلدة الثقفي طبيب العرب في زمان النبي ﷺ.

قال الحافظ ابن حجر في الإصابة(٣٠٢/١) روي داؤد بن رشيد عن عمرو بن معروف قال لما احتضر الحارث اجتمع الناس إليه فقالوا. أوصنا فقال: لا تتزوجوا الإشابة، ولاتأكلوا الفاكهة إلا نضجة ولايتعالجن أحدكم ما احتمل بدنه الداء، وعليكم بالنورة في كل شهر فإنها مذهبة البلغم ومن تغدى فلينم بعده ومن تعشى فليمش أربعين خطوة.

واختلف في إسلامه فقال ابن أبي حاتم لا يصح إسلامه وذكره الحافظ في القسم الأول من الإصابة فإن ثبت إسلامه فهذا قول صحابي والله أعلم .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱٤۹

كان النبي ﷺ يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم الخ

سوال : دارقطنی کی ایک روایت میں ہے؟

حدثنا أبوبكر يعقوب بن إبراهيم البزاز ثنا العباس بن يزيد ثنا غسان بن مضر ثنا أبو سلمة قال سألت أنس بن مالک أكان رسول الله يقرء بالحمد لله..... أو ببسم الله الرحمن الرحمن فقال إنک تسئلني عن شئی ما أحفظه وماسألنی أحد قبلک سنن دارقطنی (۱/۱۲۰ومسند احمد۳/ ۱۶۶و۲۷۳) غالبًا ۱۹۰ سے دوسو کے درمیان میں بھی ہے۔

دارقطنی میں خط کشیدہ الفاظ اسی طرح ہیں دونوں جملوں کے درمیان واؤ ہے فتح الباری (۲/ ۱۸۹) میں بھی اسی طرح ہے نصب الرایہ ۱/ ۳۵۹، میں بجائے واو کے أو ہے (۱/ ۳۵۹) نصب الرایہ (۱/ ۳۸۷) میں واؤ ہے عینی میں (۳/ ۲۹) پر بھی أو ہے تحفۃ الاحوذی (۱/ ۲۰۵) میں بھی أو ہے یہ روایت مسند احمد بن حنبل میں بھی ہے لیکن وہ احقر کے پاس نہیں ہے ملاحظہ فرما کر تحریر فرمائیں کہ اس میں أو ہے یا واؤ۔

جواب: دارقطنی کے ہندی (ص:۱۲۰ومصری ۱/ ۳۱۶) نسخوں میں واو واصلہ ہی ہے اور علامہ جمال الدین الزیلعی نے نصب الرایہ میں (۱/۳۶۳) اور حافظ ابوبکر الحازمی نے الاعتبار میں (ص۸۳) جب بحوالہ دارقطنی یہی روایت نقل کی تو واؤ کے ساتھ نقل کی مسند احمد میں (۳/ ۱۶۶) میں أو فاصلہ کے ساتھ واقع ہے اس کی سند ومتن حسب ذیل ہے:

حدثنا غسان بن مضر ثنا سعيد يعني ابن يزيد أبومسلمة قال سألت أنساً كأن النبي ﷺ يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم أو الحمدلله رب العالمين قال: إنک لتسئلنی عن شئی ما أحفظه أو ماسألني عنه أحد قبلک.

علامہ احمد بن عبدالرحمٰن البنا الساعاتی نے الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی (۳/ ۱۸۵)

میں اسی طرح أو نقل کیا ہے، امام جمال الدین الزیلعی نے (۱/۳۵۹) بحوالہ مسند احمد و دار قطنی ۔اسی طرح نقل کیا ہے۔

خیال ہے کہ علامہ زیلعی نے تجوز سے کام لیا مسند کے الفاظ نقل کئے اور معنی میں اشتراک کے امکان یا اصل روایت میں اتحاد کی وجہ سے دار قطنی کی طرف بھی نسبت کر دی علامہ عینی اور صاحب تحفۃ الاحوذی نے زیلعی کا اتباع کیا۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲/۲۲۸) اور الدرایہ میں (۱/۱۳۶) إنک لتسئلني عن شيء ما أحفظه و لاسألني عنه أحد قبلک نقل کیا ہے درایہ میں امام احمد اور دار قطنی کا حوالہ دیا ہے و لاسألني نہ تو مسند میں ہے اور نہ ہی سنن دار قطنی میں، مسند میں أو ماسألني ہے اور دار قطنی میں و ماسألني؛ مسند احمد میں دوسری جگہ (۳/۱۹۰) یہ ہے:

حدثنا إسماعيل قال سعيد بن يزيد أنا قال قلت لانس بن مالک: أكان رسول الله يستفتح القرأة ببسم الله الرحمن الرحيم أو بالحمد لله رب العالمين فقال : إنک لتسئلني عن شيء ماسألني عنه أحد.

تیسری جگہ ہے (۳/۲۷۳) حدثنا حجاج حدثنا شعبة قال قتادة سألت أنس بن مالک بأي شيء كان يستفتح رسول الله القراء ة فقال: إنک لتسئلني عن شيء ماسألني عنه أحد. ان دونوں مقامات میں بس روایت کے الفاظ اتنے ہی ہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۵۰

كلام أهل الجنة بالعربية و كلام أهل السماء بالعربية

حديث ابن عمر مرفوعاً: كلام أهل الجنة بالعربية، و كلام أهل السماء بالعربية. و كلام أهل الموقف بالعربية. لم اجده في اللآلی ولا فروعه كالتعقبات وتنزيه الشريعة وذكره الذهبی في الميزان في ترجمة عثمان بن فائد برواية ابن حبان في الضعفاء قال الذهبي: هذا موضوع والآفة عثمان.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۵۱

کل بدعة ضلالة و کل ضلالة في النار

معظم محترم جناب بھائی مولانا محمد یونس صاحب آنسک اللہ فی الدارین بما یرضاہ.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں آئینہ قلب کے جب کبھی پرانے نقوش مڑ کر دیکھتا ہوں تو چند سب سے نمایاں نقوش میں آپ کا نقش بھی بہت ممتاز نظر آتا ہے لیکن کیا کیا جائے ان نقوش کی طرف بار بار توجہ کرنے کی مہلت ہی نہیں ملتی یہ بھی جناب کی خوش نصیبی اور قابل رشک صفت ہے کہ فن حدیث جیسے مبارک فن کے سلسلے میں جناب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ جیسے کرم فرما رکھتا ہوں۔ ؎

أولئک أحبابی فجئنی بمثلهم

إذا جمعتنا یا جلیس المجامع

گذارش یہ ہے کہ مشکوۃ (ص۲۹و۳۰) پر جو حدیث عرباض بن ساریۃؓ ہے اس میں کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة کے بعد و کل ضلالة فی النار کے الفاظ جو مشہور ہیں ان کی کیا اصل ہے مجھے کسی روایت میں نہیں مل سکی ہے اگر کسی روایت میں یہ جز ثابت ہو تو لکھئے گا۔

جواب: کل ضلالة فی النار بندہ کو یاد نہیں ہے بات بالکل ظاہر ہے۔

حدیث من أحدث في أمرنا هذا مالیس منه فهو رد وغیرہ اس کے شاہد ہیں بعد میں نسائی شریف (۲۳۴/۱) میں یہ حدیث مل گئی۔ ولفظه :"شر الأمور محدثاتها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة في النار".

محمد یونس عفی عنہ

۱۵۲

کل البلاد فتحت بالسیف وفتحت المدینة بالقرآن

سوال:- عن أم المومنین عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: کل البلاد فتحت بالسیف

وافتتحت المدينة بالقرآن.

جواب:- الحديث أخرجه البيهقي في الشعب كما في منتخب الكنز في فضائل المدنية (۳۵۳/۵) وكذ أخرجه البزار وفيه محمد بن الحسن بن زبالة وهو ضعيف كما في مجمع الزوائد (۲۹۸/۳) في باب فضل المدينة .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۵۳

كل ضلالة في النار

سوال: جس کا مجھ سے سوال کیا گیا تھا وہ ہے حدیث عن جابر "كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار" کے اخیر جملے کے متعلق یہ زیادتی صرف نسائی ابواب العیدین میں ہے اس کے نقل میں تفرد کیا ہے، عتبہ بن عبداللہ نے ابن المبارک سے، اس زیادتی کی تصحیح ناصر الدین البانی نے حاشیہ مشکوۃ میں کی ہے۔ووهم من أنكره ۔لیکن علامہ ابن تیمیہ ۱۹/۱۹۱ نے اس زیادتی کا سراسر انکار کیا ہے اور تغلیط کی ہے انھوں نے اپنے مطبوعہ رسالہ "معارج الأصول إلى معرفة أن أصول الدين و فروعه قد بينهما الرسول ص:۱۸ پر مذکورہ حدیث پر اثناء کلام میں فرمایا ہے:

ولم يقل صلى الله عليه وسلم: وكل ضلالة في النار بل يضل عن الحق من قصد الحق وقد اجتهد في طلبه فعجز عنه فلايعاقب، ويكون له أجر على إجتهاده و خطئه الذي ضل فيه عن حقيقة الأمر مغفور له و كثير من مجتهدى السلف والخلف قد قالوا وفعلوا ماهو بدعة و لم يعلموا أنه بدعة إما لأحاديث ضعيفة ظنوها صحيحة وإما لآيات فهموا منها مالم يرد منها ..... وإذا اتقى الرجل ما استطاع دخل في قوله تعالىٰ ربنا لاتؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا الآية انتهى قوله.

بظاہر ابن تیمیہ کا کلام مضبوط معلوم ہوتا ہے تحقیق مقام سے مطلع فرمائیں۔

جواب: یہ حدیث نسائی کے علاوہ احقر کو بھی اور کہیں نہیں ملی لیکن حدیث:

ستفترق أمتي على ثلث و سبعين فرقة وكلها في النار و واحدة في الجنة رواہ ابوداؤد سے

اس کی تائید ہوتی ہے۔(پھر یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۴۳ میں ملی اور عتبہ بن عبداللہ- ابن المبارک سے منفرد نہیں ہیں، بلکہ اس کی دوسری سند بھی ہے) علامہ ابن تیمیہ نے بدعۃ کا مفہوم بہت وسیع کر دیا ہے حتی کہ جو بات کسی نے کہی اور حدیث میں اس کے خلاف ہے تو وہ بات بدعت ہے چاہے کہنے والے نے اجتہادی غلطی سے کہا ہو یا ہوائے نفسانی سے یا حدیث معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی فتویٰ اپنی رائے سے دیدیا اور وہ اتفاقاً حدیث کے خلاف ہو گیا جیسا کہ ان کی عبارت ذیل سے ظاہر ہے۔

وكثير من مجتهدي السلف والخلف قد قالوا و فعلوا ما هو بدعة ولم يعلموا أنه بدعة إما لأحاديث ضعيفة ظنوها صحيحة وإما لآيات فهموا منها مالم يرد منها وإما لرأى رأوه وفي المسئلة نصوص لم تبلغهم هكذا في معارج ص ٣٦.

لیکن یہ تعمیم مضر ہے اس میں صحابہ کے ان فتاویٰ کو بدعت کہنا پڑے گا جو انہوں نے حدیث مرفوع معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کے خلاف دیئے تھے **ولا يخفى شناعته**۔ حالانکہ صحابہ کرام اس قسم کی صورتوں میں ایک دوسرے کی تبدیع نہیں کرتے تھے، البتہ حدیث کے معلوم ہو جانے پر اپنے قول سے رجوع کر لیتے تھے۔ والسلام

محمد یونس عفی عنہ یکم شعبان ۱۳۹۵ھ

١٥٤

كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون

سوال: قطب وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ نے یہ سوال لکھ کر بھیجا (کہ اس کی تحقیق لکھ کر بھیج دیجئے) کہ ترمذی شریف میں یہ روایت مرفوعاً نقل کی گئی ہے۔ (**كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون**) یہ روایت کس درجہ کی ہے؟ اور اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے بھی خطا کا صدور ہوتا ہے کیا اس روایت سے عصمت انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام) پر زد نہیں پڑتی جبکہ اہل حق کا یہ قول ہے کہ وہ صغائر و کبائر سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

جواب: اس حدیث کی تخریج امام احمدؒ نے (ص ۱۹۸ جلد ۳) امام دارمی نے (ص ۳۶۶) امام ترمذی نے (ص ۷۷) ابن ماجہ نے (ص ۳۲۳) اور حاکم نے (ص ۲۴۴ جلد ۳) پر علی بن مسعدہ باہلی عن قتادہ عن انس مرفوعاً کی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو علی بن مسعدہ عن قتادہ ہی کے طریق سے جانتے ہیں۔ حاکم فرماتے

ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔امام ذہبی کا بھی یہی قول ہے۔فرماتے ہیں یہ علی لین ہے۔تخریج الاحیاء میں حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے علی بن مسعدہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ یہ فرماتے ہیں کہ اس میں نظر ہے، امام ابوداؤد اور طیالسی نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے اور ابن معین کے نزدیک یہ صالح ہیں۔مرۃ فرماتے ہیں کہ بصریین کے سلسلہ میں ان میں کوئی حرج نہیں۔ابوحاتمؒ کے نزدیک مطلقاً کوئی حرج نہیں۔

امام نسائی کے قول کے مطابق یہ قوی نہیں۔ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔ابن حبان فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں یہ ثقات کے مخالف ہیں ان میں ان کی حدیث کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا اور عقیلی نے امام بخاریؒ کی اتباع میں ان کو ضعفاء میں شمار کیا ہے، اور حافظ کا تقریب میں یہ قول ہے کہ **صدوق له أوهام** اور صاحب اتحاف (ص ۵۹۶) پر لکھتے ہیں اور ابوزرعہ کی امالی میں بھی ہے کہ اس حدیث میں ضعف ہے۔گویا کہ وہ اس میں اپنے والد حافظ العراقی کے تابع ہیں۔

اور ابن القطان کا رجحان حاکم کی تصحیح کی جانب ہے۔فرماتے ہیں کہ ابن مسعدہ صالح الحدیث ہیں البتہ ان احادیث میں غریب ہیں جن میں وہ قتادہ سے منفرد راوی ہیں۔میں کہتا ہوں کہ حافظ صاحب نے بلوغ المرام میں تحریر فرمایا ہے کہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کی سند قوی ہے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

سوال: **عن انسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون.** دو باتیں قابل عرض ہیں پہلی بات ”**كل بني آدم**“ میں آدم علیہ السلام داخل ہیں یا نہیں؟ دوسری بات انبیاء علیہم السلام داخل ہیں یا نہیں؟ جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

طالب دعا بندہ پذیر الدین دیناجپوری

جواب: حدیث احمد، ترمذی وابن ماجہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے، خطاء صیغہ مبالغہ ہے جو عام انسانوں کی شان ہے اس میں حضرت آدم ودیگر انبیاء علیہم السلام داخل نہیں ہیں۔واللہ اعلم

محمد یونس عفی عنہ ۲/۲۱، ۹۶۲ھ

۱۵۵

كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول الله ﷺ فلا تعبدوها

حدیث ”كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلاتعبدوها فإن

الأول لم يدع للآخر مقالاً فاتقوا الله يامعشر القراء وخذوا بطريق من كان قبلكم".

ذكره الشاطبي في الإعتصام ۱۳۲/۲ ولم أجده في سنن أبي داؤد والترمذي ولا ذكره الحافظ في الأطراف ولا الشيخ عبد الغني النابلسي في ذخائر المواريث.

۱۵۶

كل دخان حرام ومن أكل البنج لقمة فكأنما زنى بأمه

سوال: حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی خدمت میں ایک سوال آیا جس کا جواب لکھنے کو حضرت موصوف نے بندہ کو ارشاد فرمایا سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ محمد شاہ تقریباً دوسو سال قبل لاہور سے آکر بسلسلہ تبلیغ کچھ دن مقیم ہوئے نہایت باشرع تھے ان کے کتب خانہ کی باقی ماندہ کتابوں میں ایک کتاب میں تارک نماز اور شارب دخان کے بارے میں کچھ احادیث نقل کی گئی ہیں جو غیر معروف ہونے کے ساتھ مضمون کے اعتبار سے بھی غریب ہیں اگر یہ احادیث کتب حدیث میں آپنے دیکھی ہوں تو تحریر فرمائیں وہ احادیث یہ ہیں۔

(۱) قال النبی ﷺ من سمع الأذان والإقامة ولم يحضر الجماعة فكأنما زنى مع أمه ألف مرات.

(۲) قال النبی ﷺ من أعان تارک الصلوة متعمداً فكأنما زنى مع أمه ألف مرات.

(۳) قال النبی ﷺ سياتي زمان على أمتي يأكل الدخان في فم وليس من أمتي وليس شفاعة له يوم القيمة .

(٤) قال النبي ﷺ من أكل البنج مرة فكأنما زنى مع أمه سبعين مرة.

جواب:- یہ احادیث باوجود کثرت تتبع وتلاش کے کہیں نظر سے نہیں گزریں حتی کہ کتب موضوعہ للاحادیث الموضوعۃ میں بھی ان کا پتہ نہیں چلتا ہے واللہ اعلم۔

پھر بہت دنوں کے بعد مجموعہ فتاوی لمولانا عبدالحی دیکھنے کی نوبت آئی اس میں یہ عبارت ملی (۴۱/۳)۔

سوال: كل دخان حرام ومن أكل البنج لقمة فكانما زنى بأمه. حدیث است یا نہ؟

جواب: درکتب معتبرہ حدیث بنظر نرسیدہ وکسیکہ ایں را حدیث نوشتہ باشد مجرد نوشتن آں قابل اعتبار نیست اعتبار برقول محدث معتبر است کہ حدیث را باسند بیان نماید وبعض وعاظ احادیث غیر معتبرہ را برائے تخویف وترغیب ذکر می کنند واز حال آں احادیث مطلع نمی باشند انتہی۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

www.alislahonline.com

۱۵۷

کل عشبة نابتة في الأرض فيها حكمة ثابتة

سوال:- "کل عشبة نابتة في الأرض فيها حكمة ثابتة" کیا یہ حدیث ہے؟ ذوق تو اس کو حدیث تسلیم نہیں کرتا مگر فیصلہ بغیر مراجعت وتحقیق کے کیسے کیا جا سکتا ہے۔

جواب: کل عشبة نابتة حدیث نہیں ہے۔ صحاح ومسانید تو بڑی چیزیں ہیں اس کا ذکر تو موضوعات میں بھی نہیں ہے۔ یہ کسی حکیم کا مقولہ ہے اپنے پاس موجود کتابوں میں اس کے متعلق کچھ نظر سے نہیں گذرا۔ مگر معنی صحیح ہے تمام مخلوقات خداوندی میں حکیم مطلق کی حکمت پوشیدہ ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ لازم آئے گا کہ فعل الباری لغو وبے حکمت ہو حالانکہ مشہور ہے فعل الحکیم لایخلوا عن الحکمة انتهی فکیف بالحکیم المطلق۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿ل﴾

﴿۱۵۸﴾

لاأدري ما يفعل بي يوم القيامة

سوال: "لاأدري مايفعل بی یوم القیامة" حدیث ہے یا نہیں؟

جواب: أخرج البخاري ص: ١٦٦-١٠٣٩ عن أم العلاء الأنصارية قالت: قال رسول الله ﷺ: "والله ما أدرى وأنا رسول الله ما يفعل بي ولابكم" ولم أقف على زيادة يوم القيامة. والله أعلم.

وفي لفظ للبخاري: ما يفعل به والضمير لعثمان بن مظعون قال ابن كثير ٤/١٥٥: هذا أشبه أن يكون هو المحفوظ.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۱۵۹﴾

لاتتخذوا شيئاً فيه الروح غرضاً

حدیث ابن عباس مرفوعاً لاتتخذوا شيئاً فيه الروح غرضاً رواہ مسلم کا مطلب یہ ہے کہ جاندار کو نشانہ نہ بناؤ یعنی کسی جاندار کو باندھ کر اس پر نشانہ آزمائی نہ کرو جیسے نشانہ درست کرنے کے لئے یا بطور تفریح کے بعض حضرات بعض خاص مقامات پر غلہ مارتے ہیں ایسا کسی جانور کے ساتھ نہ کرو کیونکہ اس میں تعذیب حیوان کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک ادب سکھلایا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ایسا دستور تھا کہ جاندار کو باندھ کر اس پر نشانہ آزماتے تھے:

ففي المعجم الصغير للطبراني ص: ٨٤ عن سعيد بن جبير قال كنت أمشى مع ابن عمر فمر على قوم قد نصبوا طائراً اتخذوه غرضاً فقال ابن عمر لعن الله من فعل هذا سمعت رسول الله ﷺ ينهى عن هذا بخاری شریف میں یہ روایت بایں الفاظ وارد ہے۔

عن سعيد بن جبير قال كنت عند ابن عمر فمر بفتية أو بنفر نصبوا دجاجة يرمونها فلما راوا ابن عمر تفرقوا عنها وقال ابن عمر من فعل هذا إن النبى ﷺ لعن من فعل هذا.

حدیث ابن عباس کا حلت وحرمت صید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ پھر صاحب مشکوۃ نے کتاب الصید میں کیوں ذکر فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر شکاری لوگ ہی ایسا کرتے ہیں نشانہ آزمائی کرتے ہیں اس لئے کتاب الصید میں ذکر فرمایا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱٦۰

لا تتخذوا قبرى عيداً ولا بيوتكم قبوراً الخ

حدثنا على بن عمر عن أبيه عن على بن الحسين أنه رأى رجلاً يجيئ الى فرجة كانت عند قبر النبى صلى الله عليه وسلم يدخل فيها فيدعو فنهاه فقال: ألا أحدثك حديثا سمعته من أبي عن جدي عن رسول الله ﷺ قال: "لا تتخذوا قبرى عيداً ولا بيوتكم قبوراً فإن تسليمكم تبلغنى أينما كنتم".

وهذا الحديث هكذا نقله الحافظ ابن عبدالهادى فى الصارم المنكى ۱۰۹ والحافظ نورالدين الهيثمي في مجمع الزاوائد ٣/٤ عن مسند أبي يعلى قال: فيه جعفر بن إبراهيم الجعفري ذكره ابن أبي حاتم ٤٧٤/١ ولم يذكرفيه جرحا وبقية رجاله ثقات ونقله الحافظ ابن حجر في المطالب العالية ٣٧٢/١ عن مسند ابن أبي شيبة بلفظ: "وصلوا على فان صلوتكم وتسليمكم يبلغني حيثما كنتم" وذكر أن أبا يعلى رواه عن ابن أبي شيبة ونقله السخاوي في القول البديع عن ابن أبي شيبة بلفظ: "وسلموا على فإن تسليمكم بلغني أينما كنتم".

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱٦۱

لاتتمارضوا فتمرضوا

سوال:- آپ بیتی نمبر۵ ص۴۵ پر حدیث "لا تتمارضوا فتمرضوا" منقول ہے یہ حدیث کی

کس کتاب میں ہے۔

محمد زمان الحسینی از کلکتہ ۲۲ رشعبان ۱۳۹۲ھ

مولوی یونس صاحب اس حدیث کے متعلق کوئی چیز آپ کے علم میں ہو تو لکھ دیں۔

(حضرت شیخ مدظلہ)

حدیث "لا تتمارضوا فتمرضوا ولا تحقروا قبوركم فتموتوا" ذكره ابن أبي حاتم في العلل عن ابن عباس وقال عن أبيه أنه منكر وأسنده الديلمي من جهة أبي حاتم الرازي حدثنا عاصم بن إبراهيم عن المنذر بن نعمان عن وهب بن قيس به، وعلى كل حال فلا يصح كذا في المقاصد الحسنة. (ص٤٥٩)

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۲۸ رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

١٦٢

لا تزوجن عجوزا ولا عاقرا

عن عياض بن غنم قال قال لي رسول الله ﷺ: "ياعياض لا تزوجن عجوزا ولا عاقرا فإني مكاثر بكم الأمم".

رواه الطبراني وفيه معوية بن يحيىٰ الصدفي وهو ضعيف كذا في مجمع الزوائد (٤/٢٥٨) وقال الحافظ في التلخيص (ص٢٧٨) أخرجه الحاكم وإسناده ضعيف.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٦٣

لاتجعلوا بيوتكم قبوراًولا تجعلوا قبرى عيداً

سوال: أخرجه أبوداؤد وروي البيهقي أيضاً من حديث أنس قال: كان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أقربكم مني يوم القيامة في كل موطن أكثركم عليّ صلوٰة في الدنيا فمن صلى على يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة سعبين من حوائج الآخرة وثلثين من حوائج الدنيا.

www.alislahonline.com

جواب: الحديث الذي أشير إليه في قول السائل أخرجهٗ أبو داؤد لم يتعين ما أراد بهٖ وليس عندي الكتاب الذى نقلت عبارة السوال منه وظني أنهٗ أراد به حديث أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجعلوا بيوتكم قبوراًولا تجعلوا قبرى عيداً وصلوا علي فإن صلوتكم تبلغنى حيث كنتم".

أخرج أبو داؤد في آخر الحج في باب زيارة القبور (۲۰۷/۳) وأحمد (۳٦۷/۲).

قال النووي في الأذكار وشرح المهذب (۲۷۵/۹) والحافظ ابن حجر في الفتح (۲۹۷/۷): إسنادهٗ صحيح.

وقال ابن القيم في اغاثة اللهفان : إسناده حسن رواتهٗ كلهم ثقات مشاهير، وتبعهٗ ابن عبد الهادى في الصارم المبكى (ص ۱۷٤).

وقال فى موضع آخر من الصارم (ص ۲۹۷): وهو حديث حسن جيد الإسناد وله شواهد كثيرة يرتقي بها الىٰ درجة الصحة.

تنبيه: هذا الحديث عزاه صاحب المشكوة (ص ۸٦) للنسائى وهو وهم فإن النسائي لم يخرجه.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱٦٤

لا تغزى بعد اليوم

لا تغزى بعد اليوم اس حدیث کوامام احمد (۴۱۲/۳، ۴/۳۴۳) ترمذی (۱۹۴/۱) وابن حبان وابن سعد (۱۴۵/۲) ودارقطنی نے بطريق زكريابن أبي زائده عن عامر الشعبي عن الحارث بن مالک ابن البرصاء روایت کیا ہے:

قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: يوم فتح مكة: "لاتغزى هذه بعدها أبداً إلى يوم القيامة".

قال الترمذي هذا حديث حسن صحيح، وكذا صححه ابن حبان.

بعض کی رائے یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مکہ دارالکفر نہیں بن جائے گا یعنی اس کے سکان کافر نہیں ہوجائیں گے تاکہ کفر پران سے قتال کیا جائے قال أبو موسىٰ المدينى وتبعه ابن الأثير : أى لا

تعود دار کفر تغزی علیه.

ایک دوسری حدیث میں ''لا تغزی قریش بعد هذا الیوم'' ہے ابن سعد وابن اثیر نے اسکی یہی توجیہ کی ہے:

قال ابن سعد (۱۳۷/۲) قال رسول الله ﷺ : ''لا تغزی قریش بعد هذا الیوم إلی یوم القیامة'' یعنی علی الکفر.

ابن اثیر فرماتے ہیں(۱۶۰/۳) : أی لا تعود دار کفر حتیٰ تغزی علی الکفر ونظیره قوله ﷺ : لا یقتل قریش صبرا بعد الیوم أی لایرتد فیقتل صبرا علی ردته.

دوسرا مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ پر چڑھائی نہیں کریں گے اسلام کے دعویداروں کی چڑھائی کی نفی نہیں ہے:

قال أبو موسیٰ : ویحتمل أن یراد أن الکفار لایغزونها أبدا فان المسلمین قد غزوها مرات.

میرے ذہن میں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ صورۃ یہ جملہ خبریہ ہو اور معنیٰ کے اعتبار سے انشائیہ ہو اور مقصد کعبہ پر چڑھائی کرنے کی ممانعت ہو بعد میں یہ احتمال حافظ عراقیؒ کے کلام میں بھی مل گیا، واللہ اعلم۔

محمد یونس عفی عنہ

۱۶۵

لافقر أشد من الجهل

سوال: لافقر أشد من الجهل، ولا مال أعود من العقل، ولا وحشة أشد من العجب.

جواب: هذا الحدیث أخرجه الطبرانی، وابن حبان فی الضعفاء ۳۰۰/۲ من طریق الحارث الأعور عن علی مرفوعاً في حدیث طویل، ولفظه: ''ولاوحشة أوحش من العجب''.

قال الهیثمي ۳۸۳/۱۰ فیه أبو رجاء الحبطی واسمه محمد بن عبدالله کذاب وفي ترجمته ذکره ابن حبان في الضعفاء، والذهبي في المیزان، ولفظهما : ''ولا وحدة أوحش عن العجب''۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٦٦

لا صلوة إلا بحضور القلب

''لا صلوة إلا بحضور القلب'' هذا من حديث القصاص والوعاظ، ولم أقف له على أصل بهذا اللفظ واستدل به بعض الصوفية على أنه لايصح صلوة من لا يحضره قلبه، وقد يرويه بعضهم بلفظ: لاينظر الله إلى صلوة لايحضر الرجل فيها قلبه مع بدنه.

وكذا أورده الغزالي في الإحياء ١/١٣٤، لكن قال العراقي في تخريج الإحياء: لم أجده بهذا اللفظ، ورواه محمد بن نصر في كتاب الصلوة من رواية عثمان بن أبي دهرش مرسلاً: لا يقبل الله من عبد عملاً حتى يشهد قلبه مع بدنه.

ورواه أبومنصور الديلمي في مسند الفردوس من حديث أبي بن كعب و إسناده ضعيف انتهى، وقد يرويه بعضهم بلفظ: ليس للمرء من صلوته إلاما عقل – هكذا ذكره الدميري في حيواة الحيوان وذكر عن جماعة من المتصوفة أنهم إستدلوا به على أن السهو مفسد للصلوة.

قلت: وهذا تجاوز ولم يرد به الشرع قط وشرعت سجود السهولدرک النقصان الواقع بالسهو فإن كان السهو مفسداً فلغت شرعية سجود السهو،نعوذ بالله منها، وقد وقع للنبي ﷺ سهو وتداركه بالسجود كما هو مدون فى الصحاح والمسانيد وجاء ت بها أخبار شهيرة و عمل به السلف والخلف.

فإن كان هذا الصوفى القائل لذاک القول من أهل الحق فمع كون هذا الكلام مخالفاً للنصوص يمكن تأويله بأنه أراد بذلک أن من غلب عليه الوسواس وهو لايدرى ما يقول وما يفعل فصلوته فاسدة كما قد ذهب إليه بعض الفقهاء.

قال الحافظ ابن تيميه في منهاج السنة ٣/٤٩: ألوسواس الخفيف لايبطل الصلوة باتفاق العلماء وأما إذا كان هو الأغلب فقيل عليه الإعادة وهو إختيار أبى عبد الله بن حامد.

وقال فى فتاويه ١٥/٢٣٦: وهو قول طائفة من العلماء والصوفيه. من أصحاب أحمد وغيره كأبي عبد الله بن حامد.

وقال في موضع آخر ٦١٢/٢٢. هذا قول أبي عبدالله بن حامد وأبي حامد الغزالي وغيرهما.

قال ابن تيميه: والصحيح الذي عليه الجمهور وهو المنصوص عن أحمد وغيره – أنه لا إعادة عليه ففي الصحيحين عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "إذا أذن المؤذن أدبر الشيطان وله ضراط حتى لا يسمع التأذين فإذا قضي التاذين أقبل فإذا ثوب بالصلوٰة أدبر. يعني الاقامة – فإذا قضى التثويب أقبل حتى يخطر بين المرء ونفسه يقول أذكر كذا، أذكر كذا لما لم يكن يذكر حتى يظل الرجل لا يدري كم صلىٰ فإذا وجد ذٰلک أحدكم فليسجد سجدتين" وهو عام مطلق في كل وسواس ولم يؤمر بالإعادة لكن ينقص أجره بقدر ذلک قال ابن عباس : ليس لک من صلوتک الاماعقلت منها.

وفي السنن عن عمار بن ياسر أنه صلى صلوٰة فخففها فقيل له في ذٰلک فقال: هل نقصت منها شيئاً؟ قالوا: لا ، قال: فإني بدرت الوساوس وإن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن الرجل ينصرف من صلوتّه ولم يكتب منها الا عشرها، إلا تسعها، إلا ثمنها حتى قال إلا نصفها" وهذا الحديث حجة على ابن حامد فإن أدنى ما ذكر نصفها وقد ذكر أنه يكتب له عشرها.اهـ.

على أن الحديث الذى ذكره هذا الصوفى ذكره الغزالى في الإحياء ١٤٣/١، لكن قال العراقي في تخريجه لم أجده مرفوعاً وذكر بعد ذلک ما تقدم من قوله روى محمد بن نصر إلى آخره وزاد: ولابن المبارک في الزهد موقوفاً على عمار: لايكتب للرجل من صلوته ما سهى عنه .اهـ.

وقد تقدم في كلام ابن تيمية قال ابن عباس : ليس لک من صلوتک إلا ما عقلت، ويحمل ذلک على نقصان الثواب كما تقدم في كلام الإمام ابن تيمية رحمه الله تعالى، وسر ذلک أن الإخلاص سر العبادة وهو يفوت بالوسواس. والله أعلم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱٦۷

لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه

مخدومی حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ روایت طحاوی میں تو نہیں ملی لیکن حافظ ابن حجر نے المطالب العالیہ (۱/٤۲۲) میں نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: معتمر عن أبيه حدثني شيخ لقيته بالبحرين عن خطبة النبی ﷺ في حجة الوداع أنه قال: "لا يحل مال امرىء إلا ما أعطى عن طيب نفسه" (لمسدد).

اور مجمع الزوائد میں اس مضمون کی کئی روایتیں ذکر کی گئیں ہیں عن عمرو ابن يثربي قال: خطبنا رسول الله ﷺ فقال: "ألا ولايحل لإمري من مال أخيه شيئا إلا بطيب نفس منه فقلت: يارسول الله أرأيت إن رأيت غنم ابن عمى أجتزر منها شاة قال إن لقيتها نعجة تحمل شفرة وازناداً بجنب الجميش فلا تهجها قال يعني بجنب الجميش أرضاً بين مكة والجار ليس بها أنيس كذا عنده بجنب ولم يقل بخبت.

وفي رواية عن عمر و بن يثربي قال سمعت خطبة النبي ﷺ بمنى فكان فيما خطب به أن قال: لايحل لإمري من مال أخيه إلا ماطابت به نفسه قال فلما سمعت ذلک قلت: يا رسول الله أرأيت ان لقيت غنم ابن عمى فذكر نحوه رواه أحمد (۵/۱۱۳) وابنه من زياداته أيضاً والطبراني في الكبير والأوسط وقال: بخبت – على الصواب ورجال أحمد ثقات.

وعن أبي حرّة الرقاشي عن عمه أن النبي ﷺ قال: "لا يحل مال إمرئ مسلم إلا بطيب نفس منه" رواه أبو يعلى وأبو حرّة وثقه أبوداؤد وضعفه ابن معين مجمع الزوائد. (٤/۱۷۱و۱۷۲).

قلت حديث أبي حرّة رواه الدار قطني (۳/۲٦) والبيهقي في السنن الكبرى (٦/۱۰۰) قال النووي في شرح المهذب (۹/٥٤): إسناده ضعيف وحديث عمرو بن يثربي أخرجه الدار قطني (ص ۲٥) وأخرج (ص ۲٥) عن أنس بن مالک: أن رسول الله ﷺ قال: "لا يحل مال امرىء مسلم إلا بطيب نفسه" وإسناده واهٍ، وفي الباب أحاديث. محمد یونس عفی عنہ

١٦٨

لايدخل الجنة ولد الزنا

أخرج أحمد في مسنده (٢/ ١٦٤رقم ٦٥٣٧) قال حدثنا يزيد ثنا همام عن منصور عن سالم بن أبى الجعد عن جابان عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ: "لايدخل الجنة منان و لامدمن خمر".

رواه عبد الرزاق (٧/ ٤٥٤، رقم ١٣٨٥٩) أنبأنا الثوري عن منصور به بلفظ: "لايدخل الجنة عاق لوالديه ولامد من خمر ولا منان ولا ولد زنى".

وأورده ابن الجوزى في الموضوعات و ساق طرقاً و أعلها كلها وذكر من طريق عبد بن حميد حدثنا عبد الرحمن بن سعد الرازي حدثنا عمرو بن أبي قيس عن إبراهيم بن مهاجر عن مجاهد عن محمد بن عبد الرحمن بن أبى ذئاب عن أبي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال: "لا يدخل الجنة ولد الزنا ولا شئى من نسله إلى سبعة آباء".

قال الدار قطني: اختلف على مجاهد في هذا الحديث على عشرة أوجه فتارة يُروي عن مجاهد عن أبي هريرة، وتارة عن مجاهد عن ابن عمر، وتارة عن مجاهد عن ابن أبى ذئاب، وتارة عن مجاهد عن ابن عمرو موقوفاً إلى غير ذلک، وكله من تخليط الرواة.

قال السيوطى فى اللآلي ص: ٤٢٣: وكذا قال أبو نعيم في الحلية وسرد العشرة وقال زيادة على الخمسة المذكورة: وتارة عن مجاهد عن مولى لأبي قتاد ة، وتارة عن أبى قتادة، وتارة عن مجاهد عن أبي سعيد الخدري وتارة عن مجاهد عن ابن عباس، وتارة عن مجاهد عن أبي زيد الجرمي وتارة عن مجاهد مرسلاً ثم ذكر أسانيده العشرة فأفاد وأجاد انتهى.

وقال ابن الجوزي: إن هذه الأحاديث مخالفة للأصول و أعظمها قوله تعالى "ولاتزر وا زرة وزرأخرى" انتهٰى۔

وقال الحافظ ابن حجر في "القول المسدد" ٥٦ بعد ذكر رواية أحمد: ورواه أيضاً غندر وحجاج عن شعبة عن منصور عن سالم عن نبيط بن شريط عن جابان به ورواه النسائي

من طريق شعبة كذلک ومن طريق جرير والثوري كلاهما عن منصور كرواية همام.

وقال: لانعلم أحداً تابع شعبة على نبيط بن شريط وذكر الدارقطني الإختلاف فيه في كتاب العلل على مجاهد وقال البخاري في التاريخ: لا يعرف لجابان سماع من عبدالله بن عمرو ولا لسالم من جابان انتهى.

أورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق سفيان الثوري تارة كرواية النسائي، وتارة من روايته عن عبد الكريم عن مجاهد عن عبدالله بن عمرو، وأخرجه أيضاً من رواية عمر بن عبد الرحمن أبي حفص الابار عن منصور عن عبد الله بن مرة عن جابان وأعله بما أشار إليه الدار قطنى من الإضطراب و ليس في شيء من ذلک ما يقتضى الحكم بالوضع انتهى.

قلت: ليس حكم ابن الجوزي بسبب الإضطراب الذي ذكره الدار قطني بل سببه ثلثة أمور الأول الإضطراب، والثاني الكلام في الرواية فإنه لايخلو سند من أسانيده عن مقال، والثالث مخالفتها للأصول وهو أعظم الوجه ومن أعظم الأصول قوله تعالى "ولاتزر وازرة وزر أخرى.

قال السيوطي في اللآلي ص: ٤٢٤: قال الرافعي في تاريخ قراوين: رأيت بخط الإمام أبي الخير أحمد بن إسماعيل الطالقاني سألني بعض الفقهاء في المدرسة النظامية ببغداد في جمادي الأولى سنة ست وسبعين وخمس مأة عما ورد في الخبر أن ولد الزنا لايدخل الجنة و هناک جمع من الفقهاء، فقال بعضهم: هذا لايصح "ولاتزر وازرة وزر أخرى" وذكره بعضهم قال في معناه إنه إذا عمل عمل أصليه و ارتكب الفاحشة لايدخل الجنة و زيف ذلک بأن هذا لايختص بولد الزنا بل حال الرشدة مثله.

ثم فتح الله عليّ جواباً شافياً لا أدري هل سبقت إليه فقلت: معناه أنه لايدخل الجنة بعمل أصليه بخلاف ولد الرشدة فإنه إذا مات طفلا وأبواه مومنان ألحق بهما وبلغ درجهتما بصلاحهما على ما قال تعالى. "والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بإيمان ألحقنا بهم ذريتهم" وولد الزنا لايدخل الجنة بعمل أصليه أما الزاني فنسبه منقطع وأما الزانية فشوم زناها، وإن صلحت يمنع من وصول بركة صلاحها إليه انتهى۔

محمد یونس عفی عنہ

۱۶۹

لایقلبه إلا بذلک

لایقلبه إلا بذلک کا مطلب یہ ہے کپڑے کوالٹ پلٹ کر، بس مس کر لے چھو لے یہی اس کا الٹنا پلٹنا ہے چونکہ قاعدہ ہے کہ کپڑا خریدنے والا کپڑے کوالٹ پلٹ کر دیکھتا ہے تو بیع ملامسہ کے وقت بائع مشتری سے یہ کہا کرتا تھا کہ اس کو تم چھولو بس یہی الٹ پلٹ کر گویا دیکھنا ہوا۔ محمد یونس عفی عنہ

۱۷۰

لتردنه حافیاً ولتر کبنه قائماً

سواری میں سوار ہونے کا مسنون طریقہ

سوال: لتردنه حافیاً ولتر کبنه قائماً اسی طرح اگلی سطر میں لترونه حافیة ولتر کبنه قائمة (ابن سعد ص ۵۳ ج ۴ ق ۲ حیاۃ الصحابہ حیدرآبادی ۱/ ۲۹۹، طبعۃ الدار ص ۴۶۸) اس عبارت میں کوئی تصحیف وتحریف تو نہیں؟ مراد کیا ہے؟ حافیا اور حافیة اسی طرح قائماً اور قائمة انسان سے حال ہے تو اشکال یہ ہے کہ ترکبنہ سے مراد سوار ہونا ہے تو اس میں نئی بات کیا ہوئی سوار ہوتے وقت آدمی کھڑا ہی تو ہوتا ہے اور یہ حال ہوا سواری سے تو دونوں جگہ صفت یکساں ہونی چاہئے تھی۔

جواب: یہ عبارت طبقات ابن سعد کے قدیم وجدید (۴/ ۳۲۶ و ۳۲۷) نسخوں میں اسی طرح ہے آپ کا اشکال بظاہر معقول ہے اِلّا یہ کہ کہا جائے کہ لتردنه حافیا میں فاعل سے حال ہے اور لتر کبنه قائما میں مفعول سے اور عبارت میں یہ انداز بر بنائے مزاوجت اختیار کیا گیا ہے جیسے غدایا وعشایا میں عشایا عشیۃ کی جمع ہے اس کی مناسبت سے غدوہ کی جمع غدوات لانے کے بجائے غدایا لائی گئی۔

لیکن لتردنه حافیة ولتر کبنه قائمة سے اشکال ہوتا ہے کہ پھر یہاں ذوالحال کی رعایت نہیں قائما ہونا چاہئے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہاں حافیۃ کی مناسبت سے قائمۃ کہہ دیا گیا تو ممکن ہے اور اقرب یہ ہے کہ دونوں جگہ فاعل ہی ذوالحال ہے۔

ایک دوسرے طریق میں طبقات ابن سعد میں (۴/۳۲۶) فکانت تکلفني أن أرکب قائماً وأن أردی أو أورد حافیاً فلما کان بعد ذلک زوجنیها الله فکلفتها أن ترکب قائمة وأن ترد او تردی حافیة جس میں حال من المفعول کا امکان نہیں ہے اس صورت میں رکوب قائما کا مطلب یہ ہوگا کہ سواری کھڑی ہو اسلئے کہ سواری کے کھڑی ہونے کی صورت میں سوار ہونے کیلئے راکب کا قیام لازم ہے تو گویا قیام راکب بول کر- جو لازم ہے قیام مرکوب- جو ملزوم ہے مراد لیا گیا ہے اور سواری کھڑی ہونے کی صورت میں سوار ہونا مشقت کا باعث ہے۔ اللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۷۱

لعن رسول الله ﷺ النائحة والمستمعة

سوال: عن أبي سعید الخدریؓ قال: لعن رسول الله ﷺ النائحة والمستمعة اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے کس جگہ نقل کیا ہے؟

جواب: یہ حدیث علل ابن ابی حاتم جلد اول میں ہے اس وقت وہ میرے پاس موجود نہیں ہے اس لیے صفحہ لکھنے سے قاصر ہوں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۷۲

لقد ترکتکم علی مثل البیضاء لیلها ونهارها سواء

ابن ماجه شریف ص: ۲ باب إتباع سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم میں حضرت ابو درداء کی حدیث میں وأیم الله لقد ترکتکم علی مثل البیضاء لیلها ونهارها سواء کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: حاصل مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس ملت بیضاء کو ایسے واضح اور کھلے راستے سے تشبیہ دی ہے جس میں راہ گیر و مسافر کو کسی وقت خواہ رات ہو یا دن خطرہ نہیں ہوتا کہ کہیں غلط نہ جا رہے ہوں ایسی ہی یہ شریعت مطہرہ ہے کہ اس کی ہر چیز حق ہے اس پر چلنے والا کبھی ضلال و گمراہی کا شکار نہیں ہوسکتا۔

وفي حديث العرباض بن سارية أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: ”لقد تركتكم على مثل البيضاء ليلها كنهارها، لايضيع عنها إلا هالک“.

رواه ابن أبي عاصم في كتاب السنة بإسناد حسن كذا في الترغيب (۱/۸۸).

وقال السندي (۱/ ٤): ظاهر السوق أن هذا بيان لحال القلوب لا لحال الملة والمعني على قلوب هي مثل الأرض البيضاء ليلا ونهاراً. ويحتمل أن يكون لفظ المثل مقحماً والمعنى على قلوب بيضاء نقية عن الميل إلى الباطل لايميلها عن الإقبال عن الله تعالىٰ السراء والضراء فليفهم.

میرے نزدیک معنی اول ہی ظاہر ہے عرباض بن ساریۃ کی حدیث اس کی مؤید ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۷۳

لكل شيء معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين

امام الجرح والتعدیل عالم بے مثیل نقاد فن حافظ الحدیث والملۃ والدین وارث الانبیاء والمرسلین۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی متعنا الله فيوض بركاتكم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا سے چلا چلی والا مصافحہ نہ ہوسکا جس کی وجہ بوقت ملاقات ہی عرض کی جاسکتی ہے قصہ کوتاہ یہ کہ کئی دنوں سے نصف ملاقات کا جی چاہ رہا تھا آج موقع میسر ہوا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی توفیق دے کہ نصف ملاقات کا جلد از جلد موقع عنایت فرمائیں اسی لئے جوابی کارڈ مرسل ہے۔ملاقات کے لئے بہانہ یہ کہ:

بڑی عنایت ہوگی اگر جناب والا مندرجہ ذیل کے ماٰخذ صحت وسقم تحریر فرمادیئے: لكل شئى معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين.

جواب:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم وبعد

إلى المخدوم المكرم زادت معاليه وبورک فيه السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی ساڑھے نو بجے شب میں جناب کا جوابی کارڈ موجب مسرت ہوا بندہ کو بھی عدم ملاقات کا قلق تھا لیکن خیال ہوا کہ شاید مشاغل کی وجہ سے فرصت نہ ہوئی ہوگی۔

صوفیہ کا کلام ہے مرفوعاً اس کا ثبوت نہیں ہے نورالدین ہیثمی کہتے ہیں ۱۰/۳۶۸.

عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لكل شيء معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين".

وفيه محمد بن رجاء وهو ضعيف انتهى. ولم يذكر من خرجه وفيه سقوط والصواب: رواه الطبراني وفيه محمد بن رجاء وهو ضعيف ورواه البيهقي عن عمر، وهذا الحديث لايثبت وقد حكم ابن الجوزي وغيره بوضعه كما بسطه المناوي في فيض القدير ۵/۲۸۶۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۷٤

لكل شيء معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين

لكل شيء معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين والی روایت کے بارے میں حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے کنز العمال کا حوالہ دیا تھا اگر تکلیف نہ ہو تو اس کا حوالہ بھی تحریر فرمادیں نیز یہ کہ کسی نے اس کی تحسین یا تصحیح بھی کی ہے کہ نہیں ہمارے اکابر اس کو بڑی قوت سے بیان کرتے ہیں۔

حديث: "لكل شيء معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين" ذكره السيوطي في الجامع الصغير وعزاه إلى الطبراني في الكبير عن ابن عمر، وإلى البيهقي عن عمر وعلم له بالضعف.

قال الطبراني حدثنا أبوعقيل أنس بن مسلم الخولاني حدثنا محمد بن رجاء السختياني حدثنا منبه بن عثمان حدثني عمر بن محمد بن زيد عن سالم بن عبد الله عن أبيه قال: قال رسول الله: "لكل شئ معدن ومعدن التقوى قلوب العارفين".

قال الهيثمي محمد بن رجاء ضعيف.

وقال الخطيب في تاريخه ٤/١١ حدثنا أبو الحسن محمد بن أحمد بن رزق إملاءً في سنة ست وأربع مأة حدثنا عثمان بن أحمد الدقاق قال حدثنا أحمد بن إبراهيم بن ملحان قال حدثنا وثيمة بن موسى بن فرات قال حدثنا سلمة بن الفضل عن ابن سمعان عن الزهري عن سالم عن أبيه عن عمر بن الخطابؓ عن النبي ﷺ: "قال إن لكل شئ معدنا ومعدن التقوى قلوب العاملين".

كذا في تاريخ الخطيب المطبوع بمصر ص ١٣٤٩ولكن في اللآلي ١/١٢٤ من طريق الخطيب بهذا الإسناد بلفظ قلوب العاقلين وأخرجه الشهاب القضاعي في مسنده من طريق أحمد بن إبراهيم بن ملحان به بلفظ: قلوب العارفين كذا نقله الذهبي في الميزان في ترجمة عبدالله بن زيادبن سمعان الكلابي المدني وفي ترجمة وثيمه بن موسى.

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان قال أنبأنا على بن أحمد بن عبدان قال أنبأنا أحمد بن عبيد حدثنا أحمد بن أبراهيم بن ملحان حدثنا وثيمة بن موسى حدثنا سلمة بن الفضل عن رجل ذكره عن ابن شهاب الزهرى به وقال: هذا منكر ولعل البلاء وقع من الرجل الذي لم يسم انتهى.

قلت: والرجل الذي لم يسم هو ابن سمعان ولعل بعض الرواة أبهمه لأن ابن سمعان كذبه مالک وهشام بن عروة ويحيىٰ بن معين وأبو داؤد. وقال أحمد والنسائي: متروک الحديث وقال أبو داؤد. متروک الحديث كان من الكذابين. قال ابن عبد الهادي في التنقيح متهم بالكذب مجمع على ضعفه.

والحديث أورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق الخطيب وقال: لا يصح، ابن سمعان كذبه مالک ويحيى ووثيمة قال ابن أبي‌حاتم حدث عن سلمة بموضوعات.

قال الذهبي في الميزان في ترجمة وثيمة: منها عن سلمة عن ابن سمعان الخ فذكر هذا الحديث وحمل الحافظ ابن حجر في اللسان على عبد الله بن زياد بن سمعان وقال: إنه تالف وهذا اللفظ من ألفاظ التجريح فى المرتبة الثالثة كما بسطها السخاوى ص١٦١.

وأما وثيمة فلفظ ابن أبي حاتم كتب إلى أحمد بن إبراهيم عن وثيمة عن سلمة بن الفضل بأحاديث موضوعة وقال العقيلي: فارسي سكن مصر صاحب أغاليط روي عن كل، وقال ابن يونس يكنى أبا حذيفة وكان قد ثقل سمعه ولم يذكر فيه جرحا وقال مسلمة بن القاسم الأندلسي: كان راوية لأخبار الدهور وهو لابأس به وله كتاب في الردة أجاد فيه وأكثر الرواية لكن فيه مناكير كثير ة ووقفت له على تصنيف كبير في المبتدأ وقصص الأنبياء وفي كتابه أحاديث كثيرة موضوعة وشرمنها عند الأشباه والنظائر ويظهر لى أنه من أصلح ماصنف في ذلک الفن انتهى. كلام الحافظ.

ان سب عبارتوں سے حدیث کا مقام خود معلوم ہو گیا ہوگا، سلمہ بن الفضل الابرش خود مضعف راوی ہے البتہ طبرانی کے شیخ اور منبہ بن عثمان کی تحقیق بندہ کے پاس موجودہ کتابوں سے نہ ہوسکی بہت ممکن ہے کہ منبہ بن

عثمان کے بجائے صواب نبیہ ہو اور یہ نسبت الی الجد ہو، اور یہ نبیہ بن وہب بن عثمان ہو اور یہ ثقہ راوی ہے صرف محمد بن رجاء کو ھیثمی نے ضعیف کہا ہے تو کم از کم وہ طریق ضعیف ہو گیا۔

جہاں تک بندہ کا خیال ہے یہ متن صاحب رسالت ﷺ سے ثابت نہیں ہے علامہ عبدالرؤف مناوی جو خود کبار صوفیہ میں ہیں اخیر میں ابن الجوزی ہی کے کلام پر شرح حدیث ختم فرماتے ہیں، تصحیح و تحسین تو بہت دور ہیں۔

باقی بظاہر معنی صحیح ہیں، اس لیے کہ عارفین کے قلوب انوار معرفت سے منور ہوتے ہیں جس سے وہ حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالی کی صفات عظمت وجلال کا ہر وقت عکس پڑتا ہے اس لیے تقوی ہمہ وقت ان کے دلوں کا مونس ومکین بنا رہتا ہے واللہ اعلم۔

۱۷۵

لما عقر ثمود الناقة وأخذتهم الصيحة فأهلكتهم إلا رجل واحد منهم الخ

سوال: تاریخ مکہ للازرقی میں ایک حدیث ہے:

حدثني جدي قال حدثني مسلم بن خالد قال حدثنا ابن خثيم قال حدثنا أبو الزبير عن جابر بن عبدالله: أن النبي ﷺ: قال لما عقر ثمود الناقة وأخذتهم الصيحة فأهلكتهم إلا رجل واحد منهم كان في حرم الله فلما خرج منه أصابه ما أصاب قومه قيل: من هو يارسول الله؟ قال : أبو رغال۔

الفاظ اسی قسم کے ہیں علامہ تقی الدین الفاسی نے شفاء الغرام میں اس حدیث کو مسلم اور مسند احمد اور صحیح ابن حبان کی طرف منسوب کیا ہے مسند (۲۹۶/۳) میں ہے مسلم شریف میں سعی بلیغ کے باوجود نہ مل سکی ذخائر المواریث مسند جابر پوری دیکھ لی اس میں بھی نہیں ہے تاریخ مکہ پر ایک اور کتاب ہے جس میں مسلم شریف کا حوالہ دیا گیا ہے الروض الانف میں سھیلی نے جامع معمر بن راشد کی طرف منسوب کیا ہے اور اس مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ابوداؤد کی کتاب الخراج کے آخر میں موجود ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے یا نہیں؟

مولوی برکت اللہ تھانوی

جواب: حدیث جابر صحاح ستہ میں نہیں ہے امام احمد نے مسند (۳/۲۹۶) میں تخریج کی ہے۔ اسی طرح حاکم نے مستدرک میں (ص ۳۲۰) کلاهما من طريق عبد الرزاق عن معمر عن عبد الله بن عثمان بن خثيم قال الحاكم: صحيح الإسناد وأقره الذهبي.

وقال الحافظ ابن كثير في تفسيره (۲/۲۲۷) بعد تخريجه عن المسند: هذا الحديث ليس في شيء من الكتب الستة وهو على شرط مسلم وكذا قال في تاريخه (۱/۱۳۷)۔

حاکم کا اس کو مستدرک میں ذکر کرنا خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ حدیث صحیحین میں نہیں ہے گو حاکم کو اس میں اوہام بھی ہوتے ہیں مگر ذہبی کا سکوت کرنا اس کا مؤید ہے اور پھر اس کے بعد حافظ ابن کثیر کا صاف صاف یہ کہہ دینا کہ یہ روایت کتب ستہ میں نہیں ہے اس کی دلیل واضح ہے کیونکہ ناقد فن کی نفی حجت ہوتی ہے۔

میرے علم میں تو مسلم شریف میں ابورغال کا نام تک نہیں مذکور ہے اسوقت میرے پاس درمنثور نہیں ہے اگر مل جائے تو سورہ اعراف کی تفسیر دیکھ لیں مخارج حدیث زیادہ سے زیادہ مل جائیں گے۔ والسلام

احقر محمد یونس عفی عنہ ۱۱/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

۱۷۶

لم ينزل وحي إلا بالعربية ثم يترجم كل نبي الخ

عن سفيان الثوري قال: لم ينزل وحي إلا بالعربية ثم يترجم كل نبي لقومه بلسانهم قال: ولسان يوم القيامة سريانية ومن دخل الجنة تكلم بالعربية أخرجه ابن المنذر وابن أبي حاتم كذا في الدر المنثور ٤/٧١.

احقر محمد یونس عفا اللہ عنہ

۱۷۷

لو عاش ابراهيم لكان نبياً

حدیث لو عاش ابراهيم لكان نبيا یہ لفظ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے:

لـمـا مات إبراهيم بن النبي ﷺ صـلـى عـلـيـه، وقال: "إن له مرضعاً في الجنة ولو عاش لكان صديقا نبياً، ولوعاش لأعتقت أخواله من القبط وما استرق قبطي".

وفـي سـنـده أبو شيبه إبراهيم بن عثمان الواسطي وهو متروك ومن طريقه أخرجه ابن منده في المعرفة وقال: إنه غريب.

وأخرج أحمد (٣/٢٨١) بـطـريـق أبي عوانة عن إسماعيل السدي قال سألت أنس بن مالك قال قلت: صلى رسول الله ﷺ على ابنه إبراهيم قال: لا أدري. رحمة الله على إبراهيم لوعاش كان صديقا نبياً.

قال الهيثمي (٩/ ١٢٢): رجـالـه رجـال الـصـحيح وأخرجه بن عبد البر في الإستيعاب (١/٤٦) بـطـريق أسباط بن نصر عن السدي قال سألت أنس بن مالك: كم كان بلغ إبراهيم بن النبى ﷺ قـال: قـد كـان مـلأ مهـده ولو بقى لكان نبيا ولكن لم يكن ليبقي لأن نبيكم آخر الأنبياء ﷺ.

وأخـرجه البخاري (٩١٤) مـن طـريـق محمد بن بشر عن إسماعيل بن أبي خالد قلت لابـن أبي أوفى: رأيت إبراهيم بن النبي ﷺ قـال: مـات صغيراً ولو قضى أن يكون بعد محمد ﷺ نبي عاش ابنه ولكن لانبي بعده.

قال ابن عبد البر في الإستيعاب بعد ذكر روايتي أنس وابن أبي أوفى: هذا لا أدرى ما هو وقد وُلد لنوح عليه السلام من ليس بنبي وكما يلد غير النبي نبياً فكذلك يجوز أن يلد الـنبـي غيـر نبـي والله أعـلـم ولولم يلد النبي إلا نبيّاً لكان كل أحد نبيا لأنه من ولد نوح عليه السلام وآدم نبي مكلم وما أعلم في ولده لصلبه نبياً غير شيث عليه السلام انتهى.

وقـال الـنووي في تهذيب الأسماء (١/١٠٣): وأمـا مـا رُوي عن بعض المتقدمين لو عـاش إبـراهيـم لكان نبيّاً فباطل: وجسارة على الكلام في المغيبات ومجازفة وهجوم على عظيم من الزلات انتهى.

قال الحافظ في الإصابة (١/٥٤) بـعد كلام النووي: وهو عجيب مع وروده عن ثلثة مـن الـصـحابة وكأنه لم يظهر له وجه تاويله فبالغ في إنكاره وجوابه أن القضية الشرطية لا تستـلـزم الـوقـوع ولانـظـن بالصحابي أنه يهجم على مثل هذا بظنه والله أعلم وكذا أجاب الحافظ في الفتح (١٣/٢٠٠) وأقره تلميذه السخاوي في المقاصد (٣٤٤).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۷۸

لو كان موسى وعيسى حيين لما وسعهما إلا إتباعي

حدیث لو كان موسى وعيسى حيين لما وسعهما إلا إتباعی اس حدیث میں حضرت عیسی کا ذکر غلط ہے اور یہ غلطی حافظ ابن کثیرؒ کو ہوئی ہے انہوں نے بے حوالہ یہ روایت اپنی تفسیر ص:۳۷۸ میں لکھی ہے۔ اصل لفظ:

"لو كان موسى حياً ماوسعه إلا إتباعي".

رواه أحمد والبيهقي في شعب الإيمان كذا في المشكوة ص: ۳۰.

۱۷۹

لولا علی لهلک عمر

لولا علی لهلک عمر حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

وقال فی المجنونة التی أمر برجمها وفی التی وضعت لستة أشهر فأراد عمر رجمها فقال له علی: إن الله تبارک وتعالی يقول وحمله وفصاله ثلثون شهراً الحديث وقال له: إن الله عزو جل رفع القلم عن المجنون الحديث فكان عمر يقول: لولا علی لهلک عمر.

۱۸۰

لو كنت متخذا من أمتي خليلاً لا تخذت أبا بكر

اور حدیث مواخاۃ علی

سوال: خادم کے زیر مطالعہ فجر الإسلام تالیف احمد امین ہے جس میں وہ (ص ۲۱۳) پر اسباب وضع احادیث پر نشاندہی کرتے ہوئے شرح ابن ابی الحدید ۳ سے نقل کرتے ہیں:

فلما رأت البكرية ماصنعت الشيعة وضعت لصاحبها أحاديث في مقابلةهذه الأحاديث نحو لو كنت متخذا خليلا فإنهم وضعوا في مقابلة حديث الإخاء الخ.

ان دونوں حدیثوں کے بارے میں کچھ خادم کو تشفی نہیں ہے کہ یہ موضوع ہو اگر وقت اجازت دے تو تحقیق سے نوازا جائے۔ (گلاب حسین)

جواب: حدیث لو كنت متخذا من أمتي خليلاً لاتخذت أبا بكر متفق علیہ اور متعدد صحابہ سے مروی ہے حضرت ابوسعید خدری سے صحیح بخاری (ص ۶۷) و مسلم (ص ۲۷۲) و ترمذی میں حضرت ابن عباس سے بخاری (ص ۵۱۶) میں، حضرت ابن مسعود سے مسلم و ترمذی میں، حضرت ابن زبیر سے صحیح بخاری میں، اور ابو ہریرہ سے ترمذی میں، حضرت عائشہ اور ابن عمر اور ابو واقد لیثی سے طبرانی میں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے اور دس سے زیادہ صحابہ سے نقل فرمایا ہے جو شخص اس کو موضوع کہتا ہے وہ اسلام و اہل اسلام کا دشمن ہے یا جاہل محض ہے البتہ حدیث المواخاۃ کو ابن تیمیہ نے موضوع کہا ہے عراقی کہتے ہیں كل ما ورد في أخوته – أي علي رضی اللہ عنہ – فضعيف لا يصح منه شيء.

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: في صحته نظر.

اس میں تو کوئی تردد نہیں کہ حدیث المواخاۃ متکلم فیہ ہے اس لئے کہ اس کا مدار جمیع بن عمیر پر ہے اسی کے طریق سے ترمذی و حاکم نے روایت کیا ہے اور جمیع بن عمیر ضعیف راوی ہیں ابن حبان کہتے ہیں:

رافضي يضع الحديث وقال ابن عدي عامة ما يرويه لايتابع عليه والله أعلم۔

محمد یونس عفی عنہ ۲ محرم ۹۴ھ

۱۸۱

حديث لولاک لما خلقت الأفلاک

سوال:- لولاک لما خلقت الأفلاک والأرضين کے حوالہ کی ضرورت ہے۔

محمد فاروق مدرسہ دارالعلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

جواب: حدیث: لولاک لما خلقت الأفلاک قال الصغاني في الأحاديث الموضوعة له: موضوع. قال على القاري في موضوعاته الكبير ص: ۵۹: لكن معناه صحيح فقد روي الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: أتاني جبريل فقال

یامحمد لولاک ماخلقت الجنة، ولولاک ما خلقت النار.

وفي رواية ابن عساكر : لولاک ماخلقت الدنيا انتهى۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۸۲

حديث لولاک

حديث: لولاک لما خلقت الأفلاک وهو حديث مشهور على الألسنة لايعرف له إسناد بهذا اللفظ وقد ورد بلفظ آخر ولكنه ليس بثابت وذكر العلامة محمد بن طاهر الفتني الغجراتي في كتابه تذكرة موضوعات ص: ٨٦ هذا الحديث، وقال قال الصغاني: موضوع انتهى.

وأخرج ابن الجوزى في الموضوعات في آخر حديث طويل أخرجه عن سلمان مرفوعاً: لولاک ما خلقت الدنيا، قال ابن الجوزي : موضوع. أبو السكين وإبراهيم ويحيى البصري ضعفاء متروكون وقال الفلاس: يحيى كذاب يحدث بالموضوعات كذا في اللآلي ص:٢٧٢.

وفي الخصائص للسيوطى ص: ٧ : أخرج الحاكم وصححه عن ابن عباس قال: "أوحى الله إلى عيسىٰ آمِن بمحمد و أمر من أدركه من أمتک أن يؤمنوا به. فلولا محمد ما خلقت آدم، ولا الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن.

قال الذهبي في سنده عمروبن أوس لايدري من هو اهـ.

وأخرج الحاكم والبيهقي والطبراني ص: ٢٠٧ وأبو نعيم عن عمر بن الخطاب مرفوعاً في حديث قال أي الله: "يا آدم صدقت ولولا محمد ماخلقتک" ذكره السيوطي أيضاً في خصائصه ٦/١ وأنكره ابن تيمية ٩٦/١١ أن يكون حديثاً.

قال الطبراني في الصغير ص:٢٠٧ حدثنا محمد بن داؤد بن أسلم الصدفي المصري ثنا أحمد بن سعيد المدني الفهري ثنا عبدالله بن إسمعيل المدني عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه.

قال الطبراني لايروي عن عمر إلا بهذا الحديث تفرد به أحمد بن سعيد.اهـ

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۸۳

لولا محمد ماخلقت آدم

۱۸٤

لولاک لماخلقت الأفلاک

۱۸۵

لولا محمد ماخلقت الجنة والنار

لولاک لما خلقت الأفلاک یہ حدیث بہت مشہور ہے مگر یہ لفظ کہیں ثابت نہیں مستدرک حاکم ۲/ ۶۱۵ میں حضرت عمر کی ایک حدیث میں: یا آدم لولا محمد ماخلقتک ہے اور طبرانی کی معجم صغیر میں ۲/ ۸۳: لولاہ یاآدم ماخلقتک ہے. قال الحاکم : صحیح الإسناد وقال الذهبي : بل موضوع وعبد الرحمن بن زید بن أسلم واہٍ.

حاکم کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس کی حدیث: لولا محمد ماخلقت الجنة والنار ہے اور فرماتے ہیں صحیح الإسناد ذہبی کہتے ہیں: أظنه موضوعاً وقال في الميزان: والخبر منكر وأظنه موضوعاً وأقره ابن حجر في اللسان.

قلت هذا المعنى يروي عن ابن عباس و عمر بن الخطاب وسلمان الفارسي وغيرهم ولايثبت ذلک عن النبي ﷺ.

فأما حديث ابن عباس فأخرجه الحاكم في مستدركه ۲/ ۶۱۵ من طريق عمرو بن أوس ثنا ابن أبي عروبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: "أوحى الله إلى عيسى عليه السلام يا عيسى آمن بمحمد و أمر من أدركه من أمتک أن يومنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ماخلقت الجنة ولا النار، ولقد خلقت العرش على الماء

فاضطرب فكتبتُ عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن".

وعزاه في شرح المواهب ١/٤٤ لأبي الشيخ فى طبقات الأصفهانيين، قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه وأقره التقى السبكي في شفاء السقام (ص ١٦٢) والبلقيني في فتاويه لكن قال الحافظ الذهبي في مختصره: أظنه موضوعا على سعيد وأورده في الميزان في ترجمة عمرو بن أوس وقال: يجهل حاله والخبر منكر وأظنه موضوعاً، وأقره الحافظ ابن حجر في اللسان.

ولم ينفرد به عمرو بن أوس فقد أخرجه أبو الشيخ في طبقات الأصفهانيين ٣/٢٨٧ من طريق سعيد بن أوس الأنصاري عن سعيد بن أبى عروبة ولكنه موقوف عنده.

وأما حديث عمر بن الخطاب فأخرجه الطبراني في الصغير ٢/٨٣ والحاكم في المستدرک ٢/٦١٥ والبيهقي في الدلائل ٥/٤٨٩ من طريق أبي الحارث عبد الله من مسلم الفهري عن إسمعيل بن مسلمة عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن أبيه عن جده عن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لما اقترف آدم الخطيئة قال يارب أسالک بحق محمد لما غفرت لى فقال الله: يا آدم وكيف عرفت محمداً ولم أخلقه؟ قال: يا رب لأنک لما خلقتني بيدک ونفخت فيّ من روحک رفعت رأسى فرأيت على قوائم العرش مكتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنک لم تضف إلى إسمک إلا أحب الخلق إليک فقال الله: صدقت يا آدم إنه لأحب الخلق إليّ، أدعني بحقه فقد غفرت لک ولولا محمد ماخلقتک".

قال الطبراني: لايروي عن عمر إلا بهذا الإسناد قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد وتعقبه الذهبي في مختصر المستدرک فقال: بل موضوع و عبد الرحمٰن واهٍ، وعبد الله بن مسلم الفهري: لاأدرى من ذا وقال في الميزان في ترجمة الفهري: خبر باطل رواه البيهقي في دلائل النبوة وأقره ابن حجر في اللسان.

ونقل ابن القيم في رسالة له ٧٨ عن الإمام ابن تيمية أنه موضوع ووافقه.

تنبيه: صورة الإسناد هكذا فى المستدرک وأما الطبراني فقال حدثنا محمد بن داؤد بن أسلم الصدفي المصري حدثنا أحمد بن سعيد المدني الفهري حدثنا عبد الله بن إسمعيل المدني عن عبدالرحمن الخ وكأنه وقع سقوط في هذا الإسناد والله أعلم.

وأما حديث سلمان فأخرجه ابن الجوزي في الموضوعات ۲۸۹/۱ وهو حديث طويل في صفحة وفي آخره: ولولاک يا محمد ماخلقت الدنيا، ثم قال هذا حديث موضوع لا شک فيه و في إسناده مجهولون وضعفاء، والضعفاء أبو السكين يعني محمد بن عيسى المدائني وإبراهيم بن اليسع ويحيٰى البصري.

قال الدار قطني أبوالسكين: ضعيف وإبراهيم ويحيٰى البصري متروكان. قال أحمد بن حنبل: خرقنا حديث يحيى البصري. وقال الفلاس: كان كذاباً يحدث أحاديث موضوعة وقال الدار قطني متروک انتهى.

قلت: وليس شيء من الخلق سبباً لتخليق الخلق بل السبب الأصلى لذلک اتصافه تعالي بالصفات العالية فلابد من ظهور تلک الصفات وظهور أثرها وذلک بإيجاد الخلق.

بندہ محمد یونس عفی ۵/شعبان ۱۳۹۸ھ

حضرت ملا علی قاریؒ کی تحقیق اور حضرت شیخ مدظلہ کا محدثانہ کلام

مولانا محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا!

ایک تکلیف آپ کو دے رہا ہوں فضائل ذکر مولفہ مولانا الحاج الحافظ مولانا زکریا صاحب دام فیضھم کے مطالعہ کے دوران ایک اشکال سامنے آیا۔ مجھے مشورہ دیا گیا کہ میں آپ سے رجوع کروں آپ ان شاء اللہ اس اشکال کو رفع کریں گے اسی وجہ سے میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں، مجھے آپ سے قوی امید کہ آپ اس اشکال کو رفع فرما کر مجھے ایک خلجان سے نجات دیں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اشکال یہ ہے کہ فضائل ذکر فصل سوم حدیث ۲۸۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب وہ گناہ صادر ہوگیا جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیجے گئے تو ہر وقت روتے تھے.....وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

أخرجه الطبراني في الصغير والحاكم وأبونعيم والبيهقي كلاهما في الدلائل وابن عساكر في الدر و في مجمع الزوائد رواه الطبراني في الأوسط والصغير وفيه من لم

أعرفهم. قلت: ويؤيد الآخر الحديث المشهور: لولاک لما خلقت الأفلاک، قال القاري في الموضوعات الكبير موضوع لكن معناه صحيح وفي التشرف : معناه ثابت۔

مشہور حدیث لولاک لما خلقت الأفلاک کو سب ہی نے موضوع کہا ہے بلکہ مشہور محدث شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے فتاوی عزیزی میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی، یہاں تک تو درست مگر یہ کیا کہ حدیث تو موضوع جیسا کہ حضرت ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر میں تحریر فرمایا مگر مضمون جو اس موضوع حدیث میں بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور ثابت ہے یہ ہے اشکال جو درپیش ہے، اس حدیث کے مضمون کی صحت کے اثبات میں کیا کوئی نص قطعی ہے قرآن سے یا حدیث سے؟ اگر ہے تو ازراہ نوازش بیان فرما کر مشکور فرمائیں چونکہ یہ معاملہ عقائد سے متعلق ہے اس لئے نص قرآنی یا حدیث متواتر کا حوالہ درکار ہوگا نص قرآنی کی صورت میں متقدمین کی کسی تفسیر سے وضاحت مزید تقویت کا باعث ہوگی۔

نیازمند خاکپائے علماء سید شاکر علی نقوی

گلی سادات مسجد سادات محلّہ سوتھ بدایوں یوپی

جواب : حدیث لولاک بلفظه کہیں نہیں ملتی اسی لئے حسن بن محمد صغانی لاہوری نے اس کو موضوع کہا ہے لیکن ملا علی قاریؒ اور اسمٰعیل بن محمد جراحی عجلونی کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ صحیح ہیں عجلونی کہتے ہیں:

أقول: معناه صحيح وان لم يكن حديثاً.

اور ملا علی قاری نے اس کے معنی کی صحت کا اس لئے دعوی کیا ہے کہ متعدد روایتوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے بندہ کی معلومات میں یہ مضمون حضرت ابن عباس وحضرت عمر وحضرت سلمان رضی اللہ عنہم کی روایتوں میں وارد ہے۔

ابن عباس کی حدیث جس کو الحاکم نے المستدرک میں:

فلولا محمد ماخلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنة ولا النار کے لفظ سے روایت کیا ہے، حاکم کہتے ہیں هذا حديث صحيح الإسناد لیکن حافظ ذہبی نے ان پر نقد کیا ہے اور فرماتے ہیں أظنه موضوعاً اور میزان الاعتدال میں اس روایت کے راوی عمرو بن اوس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: يجهل حاله والخبر منكر وأظنه موضوعاً اور حافظ بن حجر نے لسان المیزان میں اس پر کوئی نقد نہیں کیا ہے۔

اور حضرت عمر کی حدیث طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے اور اس میں ولولا محمد ما خلقتک کا لفظ وارد ہے حاکم کہتے ہیں صحیح الاسناد لیکن ذہبی ان پر نقد

کرتے ہوئے لکھتے ہیں بل موضوع اوراس کے راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے متعلق لکھتے ہیں واہٍ یعنی بہت ضعیف ہیں اورعبداللہ بن مسلم الفہری کے متعلق فرماتے ہیں لاادری من ذااور میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں خبر باطل رواه البيهقي في دلائل النبوة حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ذہبی کا کلام نقل فرمایا ہے لیکن اس پر بھی کوئی نقد نہیں کیا۔

اورسلمان فارسی کی حدیث ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات میں روایت کی ہے اوران کے الفاظ لولاک یامحمد ما خلقت الدنیا ہیں،فرماتے ہیں هذا حديث موضوع لاشک فيه وفي إسناده مجهولون وضعفاء قال الدار قطني : أبوالسكين ضعيف وإبراهيم بن اليسع ويحيى البصري متروكان ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ یہ روایت محدثانہ حیثیت سے پایۂ ثبوت کونہیں پہنچتی مگر ملاعلی قاری کے سامنے چونکہ ان روایات کی اسانید نہیں ہیں۔اسی لئے انہوں نے حسن ظن بالمخرجین کرتے ہوئے حدیث مشہور کی صحت کا دعوی کردیا اور جن حضرات نے بھی صحت کا دعوی کیا ہے ان کو بھی یہی صورت پیش آئی یا پھر ملاعلی قاری پر اعتماد کیا۔

اب اس کے بعد یہ عرض ہے کہ اس حدیث کے مضمون کو کسی نے عقیدہ قرار نہیں دیا ہے بلکہ اگر ثابت ہوتو اس سے آپ کی أولیت فی الخلق کا علم ظنی ہوتا ہے عقیدہ کیلئے دلیل کی قطعیت ضروری ہے وہ یہاں مفقود ہے والعلم عند الله سبحانه ۔

محمد یونس عفی عنہ

۱۸۶

لولاک لما خلقت الأفلاک

سوال: حدیث "لولاک لما خلقت الأفلاک" ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: لولاک لما خلقت الأفلاک یہ لفظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے بلکہ صغانی فرماتے ہیں کہ موضوع ہے ملاعلی قاری اوراسمٰعیل جراحی کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ صحیح ہیں پھر ملاعلی قاری نے بعض ایسی روایتیں ذکر کی ہیں جس میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی روایت اس مضمون کی ثابت نہیں ہے ابن عباسؓ کی ایک حدیث مستدرک حاکم

میں وارد ہے۔ذہبی فرماتے ہیں منکر و أظنه موضوعاً حافظ ابن حجر نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

حضرت عمرؓ کی حدیث طبرانی صغیر اور مستدرک وغیرہ میں ہے حافظ ذہبی اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ ''باطل'' حضرت سلمانؓ کی حدیث ابن الجوزی نے الموضوعات میں روایت کر کے اس کے وضع کا حکم لگایا ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۸۷

لیس منا من حلق ولا خرق ولا سلق

سوال: عن أبي موسى الأشعرى قال قال رسول الله ﷺ: ليس منا من حلق ولا خرق ولا سلق اس کی تخریج کس نے کی ہے؟

جواب: أخرجه أبوداود والنسائي (۱/۲٦۳) و أخرجه البخاري (ص ۱۷۳) و مسلم (ص ۷۰) بلفظ: أن رسول الله ﷺ بريء من الصالقة و الحالقة، والشاقة.

وفي لفظ لمسلم: أن رسول الله ﷺ قال: "أنا بريء ممن حلق وسلق وخرق". انتهى.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿م﴾

﴿۱۸۸﴾

ما بين حجرتي إلى منبري روضة من رياض الجنة

سوال: وبه إلى جابر بن عبدالله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "ما بين حجرتي إلى منبري روضة من رياض الجنة وإن منبري على ترعة من ترع الجنة".

جواب: هذا الحديث أخرجه أحمد (۳/۳۸۹) بلفظ: "إن مابين منبري إلى حجرتي". وفي إسناده على بن زيد بن جدعان وفيه كلام من جهة حفظه وقد وثق .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۱۸۹﴾

ما بين قبرى و منبري روضة من رياض الجنة

سوال: وفيهما من حديث ابن عمر رضي الله عنهما: إن رسول الله صلى عليه وسلم قال: "مابين قبرى و منبري روضة من رياض الجنة".

جواب: هذا الحديث هكذا نقله نور الدين السمهودي في وفاء الوفاء (۱/۲۰۳) وعزاه للشيخين وهو وهم فإنهما لم يخرجاه من حديث ابن عمر بل أخرجاه ص:۱۵۹، ٤٤٦ من حديث عبدالله بن زيد بن عاصم المازني وأبى هريرة وليس عندهما لفظ: قبري بل لفظ : بيتي، وزاد أبوهريرة في روايته ومنبري على حوضي.

وحديث ابن عمر بلفظ ما بين قبري أخرجه الطبراني كما في فتح الباري (٤/٤٧١).

ولكن نقل الحافظ نور الدين الهيثمي في مجمع الزوائد حديث ابن عمر معزيا للطبراني بلفظ ما بين بيتي ومنبرى فالله أعلم.

والظاهر أن لفظ بيتي غير ثابت عنه ﷺ لأنه قاله في حيوته. ولو كان قال لفظ: قبري

لاحتج الصحابة على دفنه في حجرته بهذا اللفظ ولم ينقل احتجاج أحد بهذا اللفظ والله أعلم وقد جزم القرطبي وابن تيمية وابن حجر العسقلاني بأن لفظ قبري خطأ من بعض الرواة.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۹۰

ما اجتمع في شيء من الحلال والحرام إلا وقد غلب الحرام

سراج الملة الباهرة وجمال الأنام ومفخر الإسلام جناب أستاذي المكرم صاحب زيدت فيوضكم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لکھنا ضروری ایں کہ ازیں قبل بھی بعینہ بایں الفاظ خط لکھا تھا لیکن ہنوز جواب سے محرومی ہے۔

ماجتمع في شيء من الحلال والحرام إلا وقد غلب الحرام الحلال كما في مخزن تحقيق ص: ۳۸۱ بحواله بيهقي وتوضيح تلويح ۵۸۹/۲ في بحث المعارضة والترجيح.

وطحطاوي مصري في باب الشهيد میں بالفاظ مختلفہ نقل کی گئی ہے کیا یہ حدیث ضعیف تو نہیں ہے؟ بیہقی کے الفاظ کیا ہیں اور کس جلد میں ہے بحوالہ صفحہ ومطبع تحریر کی جانے کی التماس ہے ہمارے یہاں کتب خانہ میں بیہقی موجود نہیں ہے۔ مدرسہ کے لئے دعا فرمائیں تعلیمی نظام اللہ تعالی درست فرمائے۔

الجواب: مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث-: "ما اجتمع الحرام والحلال إلّا غلب الحرام على الحلال" ذكره البيهقي ۱۶۹/۷ تعليقاً وقال إنما رواه جابر الجعفي عن الشعبي عن ابن مسعود، وجابر الجعفي ضعيف، والشعبي عن ابن مسعود منقطع وإنما رواه غيره بمعناه عن الشعبي من قوله غير مرفوع إلى عبد الله بن مسعود انتهى۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۹۱

ما أخطاني ابن مسعود عشية خميس إلا أتيته فيه

سوال: ابن ماجۃ۴/باب التوقي في الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم میں عروہ بن میمونؒ کی حدیث قال ما أخطاني ابن مسعودؓ عشية خميس إلا أتيته فيه الخ کا مطلب کیا ہے۔

جواب: یہ عرب کا محاورہ ہے مقصد یہ ہے کہ میں کسی پنجشنبہ کی شام کو ابن مسعود سے بغیر ملے نہیں رہا۔

قال السندي (ص ۸): قوله: ما خطأني ابن مسعود أي ما فاتني لقاء ه إلا أتيته فيه، إستثناء من أعم الأحوال بتقدير قد وضميره للعشية بإعتبار الوقت وهذا الإستثناء من قبيل: لايذوقون فيها الموت إلا الموتة الأولى ومعلوم أنه لايفوته الملاقاة حال إتيانه إياه فهذا تاكيد للزوم الملاقاة في عشية كل خميس ويحتمل أن المراد ان ابن مسعود كان يجيئه فإن ماجاء يوما أتاه هو فيه انتهى.

محمد یونس عفی عنہ یوم الجمعۃ ۳۰/صفر ۱۴۰۳ھ

۱۹۲

ما أنزل الله و حيا قط على نبي إلا بالعربية الخ

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "والذي نفسي بيده ما أنزل الله وحياً قط على نبي بينه وبينه إلا بالعربية ثم يكون هو بعد يبلغه قومه بلسانه".

رواه الطبراني في الأوسط وفيه سليمان بن أرقم متروک كذا في مجمع الزوائد ۱۰/۵۳. وأورده ابن الجوزي في الموضوعات ونقل عن ابن عدي: لا يصح، سليمان بن أرقم متروک، ليسي بشيء وتعقبه السيوطي في اللآلي ص: ۱۱ بأن الشيخ بدرالدين الزركشي قال في نكته على ابن الصلاح: بين قولنا: لم يصح وبين قولنا : موضوع بون كبير فإن الوضع إثبات الكذب والإختلاق وقول: لم يصح لا يلزم منه إثبات العدم إنما هو إخبار عن عدم الثبوت وفرق بين الأمرين انتهى.

وسليمان بن أرقم أخرج له أبوداؤد والنسائي والترمذي وهو إن كان متروكاً فلم يتهم بكذب ولا وضع انتهى.

وقال العراقي في القرب ص ١٤: رواه الطبراني في المعجم الأوسط وقال: حسن رواته كلهم ثقات انتهى. كذا في مختصر القرب وليراجع أصل القرب فإن الحكم بكون الحديث حسنا لايصح ولذا لم يحكم بحسنه أحد من الهيثمي والسيوطي وابن عراق والحديث واهي الإسناد فلا وجه لتحسينه.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۹۳

ما رأيت فرج رسول الله ﷺ ولا رأى مني

مولوی یونس صاحب سلمہ حضرت عائشہ کی حدیث ''مارأیت منہ ولارأی منی'' جس کو مختصر المعانی میں استہجان ذکر مفعول کی بحث میں ذکر کیا ہے بحث احوال متعلقات فعل میں اس کا ذکر ہے قاری سعید کے حاشیہ پر بھی ہے اور اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ (حضرت شیخ الحدیث صاحب)

جواب: حضرت عالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابن ماجہ (ص ۴۸) مسند احمد ۶/۱۹۰، اور شمائل میں تو عن عائشةؓ قالت مانظرت أومارأيت فرج رسول الله ﷺ قط وارد ہے جیسا کہ حضرت نے تحریر فرمایا ہے لیکن ملا علی قاری نے جمع الوسائل (۲/۲۱۸) میں حدیث مسئول عنہ نقل فرمائی ہے فرماتے ہیں:

وروي أبو صالح عن ابن عباس قال: قالت عائشةؓ: ما أتى رسول الله ﷺ أحدا من نسائه إلامقنعا يرخي الثوب على رأسه وما رأيت من رسول الله ﷺ ولارأى مني.

أوردهٗ ابن الجوزى فى كتاب الوفاء نقلا عن الخطيب انتهى.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

١٩٤

ما من أحد يسلم عليّ إلا رد الله عليّ روحي

هذا الحديث أخرجه أحمد ٥٢٧/٢ حدثنا عبدالله بن يزيد ثنا حيوة ثنا أبو صخر أن يزيد بن عبدالله بن قسيط أخبره عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "ما من أحد يسلم عليّ إلارد الله إلى روحي حتى أرد عليه السلام".

وأخرجه البيهقى ٢٤٥/٥ من طريق المقري بهذا اللفظ وأخرجه أبوداؤد ٢٠٧/٣ من هذا الوجه بلفظ: "رد الله عليّ روحي" سكت عنه أبوداؤد وقال النووي في شرح المهذب ٢٧٤/٨ والسبكى في شفاء السقام : إسناده صحيح.

وقال الحافظ ابن حجر في الفتح ٢٩٧/٧ : رواته ثقات وقال السخاوى في القول البديع ١٥٥ : إسناده حسن قال ابن عبد الهادي في الصارم المنكي ١٧٥ : هذا الحديث هو الذي اعتمد عليه الإمام أحمد وأبوداؤد وغيرهما من الأئمة في مسئلة الزيارة وهو أجود مااستدل به في هذا الباب. ومع هذا فلا يسلم من مقال في إسناده ونزاع في دلالته.

ثم تكلم على إسناده مطولا بما حاصله أنه تفرد به أبو صخر عن ابن قسيط وتفرد به ابن قسيط عن أبي هريرة وأبوصخر هو حميد بن زياد مولى بني هاشم وهو ابن أبي المخارق الخراط صاحب العباء سكن مصر. قال البخاري: قال بعضهم : حماد، وقال بعضهم: حميد بن صخر. وقال ابومسعود الدمشقى : حميد بن صخر أبومودود الخراط.

ويقال إنهما إثنان والصحيح أنه واحد وهو حميد بن زياد أبوصخر وهو مختلف فيه فوثقه بعضهم و تكلم فيه آخرون واختلفت الرواية عن يحيٰى بن معين فقال فى رواية بن أبي مريم وإسحق بن منصور ضعيف، وقال في رواية عثمان الدارمي عنه : ليس به باس وحكى الدارمي في موضع آخر عنه ثقة وقال عبدالله بن أحمد عن أبيه : ليس به بأس. وحكى العقيلى عن أحمد قال: حميد بن صخر ضعيف.

وكذا نقل جماعة كالدولابى وابن عدي عن النسائي قال: حميد بن صخر يروى عنه حاتم بن إسمعيل ضعيف لكن الذي في الضعفاء للنسائي حميد بن صخر يروى عنه حاتم بن إسمعيل ليس بالقوي. وقال في كتاب الكنى: أبوصخر حميد بن زياد المدني ليس بالقوي.

وقال ابن عبدالبر : أبوصخر الخراط حميد بن زياد المصري هو حميد بن أبي المخارق ليس به بأس عند جمعيهم. وقال ابن عدى بعد أن روى له ثلثة أحاديث: هوعندي صالح الحديث إنما أنكر عليه هذان الحديثان: المؤمن يألف، وفي القدرية. وسائر حديثه أرجو أن يكون مستقيما. وقال في موضع آخر : حميد بن صخر يروي عنه حاتم بن إسمعيل ضعيف قاله النسائي وروي له ثلثة أحاديث ثم قال ولحاتم بن إسمعيل عن حميد أحاديث غيرما ذكرته وفي بعض هذه الأحاديث عن المقبري ويزيد الرقاشي مالا يتابع عليه.

قال ابن عبدالهادي: هكذا فرق ابن عدي بينهما والصحيح أنهما رجل واحد وهو أبوصخر حميد بن زياد لكن حاتم بن إسمعيل كان يسميه حميد بن صخر، وسماه بعضهم حماد وقد روي له الجماعة كلهم، أما البخاري ففي الأدب المفرد والنسائي في مسند على.

وقد عرف اختلاف الأئمة في عدالته واسمه وكنيته واسم أبيه فما تفرد من الحديث ولم يتابعه عليه أحد لا ينهض إلى درجة الصحيح بل يستشهد به ويعتبر به وقد ذكر بعض الأئمة أنه على شرط مسلم وفي ذلک نظر فإن ابن قسيط وإن كان مسلم قد روى في صحيحه من رواية أبي صخر عنه لكنه لم يخرج من روايته عن أبي هريرة شيئاً فلو كان قد أخرج في الأصول حديثاً من رواية أبي صخر عن ابن قسيط عن أبي هريرة أمكن أن يقال في هذا الحديث أنه على شرطه.

وأورد مسلم رواية أبي صخر متابعة وهكذا عادة مسلم غالباً إذا روى لرجل قد تكلم فيه ونسب إلى ضعف لسوء حفظه وقلة ضبطه إنما يروي له في الشواهد والمتابعات ولا يخرج له شيئاً انفرد به ولم يتابع عليه.

فعلم أن هذا الحديث الذي تفرد به أبوصخر عن ابن قسيط عن أبي هريرة لا ينبغي أن يقال هو على شرط مسلم وإنما هو حديث إسناده مقارب وهو صالح لأن يكون متابعاً لغيره وعاضداً له انتهى ملخصاً.

قلت: أبوصخر حميد بن زياد هذا قال البغوي: مدني صالح الحديث. وقال الدار قطني: ثقة وذكره ابن حبان في الثقات ونقل ابن أبي حاتم ۲۲۲/۱ عن عثمان الدارمي عن ابن معين ثقة لابأس به فحديثه لا ينحط عن درجة الحسن وقد قال ابن عبدالبر أنه لا بأس به عند جمعيهم. والله اعلم. بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۹۵

مامن دابة فی البحر الا وقد ذکاها اللہ لبنی آدم

مینڈک کی حلت وحرمت کی تحقیق

الحمد للہ وکفی وصلوۃ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی أمابعد!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ''ما من دابة في البحر إلا وقد ذكاها الله لبنى آدم ''جس کو دارقطنی نے نقل کیا ہے، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہر دریائی جانور حلال ہے، مالکیہ کے نزدیک راجح یہی ہے، حنفیہ، شافعیہ وحنابلہ نے اس میں تخصیص کی ہے، شافعیہ علی الوجہ الراجح ضفدع (مینڈک) کی تخصیص فرماتے ہیں اور اس کے ماسوا کو جائز بتاتے ہیں۔

وجہ تخصیص حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان کی یہ حدیث:

''إن طبيباً سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن ضفدع يجعلها في دواء فنهاه النبي صلى الله عليه وسلم عن قتلها''.

اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، طحاوی اور حاکم وغیرہم نے بیان کیا ہے۔

وجوہ ممانعت کی چند وجوہ ہوسکتی ہیں، کرامت، مضرت، نجاست، ظاہر ہے کہ کرامت نہیں ہے اب یا تو مضرت ہوگی یا نجاست، بہرصورت ضفدع (مینڈک) حرام ہوگا۔ کیونکہ مضر ونجس کا استعمال حرام ہے۔

حنابلہ ضفادع (مینڈک) کے ساتھ تمساح (مگرمچھ) اور حیہ (سانپ) کی بھی تخصیص فرماتے ہیں، تمساح کو ذوناب ہونے کی وجہ سے اور حیہ کو خبائث میں ہونے کے سبب، بعض حنابلہ نے اس کے علاوہ بھی کچھ استثناء کیا ہے، جیسا کہ اوجز المسالک ۴/ ۱۸۹ میں بالتفصیل مذکور ہے۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ دریائی جانوروں میں مچھلی کے علاوہ اور کوئی جانور حلال نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے۔

''أحلت لنا ميتتان ودمان، الميتتان الحوت والجراد والدمان الكبد والطحال''

یعنی ہمارے لئے دو مردہ اور دو خون حلال کئے گئے، دو مردہ جانور ایک تو مچھلی ہے اور دوسرے ٹڈی اور دو خون، جگر اور تلی ہیں..... اس حدیث کو امام شافعیؒ، احمدؒ، ابن ماجہؒ، اور دارقطنیؒ اور بیہقیؒ وغیرہم نے نقل کیا

ہے، اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہیں جو ضعیف ہیں اور ان کے بھائی عبداللہ بن زید بن اسلم نے ان کی متابعت کی ہے اور اگر چہ ابن معین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن احمد بن حنبل، علی ابن المدینی نے ان کو ثقہ کہا ہے، فالحدیث حسن، اور حدیث والحل میتتہ میں میتۃ کا مصداق اسی حدیث کی بنا پر مچھلی بتاتے ہیں اور اس کے علاوہ جتنے دریائی جانور ہیں وہ آیت کریمہ:

"وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ".

کے تحت داخل ہو کر محرم الاکل ہیں، شافعیہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۹۶

عن محجن أنه كان جالسا مع رسول الله ﷺ فأذن بالصلوة الخ

أخرج مالک في الموطا والبخاري في الأدب المفرد والنسائي وابن خزيمة والحاكم عن محجن أنه كان جالسا مع رسول الله ﷺ فأذن بالصلوة فقام النبي ﷺ ثم رجع ومحجن في مجلسه الحديث إصابه (۶/۴۷) یہ حدیث مستدرک اور ادب مفرد اور اوجز کے کس باب اور کس صفحہ پر ہے۔

مولانا عبداللہ دہلوی

جواب: حدیث مسئول مدت ہوئی میں نے اصابہ میں دیکھی تھی اور اس میں ادب مفرد کا حوالہ دیکھا لیکن مجھے یہ روایت الادب المفرد میں نہیں ملی حاکم نے کتاب الصلوۃ میں (۱/۲۴۴) اور امام مالک نے إعادة الصلوة مع الإمام کے عنوان کے تحت ذکر فرمائی ہے اوجز (۲/۱۴) دیکھئے۔

میرا خیال ہے کہ ہماری نظر چوک گئی یا نسخہ ناقص ہے، بعد میں دوبارہ پھر دیکھا پھر بھی یہ روایت نہیں ملی اور ممکن ہے کہ حافظ ابن حجر کو عزو الحدیث میں سہو ہو گیا ہو والسلام

محمد یونس عفی عنہ ۱۱/ذی الحجہ ۹۳ھ

۱۹۷

المعاصي بريد الكفر

سوال:"المعاصی بريد الكفر" حدیث ہے یا مفہوم حدیث؟

جواب : "المعاصي بريد الكفر" قال الجراحي في كشف الخفاء (۲/۲۱۳): المعاصی بريدالكفر أی تجر إليه لم أر من ذكره غير ان ابن حجر المكي في شرح الأربعين قال: أظنه من قول السلف وقيل : إنه حديث وهو معني ماقيل : الصغيرة تجرالكبيرة وهي تجرالكفر وهو معنیٰ بريد الكفر فافهم انتهیٰ.

میرا خیال یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے اور محض کسی کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ہے کافی نہیں ہے جب تک کہ اس کا مخرج نہ معلوم ہو۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۹۸

مفتاح الصلوة الطهور

سوال: ترمذی شریف باب ماجاء أن مفتاح الصلوة الطهور میں ہے:

حدثنا هناد و قتيبة و محمود بن غيلان قالو نا وكيع عن سفيان وحدثنا محمد بن بشار نا عبدالرحمن نا سفيان عن عبدالله بن محمد بن عقيل عن محمد بن الحنيفة عن علی عن النبیﷺ: "مفتاح الصلوة الطهور".

اس سند میں سفیان راوی کی تعیین میں ابہام ہو رہا ہے هل هو الثوری أوابن عيينه۔لہٰذا گذاش ہے کہ اس ابہام کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

محمد شاہد بلند شہری متعلم مدرسہ

جواب: عزيزم سلمک الله وبارک فی علومکم

السلام عليكم ورحمة الله وبر كا ته

سفیان جن سے وکیع اور عبدالرحمان مہدی روایت کرتے ہیں کون ہیں؟ صاحب غایۃ المقصود علامہ

شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں هل هو الثوري أو ابن عيينة لم أقف على تعيينه.

اور شارح ترمذی علامہ سراج احمد سرہندی نے عجیب وغریب بات کہی پہلی سند میں عن وکیع عن سفیان پر فرماتے ہیں هو ابن سعيد بن مسروق الثوري اور دوسری سند میں عن عبد الرحمن بن مهدي عن سفيان پر فرماتے ہیں هو ابن عيينة أبي عمران الهلالي.

یہ تو محدثانہ حیثیت سے وہم ہے اس لیے کہ سفیان ملتقی السندین ہیں اور ایسا شخص ایک ہی ہوا کرتا ہے اس لئے یا تو ابن عیینہ ہوں گے یا ثوری، علامہ ابن رسلان کی رائے ہے کہ ابن عیینہ ہیں اور صاحب المنہل (ص۲۱۲) میں فرماتے ہیں هو الثوري كما في التهذيب بندہ کے نزدیک محقق یہی ہے کہ اس حدیث کے راوی سفیان بن سعید الثوری ہیں اور اس کی دو دلیلیں ہیں جن کو قدرے تفصیل سے لکھتا ہوں۔

الدليل الأول:

اس حدیث کو سفیان سے روایت کرنے والے بندہ کے تتبع وتلاش میں دس راوی ہیں (۱) وكيع بن الجراح (۲) عبدالرحمان بن مهدي (۳) محمد بن يوسف الفريابي (٤) محمد بن كثير العيدي (٥) أبو حذيفة موسىٰ بن مسعود النهدي (٦) زيد بن الحباب (۷) عبيد الله بن موسىٰ العبسى (۸) يزيد بن أبي حكيم (۹) سعيد بن سالم (۱۰) أبو نعيم الفضل بن دُكين.

أما حديث وكيع فأخرجه أحمد (ص۱۲۳) وابن أبي شيبة (ص ۲۲۹) وأبو داؤد (ص۳۸) والترمذي (ص۳) وابن ماجة (ص۲٤) والدار قطني (ص:۱٤٥-۱۳۸).

وأما حديث عبد الرحمن ابن مهدي فأخرجه أحمد (ص۱۲۹) والترمذي (ص۳).

وأما حديث محمد بن يوسف الفريابي فأخرجه الدارمي (ص ۹۳) والطحاوي (ص۱٦۱).

وأما حديث محمد بن كثير وأبي حذيفة فأخرجه البيهقي (۲/۱۷۳).

وأما حديث زيد بن الحباب وعبد الله ابن موسى العبسى ويزيد بن أبي حكيم فأخرجه الدار قطني (ص۱٤٥ ص۱۳۸).

وأما حديث سعيد بن سالم فأخرجه الشافعي (۱/۸۷).

وأما حديث أبي نعيم فأخرجه الطبراني.

وكيع بن الجراح وعبد الرحمن بن مهدی اگرچہ سفیانین سے روایت کرتے ہیں كما هو

معلوم عن کتب الرجال لیکن دونوں ثوری کے مخصوص تلامذہ میں ہیں کما هو ظاهر من ترجمتهما اور یہ اصولی قاعدہ ہے کہ اگر راوی دو یا دو سے زائد مشائخ متفقۃ الاسماء سے روایت کرتا ہو اور پھر کہیں کسی روایت میں ابہام کرے یعنی نسبت یا نسب کا تذکرہ نہ کرے تو وہ استاد مراد ہوگا جس سے راوی کا خاص تعلق ہے اسی بنا پر شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نور اللہ مرقدہ بذل المجہود (ص ۳۸) میں ثوری ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے جو فن حدیث ورجال کا امام ہے اور آج اس کی بات عام طور پر حرف اخیر سمجھی جاتی ہے بعینہ اسی قسم کی سند میں اسی قاعدہ پر عمل فرمایا ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں حدثنا ابن سلام أنا وكيع عن سفيان قال الحافظ : هو الثوري لأن وكيعاً مشهور بالرواية عنه.

وقال أبومسعود الدمشقي في الأطراف: ويقال إنه ابن عيينة قال الحافظ لو كان ابن عيينة لنسبه لأن القاعدة في كل من روي عن متفقى الإسم أن يحمل من أهمل نسبته على من يكون له به خصوصية من إكثار ونحوه وهكذا نقول هنا لأن وكيعا قليل الرواية عن ابن عيينة بخلاف الثوری انتهى.

قلت وهذه القاعدة جارية فی مسئلتنا هذه سواء بسواء.

یہی حال عبدالرحمان بن مہدی کا ہے کہ ثوری کے مخصوص تلامذہ میں ہیں بلکہ حافظ نے امام احمد سے نقل فرمایا ہے الغالب عليه حديث سفيان اور یہاں تک تعلق ہے کہ ثوری کی وفات بھی انھیں کے گھر میں ہوئی کما حكاه الحافظ عن الخليلی.

ان کے علاوہ باقی آٹھوں کا بھی یہی حال ہے کہ ثوری سے انکا اختصاص ہے بلکہ امام بخاری نے زید بن حباب، یزید بن ابی حکیم، ابوحذیفہ النہدی، محمد ابن کثیر وغیرہ کے تراجم میں مشائخ میں صرف ثوری کا ذکر کیا ہے ابن عیینہ کا نہیں اسی طرح حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں اور حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں مذکورین کے علاوہ فریابی، عبیداللہ بن موسی وغیرہ کے تذکرے میں بھی صرف ثوری کو مشائخ میں لکھتے ہیں: اس سے کم از کم یہ بات تو صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ان کا ثوری سے جو خاص تعلق ہے وہ ابن عیینہ سے نہیں اس عبارت سے جو حافظ نے (۹/۵۳۶) فریابی کے تذکرہ میں لکھی ہے صاف طور سے اختصاص معلوم ہوتا ہے:

قال ابن أبي خثيمة سئل ابن معين عن أصحاب الثوري أيهم أثبت؛ فقال: هم خمسة القطان ووكيع وابن المبارک وابن مهدی وأبونعيم و أما الفريابي وأبوحذيفة وقبيصة وعبيد الله بن أبي موسى وأبوأحمد الزبيري وعبد الرزاق وأبوعاصم والطبقة فهم كلهم في

سفيان بعضهم قريب من بعض وهم ثقات كلهم دون أولئک في الضبط والمعرفة انتهى.

جب یہ چیز ثابت ہوگئی کہ سفیان کہنے والے ثوری کے مخصوص اصحاب وتلامذہ ہیں تو صاف واضح ہے کہ وہ اپنے استاد ہی کو اس طور پر ذکر کریں گے اس لیے کہ وہی ان کے نزدیک اس قدر مرکوز فی الذھن ہیں کہ مطلقاً بول کر فوراً ذہن میں آجاتے ہیں جیسے علقمہ یا اسود یا ابراہیم نخعی جب قال عبداللہ کہیں تو عبداللہ بن مسعود ہی مراد ہوتے ہیں اور جب نافع یا سالم قال عبداللہ کہیں تو ابن عمرؓ مراد ہوتے ہیں اس لیے کہ ان حضرات کا الگ الگ ان سے خاص تعلق ہے۔

ایسے ہی یہاں پر بھی مراد ہوگا اس کے بعد مستقل دلیل قائم کرنے کی ضرورت تو نہیں رہی ہے لیکن تحقیق و تثبیت کے لیے دوسری دلیل ذکر کرتا ہوں جس سے انشاء اللہ العزیز اشکال بالکل ختم ہوجائے گا۔

الدليل الثاني:

اس حدیث کے متعدد طرق میں تصریح واقع ہے کہ راوی الحدیث ثوری ہیں:

(۱) کتاب الام ۱/ ۸۷ میں ہے أخبرنا الربيع قال أخبرنا الشافعي قال أخبرنا سعيد بن سالم عن سفيان بن سعيد الثوري عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن محمد بن الحنفية عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: "مفتاح الصلوة الوضوء وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم". وهكذا رواه الشافعي في كتابه اختلاف علي وابن مسعود ولفظه قال الشافعيؒ: أخبرنا سعيد بن سالم عن سفيان الثوري الخ.

(۲) امام بیہقی اس حدیث کی سند ذکر کرتے ہیں اور پھر حدیث کی سند میں واقع ہوا ہے عن محمد بن كثير عن الثوري۔

(۳) علامہ عینی کے نسخہ طحاوی میں ہے حدثنا الحسين بن نصر قال حدثناالفر يابي قال حدثنا سفيا ن الثوري عن عبد الله بن محمد بن عقيل الخ.

(٤) امام ابن دقیق العید کتاب الامام میں فرماتے ہیں: ورواه الطبراني ثم البيهقي من جهة أبي نعيم عن سفيان الثوري عن عبدالله بن محمد بن عقيل الخ.

(٥) قال الخطيب (١٠/١٩٦) أخبرنا أبو الحسين محمد بن محمد بن المظهر الدقاق أخبرنا على بن عمر السكري قال حدثنا عبد الله بن أبي فرو ة حدثنا يزيد بن محمد بن سنان الرهاوي حدثنا أبو عثمان سعيد بن عبد الرحمن الحراني حدثنا مخلد بن يزيد

القرشي الحراني أبو بكر حدثنا سفيان بن سعيد الثوري عن عبدالله بن محمد بن عقيل بن أبي طالب عن محمد بن الحنفية عن أبيه علي بن أبي طالب رفعه إلى رسول الله ﷺ قال: ''مفتا ح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم''.

ان تصریحات کے بعد اب عیینہ ہونے کا احتمال هباءً منثورا ہوگیا اور حق صراحۃً ثابت ہوگیا۔ ولاینکره من كان الحديث النبوى فنه ولله الحمد والمنة۔

کتبہ الاحقر بندہ محمد یونس عفی عنہ
۵/لیلۃ الثلا ثاء من ذی الحجۃ ۱۳۹۰

۱۹۹

''ممن القوم'' میں ''قوم'' پر ضمہ ہوگا یا کسرہ

سوال: ایک جگہ کچھ لوگوں سے سوال کیا گیا کہ آپ کون ہیں ممن القوم؟ جواب ملا من بنی فلان؟ سوال یہ ہے کہ القوم کی میم پر ضمہ ہوگا یا کسرہ مجھے ضمہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب: ممن خبر مقدم ہے اور القوم مبتدا موخر لہٰذا قوم کی میم مرفوع ہوگی۔

۲۰۰

من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأ له في أثره

صلہ رحمی کو حدیث میں منسأة فی الأثر فرمایا گیا ہے، یہ لفظ ترمذی وحاکم نے حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کیا ہے، صحیحین میں بروایت انس مرفوعاً.

من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأله في أثره فليصل رحمه''.

وارد ہے نساء لغت میں تاخیر کرنے کو کہتے ہیں، یقال: نسات الشئ وأنسأته إذا أخرته. اور اثر سے مراد اجل ہے کیونکہ موت عمر کے پیچھے (بعد) آتی ہے، جیسے اثر شے کے پیچھے آتا ہے، کعب بن زہیر محمدی کہتا ہے۔

يسعى الفتى لأمور ليس يدركها — والنفس واحدة والهم منتشر
والمرء ما عاش ممدود له أمل — لاينقضي العمر حتى ينتهي الأثر

اور فی الحقیقت ''اثر'' نشانات اقدام کو کہتے ہیں کیونکہ جو شخص مرجاتا ہے اس کی حرکت ختم ہوجاتی ہے اس کے ساتھ نشانات اقدام بھی معدوم ہوجاتے ہیں۔ نیز بعض رویات میں اثر کے بجائے اجل کا لفظ وارد ہوا ہے۔

فقد روى الطبراني عن العلاء بن خارجة أن رسول الله ﷺ قال: "تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم فإن صلة الرحم محبة للأهل، مثراة في المال، منسأة في الأجل". قال الهيثمي ۱۵۲/۸: رجاله قد وثقوا.

اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ صلہ رحمی تاخیر موت کا سبب ہے، یعنی زیادت فی العمر کا باعث ہے۔

اس پر اشکال ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**فَإِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَايَسْتَقْدِمُوْن**'' .دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''**وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللهُ نفساً إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا**'' الآیۃ۔

اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں اول جواب یہ ہے کہ تاخیر اجل سے مراد برکۃ فی العمر ہے یعنی حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرماتے ہیں ضائع نہیں جاتی ہے، ہمہ اوقات عبادات وطاعات وخیرات ومبرات میں گذرتے ہیں جو کام مدتوں میں ہوتا وہ تھوڑے دنوں میں انجام پاتا ہے، علامہ نووی نے ۲/ ۲۱۵ میں اس جواب کو صحیح کہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد حقیقی زیادتی ہے مگر حدیث پاک کا محمل اور ہے اور قرآن پاک کا محمل اور ہے، حدیث پاک کا محمل علم ملائکہ ہے جو اعمال پر مقرر ہیں اور قرآن کا محمل علم الٰہی ہے مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کو لوح محفوظ وغیرہ میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مثلاً فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے، اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو چالیس سال کا اور اضافہ ہوجائے گا اور علم الٰہی میں یہ بات قطعی ہے کہ صلہ رحمی کرے گا اور اس کی عمر سو سال ہوگی، یا قطع رحمی کرے گا اور اس کی عمر ساٹھ ہی سال ہوگی، تو علم الٰہی کے اعتبار سے کوئی کمی زیادتی نہیں ہوئی بلکہ علم ملائکہ کے اعتبار سے واقع ہوئی۔

آیت کریمہ: ''**يَمْحُو اللهُ مَايَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَاب**''. میں علم ملائکہ ہی کی طرف اشارہ ہے، انہیں کے اعتبار سے محو واثبات واقع ہوتا ہے، شیخ عبدالحق دہلوی نے اسی کو تحقیق قرار دیا ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کا ذکر جمیل باقی رہتا ہے گویا کہ اس کی موت ہی نہیں ہوئی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: **حكاه القاضي وهو ضعيف أو باطل.**

مگر علامہ طیبی ۵/ ۲۵۹ میں فرماتے ہیں:

أقول: كان هذا الوجه أظهر فإن أثر الشيء هو حصول ما يدل على وجوده فمعنى يؤخر في أثره أي يؤخر ذكره الجميل بعد موته أو يجري له ثواب عمله الصالح بعد موته قال الله: ''وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ ''وعليه كلام صاحب الفائق حيث قال : ويجوز أن يكون المعنى أن الله يبقى أثر واصل الرحم في الدنيا طويلاً فلا يضمحل سريعاً كما يضمحل أثر قاطع الرحم: ولما أنشد أبو تمام أبا دلف مارثى به محمد بن حميد:

توفيت الآمال بعد محمد
وأصبح في شغل عن السفر السفر

فقال له أبو دلف: لم يمت من قيل فيه. وعليه قول الخليل (عليه وعلى نبينا صلوات الله وسلامه) ''وَاجْعَلْ لِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِيْ الآخِرِيْن''۔

زیادتی عمر کی تفسیر ایک حدیث میں ذریت صالحہ کے ساتھ وارد ہے:

''عن أبي الدرداء قال ذكروا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم الأرحام فقلنا: من وصل رحمه أُنسي له في أجله قال: إنه ليس زيادة في عمره قال الله تعالىٰ: ''فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلا يَسْتَقْدِمُوْن'' ولكنه الرجل تكون له الذرية الصالحة فيدعون له من بعده فيبلغه ذلک فذلک الذي ينسأ في أجله.

رواه الطبراني في الصغير والأوسط بإسناد ضعيف، قال الهيثمي في مجمع الزوائد ١٥٣/٨: ليس في إسناده متروک ولكنهم ضعفوا.

وأخرج ابن أبي حاتم كما ذكره ابن كثير ٣٧٣/٤، و ٥٧٣/٢ في تفسير سورة النحل وسورة المنافقين عن أبي الدرداء بلفظ قال:

ذكرنا عند رسول الله ﷺ الزيادة في العمر فقال: إن الله لايؤخر نفسا أجلها وإنما الزيادة في العمر أن يرزق الله العبد ذرية صالحة يدعون له فيلحقه دعاؤهم في قبره.

قال الشوكاني في تفسيره ص: ١٩٤ فيه نكارة وقد جاء ت الأحاديث الصحيحة في الصحيحين وغيرهما بخلافه.اهـ.

حافظ ابن حجر ۱۰/ ۳۴۹ میں فرماتے ہیں:

و جزم ابن فورک بزيادة العمر نفي الآفات عن صاحب البر في فهمه و عقله وقال غيره في أعم من ذلک وفي وجود البركة في رزقه و عمله ونحو ذلک.اهـ.

قلت: فيه نظر فإنه لم يجزم به بل حكاه كما حكى الأقوال الأخر عن قائلين آخرين راجع مشكل الحديث: ١٠٨.

بندہ کے نزدیک اس زیادتی کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ صلہ رحمی میں اپنے خویش واقارب کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے جوان کے بقاء ونمو کا سبب ہے اور چونکہ خلقِ خدا عیال اللہ ہے جیسا کہ حدیث بیہقی وغیرہ میں وارد ہے اور چونکہ صلہ رحمی کرنے والا خلق خدا کے بقاء کا سبب بنتا ہے اس لئے حق تعالیٰ بھی اس کو بقاء عمر وذکر وفہم وعلم وعمل کے ساتھ نوازتے ہیں۔ واللہ اعلم

حررہ العبد محمد یونس غفرلہ بامر شیخنا مولانا محمد زکریا صاحب

یوم الثلاثاء ۱۹/ جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ

۲۰۱

من أحسن منكم أن يتكلم بالعربية فلا يتكلمن بالفارسية فإنه يورث النفاق

حديث ابن عمر مرفوعاً: "من أحسن منكم أن يتكلم بالعربية فلا يتكلمن بالفارسية فإنها تورث النفاق".

أخرجه الحاكم في المستدرك ٤/٤٧ من طريق عمر بن هارون عن أسامة بن زيد الليثي عن نافع عن ابن عمر به قال الذهبي: عمر كذبه ابن معين وتركه الجماعة قال المناوي في فيض القدير ٦/٣٨: فكان للمصنف أى السيوطى حذفه اى من الجامع الصغير.

قال الذهبي: في الميزان بعد نقل كلام أئمة الفن في تضعيف عمر بن هارون: كان من أوعية العلم على ضعفه وكثرة مناكيره، وما أظنه ممن يتعمد الباطل انتهى.

قلت: هذا الحديث منكر بلا شك فالألسنة كلها من الرب تعالىٰ قال تعالىٰ: "واختلاف ألسنتكم وألوانكم".

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۰۲

من أحيى سنتي بعد ما أميتت فله أجر مائة شهيد

سوال: من أحيى سنتى بعد ما أميتت فله أجر مائة شهيد.

(مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ)

جواب: حدیث: "من أحيى سنتى بعد ما أميتت فله أجر مائة شهيد" لم أقف عليه باللفظ المذكور في السوال وذكره المنذري في الترغيب ۲۳/۱ بلفظ قريب منه في الترغيب في إتباع الكتاب والسنة قال:

وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

"من تمسک بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد".

رواه البيهقي من رواية الحسن بن قتيبة، ورواه الطبراني من حديث أبي هريرة بإسناد لابأس به إلا أنه قال : فله أجر شهيد اهـ.

قلت: والحسن بن قتيبة ضعفه الأكثر وقال ابن عدي: أرجوا أنه لابأس به والله أعلم .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۹ر صفر المظفر ۱۳۹۳ھ

۲۰۳

من أخاف أهل المدينة ظلما أخافه الله الخ

سوال: نقل ابن النجار أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من أخاف أهل المدينة ظلما أخافه الله وعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين"؟

جواب: هذا الحديث هكذا نقله السمهودى فى وفاء الوفاء (۳۲/۱) عن ابن النجار .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

www.alislahonline.com

۲۰۴

من أرسل نفقة في سبيل الله وأقام في بيته

سوال : ایک حدیث شریف کے سلسلہ میں رہنمائی کی ضرورت ہے۔

حضرت حسن بصری متعدد صحابہ کرام سے روایت فرماتے ہیں: **من أرسل نفقة في سبيل الله و أقام في بيته.....الخ رواه ابن ماجه: ۲۰۳۔**

اس روایت میں ترغیب ۲/۲۵۳ جمع الفوائد ۲/۳ (طبع میرٹھ) درمنثور ۱/۳۳۶ تفسیر فتح القدیر ۱/۲۵۸ روح المعانی ۳/۲۸ وغیرہ میں متعدد صحابہ کے ناموں میں عبداللہ بن عمر کا ایک نام ہے مگر ابن ماجہ اور مشکوٰۃ شریف/۳۳۵ میں عبداللہ بن عمر کے بجائے عبداللہ بن عمرو ہے۔

اسی طرح جن لوگوں نے ایک نام لکھا ہے ان میں کسی نے 'عبداللہ بن عمر' لکھا ہے اور کسی نے ''عبداللہ بن عمرو'' دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس روایت میں دونوں صحیح ہیں یا ایک، اور ایک ہے تو کونسا؟

محمد عبداللہ طارق

۷/صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

جواب: احقر کا خیال یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں ہی حضرات سے مروی ہے، اور صاحب مشکوٰۃ کی نقل راجح ہے اور اس کے کئی قرائن ہیں:

پہلا تو یہ کہ اصل سنن ابن ماجہ میں دونوں کا تذکرہ ہے۔

اور دوسرا یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے یہ حدیث ''**النكت الظراف على الأطراف**'' میں مسانید ابن عمر ۵/۳۳۲، اور مسانید عبداللہ بن عمرو بن العاص ۶/۲۸۵ دونوں ہی میں ذکر کی ہے اور حافظ جمال الدین المزی کے تحفۃ الاشراف میں ذکر نہ کرنے پر نقد کیا ہے۔

اور تیسرا قرینہ یہ ہے کہ علامہ علی المتقیؒ نے منتخب کنز العمال میں ۲/۲۶۴ میں دونوں کا نام ذکر کیا ہے۔

اور چوتھا قرینہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے مرقاۃ ۴/۱۹۹ میں صاحب مشکوٰۃ پر کوئی نقد نہیں کیا ہے۔

محمد یونس عفی عنہ

شب شنبہ ۱۱/صفر ۳۹۸ھ

۲۰۵

من أرسل نفقة في سبيل الله وأقام في بيته الخ

سوال: گزارش یہ ہے کہ مربی سے سنا کہ اللہ کے راستہ میں نکل کر اپنے لئے ایک روپیہ خرچ کرنے سے سات لاکھ روپیہ کا ثواب اور ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے ایسا ایسا ثواب ملتا ہے اب اس کا باسند جواب تفصیلاً فرما کر تسلی فرمائیں۔

الجواب: ایک عمل پر راہ خدا میں سات لاکھ کا ثواب ابن ماجہ کی ایک روایت میں وارد ہے جو متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۰۳)

قال حدثنا هارون بن عبدالله الحمالي ثنا ابن أبي فديک عن الخليل بن عبدالله عن الحسن عن علي بن أبي طالب وأبي الدرداء وأبي هريرة وأبي امامة الباهلي وعبدالله بن عمرو وعبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمران بن حصين كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ أنه قال: "من أرسل نفقة في سبيل الله وأقام في بيته فله بكل درهم سبع مأة درهم. ومن غزىٰ بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجه ذلک فله بكل درهم سبع مأة الف درهم". ثم تلا هذه الآية: "والله يضاعف لمن يشاء".

وخليل بن عبدالله قال الذهبي في الميزان: روي عن الحسن لايعرف ماروي عنه سوي ابن أبي فديک انتهى. وقال الحافظ ابن حجر في التقريب: مجهول. قلت: وفي سماع الحسن عن علي إختلاف مشهور. بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۰۶

من أرسل نفقة في سبيل الله وأقام في بيته فله بكل درهم سبعمائة درهم

حدیث: من أرسل نفقته في سبيل الله وأقام في بيته فله بكل درهم سبع مأة درهم و من غزا بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجه ذلک فله بكل درهم سبع مأ ة ألف درهم، ثم تلا

هذه الآية: والله يضاعف لمن يشاء.

أخرجه ابن ماجة حدثنا هارون بن عبدالله الحمال ثنا ابن أبي فديک عن الخليل بن عبدالله عن الحسن عن على بن أبي طالب و أبي الدرداء وأبي هريرة وأبي أمامة الباهلى وعبدالله بن عمرو عبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمران بن الحصين كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال من أرسل الحديث الخ.

قال الذهبى في الميزان: خليل بن عبد الله لايعرف ماروي عنه سوى ابن أبي فديک وقال الحافظ ابن كثير ۳۱۷/۱ : هذا حديث غريب وعزاه لابن أبي حاتم من حديث عمران بن حصين وإسناده إسناد ابن ماجة، وعزاه السيوطي في الدر المنثور لابن ماجه وابن أبي حاتم كليهما من حديث جماعة الصحابة المذكورين وسكت عنه ونقل السندي ۹۰/۲ عن زوائد الحافظ البوصيري أنه قال: في إسناده خليل بن عبد الله.

قال الذهبي لايعرف وكذا قال ابن عبد الهادي.اهـ.

والتضعيف إلى سبع مائة ثابت بالقرآن والأحاديث الكثيرة التي ذكرها ابن كثير ۳۱٦/۱ والسيوطي والشوكاني وغيرهم.

والزيادة على السبعمائة يؤيده قوله تعالى: "والله يضاعف لمن يشاء". وقوله تعالىٰ: "من ذا الذي يقرض الله قرضاً حسناً فيضاعفه له أضعافاً كثيراً" ولكن التحديد إلى السبعمائة ألف في صورة الخروج وإلى السبعمائة فقط في عدم الخروج لا أعلمه في غير هذا الحديث وهو مراد الحافظ ابن كثير بقوله: هذا حديث غريب والله أعلم.

ومن الأحاديث الدالة على الزيادة على سبعمائة ما أخرجه البخارى ومسلم ۷۸/۱ عن ابن عباس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يروي عن ربه عزوجل قال: إن الله كتب الحسنات والسيئات ثم بين ذلک فمن هم بحسنة فلم يعملها كتب الله له حسنة كاملة، فإن هم بها فعملها كتبها الله عنه عشر حسنات إلى سبع مأة ضعف إلى أضعاف كثيرة (الحديث).

قال النووي: فيه تصريح بالمذهب الصحيح المختار عند العلماء أن التضعيف لايقف على سبعمائة وحكى أبوالحسن أقضى القضاة الماوردي عن بعض العلماء أن التضعيف لايتجاوز سبعمائة وهو غلط لهذا الحديث والله أعلم. انتهى.

۲۰۷

من أشراط الساعة أن تكثر السيول والأمطار

مخدومی ومکرمی زادت عنایاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ آمد پر جناب (المراد بہ مولانا عبید اللہ البلیاویؒ) نے حدیث ''من أشراط الساعة أن تكثر السيول والأمطار'' کی تفتیش کے لئے فرمایا تھا اس وقت تلاش کی مگر بایں الفاظ نہیں ملی، البتہ جامع صغیر میں بحوالہ طبرانی نقل کیا ہے جس کو صاحب الإشاعة في أشراط الساعة نے بھی نقل فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں عن عبد الرحمن بن عمرو الأنصاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''من اقتراب الساعة كثرة المطر وقلة النبات وكثرة القراء وقلة الفقهاء، وكثرة الأمراء وقلة الأمناء''.

علامہ نورالدین ہیثمی ۷/۳۳۱ فرماتے ہیں: فيه عبد الغفار بن القاسم وهو وضاع، قال المناوي ٦/١٠: فكان ينبغي للمصنف يعني السيوطي حذفه، انتهى. عبد الغفار ابن القاسم ترجمته مبسوط في الميزان واللسان ضعفوه وكذبوه وهو رافضي، ولكن الحديث له شواهد.

منها حديث عوف بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''يكون أمام الدجال ستون خوادع يكثر فيها المطر ويقل فيها النبت، ويكذب فيها الصادق ويُصدق فيها الكاذب، ويؤتمن فيها الخائن ويخون فيها الأمين، وينطق فيها الرويبضة، قيل: يارسول الله وما الرويبضة؟ قال: من لايوبه له''.

رواه الطبراني بأسانيده وفي أحسنها ابن إسحق وهو مدلس وبقية رجاله ثقات كذا في مجمع الزوائد.

وقوله ستون خوادع أى تكثر فيها الأمطار ويقل الريح فذلك خداعها لأنها تطمعهم في الخصب بالمطر ثم تخلف كذا في حاشية مجمع الزوائد ٧/٣٣٠.

ومنها حديث أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''لاتقوم الساعة حتى تمطر السماء مطراً عاماً ولاتنبت الأرض شيئاً'' رواه احمد والبزار وأبويعلى ورجاله ثقات.

ومنها حديث أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لاتقوم الساعة حتى لايقال في الأرض: الله وحتى يُمطر الناس مطرا ولاتنبت الأرض" الحديث. رواه البزار ورجاله: رجال الصحيح ذكر هذه الأحاديث نور الدين هيثمي في مجمع الزوائد.

وله شاهد من حديث أبي موسى أخرجه ابن أبي الدنيا والطبراني في الكبير وأبونصر السجزي في الإبانة وابن عساكر في حديث أوله لاتقوم الساعة حتى تجعل كتاب الله عاراً إلى أن قال ويكثر المطر قال السيوطي: لابأس بسنده (منتخب ٦/١٦).

ومن حديث أبي هريرة مرفوعاً: "لاتقوم الساعة حتى يمطر الناس مطراً لاتكن بيوت المدر منه ولا الشعر" أخرجه أحمد (منتخب ٦/١٧).

کتبہ العبد محمد یونس عفی عنہ

۲۰۸

من أم قوماً وهم له كارهون الخ

کیامن أم قوماً وهم له كارهون پر کسی روایت میں لعنت بھی آئی ہے؟
(مفتی یحییٰ صاحب)

الجواب: قلت أخرجه الحاكم في المستدرك: "ثلثة لعنهم الله من تقدم قوماً وهم له كارهون وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط ورجل سمع حي على الصلوة حي على الفلاح فلم يجب" كذا في الزواجر ١/١٥١ لابن حجر المكي ١٢.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۰۹

من باع منكم داراً أو عقاراً الخ

سوال: - مشکوۃ شریف کی ایک حدیث ہے غالباً کتاب المزارعۃ میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی جائداد غیر منقولہ فروخت کرے تو اس کو اس جیسی جائداد غیر منقولہ میں لگادے ورنہ برکت نہ ہوگی۔
ایک صاحب کہتے ہیں کہ جائداد فروخت کرکے کوئی کاروبار بھی نہ کرے اور بجز اس کو اس کے مثل میں

لگانے کے اور کوئی مناسب جگہ نہیں ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی غیر منقولہ جائداد اس نیت سے فروخت کرے کہ اس سے تجارت کروں گا، یا اور کوئی خاص ضرورت ہو تو کیا اس میں کوئی شرعی قباحت ہے؟

جواب : عزیز مکرم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث مذکور صاحب مشکوۃ نے باب الشفعہ کی فصل ثانی میں ذکر کی ہے:

عن سعيد بن حريث قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من باع منكم داراً او عقاراً قَمِنٌ أن لا يبارك له إلا أن يجعله في مثله".

رواه ابن ماجه (ص: ١٨٢، والدارمي) وهو حديث ضعيف لأن راويه إسمعيل بن إبراهيم بن مهاجر البجلي الكوفي ضعيف ضعفه غير واحد. وقال البخاري: في حديثه نظر۔

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے **من مناكيره هذا الحديث وله شاهد من حديث حذيفة بلفظ: "من باع داراً ولم يجعل ثمنها في مثلها لم تبارك له فيها". رواه ابن ماجة (ص:١٨٢) وفيه أبومالك النخعي متروك، ويوسف بن ميمون جرحه كثير من الأئمة ولكنه صدوق.**

ورواه الطبراني في الكبيرعن حذيفة وعمرو بن حريث قال الهيثمي (١١١/٤) : وفيه الصباح بن يحييٰ وهومتروك۔

اس کے علاوہ اور بھی اس مضمون کی روایات ہیں لیکن کسی کی سند علت سے خالی نہیں ہے، اگر یہ روایت ثابت ہو تو اس سے بے ضرورت فروخت کرنا مراد ہے، معقل بن یسار کی روایت میں جسے طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے **من غير حاجة** کی قید وارد ہے۔

حضرت ابوطلحہ نے جب اپنا باغ بیرحاء صدقہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے اقرباء کو دیدو انہوں نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت حسان کو دیدیا، امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں حضرت حسان نے اپنا حصہ امیر معاویہ کے ہاتھ فروخت کردیا، اور یہ کہیں بھی وارد نہیں ہے کہ انہوں نے اس کے بدلے میں کوئی دوسری زمین خریدی، اس لئے میرے ناقص خیال میں اگر کوئی بلا ضرورت زمین فروخت کرے تو حدیث کی رو سے اس میں بے برکتی ہوگی ورنہ ضرورت میں تو بہت گنجائش نکل آتی ہے واللہ اعلم۔

محمد یونس عفی عنہ

یوم الجمعۃ ۱۷/ربیع ۲ ۱۴۰۰ھ

۲۱۰

من اتبع الصيد فقد غفل

سوال: ایک حدیث میں من اتبع الصید فقد غفل ہے میں نے مشکوۃ وجامع صغیر ومجمع الزوائد اور ترغیب وغیرہ تلاش کی مگر کہیں نہیں ملی براہ کرم رہنمائی فرمائیں؟

جواب: مکرم محترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یادفرمائی کا بہت بہت شکریہ ابھی ابھی آپ کا مکتوب محبوب کا شف احوال ہوا اس وقت جو مستحضر ہے وہ پیش خدمت ہے

حديث: من اتبع الصيدغفل؛ أخرجه أحمد (ص: ١/ ٣٥٧) قال حدثنا روح ثنا إسحاق ثنا عمرو بن دينار وحدثنا عبد الرحمن بن مهدى ثنا سفيان عن ابي موسىٰ عن وهب بن منبه عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: "من سكن البادية جفا ومن اتبع الصيد غفل ومن أتى السلطان افتتن".

وهكذا أخرجه أبودوؤد (٤/٩٢)، والترمذى (٢/٥٠)، والنسائى (٢/١٩٧)، والبخاري في الكنى المفردة (ص ٢٠)، والطبراني في الكبير، والبيهقي في الشعب وأبونعيم في الحلية كلهم من رواية الثوري.

وقال الترمذي: هذا حديث حسن غريب من حديث ابن عباس لا نعرفه إلا من حديث الثوري. وقال أبو نعيم في الحلية: أبوموسىٰ هو اليماني لا نعرف له إسما، وقال الذهبي: شيخ يماني يجهل ماروى عنه غير الثوري ولعله إسرائيل بن موسىٰ وإلا فهو مجهول انتهىٰ.

وذكره المزي في ترجمة إسرائيل بن موسىٰ البصري أنه روى عن وهب بن منبة وعنه الثوري ولم يلحق البصري وهب بن منبه وإنما هذا آخر، وقد فرق بينهما ابن حبان في الثقات وابن الجارود في الكنى وجماعة.اهـ. (تهذيب التهذيب ١٢/٢٥٢)

قلت: والظاهران عمرو بن دينار متابع لأبي موسىٰ كما يظهر من السند الأول الذي ذكره أحمد.

وفي الباب عن أبي هريرة أخرجه أحمد (٢/٣٧١) قال حدثنا محمد يعنى ابن الصباح ثنا إسماعيل بن زكريا عن الحسن بن الحكم النخعي عن عدي بن ثابت عن أبي حازم عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "من بدا جفا، ومن اتبع الصيد غفل ومن أتى أبواب السلطان افتتن، وما ازداد عبدمن السلطان قربا إلا إزداد من الله بعداً.

وأخرجه في موضع آخر (٢/٤٤٠) عن يعلى ومحمد ابني عبيد عن الحسن بن الحكم عن عدي بن ثابت عن شيخ من الأنصار عن أبي هريرة به.

والحديث أخرجه أبوداؤد بالإسناد الثاني في بعض النسخ فقال حدثنا محمد بن عيسى ثنا محمد بن عبيد ثنا الحسن بن الحكم الخ، وليس ذلک في نسخة المنذري والهيثمي، ولكن ذكره السخاوي في المقاصد (ص ٤١٥) من جهة أبي داؤد كذا ذكره المزي في الأطراف وهكذا عبدالغنى النابلسي في ذخائر المواريث (٤/٤٥).

والإسناد الأول رجاله رجال الصحيح سوى الحسن بن الحكم النخعي وهو صدوق يُخْطِي وثقه ابن معين. وقال أبوحاتم : صالح الحديث يحتج به وتكلم فيه ابن حبان فقال : يُخْطِيء كثيراً ويهم وهما شديداً لايعجبني الإحتجاج بخبره.

والحديث ذكره الذهبي في ترجمة الحسن بن الحكم من الميزان فكأنه أشار إلى نكارته قال المنذرى (٢/٨٧): رواه أحمد بإسنادين رواة أحدهما رواة الصحيح اهـ. وفيه نظر فإن الحسن بن الحكم النخعى لم يروله الشيخان ولذا قال الهيثمى فى مجمع الزوائد (٥/٣٤٦): رواه أحمد والبزار و أحد إسنادي أحمد رجاله رجال الصحيح خلا الحسن بن الحكم النخعي وهو ثقة اهـ.

ولكن المحفوظ هو الإسناد الثاني كما قال السخاوي والحديث ذكره صاحب المشكوة (ص ٣٢٢) في الفصل الثاني من كتاب الإمارة والقضاء من حديث ابن عباس، والمنذري في الترغيب في باب الترغيب في الإمتناع عن الدخول على الظلمة والترهيب من الدخول عليهم وتصديقهم وإعانتهم من حديث ابن عباس وأبي هريرة، وذكره السيوطي في الجامع الصغير في موضعين إحداهما في من بدا جفا، والثاني في من سكن في البادية جفا كلاهما من حديث ابن عباس.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۱۱

من ترک سنتي لم ينل شفاعتي

سئل شيخنا (أى شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوي) أدامه الله، هل ورد في الحديث: من ترک سنتي لم ينل شفاعتي، فأمرني بكتابة الجواب فأجبت بأني لم أر هذا اللفظ في شيء من الكتب نعم ورد مايؤدي معناه.

وهو ما أخرجه البخاري ۷۵۷/۲ ومسلم ۴۴۹/۱ في حديث عن أنس: "فمن رغب عن سنتي فليس مني" والمراد بالسنة الطريقة لا التي تقابل الفرض: والرغبة عن الشيء الإعراض عنه، والمراد من رغب وأعرض عن طريقتي وأخذ بطريقة غيري فليس مني.

وفي قوله: فليس مني – تأويلان؛ الأول من ترک سنتي معرضاً عنها غير معتقد على ماهي عليه فليس على ملتي أى فهو خارج عن الإسلام.

والثاني من ترک سنتي بالتكاسل أو بضرب من التأويل فليس على طريقتي، ولايلزم أن يخرج عن الملة والله أعلم.

ثم رأيت بعد برهة من الزمان قال الغزالي في الإحياء ۷۲/۱ : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ان لله عز وجل ملكاً ينادي كل يوم من خالف سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم لم تنله شفاعته".

قال الحافظ العراقي مخرج أحاديث الإحياء لم أجد له أصلاً انتهى. وذكره التاج السبكي في الطبقات ۱۴۶/۳ في فصل الأحاديث التي ذكرها الغزالي في الإحياء ولايوجد.

ثم رأيت في العرف الشذي ص: ۵۲۲، قال تحت حديث: شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي استدل التفتازاني بحديث الباب على أن ترک السنة كبيرة لأن في الحديث من ترک سنتي لايرد على حوضى ولم ينل شفاعتي والشفاعة تكون لأهل الكبائر اهـ.

فهذا أفاد ورود الحديث، ولكن في الإستدلال نظر ثم رأيت ابن عابدين الشامي نقل

في رد المحتار ۷۱/۱ عن التلويح الحديث المذكور في السوال بلفظه ولكن لم يذكر من خرجه ولم أقف إلى الآن على من خرجه، وذكره صاحب الدرالمختار في كتاب الكراهية ولكن لم يذكر من خرجه.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۱۲

من تزوج لله توّجه الله تاج الملک

سوال: من تزوج لله توّجه الله تاج الملک.؟

جواب: أخرجه أبوداؤد ۲۳۶/۵ من طريق سويدبن وهب عن رجل من أبناء أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من زوج لله الحديث.

محمد یونس عفی عنہ

۲۱۳

من تطهر في بيته ثم أتى مسجد قباء الخ

هذا الحديث: أخرجه ابن ماجة (ص ۱۰۳) فى الصلوة فى باب ماجاء في الصلوة في مسجد قباء، وأحمد في مسنده (۴۸۷/۳) من طريق محمد بن سليمان الكرماني عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف قال قال ابن حنيف: قال رسول الله ﷺ: "من تطهرّ في بيته ثم أتى مسجد قباء فصلى فيه صلوة كان له كأجرعمرة".

محمد بن سليمان ذكره ابن حبان في الثقات وأخرجه الحاكم في المستدرک (۱۲/۳) من هذا الوجه بنحوه وصححه وأقره الذهبي.

(وأخرجه النسائي أيضاً (۱۱۳/۱) كتاب المساجد فضل مسجد قباء والصلوة فيه من هذا الوجه بنحوه).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٢١٤

من تكلم بالفارسية زادت في خسته

حديث انس بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من تكلم بالفارسية زادت في خسته ونقصت من مروءته".

أخرجه الحاكم من طريق طلحة بن زيد عن الأوزاعي عن يحيىٰ بن أبي كثير عن أنس به. قال الذهبي: ليس بصحيح وإسناده واهٍ بمرة وذكره الذهبي في الميزان فأشار إلى نكارته.

(**تنبيه**) قوله زادت فى خسته هكذافى تذكرة الموضوعات للفتنى(ص ١١٣) وفي المستدرک: زادت في خبثه ولعله تصحيف وأما زادت في حسبه أوحسنه فمصحف بلا شک.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٢١٥

من تمسک بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد الخ

سوال: عن أبى هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "من تمسک بسنتى عند فساد أمتي فله أجر مأة شهيد". رواه البيهقي في كتاب الزهد. صفحہ وجلد لکھدیں۔

جواب: حديث أبي هريرة هذا هكذا ذكره صاحب المصابيح وبيض له صاحب مشكوة، وقال الجزري في تصحيح المصابيح : رواه البيهقي في كتاب الزهدله من حديث ابن عباس.

قلت : أخرجه ابن عدي والبيهقي في كتاب الزهد من طريق الحسن ابن قتيبة عن ابن عباس به مرفوعاً. قال ابن عدى: والحسن بن قتيبة أرجو أنه لا بأس به وقال الذهبي: بل هو هالک. قال الدارقطني في رواية البرقاني : متروک الحديث، وقال أبو حاتم: ضعيف وقال

الأزدي: واهي الحديث وقال العقيلي: كثير الوهم انتهى.

وذكره المنذري في الترغيب (۲۳/۱) عن الزهد للبيهقي من حديث ابن عباس ولم أجده من حديث أبي هريرة إلا ما أخرجه الطبراني بإسناد لا بأس به بلفظ: فله أجر شهيد بغير لفظ مأة كذا أورده المنذرى في الترغيب والهيثمى فى مجمع الزوائد (۱۷۲/۱) وذكره القاضي عياض في الشفا من حديث أبي هريرة بلفظ المصابيح بزيادة لفظ المأة قال الخفاجي والقاري (۳۲۸/۳): رواه الطبراني في الأوسط فالله أعلم أهو فى الأوسط بزيادة المأة أم لا؟

وظني أن الصواب بحذفها كما ذكره المنذري والهيثمي عن كتاب الطبراني وهما أتقن في النقل من على القاري والخفاحي وأماكتاب الزهد للبيهقى فلم أقف عليه ثم وقفت عليه ولله الحمد.

بعد میں یہ حدیث معجم اوسط میں گمان کے مطابق بغیر لفظ مأۃ کے کے مل گئی، جس کو افادہ کی غرض سے یہاں مکمل لکھا جاتا ہے۔طبرانی کہتے ہیں (۳۱۵/۵)۔

حدثنا محمد بن أحمد بن أبي خيثمة قال ثنا محمد بن صالح العدوي قال ثنا عبدالمجيد بن عبدالعزيز عن أبيه عن عطاء عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال النبي ﷺ المتمسک بسنتي عند فساد أمتي له أجر شهيد.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۱۶

من تمسک بسنتي عند فساد أمتي الخ

سوال: ایک حدیث جو سب میں مشہور ہے کہ من تمسک بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مأة شهيد اس حدیث کے بارے میں ہمارے بعض علماء کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا، بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت ضعیف ہے قابل عمل نہیں ہے، بعض لوگ جو اس کو صحیح جانتے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بسنتی میں پوری سنت مراد ہے یعنی اگر پوری سنتوں پر عمل کرے تو ایک سو شہیدوں کے اجر کا مستحق ہوگا دو ایک پر عمل کرنے سے نہیں ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ فتنہ وفساد کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی

ایک سنت پر بھی اگر مضبوطی سے عمل کرلے چاہے کھانے کی سنت ہو یا پینے کی یا نشست و برخواست کی یا لباس وپوشاک کی یا داڑھی وغیرہ کی یعنی جو بھی ایک سنت پر عمل کرے گا تو سوشہیدوں کا ثواب حاصل ہوگا کیا یہ صحیح ہے اس کے مالھاوماعلیھا سے مطلع فرمادیں؟

جواب: حديث: من تمسک بسنتی عند فساد أمتي فله أجر مأة شهيد أخرجه البيهقي في كتاب الزهد وابن عدي في الكامل.

وفي إسناده الحسن بن قتيبة قال ابن عدي: أرجو أنه لا بأس به. قال الذهبي في الميزان: بل هو هالک قال الدار قطني في رواية البرقاني متروک الحديث وقال أبو حاتم: ضعيف وقال الأزدي: واهي الحديث، وقال العقيلي: كثير الوهم انتهى. وقال الحافظ ابن حجر العسقلاني في فتح الباري (٣٥٢/٦): والحسن بن قتيبة ضعيف.

قلت ورواه الطبراني في الأوسط من حديث أبي هريرةؓ بلفظ "المتمسک بسنتی عند فساد أمتي له أجر شهيد" بحذف لفظ مأة هٰكذا حكاه المنذري في الترغيب والهيثمي في مجمع الزوائد (١٧٢/١) وقال : فيه محمد بن صالح العدوي ولم أر من ترجمه وبقية رجاله ثقات.

قلت: وذكره القاضي عياض في الشفاء عن أبي هريرة بلفظ "المتمسک بسنتي عند فساد أمتي له أجر مأة شهيد".

قال القاري والخفاجي في شرحيهما على الشفاء (٣٢٨/٣) : رواه الطبراني في الأوسط وظني أن الصواب ما حكا ه المنذري والهيثمي فإن الحديث ذكره البغوي في المصابيح عن أبي هريرةؓ وبيض له صاحب المشكوة وذكر الجزري في تخريجه أن الحديث أخرجه البيهقي في كتاب الزهد من حديث ابن عباسؓ كذا في حاشية المشكوة وكذا ذكره القاري فى المرقاة (٢٠٦/١) عن ميرک شاه.

فعلم أن الحديث بهذا اللفظ لا يوجد من حديث أبي هريرةؓ إلا أن إيراد البغوي في مصابيحه والقاضي عياض في شفائه هذا الحديث من مسانيد أبي هريرة يقتضى أنه مروي عنه فإنهما من كبار الحفاظ وقد ذكرا بزيادة المأة. وقد عزاه القاري والخفاجي إلى المعجم الأوسط للطبراني فلعله في الأوسط باللفظين وهذا غير مستبعدو الله أعلم. ہمارے کلام سابق سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ حدیث بالکل ساقط بھی نہیں ہے اور نہ ہی بالکل صحیح ہے۔

حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر اور قابل عمل ہے محققین کی تصریحات

لیکن فضائل اعمال میں قابل عمل ہے جیسا کہ محدثین عبدالرحمان بن مہدی، احمد بن حنبل، ابن معین، ابن مبارک، سفیان ثوریؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں قابل عمل ہے۔

حافظ خطیب بغدادی نے الکفایہ (ص ۱۳۳) میں ایک باب قائم فرمایا ہے:

باب التشدد في أحاديث الأحكام والتجوز في فضائل الأعمال.

بلکہ امام نوویؒ نے شرح المہذب (۱۲۲/۳) وغیرہ اپنی تصانیف میں فضائل میں حدیث ضعیف کے مقبول ہونے پر اجماع نقل فرمایا ہے لیکن دیگر علماء نے یہ بھی شرط فرمائی ہے کہ ضعف شدید نہ ہو کسی اصل عام کے تحت مندرج ہو اور اس کے ممنوع ہونے پر کوئی دلیل خاص قائم نہ ہو کما حکاہ السخاوی (ص ۱۲۱) عن شیخہ الحافظ ابن حجر، ان سب امور کے پیش نظر حدیث قابل عمل بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔

اب صرف دو باتیں رہ گئیں اول یہ حدیث سنت واحدہ پر صادق آسکتی ہے یا اس سے ساری شریعت مراد ہے؟ ثانی یہ فضیلت کیوں ہے؟

امر اول کا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں یہ فضیلت اس وقت ذکر فرمائی گئی ہے جبکہ امت میں فساد ہو یعنی عقائد و اعمال بگڑ چکے ہوں، سیرت نبویہ علی صاحبھا الصلواۃ والسلام پر عمل ترک ہو چکا ہو، اب ظاہر ہے کہ جیسا فساد ہوگا اسی اعتبار سے اتباع سنت میں دشواری ہوگی، حتی کہ بسا اوقات ایک سنت پر عمل کرنے میں جان و مال عزت و آبرو کی بازی لگانی پڑے گی جیسا کہ بعض رسومات کے ترک پر بسا اوقات فتنہ کی نوبت آجاتی ہے اور اہل سنت و بدعت کے اختلافات میلاد مروج و فاتحہ مروجہ کے سلسلے اور ان پر ہنگامے، اس کی بین دلیل ہے اگر سنت واحدہ حدیث پاک میں مراد لی جائے تو کچھ مستبعد نہیں ہے اگر چہ بظاہر ساری ہی سنت پر عمل کرنا مراد ہے **کما لا یخفی**۔

امر ثانی کا جواب یہ ہے کہ چوں کہ اس قسم کے مواقع میں جان کی بازی لگا کر ہی عمل ہوسکتا ہے جیسا کہ کفار کے مقابلہ میں جان کو قربان کر کے پھر مقصود حاصل ہوتا ہے اس لیے یہ ثواب عنایت ہوگا یا اس وجہ سے کہ اس میں اپنے نفس پر جہاد ہوتا ہے جیسا کہ قتال فی سبیل اللہ میں کفار سے جہاد ہوتا ہے اس لئے ثواب شہادت

عنایت فرمایا جائے گا اور سو کا عدد بظاہر تکثیر کے لیے ہے حضرات شراح نے اسی قسم کی احادیث میں تکثیر پر محمول فرمایا ہے اہل عرب کے یہاں یہ عدد تکثیر کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ واللہ أعلم هذا عندي ولعل عند غيري أحسن من هذا.

۲۱۷

من توضأ فأحسن وضوءه ثم دخل مسجد قباء الخ

هذا الحديث أخرجه الطبراني في المعجم الكبير عن سهل بن حنيف قال: قال رسول الله ﷺ: "من توضأ فأحسن وضوءه ثم دخل مسجد قباء فركع فيه أربع أركعات كان ذلك عدل رقبة".

قال الهيثمي (٤/١١) : في إسناده موسى بن عبيدة وهو ضعيف.

قلت : رواه ابن أبي شيبة من طريق موسى بن عبيدة بلفظ: كان له عدل عمرة كذا نقله السمهودي (٢/١٨).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۱۸

من خرج على طهر لايريد إلا الصلوة في مسجدي الخ

سوال: ابن النجار عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من خرج على طهر لايريد إلا الصلوة في مسجدي حتى يصلي فيه كان بمنزلة حجة"؟

جواب: هذا الحديث ذكره السمهودي في وفاء الوفاء (١/٣٠١) وقال: أسند ذلك ابن زبالة ومن طريقه ابن النجار وفي إسناده يوسف بن طهمان وهو ضعيف عند البخاري وابن عدي وذكره ابن حبان في الثقات إنتهى. وقال الذهبي في الميزان هو واهٍ.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۱۹

من خرج من بيته مجاهداً وأصلح ذات البين الخ

سوال: "من خرج من بيته مجاهدا وأصلح ذات البين وأطاع الإمام فنومه ويقظته حسنة، ومن خرج وأفسد في الأرض ولم يطع الإما م فلم يرجع كفافاً".

مولانا علی میاں صاحب مدظلہ

جواب: یہ حدیث ان الفاظ مذکورہ کے ساتھ تو اب تک نہیں ملی ہاں اس کے معنی بلفظ قریب مروی ہیں:

أخرجه أبوداؤد (٤١٥/٣) في الجهاد في باب في من يغزو يلتمس الدنيا، والنسائي في الجهاد في فضل النفقة في سبيل الله عز وجل (٦٦/٢) وأحمد والحاكم والبيهقي عن معاذ بن جبل عن رسول الله ﷺ أنه قال: "الغزو غزوان فأمّا من ابتغى وجه الله تعالى وأطاع الإمام وأنفق الكريمة وياسر الشريك واجتنب الفساد فإن نومه ونبهه أجر كله. وأما من غزا فخراً ورياءً وسمعةً وعصى الإمام وأفسد في الأرض فإنه لم يرجع بالكفاف".

وهذا الحديث صححه الحاكم وأقره الذهبي وأخرجه مالك موقوفاً عن معاذ بن جبل قال ابن عبد البر: رُوى عن معاذ بن جبل مرفوعاً بسند حسن اهـ.

قلت يريد مامر من تخريج أبي داود وغيره.

محمد یونس عفی عنہ

۲۲۰

من خضع لغني أو وضع له نفسه الخ

مکرم محترم جناب مولانا محمد یونس صاحب بعد سلام مسنون

ایک حدیث کی ضرورت پیش آئی اس لئے پرچہ لکھوا رہا ہوں اس میں اس قسم کا مضمون ہے کہ جو کسی مالدار کی طرف اس کے مال کی وجہ سے جھکے فهو كذا كذا، یاد تو یہ ہے کہ اسنے اپنے دین کو نقصان پہنچایا حوالہ مطلوب ہے۔

حضرت شیخ الحدیث

جواب:- مخدومی وسیدی مدظلهم العالی

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

حدیث مذکور علامہ سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں بحوالہ شعب بیہقی حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً بایں لفظ نقل کی ہے:

''من خضع لغني أو وضع له نفسه إعظاماً له وطمعا في ما قبله ذهب ثلثا مروئته وشطر دينه''. وفي لفظ : ''من دخل على غني فتضعضع له ذهب ثلثا دينه''. وللطبراني في الصغير من حديث أنس مرفوعاً: ''من تضعضع لغني لينال مما في يديه أسخط الله عزوجل''. وفي لفظ: ''من تضعضع لغني لينال فضل ما عنده أحبط الله تبارک وتعالیٰ عمله''.

وهما واهيان جداً حتیٰ أن ابن الجوزي ذكرهما في الموضوعات اهـ. مختصرا. (المقاصد الحسنة ص:٤٠٨)

بندہ محمد یونس غفرلہ شب ۲۹/ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

۲۲۱

من دخل مسجدي هذا ليتعلم خيراً أو يعلمه كان بمنزلة المجاهد في سبيل الله الخ

هذا الحديث أخرجه الطبراني فى المعجم الكبير عن سهل بن سعد عن النبى ﷺ قال: ''من دخل مسجدي هذا ليتعلم خيرا أو يعلمه كان بمنزلة المجاهد فى سبيل الله. ومن دخله بغير ذلک من أحاديث الناس كان بمنزلة الذي يري مايعجبه وهو شئ لغيره''.

وفيه يعقوب بن حميد بن كاسب قال الهيثمي (١/١٢٣) : وثقه البخاري وابن حبان وضعفه النسائي وغيره ولم يستندوا في ضعفه إلا إلى أنه محدود وسماعه صحيح انتهى. واللفظ الذي ذكر في السوال عزاه السمهودي في الوفاء (١/٣٠١) لابن زبالة ويحيى بن الحسين وللحديث شاهد من حديث أبى هريرة أخرجه ابن ماجة (ص ٢٠).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۲۲

من رآني في منامه فقد رآني يوم القيامة

سوال: اپنی کتاب فضائل درود شریف کے (ص:۶۲ مطبوعہ یحیوی پریس) پر قول بدیع سے جو ذیل کی حدیث نقل کی ہے اس کی عربی عبارت سے آگاہ فرما کر شکر گزار فرمائیں ''اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا وہ مجھے قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی سفارش کروں گا اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میرے حوض سے پانی پیئے گا الخ''۔

جواب: از حضرت سیدی شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون عنایت نامہ پہنچا یہ ناکارہ اپنی آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے اب خط وکتابت اور مراجعت کتب سے بالکل معذور ہو گیا ہے اس لئے آپ کا کارڈ مکرم مولانا محمد یونس صاحب مدرس حدیث مظاہر علوم کے حوالہ کر رہا ہوں وہ اس کا جواب لکھیں گے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم عبدالرحیم ۱۲ شعبان ۸۸ھ

جواب: مکرم ومحترم زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب سیدی ومرشدی حضرت شیخ مدظلہ العالی نے بندہ کو حدیث پاک کے الفاظ نقل فرمانے کے لئے عنایت فرمایا بندہ القول البدیع ص:۳۳ سے اس کی عبارت نقل کرتا ہے، وهي هذه:

ويُروي عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من صلى على روح محمد في الأرواح، وعلى جسد محمد في الأجساد، وعلى قبر محمد في القبور رآني في منامه، ومن رآني في منامه رآني يوم القيامة، ومن رآني يوم القيامة شفعت له، ومن شفعت له شرب من حوضي وحرم الله على جسده النار".

ذكره أبو القاسم البستي في كتابه الدر المنظم في المولد المعظم له لكنى لم أقف على أصله إلى الآن انتهت۔ والسلام

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۲/شعبان ۱۳۸۸ھ

۲۲۳

من رآني في منامه فقد رآني يوم القيامة

سوال: اگر کسی شخص کو حالت ایمان میں خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہو تو ایسے شخص کے لئے حدیث میں کوئی بشارت وارد ہوئی ہے کہ نہیں جیسے کہ وہ آخرت میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ہوگا یا اور کوئی بشارت صحیح حدیث سے ملتی ہو، لکھ کر بھیجنے کی کوشش کریں؟

جواب: حضور اقدس ﷺ کی زیارت بڑی زبردست سعادت ہے حدیث شریف میں ہے من رآني في المنام فقد رآني یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا ہے ایک روایت میں فقد رأى الحق ہے یعنی یہ خواب اضغاث واحلام نہیں۔

البتہ اگر آپ کو اصلی شکل میں دیکھے تو آپ ہی کو دیکھا ورنہ وہ خواب محتاج تعبیر ہے اگر اچھی حالت میں دیکھے تو دیکھنے والے کے دین کی اچھائی یا اس کے مقصد میں کامیابی کی بشارت ہے اور اچھے حال میں نہ دیکھا تو معاملہ برعکس ہے اس کے بعد ایک روایت پر نظر پڑی جو بلفظہ نقل کی جاتی ہے:

ويروى عنه أنه قال: "من صلى على روح محمد في الأرواح وعلى جسده في الأجساد وعلى قبره في القبور رآني في منامه ومن رآني في منامه رأني يوم القيامة ومن رآني يوم القيامة شفعت له ومن شفعت له شرب من حوضي وحرم الله جسده على النار".

ذكره أبوالقاسم البستي في كتابه الدر المنظم في المولد المعظم له لكنى لم أقف على أصله إلى الآن كذا في القول البديع (٤٣)۔

۲۲٤

من رآني في المنام فسيراني في اليقظة

سوال: بخاری شریف کی یہ حدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو مجھ کو خواب میں دیکھے گا وہ مجھ کو بیداری میں ضرور دیکھے گا کہ تشریح وتفسیر لکھ کر بھیجنے کی کوشش کریں۔

جواب: حدیث بخاری شریف من رآني في المنام فسيراني في اليقظة کے محمل میں اختلاف ہے علامہ ابوعبداللہ المازنی کی رائے ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر کسی نے آپ کی حیات میں آپ کو خواب میں دیکھا تو اس کو بیداری میں آپ کی زیارت نصیب ہوگی بعض کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ کل قیامت میں اس کی تعبیر دیکھے گا اور حضور اقدس ﷺ کی شفاعت اور خاص قرب پائے گا۔

قاضی ابن العربی کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ اس کی تعبیر بیداری میں دیکھے اس لئے کہ یہ خواب حق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جس کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت کا اشتیاق ہو اور خواب میں آپ کو دیکھ لے تو بیداری میں ایسی طمانینت و تسلی حاصل ہوگی جیسے بیداری ہی میں دیکھ لیا ہو وقیل غیر ذٰلک۔ فقط

بندہ محمد یونس عفی عفا اللہ عنہ

۲۲۵

من زار قبري و جبت له شفاعتي

سوال: ورُوی من حديث الدار قطني عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال: "من زار قبري و جبت له شفاعتي"

جواب: هذا الحديث أخرجه الدار قطني في كتاب الحج من سننه (ص ٢٨٠) من طريق موسى بن هلال العبدي عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر مرفوعاً. وكذا أخرجه العقيلي وابن عدي والبيهقي من هذا الوجه. ولكن اختلفت الرواة فقال بعضهم: عن عبيد الله بن عمر مصغرا كما في الدار قطني والعقيلي، وقال بعضهم: عن عبد الله بن عمر مكبرا وأخرجه ابن عدي والبيهقي بالوجهين ورجح ابن عدي أنه من رواية عبدالله المكبر المضعف لا من رواية عبيد الله المصغر الثقة.

قال البيهقي: وعلى الوجهين منكر عن نافع عن ابن عمر.

ورواه ابن خزيمة في صحيحه من طريق موسى بن هلال وقال: إن صح الخبر فإن في القلب من إسناده. ثم رجح أنه من رواية عبد الله بن عمر العمري المكبر لا المصغر وصرح بأن الثقة لايروي هذا الخبر المنكر.

وقال العقيلي: لا يصح حديث موسى ولا يتابع عليه والرواية في هذا الباب فيها لين. وجعله الذهبي في الميزان منكراً فقال في ترجمة موسىٰ المذكور: أنكر ما رَوى فذكر هذا الحديث وكذا عدهٗ ابن عبد الهادي منكراً لكن صححه ابن السكن في إيراده إياه في أثناء السنن الصحاح له، وعبد الحق في الأحكام في سكوته عنه، والشيخ تقي الدين السبكي من المتأخرين بإعتبار مجموع طرقه، وبسط الكلام عليها ابن عبد الهادي في الصارم المنكي والحافظ ابن حجر في التلخيص الحبير (ص ٢٢١) .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٢٢٦

من استطاع أن يموت بالمدينة فليمت الخ

هذا الحديث أخرجه أبوالقاسم البغوي حدثنا الصلت بن مسعود الجحدري حدثنا سفين بن موسى حدثنا أيوب عن نافع عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: "من استطاع أن يموت بالمدينة فليمت فإن من مات بالمدينة أشفع له يوم القيامة".

هكذا نقله الحافظ ابن عبد الهادي في الصارم المنكي ٤٠ والحديث أخرجه أحمد ١٥٤/٢ والترمذي ٢٣١/٢ بلفظ: من استطاع أن يموت بالمدينة فليمت فإنى أشفع لمن يموت بها".

وله شواهد من حديث سبيعة الأسلمية أخرجه الطبراني في الكبير وفيه عبد الله بن عكرمة لا يعرف حاله و عن إمرأة يتيمة كانت عند النبي صلى الله عليه وسلم أخرجه الطبراني في الكبير بإسناد حسن كما في مجمع الزوائد في باب فيمن يموت بالمدينة جعلنا الله منهم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۲۷

من استطاع منکم أن لاینام نوماً ولایصبح صبحا وعلیه إمام فلیفعل

سوال: ''من استطاع منکم أن لا ینام نوماً ولا یصبح صبحاً إلا وعلیه إمام فلیفعل'' اخرجہ ابن عساکر عن ابی سعید وابن عمر کیا ابن عساکر کے علاوہ بھی کسی نے تخریج کی ہے اور ابن عساکر سے ان کی کون سی کتاب مراد ہے۔

(مولانا علی میاں صاحب ندوی مدظلہ العالی)

الجواب: ابن عساکر کی تخریج کے علاوہ میرے علم میں اور کوئی نہیں ہے علامہ علی متقی نے منتخب کنز العمال میں بھی صرف ابن عساکر ہی کی طرف منسوب کیا ہے ملاحظہ ہو (۲/۱۴۹) برھامش مسند احمد علامہ سیوطی جب بھی جامع صغیر یا جامع کبیر میں ابن عساکر کی طرف علی الاطلاق نسبت کرتے ہیں تو اس سے مراد تاریخ ابن عساکر ہوا کرتی ہے کما صرح به في المقدمة انھیں کا اتباع علی متقی نے کنز العمال اور منتخب کنز العمال میں کیا ہے جو ترتیب وتہذیب ہے جامع کبیر کی۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۲۸

من سلک طریقاً یطلب فیه علماً

حضرت الاستاذ شیخ الحدیثؒ کے پاس دو سوال آئے جن کا جواب لکھنے کا امر فرمایا سوالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ابی الدرداء میں ہے کہ فرشتے طالب علم کے قدموں کے نیچے پر بچھاتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللہ وکفٰی والصلوۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد.....

حدیث أبی الدرداء سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: ''من سلک

طريقا يطلب فيه علماً سلک الله به طريقاً من طرق الجنة وإن الملٰئكة لتضع أجنحتها رضا لطالب العلم" .

الحديث رواه أحمد والترمذي وأبو داؤد وابن ماجه والدارمي وأبو الليث السمرقندي في تنبيه الغافلين وابن حبان في صحيحه والبيهقي في الشعب وفي سندهٖ إختلا ف كثير .

شراح حدیث نے وضع أجنحه کے مختلف معنی تحریر فرمائے ہیں ایک یہ کہ فرشتے طالب علم کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور پرواز سے رک جاتے ہیں، جیسا کہا جاتا ہے کہ فلاں نے رخت سفر رکھ دیا یعنی سفر سے رک گیا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے عجز وانکساری کرتے ہیں اور پرواز سے رک جاتے ہیں اور پروں کی حرکت بند کر دیتے ہیں۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس کی مدد کرتے ہیں اسکی مقصد برآری کی سعی کرتے ہیں اور اپنی پرواز چھوڑ دیتے ہیں۔

اور چوتھا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے مخالفین کی سرکوبی اور ان کے فتنوں کے دفع کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔

اور پانچواں مطلب یہ ہے کہ فی الحقیقت پر بچھاتے ہیں تاکہ طالب علم کو اسپر اٹھا کر اس کے مقاصد تک پہنچاویں، اور اس میں کوئی استعجاب نہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہر شئ ہے اور ہر چیز کا مشاہدہ ضروری بھی نہیں ہے۔

زکریا ساجی فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ کی گلیوں میں گزرتے ہوئے بعض محدثین کے پاس جارہے تھے کہ ہم نے جلدی جلدی چلنا شروع کیا ہمارے ساتھ ایک فاجر آدمی تھا اس نے بطور مذاق کے کہا کہ تم اپنے قدموں کو فرشتوں کے پروں پر سے اٹھالو، ان کے پروں کو نہ توڑو کہتے ہیں کہ اپنی جگہ سے بھی نہ ہٹ سکا یہاں تک کہ اس کے پیر خشک ہو گئے اور گر پڑا اس نوع کا ایک اور واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۲۹

من صلى الفجر فى جماعة ثم قعد يذكر الله الخ

أخرج الترمذي فى جامعه ۱/۷۶ عن أنس قال قال رسول الله من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع شمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة و عمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تامة تامة تامة، قال الترمذي هذا حديث حسن غريب.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۳۰

من صلى في مسجدي أربعين صلوة كتب له براء ة من النار

سوال: روينا من حديث أحمدؒ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صلي في مسجدي أربعين صلوة كتب له براء ة من النار وبراء ة من العذاب وبريء من النفاق"؟

جواب: هذا الحديث أخرجه أحمد (۳/۱۵۵) عن أنس بن مالک عن النبی ﷺ قال: "من صلى في مسجدي أربعين صلو ة لا تفوته صلو ة كتبت له براءة من النار ونجاة من العذاب وبرئ من النفاق".

قال الهيثمي في مجمع الزوائد (۴/۸) في كتاب الحج في باب من صلى بالمدينة أربعين صلوة رواه أحمد والطبراني ورجاله ثقات.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۳۱

من صلى قفا الإمام فله بكل صلوة مائة حسنة ومن صلى عن يمين الإمام فله بكل صلوة خمس وسبعون حسنة الخ

سوال: حديث: من صلىٰ قفا الإمام فله لكلّ صلوة مأة حسنة، ومن صلىٰ عن يمين الإمام فله بكل صلوة خمس وسبعون حسنة ومن صلىٰ عن يسار الإمام فله بكل صلوة خمسون حسنة.

کوابن عرّاق نے تنزیہ الشریعۃ (۲/۱۲۰) میں نقل کیا ہے اور می کی علامت لگائی ہے می سے کیا مراد ہے؟

مولانا عبداللہ صاحب

جواب: ''می'' دیلمی کی علامت ہے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۳۲

من صلى على يوم الجمعة وليلة الجمعة مأة من الصلوة قضىٰ الله له مأة حاجة

حديث أنس أخرجه البيهقي في حياة الأنبياء بسند ضعيف وكذا ابن بشكوال وأبو اليمن بن عساكر وهو عند التيمي في ترغيبه، والديلمي في مسند الفردوس له وأبي عمرو بن مندة في الأول من فوائده بلفظ: ''من صلى عليّ يوم الجمعة وليلة الجمعة مأة من الصلوة قضىٰ الله له مأة حاجة سبعين من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا، ووكل الله بذلك ملكاً يدخلهٗ على قبري كما تدخل عليكم الهدايا، ان علمى بعد موتى كعلمي في الحياة'' كذا في القول البديع (ص١٥٦) في الباب الرابع . بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۳۳

من ضارّ ضارّ اللہ

مخدومی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی طرف سے ایک گرامی نامہ ملا تھا اس میں حضرت والا نے ایک ملفوظ تحریر فرمایا تھا جو مجھے بہت ہی پسند آیا اور دل میں یہ خیال ہوا کہ اسے عام لوگوں کے فائدہ کی غرض سے شائع کرادوں بندہ نے حضرت والا سے اجازت طلب کی حضرت والا نے اجازت مرحمت فرمادی لیکن ساتھ میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ چونکہ اس میں ایک حدیث پاک ہے اس لئے شائع کراتے وقت اس حدیث پاک کا حوالہ ضرور شائع کریں کہ بغیر حوالہ کے حدیث کا شائع کرنا مناسب نہیں ہے وہ ملفوظ اور حدیث یہ ہے۔

ملفوظ: دوستوں کو کس طرح یہ بات سمجھائی جائے کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں اس کو تو نقصان کم ہوتا ہے اپنے کو زیادہ، حضور اقدس ﷺ کے ارشادات کی نہ قدر ہے نہ معلومات۔

حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے جو دوسرے کو مضرت پہنچائے اللہ تعالیٰ اس کو مضرت پہنچائے اور جو دوسرے کو مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں ڈالے۔ تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ محتاج دعاء

بندہ محمد یعقوب غفرلہ

خادم حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ بمبئی

جواب: مکرم ومحترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی آپ کا خط ملا خیر وعافیت معلوم ہو کر مسرت ہوئی یہاں بھی بحمد اللہ سب طرح عافیت ہے۔

حضرت اقدس مدظلہ العالی نے جو حدیث تحریر فرمائی ہے وہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے اس کے الفاظ صحابی کے نام کے ساتھ حسب ذیل ہیں۔

عن أبی صرمة أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "من ضارّ ضارّ الله به ومن شاقّ شاقّ الله علیه".

رواه أحمد ٤٥٣/٣ والترمذي ١٦/٢ وابن ماجة ١٧٠ وقال الترمذي: هذا حديث حسن غريب.

اور یہ حدیث مشکوۃ شریف ۴۲۸ پر بھی ہے۔ اس احقر ناکارہ کیلئے بھی دعائے فلاح دارین کرتے رہیں والسلام۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۷ رشوال ۱۳۹۸ھ

۲۳٤

من عادى لي ولياً

سوال: حضرت والا نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق من عادى لي وليا والی حدیث شریف کا حوالہ مشکوۃ سے نہیں دیا اگر تحریر فرمائیں تو بہتر ہوگا نیز یہ فرمائیں کہ امام مسلم نے اس حدیث کی تخریج کی یا نہیں کی؟ اگر کی ہے تو تحریر فرمائیں۔

الجواب: بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين أما بعد !

المخدوم المکرّم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث من عادى لي وليا مشکوۃ ص۱۹۷ باب ذکر الله عزوجل والتقرب إليه میں نمبر۶ پر مذکور ہے یہ حدیث افراد بخاری میں ہے بقیہ ائمہ ستہ نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۳۵

من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب

سوال: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب بخاری میں کس جگہ ہے اوران کے علاوہ کن حضرات نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

مولانا احمد حسین قاسمی بنارسی صدر مدرس مدرسہ عربیہ ناندیڑ مہاراشٹر

جواب: حديث: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب الحديث رواه البخاري في كتاب الرقاق في باب التواضع (ص٩٦٣) عن أبي هريرة مرفوعاً.

وكذا أخرجه البيهقي في سننه الكبرى وكتاب الأسماء والصفات عن أبي هريرة.

وأخرجه أحمد في الزهد، وابن أبي الدنيا وأبونعيم في الحلية، والبيهقي في الزهد عن طريق عبد الواحد بن ميمون عن عروة عن عائشة، والطبراني من طريق يعقوب بن مجاهد

www.alislahonline.com

عن عروة عنها. وأخرجه ابن ماجة عن معاذ بن جبل وأخرجه أبو يعلى والبزار والطبراني عن أنس بسند فيه ضعف.

وأخرجه الطبراني والبيهقي في الزهد عن أبي أمامة بسند ضعيف، وأخرجه أبو يعلى عن ميمونة بسند ضعيف، وأخرجه الطبراني عن ابن عباس.

وبسط الحافظ ابن حجر في بيان طرقه (۲۹۳/۱۱) وبعض ذلک ذكره الحافظ نورالدين الهيثمي فى مجمع الزوائد (۲٦۹/۱۰) وكذا بسط الكلام على طرقه الحافظ ابن رجب في جامع العلوم والحكم (ص۳۱٤).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۳۳٦

من عرف نفسه فقد عرف ربه

هذا الحديث ذكره الشيخ الأكبر في الفتوحات ۵۰۳/۳ وجعله حديثاً ولكن قالت أئمة الحديث: لا أصل له قال أبوالمظفر بن السمعاني: إنه لا يعرف مرفوعاً إنما يحكى عن يحيى بن معاذ الرازي يعني من قوله وقال النووى: ليس بثابت كما في الحاوي ص: ۲۳۹، وقال ابن تيمية ليس هذا من كلام النبي صلى الله عليه وسلم ولا هو في شئ من كتب الحديث ولايعرف له إسناد وقال الصغاني موضوع وقال السيوطي في التدريب باطل لا أصل له.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

شب دوشنبہ ۲۳/ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

۲۳۷

من عزى فله مثل أجره

سوال: حدیث من عزى مصابا فله مثل أجره (مشکوۃ ص ۱۵۱) مثل أجره سے کیا مراد ہے؟ اس مصیبت زدہ کا وہ اجر ہے جو مصیبت پر صبر کے صلہ میں ملتا ہے؟

جواب: حدیث من عزی کا جومطلب آپ نے سمجھا ہے وہی مراد ہے:

قال القاري (۳۹۲/۲) : فله أی للمعزی مثل أجره أی نحو المصاب علی صبره لأن الدال علی الخیر کفاعله کما في الحدیث الصحیح وقیل من حمله علی العزاء بالمد وهو الصبر فله لأجل هذه التعزیة ثواب مثل ثواب المصاب لأجل صبره في المصیبة اهـ.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۳۸

من علق تمیمة فقد أشرک

سوال: تعویذ گنڈے کے جواز کے دلائل کیا ہیں جبکہ ابوداؤد کی روایت موجود ہے: من علّق تمیمة فقد أشرک .تاویلی جواب سے بچتے ہوئے نقلی جواب تحریر کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ حضور ﷺ سے کسی موقعہ پر تعویذ کا دینا یا اس کا امر یا صحابہ کرامؓ سے کوئی فعلی حکم سرزد ہوا ہے عقلی وتاویلی جواب سے احتراز کرتے ہوئے بالدلیل ثابت کریں؟

جواب: عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: "إذا فزع أحدکم في النوم فلیقل أعوذ بکلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشرعباده ومن همزات الشیاطین وأن یحضرون فإنها لن تضره". وکان عبد الله بن عمرو یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبها في صک ثم علقها في عنقه.

رواه أبوداود والترمذي وهذا لفظه کذا في (المشکوة ص: ۲۱۷) في باب الإستعاذة وکذا رواه البخاري في خلق أفعال العباد (ص ۸۸) والنسائي في الیوم واللیلة من سننه، قال الترمذي: حسن غریب.

قال المبارکفوري في تحفة الأحوذي (۲٦۷/٤): وأخرجه الحاکم و قال: صحیح الإسناد ولیس عنده تخصیصها بالنوم.

وأخرج الطحاوی (۳۲۳/۲) عن عائشة: قالت لیست بتمیمة ما علق بعد أن یقع البلاء.

وأخرج أبو نعیم في أخبار أصبهان (ص ۱۰۲) عن عائشةؓ قالت: إنما التمائم ما علق قبل البلاء فأما ماعلق بعد البلاء فلیس من التمائم.

وكذا أخرجه الحاكم (٤/٤١٨) وصححه على شرط الشيخين وفي تلخيص الذهبي ذكر التصحيح فقط و راجع المسئلة من شرح المهذب (٢/٧١) وتحفة الأحوذي (٣/١٧١).

وفي طبقات الحنابلة لابن رجب (٤/٥٧) في ترجمة أبي عمر بن قدامة قال الموفق: كان مجاب الدعوة وما كتب لأحد ورقة للحمى إلاشفاه الله تعالى اھ۔اس سے بھی بظاہر تعویذ مراد ہے اور سلف کا عمل ہے۔

محمد یونس عفا اللہ عنہ
۱۴۰۳/۸/۱۵ھ لیلۃ یوم الاثنین

۲۳۹

من قال لاإله إلا الله وحده لاشريک له أحداً الخ

حضرت مولانا محمد میاں صاحب نے فضائل ذکر کی ایک حدیث پر کچھ نقد سا کیا اس سلسلے میں لکھا گیا۔

حديث عبد الله بن أبى أوفٰى قال : قال رسول الله ﷺ: ''من قال لا إله إلا الله وحده لاشريک له أحداً صمداً لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد كتب الله له ألفى ألف حسنة''.

رواه الطبراني وفيه فائد أبوالورقاء وهو متروک كذا في مجمع الزوائد (١٠/ ٨٥) وقال المنذرى في الترغيب (١/٢٧٨) رُوى عن عبد الله بن أبي أوفى فذكر الحديث وقال : رواه الطبراني.

حافظ منذری نے اس حدیث کو عام احادیث کے خلاف رُوی سے شروع فرمایا اور اس کے بعد اس کی سند پر کوئی حکم نہیں لگایا اس طریق کار کیلئے امام منذری نے مقدمہ ترغیب ترہیب میں ایک ضابطہ لکھا ہے فرماتے ہیں (ص۳):

وإذا كان فى الإسناد من قيل فيه كذاب أو وضاع أو متهم أو مجمع على تركه أو ضعفه أو ذاهب الحديث أوهالک أوساقط أو ليس بشيء أو ضعيف جدا أو ضعيف فقط أو لم أرفيه توثيقاً بحيث يتطرق إليه احتمال التحسين صدرته بلفظة رُوِى ولا أذكر ذلک الراوي ولا ماقيل فيه ألبتة فيكون للإسناد الضعيف دلالتان تصديره بِرُوِىَ وإهمال الكلام

عليه في آخره انتهى.

ان کے اس ضابطہ سے معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث بھی ایسی ہے جو اس ضابطہ میں داخل ہے اس حدیث کے ضعیف ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے اس لئے کہ فائد بن عبدالرحمٰن الکوفی ابوالورقاء کا ضعف کلمۂ اجماع ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ یہ حدیث فائد حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کرتا ہے حضرت حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم اپنے والد حافظ ابوحاتم سے نقل فرماتے ہیں:

وأحاديثه عن ابن أبي أوفى بواطيل لاتكاد ترى لها أصلاً كأنه لا يشبه حديث ابن أبي أوفى ولو أن رجلا حلف أن عامة حديثه كذب لم يحنث انتهى.

حافظ ابوحاتم کا یہ مقولہ حافظ جمال الدین المزی نے **تهذيب الكمال** میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے **تهذيب التهذيب** میں نقل فرمایا ہے لیکن حافظ شمس الدین الذہبی نے **ميزان الإعتدال** میں اور حافظ ابن حجر نے **تهذيب التهذيب** میں حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں **ومع ضعفه يكتب حديثه** اس عبارت سے کچھ معاملہ اہون ہوجاتا ہے۔

ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ حافظ زکی الدین منذری کا مرتبۂ نقد فی الحدیث معلوم ہے اور انہوں نے اس حدیث کو کتاب الترغیب میں ذکر کیا ہے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ قابل عمل ہے حافظ منذری مقدمہ ترغیب وترہیب میں رقمطراز ہیں

وأضربت عن ذكر ماقيل فيه من الأحاديث المتحققة الوضع.

اس سے پہلے لکھتے ہیں: **من تقدم من العلماء أساغوا العمل في أنواع من الترغيب والترهيب.**

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حدیث امام منذری کے نزدیک مقطوع الوضع نہیں ہے اور اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے اور جب ضعیف ہی ٹھہری تو عمل میں تو گنجائش ہے ہی۔

امام نووی کتاب التبیان فی آداب حملۃ القرآن (ص:۸) میں فرماتے ہیں:

إعلم أن العلماء من أهل الحديث وغيرهم جوزوا العمل بالضعيف فى فضائل الأعمال اهـ.

اور شرح مہذب (۱۲۲/۳) میں لکھتے ہیں: **لكن الضعيف يعمل فى فضائل الأعمال باتفاق العلماء اهـ.**

وحكى السخاوي في شرح الألفية ص: ۱۲۰ نحو ذلك عن عبد الرحمن بن مهدى، وأحمد بن حنبل وابن معين، وابن المبارك، ومنع ابن العربي العمل بالضعيف مطلقاً.

ممکن ہے کہ معترض کو یہ شبہ ہو کہ عمل قلیل پر ثواب کثیر کا وعدہ علامات وضع میں سے ہے حافظ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں (ص:۱۱٤)

قال ابن الجوزي: وكل حديث رأيته يخالف العقول أو يناقض الأصول فاعلم أنه موضوع فلا يتكلف اعتباره أى لا تعتبر رواته ولا تنظر فى جرحهم أو يكون مما يدفعه الحس والمشاهدة أو مباينًا لنص الكتاب أو السنة المتواترة أو الإجماع القطعى حيث لا يقبل شيء من ذلك التأويل أو يتضمن الإفراط بالوعيد الشديد على الأمر اليسير أو بالوعد العظيم على الفعل اليسير وهذا الأخير كثير موجود في حديث القصاص والطرقيه انتهى.

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہاں پر ہے جہاں اس کے شواہد موجود نہ ہوں۔ نیز یہاں حدیث متفق علیہ .

"كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان إلى الرحمن سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم".

حدیث بالا کے لئے شاہد عظیم ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم.** کو ثقل فی المیزان کا سبب قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ثقل فی المیزان حسنات کثیرہ کو مقتضی ہے۔

نیز حسنات میں بھی تو فرق ہوسکتا ہے ممکن ہے کہ اعداد زیادہ ہوں، قیمت کم ہو، جیسے کسی کے پاس دس لاکھ کی ایک بلڈنگ ہو اور دوسرے کے پاس ایک لاکھ کے دس مکانات ہوں تو اول قیمتاً زائد عدداً کم اور ثانی اس کا عکس ہے مقصود حدیث پاک میں ترغیب دینا ہے باقی یہ شبہ کہ یہ تو ہم ہر جگہ کہہ سکتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کسی مؤید اور شاہد کے بغیر یہ دعوی بلا دلیل اور نا قابل اعتبار ہوگا۔

ومن شواهده حديث تميم الدارى عن رسول الله ﷺ أنه قال: "من قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له إلٰها واحدا أحداً صمداً لم يتخذ صاحبة ولا ولدا ولم يكن له كفوا أحد عشر مرات كتب الله له أربعين ألف ألف حسنة".

رواه الترمذى (۱۸۵/۲) من طريق الخليل بن مرة عن أزهر بن عبد الله عن تميم وقال : هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه والخليل بن مرة ليس بالقوى عند أصحاب الحديث وقال محمد بن إسماعيل : هو منكر الحديث انتهى.

تنبیہ: بندہ کے نزدیک یہ حدیث از قبیل حدیث مطروح معلوم ہوتی ہے حدیث مطروح ضعیف سے کم درجہ اور موضوع سے اعلی ہوتی ہے حافظ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں (ص:۱۱۵)

تتمة: يقع في كلامهم المطروح وهو غير الموضوع جزما وقد أثبته الذهبي نوعا مستقلاً وعرفه بأنه ما نزل عن الضعيف وارتفع عن الحديث الموضوع ومثل له لحديث عمرو بن شمر عن جابر الجعفي عن الحسن عن علي وبجويبر عن الضحاك عن ابن عباس قال شيخنا وهو المتروك في التحقيق يعني الذي زاده في نخبته وتوضيحها وعرفه بالمتهم راويه بالكذب .انتهى.

تعریف مذکور بعینہ اس حدیث پر صادق آتی ہے اس لئے کہ فائد اور جویبر اور عمرو بن شمر سب متروکین میں سے ہیں واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد یونس عفی عنہ

۲٤۰

من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار

من حدث عني بحديث يري أنه كذب فهو أحد الكاذبين

قال النبيصلى الله عليه وسلم: "من كذ ب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار".

رواه الشيخان وهذا الحديث قد رُوي عن جماعة كثير ة تزيد على ثمانين نفسا وأحاديثهم موجودة بل يبلغون المأة.

اوراحادیث موضوعہ کونقل کرنا بھی ناجائز ہے الا یہ کہ بیان کرتے وقت تصریح کردے تو کوئی حرج نہیں ہے:

قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من حدث عني بحديث يُري أنه كذب فهو أحد الكاذبين".

رواه مسلم في المقدمة (ص ٦، والترمذي، ٢/٩١) وابن ماجه وابن حبان والبيهقي في المدخل (ص ٣٢) عن المغيرة بن شعبة ومسلم فى المقدمة وابن ماجه وابن حبان والبيهقي في المدخل عن سمرة بن جندب، وابن ماجه عن علي.

قال السندي في حاشية ابن ماجه (ص ١٠): قوله فهو أحد الكاذبين: قال النووى: المشهور روايةً بصيغة الجمع أى فهو واحد من جملة الواضعين والمقصود أن الرواية مع العلم بوضع الحديث كوضعه، قالوا هذا إذا لم يبين وضعه. وقد جاء بصيغة التثنية والمقصود

أن الراوي له يشارک الواضع في الإثم.

وقول السندي: إن الرواية مع العلم بوضع الحديث يبني على رواية يَرى بفتح المثناة التحتية وقد رُوي بضمها ومعناه يظن وكذا على رواية الفتح إذا كان ماخوذا من الرأى لا من الرؤية.

وأخرج أحمد والترمذي (۱۱۹/۲) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى عليه وسلم: "إتقوا الحديث عني إلا ماعلمتم فإنه من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار".

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲٤۱

من مات وليس في عنقه بيعة

سوال: من مات وليس في عنقه بيعة سے کون سی بیعت مراد ہے ازراہ کرم شرح وبسط سے تحریر فرما دیں جسارت کی معافی چاہتا ہوں خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے جواب کیلئے لفافہ ارسال خدمت ہے۔

طالب دعا پرویز احمد محلّہ کانلی باغ قصبہ بارہ مولا کشمیر

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

وصلى الله على سيد نا محمد وآله وسلم.

یہ حدیث پاک مسلم شریف (۱۲۸/۲) پر ہے پورے الفاظ یہ ہیں:

عن نافع قا ل جاء عبد الله ابن عمر إلى عبد الله بن مطيع حين كان من أمر الحرة ماكان زمن يزيد بن معاوية فقال: أطر حوا لأبي عبد الرحمن وسا دة فقال: إني لم آتک لأجلس، أتيتک لأحدّثک حديثاً سمعت رُسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من خلع يدًا من طاعة لقي الله يوم القيمة لاحجة له ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتةً جاهلية".

یہ حدیث پاک کے پورے الفاظ ہیں جس سے بیعت کی مراد خود معلوم ہوتی ہے کہ بیعت الخلافۃ مراد ہے، جنگ حرہ سے پیشتر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور عبداللہ ابن مطیع کے ساتھ جمع ہو گئے ابن عمرؓ ان کو سمجھانے آئے تھے کہ بیعت کر کے توڑنا ممنوع ہے۔

خلیفۃ المسلمین اگر جادہ حق سے ہٹ جائے تو بیعت توڑ سکتا ہے یا نہیں

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اکثر منع کرتے ہیں بلکہ ابن مجاہد نے جمیع علماء کا یہی مسلک بتایا ہے اور ایک جماعت جواز کی قائل ہے اگر امام جادۂ حق سے ہٹ جائے۔

لیکن اکثر حضرات ظاہر احادیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں حدیث بالا بھی ہے:

قال الأبي (٥/٢٠٢): كان مذهب ابن عمر منع القيام على الإمام وخلعه إذا حدث فسقه بعد عقد البيعة فلذلک ذكر له الحديث. والمنع من القيام هو مذهب الأكثر أوهو مذهب الجميع كما ذكر ابن مجاهد واحتج من أجاز القيام والخروج لقيام الحسين وابن الزبير بمكة، وأهل المدينة على بني أمية واحتج الأكثر للمنع بأنه ظاهر الأحاديث، وبأن القيام ربما أثار فتنة وقتلا وانتهاک حرمة كما اتفق في قضيه الحرة.

قيل إن الخلاف كان في الصدر الأول ثم انعقد الإتفاق على المنع .اھ۔

اور من مات وليس في عنقه بيعة میں جیسے بیعت کرنے کے بعد قلادہ بیعت گردن سے نکال دینے کی صورت داخل ہے اسی طرح قدرت کے باوجود بیعت امامت نہ کرنا بھی داخل ہے اقامت امام واجبات میں ہے قال التفتازاني في شرح العقائد (ص١٠٩): ثم الإجماع على أن نصب الإمام واجب .اھ۔

یہ امر شرعی ہے جو حدیث بالا اور اس جیسی دوسری احادیث سے ثابت ہے اور دل سے اس کا ارادہ بھی رکھنا چاہئے اور حسب مقدر کوشش بھی کرے لیکن لفظی کوشش اور محض پروپیگنڈہ جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں کچھ مفید نہیں۔ فقط

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ جمعہ ۲۳/۱/۱۴۰۵ھ

٢٤٢

من وسّع على عياله يوم عاشوراء أوسع الله عليه السنة كلها

حديث: "من وسع على عياله في يوم عاشوراء وسع الله سائر سنته". أخرجه الطبراني والبيهقي في الشعب وفضائل الأوقات، وأبو الشيخ عن ابن مسعود. وفي

إسناده الهيصم بن شداخ.

قال الذهبي: قال ابن حبان يروي الطامات لايجوز أن يحتج به، رُوى عن على بن أبي طالب البصري عن هيصم عن الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله مرفوعاً: "من وسع على عياله يوم عاشوراء" الحديث انتهى كلام الذهبي.

وقال العقيلى: الهيصم مجهول والحديث غير محفوظ وقال البيهقي: تفرد به الهيصم عن الأعمش وقال الحافظ ابن حجر في أماليه: اتفقوا على ضعف الهيصم وعلى تفرده به اهـ. وذكره ابن الجوزي في الموضوعات وأعله بالهيصم وذكر كلام العقيلي وكذا ذكره ابن طاهر المقدسي في تذكرة الموضوعات.

وقال ابن تيمية في المنهاج ٤/١٨١: هذا الحديث كذب على النبي صلى الله عليه وسلم. قال حرب الكرمانى: سئل أحمد بن حنبل عن هذا الحديث فقال: لا أصل له، والمعروف عند أهل الحديث أنه يرويه سفيان بن عيينة عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن أبيه أنه بلغنا أن من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته قال ابن عيينة جربناه من ستين سنة اهـ.

وقال الزركشي: لايثبت هذا الحديث ولحديث ابن مسعود شاهد من حديث أبي هريرة أخرجه ابن عدي والبيهقي في الشعب وفيه سليمان بن أبي عبد الله قال الذهبي: قال أبو العباس البناني قال أبو حاتم: ليس بالمشهور فيعتبر بحديثه. وقال العقيلي : سليمان مجهول والحديث غير محفوظ وذكره ابن الجوزي في الموضوعات وأعله بسليمان وقال مجهول.

وشاهد آخر من حديث جابر بن عبد الله أخرجه البيهقي في شعب الإيمان، ومن حديث أبي سعيد أخرجه الطبراني والبيهقي في الشعب وإسحق بن راهويه في مسنده.

قال البيهقي: أسانيده كلها ضعيفة لكن إذا إنضم بعضها إلى بعض أفاد قو ة. وقال العراقي في أماليه: لحديث أبي هريرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ، وسليمان ذكره ابن حبان في الثقات فالحديث حسن على رأيه، قال: وله طريق عن جابر على شرط مسلم أخرجها ابن عبد البر في الإستذكار من رواية أبي الزبير عنه وهي أصح طرقه وقد نقل المنذرى والسخاوى وغيرهما كلام البيهقى من غير تعقب فكأنهم ارتضوه بل رمز

السيوطي في الجامع الصغير لصحته وقد بسطت الكلام في المكتوب السابق والله أعلم. وهو سيآتي.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۴۳

توسعۃ علی العیال الخ

آپ کا یہ خط اب جواب کے لئے مولوی یونس سلمہ مدرس حدیث مظاہر علوم کے پاس بھیج رہا ہوں آئندہ بھی حدیث کے سلسلہ میں جو کچھ پوچھنا ہو عزیز موصوف سے براہ راست پوچھا کریں اس ناکارہ کو سارے سال سے نزول آب کی شکایت ہے خط وکتابت بھی دوسرے ہی کرتے ہیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

بقلم عبدالرحیم ۱۰ر صفر ۸۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على سيدنا محمد المصطفى وآله وصحبه نجوم الهدى.

السلام عليكم

جناب کا مکتوب حضرت اقدس سیدی شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے بندہ کو عرصہ ہوا جواب کے لئے مرحمت فرمایا تھا مگر اپنے امراض ومشاغل کی وجہ سے تاخیر ہوگئی جس کی معافی چاہتا ہوں امید ہے کہ معاف فرمائیں گے جناب کے ملفوف میں دوسوال مذکور ہیں اول حدیث توسعہ علی العیال کے متعلق اور ثانی کراہت صوم عاشوراء مفرداً کے بارے میں ہر ایک کا جواب علی الترتیب درج ذیل ہے۔

أما حديث التوسعة على العيال فأخرجه الطبراني في الكبير والبيهقي في الشعب من حديث ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته" وفيه الهيصم بن شداخ قال العقيلي: مجهول والحديث غير محفوظ.

وقال الحافظ ابن حجر في أماليه: اتفقوا على ضعف الهيصم بن شداخ وعلى تفرده به. وقال ابن طاهر المقدسي في تذكرة الموضوعات: فيه الهيصم بن شداخ يروي الطامات

ولايحتج به.

وأخرجه ابن عدي من حديث أبى هريرة وفي سنده سليمان بن أبي عبد الله قال العقيلي: هـو مـجهول والحديث غير محفوظ وأورده ابن الجوزي في الموضوعات من هذين الطريقين وذكر كلام العقيلي.

وقـال ابـن تيمية في المنهاج ٤/١٨١: هـذا الـحـديـث كذب على النبي صلى الله عليه وسـلـم قـال حـرب الـكـرمـانـي: سـئـل أحـمـد بـن حنبل عن هذا الحديث فقال: لا أصل لـه والـمعروف عند أهل الحديث أنه يرويه سفيان بن عيينة عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن أبيـه أنه قال : بلغنا أن من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع اللّٰه عليه سائر سنته، قال ابن عيينة : جربناه من ستين سنة فوجدناه صحيحاً.

قـال ابـن تيـمية: ومـحمد بن المنتشر هذا من فضلاء الكوفيين لكن لم يكن يذكر ممن سمعه ولا عمن بلغه ولاريب أن هذا أظهره بعض المتعصبين على الحسين ليتخذ يوم قتله عيداً فشـاع هذا عندالجهال المنتسبين إلى السنة حتى رُوى في حديث: أن يوم عاشوراء جرى كذا وجـرى كـذا حتى جعلوا أكثر حوادث الأنبياء كانت يوم عاشوراء مثل مجيىء قميص يوسف عـلـيـه السـلام إلـى يـعـقوب عليه السلام ورد بصره، وعافية أيوب عليه السلام، وفداء الذبيح وأمثال هذا.

وهـذا الـحـديـث كذب موضوع وقد ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وإن كان قد رواه هـو فـي "كتـاب الـنـور فـى فـضـائل الأيام والشهور" وذكر عن ابن ناصر شيخه أنه قال: حـديـث صـحـيـح وإسـناده على شرط الصحيح فالصواب ماذكره في الموضوعات وهو آخر الأمـريـن منه، وابن ناصر راج عليه ظهور حال رجاله وإلا فالحديث مخالف للشرع والعقل لم يـروه أحـد مـن اهـل الـعـلـم الـمـعـروفين في شيء من الكتب وإنما دلس على بعض الشيوخ المتأخرين كما جرى مثل ذلک في أحاديث أخر انتهى.

قـلـت: هـكذا قال هولاء أعني ابن الجوزي وابن طاهر وابن تيمية: إن الحديث موضوع وقـال الـزركشـي: لايثبـت هذا الحديث إنما هو من كلام محمد بن المنتشر وتعقب السيوطي على الزركشي فقال في الدررالمنتثرة: كلا بل هو ثابت صحيح.

وأخـرجـه البيهـقـي فـي الشعب من حديث أبي سعيد الخدري وأبي هريرة وابن مسعود

وجابر وقال: أسانيد كلها ضعيفة ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة. وهكذا نقل المنذري في الترغيب كلام البيهقى وكذا السخاوي في المقاصد الحسنة ص۲۰۳.

وفي جواهر العقدين لنور الدين السمهودي: لايلزم من قول أحمد إنه لايصح أن يكون باطلا فقد يكون غير صحيح وهو صالح للإحتجاج به إذ الحسن رتبة بين الصحيح والضعيف انتهى.

وفي تنزيه الشريعة: قول الإمام أحمد لايصح لايلزم منه أن يكون باطلا كما فهمه ابن القيم فقد يكون الحديث غير صحيح وهو صالح للإحتجاج به بأن يكون حسنا اهـ.

ونقل الحافظ السخاوي في المقاصد الحسنة عن شيخه الحافظ ابن حجر أنه تعقب اعتماد ابن الجوزي في الموضوعات قول العقيلى في هيصم بن شداخ راوى حديث ابن مسعود إنه مجهول بقوله بل ذكره ابن حبان في الثقات والضعفاء.

وقال الحافظ زين الدين العراقي في أماليه: ورد هذا الحديث من طرق صحح بعضها الحافظ أبوالفضل بن ناصر وسليمان الذى قال فيه ابن الجوزى إنه مجهول ذكره ابن حبان في الثقات.

قال العراقي فالحديث حسن علي رأيه وقد روي من حديث أبي سعيد الخدري عند البيهقي في شعب الإيمان، وابن عمرعند الدار قطنى في الأفراد.

قلت: قال الدار قطني : منكر من حديث الزهري وإنما يروى هذا من قول إبراهيم بن محمد بن المنتشر ويعقوب بن خرة ضعيف، وقال الذهبي : باطل ولعله وهم.

وله طريق آخر أخرجه الخطيب في الرواة عن مالک، ذكره السيوطي في اللآلي ص: ۳۷۰ وذكره الذهبي فى ترجمة هلال بن خالد الراوي عن مالک، وقال: هذا باطل، وقال الخطيب: لايثبت، في رواته غير واحد من المجهولين.

وعن جابر رواه البيهقي من رواية ابن المنكدر عنه وقال: إسناده ضعيف. ورواه ابن عبد البر من رواية أبي الزبير عنه وهي على شرط مسلم.

قلت: ورواه أبو نعيم في تاريخ اصبهان ص: ۱۹۸ من حديث أبي هريرة.

قال البيهقي: هذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة فهي إذا ضم بعضها إلى بعض أحدثت قوة. هذا مع كونه لم يقع له رواية أبي الزبير عن جابر التي هي أصح طرق الحديث.

وقد ورد موقوفاً على عمر أخرجه ابن عبدالبر بسند رجاله ثقات لكنه من رواية ابن المسيب عنه وقد اختلف في سماعه منه ورواه في الشعب من قول إبراهيم بن محمد بن منتشر.

قال العراقي: وأما قول الشيخ تقي الدين ابن تيمية :

إن حديث التوسعة ما رواه أحد من الأئمة وإن أعلى ما بلغه من قول ابن المنتشر فهو عجيب منه كما ترى وقد جمعت طرقه في جزء انتهى.

قلت: طريق أبي زبير عن جابر الذي قال العراقي: إنه على شرط مسلم ذكره الحافظ في اللسان وقال : إنه منكر.

وقال: على القاري في جمع الوسائل : للحديث طرق، قال البيهقي: أسانيدها كلها ضعيفة لكن إذا انضم بعضها إلى بعض أفاد قوة وصحح الحافظ ابن ناصر بعضها وأقره الزين العراقي وقال: هو حسن عند ابن حبان، وله طريق أخرى على شرط مسلم وهي أصح طرقه فقول ابن الجوزي إنه موضوع ليس في محله على أن العمل بالضعيف في الفضائل جائز إجماعاً انتهى.

وقد تعقب الحافظ السيوطي في كتبه كالتعليقات واللآلي المصنوعة والنكت البديعات على ابن الجوزي وصرح أن الحديث صحيح، وتناقض كلام الشوكاني في الفوائد المجموعة فقال أولاً: ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وابن تيمية في فتوى له فحكما بوضع الحديث من تلك الطرق والحق ما قالا. ثم قال في آخر كلامه: وقد أطال الكلام عليه في اللآلي بما يفيد أن طرقه يقوى بعضها بعضاً وقد رد العلامة عبد الحي اللكنوي في الآثار المرفوعة على الشوكاني وغيره.

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث مختلف فیہ ہے، ابن الجوزی، ابن تیمیۃ، ابن طاہر اس کو موضوع کہتے ہیں، زرکشی نے بے اصل کہا ہے اور حافظ ابن ناصر نے بعض طرق کو صحیح کہا ہے، عراقی بعض کو صحیح علی شرط مسلم کہتے ہیں اور بعض کو ابن حبان کی رائے پر حسن قرار دیتے ہیں۔ عقیلی غیر محفوظ کہتے ہیں جو حدیث ضعیف کی قسم ہے اور کلام امام بیہقی مفید ثبوت ہے۔ حافظ منذری، سخاوی وسیوطی اور قسطلانی وغیرہم نے بیہقی کا کلام نقل فرما کر سکوت فرمایا ہے اور حافظ سیوطی نے لالی مصنوعۃ میں نقل کیا کہ :

وعرفت جلالة البيهقي في كونه لايخرج في كتبه شيئاً من الموضوع كما التزمه.

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث بیہقی کے نزدیک موضوع نہیں اور علامہ سیوطی کی رائے ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لہٰذا جب یہ اساطین امت اس کو موضوع نہیں قرار دیتے ہیں تو پھر وضع کا حکم مشکل ہے اس لئے کہ ابن الجوزی وابن تیمیۃ وغیرہما متشددین میں ہیں اور ابن طاہر نے تذکرۃ الموضوعات میں موضوعات کے ساتھ ہی ضعاف کو بھی داخل کر دیا ہے۔

رہ گیا حضرت ابن مسعود کے بارے میں سیئ الحفظ ہونے کا دعوی کرنا بڑی جسارت ہے بلکہ وہ حفاظ حدیث میں ہے **کما لایخفی علی من طالع ترجمته من کتب الرجال** اور اگر محض دعوی نسیان سے ان کی اس حدیث کو رد کیا جا سکتا ہے تو پھر ان کی ساری حدیثوں میں یہی احتمال قائم ہو جاتا ہے پھر حدیث تشہد بھی نا قابل اعتماد ہو جائے گی حالانکہ وہ بالاتفاق صحیح ہے لیکن احتمال سابق قائم ہے۔ الا یہ کہ کوئی یہ ثابت کر دے کہ سیئ الحفظ ہونے سے پہلے کی روایت ہے، ''**ودونه خرط القتاد**'' محض دعوی کافی نہ ہوگا۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود اس روایت کے نقل کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ ایک جماعت ان کے ساتھ ہے کما سبق اور ابن تیمیہ کا یہ دعوی کہ متعصبین حسین کی من گھڑت ہے بے بنیاد ہے بلا دلیل معتبر نہیں ہے جب کہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے پھر ان کا دعوی کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اور رہ گیا یہ دعوی کہ حنفیہ حدیث کو توسیع طعام پر حمل کرتے ہیں حالانکہ اس سے مراد تو توسیع نفقہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ توسیع نفقہ کے عموم میں توسیع طعام بھی داخل ہے ہم نے کب طعام کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور حنفیہ ہی اس پر عمل کی دعوت نہیں دیتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ صاحب الروض المربع حنبلی اور علامہ دردیر مالکی بھی ہیں۔ اور علامہ عبدالملک بن حبیب مالکی کا اس کے بارے میں ایک قصیدہ بھی ہے جس کے نقل کے بعد سیوطی فرماتے ہیں:

وهذا من الإمام الجليل دليل على صحة الحديث والله أعلم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۴؍ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

صوم یوم عاشوراء فرضیت رمضان سے قبل واجب تھا

بجواب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

مخدومنا محترم ذوالمجد والکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وحبِّب فإنّ الحب داعية الحبّ ☆ وكم من بعيد الدار مستوجب القرب

صوم یوم عاشوراء اول امر میں فرضیت رمضان کے قبل واجب تھا جیسا کہ امام صاحب کی رائے ہے اور

یہی حضرت امام احمد اور حنابلہ کی ایک جماعت کی رائے ہے، قاضی ابوالولید الباجی المالکی کی بھی یہی رائے ہے، اور شافعیہ کی ایک جماعت کا یہی رجحان ہے، لیکن امام شافعی اور ایک جماعت حنابلہ کی اول امر ہی سے وجوب کے قائل نہیں ہے۔

فرضیت رمضان کے بعد صوم عاشوراء کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ یہ سب ہی ائمہ کے یہاں متفق علیہ ہے۔ ہاں بعض علمائے سے قاضی عیاض نے وجوب نقل کیا ہے لیکن فرماتے ہیں:

وانقرض القائلون بهذا وحصل الاجماع على انه ليس بفرض انتهى ابن عمر وغیرہ سے **يكره قصده بالصوم** منقول ہے **ثم انقرض القول بذلك وحصل الاجماع على انه سنة، حكى الإجماع عليه ابن عبدالبر والنووى والعينى وغيرهم** كمابسط فی الاوجز ۳/۴۹۔

اور توسیع علی العیال کا استحباب حنابلہ، حنفیہ، مالکیہ کی کتب سے اوجز ص: ۴۸ میں منقول ہے۔ واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ

صرف عاشوراء کا ایک روزہ رکھنا مکروہ ہے یا نہیں

كراهت إفراد صوم عاشوراء کی دلیل ہمارے فقہاء نے تشبہ بالیہود قرار دیا ہے اور جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے **صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود** اور اس میں تو ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ نویں دسویں کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور ابن عباس کی روایۃ مفید مدعا ہے واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۴/ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

عاشوراء کے دن توسعہ علی العیال میں علماء کا اختلاف

عاشوراء کے دن توسیع علی العیال اچھے کھانے پکانا بعض روایات میں ہے لیکن اکابر محدثین امام احمد، ابو جعفر عقیلی، ابن طاہر، ابن الجوزی، ابن تیمیہ، ابن القیم، ابن المعز الحنفی، مجد الدین فیروز آبادی وغیرہ اس کے ثبوت کے قائل نہیں، اس کے برعکس بیہقی، ابن ناصر، عراقی، سخاوی، سیوطی، مناوی، ابن عرّاق، علی قاری، شوکانی، زرقانی، ثبوت کے قائل ہیں۔

محمد یونس عفی عنہ

توسعہ علی العیال اور استحباب صوم عاشوراء میں تعارض کا شبہ اور اس کا جواب

دسویں محرم کو جب روزہ ہوگا تو کھانے میں وسعت کیسے ہوگی

سوال: میرا مقصد تو یہ ہے کہ حدیث التوسعۃ علی العیال اور استحباب صوم عاشوراء میں بظاہر تعارض ہے؟ (حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ)

جواب: بندہ کے خیال میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ توسعة في الرزق على العيال کا تو یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اس کے اسباب دن میں کر لئے اور اکل وشرب غروب کے بعد ہو، اور مسببات کی جگہ اسباب کا اطلاق ہوتا ہی رہتا ہے، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد غیر مکلّف نابالغ بچے وغیرہ ہوں جیسا کہ لفظ العیال سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

اس کے بعد بعض علماء کے کلام سے یہ معلوم ہوا کہ توسیع علی العیال فی یوم عاشوراء کا مطلب شب عاشوراء میں توسیع ہے عبدالملک بن حبیب المالکی فرماتے ہیں۔

لاتنس لاينسک الرحمان عاشورا — واذکره لا زِلْتَ في الأخيار مذکورا
قال الرسول صلوة الله تشمله — قولا عليه وجدنا الحق والنورا
من بات في ليل عاشوراء ذا سعة — يکن بعيشه في الحول محبورا
فارغب فديتک فيمافيه رغبنا — خيرالوری کلهم حياومقبورا

ذکرہ السیوطی فی اللآلی (۲/۱۱۴) وابن عراق فی تنزیہ الشریعۃ (۲/۱۵۸)

اگرچہ اس کے تمام طرق میں یوم عاشوراء ہی کا لفظ وارد ہے چنانچہ یہ حدیث طبرانی اور شعب بیہقی میں حضرت ابن مسعود سے اور کامل ابن عدی میں ابوہریرہ سے، اور شعب البیہقی، مسند اسحاق بن راہویہ اور معجم اوسط للطبرانی میں ابوسعید خدری سے اور دارقطنی کی کتاب الافراد اور خطیب بغدادی کی کتاب الرواۃ عن مالک میں ابن عمر سے، اور شعب الایمان للبیہقی اور کتاب الاستذکار لابن عبدالبر میں حضرت جابر سے مروی ہے اور سب میں یوم عاشوراء ہی کا لفظ وارد ہے۔

اس حدیث کی ایک چوتھی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ توسعہ علی العیال سے مراد توسعة في النفقة ہو تو اس صورت میں استحباب صوم عاشوراء سے کوئی تعارض ہی نہیں رہتا ہے اس لئے کہ نفقہ کا تعلق سارے سال سے ہوگا اور مطلب یہ ہے کہ اس دن میں جس کا نفقہ اپنے ذمہ ہے ذرا وسعت کے ساتھ ان کو یا اس کو جس کی کفالت میں

وہ ہوں دیدیا جائے واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

فائدہ: ۔ بندہ اس حدیث کے طرق پر تفصیلا اسنادی حیثیت سے جرحا وتعدیلا ایک دوسرے مکتوب میں کلام کر چکا ہے لہٰذا اس کی مراجعت کر لی جائے۔(وہو ہذا)۔

۲۴۴

حدیث ''التوسعة علی العیال'' کی تحقیق

یہ حدیث پانچ صحابہ سے نقل کی جاتی ہے، ابن مسعودؓ، ابو ہریرۃؓ، ابوسعیدؓ، جابرؓ، ابن عمرؓ۔ روایات ذیل میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں:

حدیث ابن مسعود کی تحقیق

(۱) حديث ابن مسعود رواه الطبراني في الكبير و ابن حبان في الضعفاء ٥٤/٣ والعقيلي ٢٥٢/٣ و ابن عدي ١٨٥٤/٥ والبيهقي في الشعب وفضائل الأوقات ص ٤٥٢ وأبو الشيخ من طريق الهيصم بن شداخ عن الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته".

قال البيهقي: تفرد به الهيصم عن الأعمش. وقال العقيلي مجهول والحديث غير محفوظ، وقال ابن حبان: يروي الطامات عن الثقات لايجوز الإحتجاج به ثم ذكر هذا الحديث. وقال الهيثمي ١٨٩/٣: وهو ضعيف جداً.

وقال الحافظ ابن حجر في أماليه: اتفقوا على ضعف الهيصم وعلى تفرده به. وأورده ابن الجوزي في الموضوعات وأعله بقول العقيلي وذكره الفضل بن طاهر في تذكرة الموضوعات ص٩٧. وقال: الهيصم بن شداخ يروي الطامات لايحتج به. وقال الذهبي فى الميزان وابن حجر في اللسان الخبر موضوع.

حدیث ابی ہریرہ کی تحقیق

(۲) حديث ابى هريرة رواه ابن عدي من طريق معمر بن سهل عن حجاج بن نصير عن محمد بن ذكوان عن يعلى بن حكيم عن سليمان بن أبي عبدالله عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من وسع على عياله وأهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته". وأورده ابن الجوزي في الموضوعات وقال العقيلي: سليمان مجهول والحديث غير محفوظ.

قلت: سليمان هذا روي له أبوداؤد حديثاً واحداً في حرم المدينة، قال ابوحاتم: ليس بالمشهور فيعتبر بحديثه. وذكره ابن حبان في الثقات لكن معمر بن سهل لم أعرفه ولكنه لم ينفرد به فقد تابعه إبراهيم بن عون عند أبي نعيم في أخبار أصبهان ۱/۱۹۸.

وحجاج بن نصير ومحمد بن ذكوان ضعيفان. أما الحجاج بن نصير فضعفه ابن سعد والنسائي والدار قطني والأزدى، وقال النسائي مرة: ليس بثقة ولا يكتب حديثه، وقال أبوداؤد: تركوا حديثه وذكره ابن حبان في الثقات وقال: يخطيء ويهم. وقال يعقوب بن شيبة: سألت يحيىٰ بن معين عنه فقال كان شيخا صدوقاً ولكنهم أخذوا عليه أشياء في حديث شعبة. قال يعقوب يعني أنه أخطأ في أحاديث من أحاديث شعبة وقال معاوية بن صالح عن ابن معين: ضعيف. وقال على ابن المديني: ذهب حديثه. كان الناس لايحدثون عنه.

وذكر له ابن عدي أحاديث منكرة ليس هذا الحديث فيها وقال: وهو في غير ما ذكر صالح، وقال العجلي: كان معروفاً بالحديث ولكنه أفسده أهل الحديث بالتلقين كان يلقن وأدخل في حديثه ماليس منه فترك.

قال العبد الضعيف: فالرجل صدوق ولكنه يهم ويخطيء وأدخل في حديثه ماليس منه.

وأما محمد بن ذكوان فقال ابن معين: ثقة وقال البخاري: منكر الحديث ونقل ابن القطان عن البخاري أنه قال: كل من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه. وقال أبوحاتم: منكر الحديث ضعيف الحديث كثير الخطاء. وقال النسائي: منكر الحديث، وقال مرة: ليس بثقة ولا يكتب حديثه وذكره ابن حبان في الثقات والضعفاء وقال سقط الإحتجاج به، وقال الساجي : عنده مناكير. وذكر الذهبي هذا الحديث في ترجمته فأشار إلى نكارته.

وقال السيوطي ۲/۱۱۱ والسخاوي ص ۴۳۱ : قال الحافظ أبوالفضل العراقي في أماليه:

قد ورد من حديث أبي هريرة من طرق صحح بعضها الحافظ أبو الفضل ابن ناصر. وسليمان ذكره ابن حبان في الثقات فالحديث حسن على رأيه وسيأتي تمام كلامه.

وفيما قاله نظر فإنه لوسلم أن سليمان ممن يحتج به على رأى ابن حبان فالحجاج بن نصير قال فيه ابن حبان يهم ويخطيء ومحمد ابن ذكوان ذكره في الثقات والضعفاء.

فالحق أن الحديث ليس بحسن على رأى ابن حبان.

حدیث ابی سعید الخدری کی تحقیق

(٣) حديث ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه أخرجه الطبراني في الأوسط (٦/٤٣٢ رقم ٩٣٢) قال : حدثنا هاشم ابن مرثد حدثنا محمد ابن إسمعيل الجعفري حدثنا عبدالله بن سلمة الربعي عن محمد بن عبدالله بن عبدالرحمن بن أبي صعصعة عن أبيه عن أبي سعيد الخدريؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من وسع على أهله يوم عاشوراء أوسع الله عليه سنته كلها".

قال الهيثمي ٣/١٨٩ : محمد بن إسمعيل الجعفرى قال أبوحاتم: منكر الحديث قلت: وقال أبونعيم الأصبهانى : متروك وذكره ابن حبان في الثقات وعبد الله بن سلمة الربعي قال أبو زرعة الرازي والعقيلي: منكرالحديث وباقي الإسناد ثقات.

وله طريق آخر أخرجه البيهقى في الشعب من حديث إسحٰق بن راهويه وفي فضائل الأوقات ص٤٥٣ من طريق خالد ابن خداش أنبانا عبد الله بن رافع حدثنى أيوب بن سليمان بن ميناء عن رجل عن أبي سعيد به مرفوعاً، قال الحافظ ابن حجر في أماليه: لولا الرجل المبهم لكان إسناداً جيداً لكنه يتقوي بما أخرجه الطبراني في الأوسط فذكر الطريق المتقدم.

حدیث جابر کی تحقیق

(٤) حديث جابر رضي الله عنه أخرجه البيهقي في شعب الإيمان أنبانا على بن أحمد بن عبدان أنبانا أحمد بن عبيد حدثنا محمد بن يونس حدثنا عبدالله بن إبراهيم الغفاري حدثنا عبدالله بن أبي بكر بن أخي محمد بن المنكدر عن محمد بن المنكدر عن جابرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله

على أهله طول سنته".

قال البيهقي: هذا الإسناد ضعيف.

قلت: بل ساقط فعبد الله بن إبراهيم الغفاري نسبه ابن حبان إلى أنه يضع الأحاديث، وقال ابن عدي: عامة مايرويه لايتابع عليه. وقال الحاكم يروي عن جماعة من الضعفاء أحاديث موضوعة لايرويها غيره. وقال أبوداؤد والساجي منكر الحديث.

وشيخه عبدالله بن أبي بكر ابن أخي محمد بن المنكدر لم أعرفه ولا ذكره ابن أبي حاتم والذهبي في الميزان ولا الحافظ في اللسان ولا فى تهذيب التهذيب.

ومحمد بن يونس هو الكُديمى، قال الاجرى: سمعت أباداؤد يتكلم في محمد بن سنان وفي محمد بن يونس يطلق عليهما الكذب قال أبوبكر بن وهب التمار: ما أظهر أبوداؤد بكذب أحد إلا الكديمي وغلام خليل.

قال البيهقي بعد إيراد الأحاديث الأربعة: فهذه الإسانيد وإن كانت ضعيفة فهي إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة انتهى. (بيهقي ٥/٣٣٣)

ولحديث جابر طريق أخرى، قال ابن عبدالبر في الإستذكار: أنبانا أحمد بن قاسم و محمد بن إبراهيم و محمد بن حكم قالوا: حدثنا محمد بن معاوية حدثنا فضل بن الحباب حدثنا هشام بن عبدالملک الطيالسي حدثني شعبة عن أبي الزبير عن جابر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء وسع الله عليه في سائر سنته"؟ قال جابر : جربناه فوجدنا كذلک، وقال أبوالزبير مثله، وقال شعبة مثله.

وقال العراقي في أماليه: هذا الطريق على شرط مسلم وقال الحافظ ابن حجر في لسان الميزان ٤/٤٣٩: حديث منكر جداً ما أدري من الآفة فيه وشيوخ ابن عبد البر الثلاثة موثقون وشيخهم محمد بن معاوية هو ابن الأحمر راوي السنن عن النسائي وثقه ابن حزم وغيره فالظاهر أن الغلط من أبي خليفة والفضل بن الحباب فلعل ابن الأحمر سمعه منه بعد احتراق كتبه. والله اعلم.

حدیث ابن عمر کی تحقیق

(٥) حديث ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه رواه الخطيب في الرواة عن مالک أنبانا

أبـوالـولـيـد الحسن بن محمد بن على الدربندي أنبانا أبـوعبـدالله محمد بن أحمد بن سلمان الـحـافـظ أنبـانـا أبونصر أحمد بن أبي حامد الباهلي حدثنا محمد بن حنيف بن جعفر بن رزين حـدثنا أسباط بن اليسع أنبانا سهل بن أبي عيسى أبوصالح الفراهاني المروزي أنبانا خطاب بن أسـلم من أهل أبي ورد حدثنا هلال بن خالد عن مالک بن أنس عن نافع عن ابن عمر قال: قال رسـول الله صـلـى الله عـليـه وسـلـم: "مـن كـان ذا جـدة وميسرة فوسع على نفسه وعياله يوم عاشوراء وسع الله عليه إلى رأس السنة المقبلة".

قـال الـخـطـيـب في إسناده غير واحد من المجهولين ولا يثبت عن مالک كذا في اللآلي ۱۱۳/۲ وقال الذهبي في الميزان ۲٦۰/۳ وتبـعه الحافظ ابن حجر في اللسان ۲۰۱/٦: هذا باطل. قال الخطيب : لا يثبت عن مالک و في رواته غير واحد من المجهولين انتهى.

ولـه إسـنـاد آخر قال الدار قطني في الأفراد: حدثنا محمد بن موسى ثنا يعقوب بن خرة الدباغ ثنا سفين بن عيينه عن الزهري عن سالم عن أبيه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنة".

قال الدار قطني: منكر من حديث الزهري وإنما يروى هذا من قول إبراهيم بن محمد و يـعـقـوب بـن خـرة ضعيف، وقال في المؤتلف والمختلف: ابن خرة بالخاء المعجمة شيخ من أهـل فـارس لم يكن بالقوى في الحديث، وقال الذهبي في الميزان: هذا خبر باطل و لعله وهم ولم يتعقبه ابن حجر في اللسان.

قال السخاوى ص ٤۳۱ و أخـرجه الدار القطني في الأفراد وابن عبد البر في الإستذكار بسـنـد جيد عن عمر موقوفاً عليه. قال العراقي : رجاله ثقات ولكنه من رواية ابن المسيب عنه و قد اختلف فـي سـماعه منه. و رواه البيهقي في الشعب عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر قال: كان يقال: من وسع على عياله يوم عاشوراء لم يزالوا في سعة من رزقهم سائر سنتهم.

قـال الـعقيلي : لا يثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الباب حديث مسند و إنما هو في حديث مرسل من رواية إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن النبي صلى الله عليه وسلم.

وقـال شيخ الاسلام ابن تيمية في المنهاج ۱۸۱/٤ : وانـقسم الناس في يوم عاشوراء إلى قسـمين فالشيعة اتخذته يوم ماتم وحزن يفعل فيه المنكرات ما لا يفعله إلا من هو أجهل الناس

وأضلهم. وقوم اتخذته بمنزلة العيد فصاروا يوسعون النفقات والأطعمة واللباس، ورووا فيه أحاديث موضوعة كقوله: من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته.

و هذا الحديث كذب على النبي صلى الله عليه وسلم قال حرب الكرمانيّ: سئل أحمد بن حنبل عن هذا الحديث فقال : لا أصل له والمعروف عند أهل الحديث أنه يرويه سفيان بن عيينة عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن أبيه أنه قال : بلغنا أنه من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته قال ابن عيينة : جربناه من ستين سنة فوجدناه صحيحاً.

قال ابن تيمية: ومحمد بن المنتشر هذا من فضلاء الكوفيين لكن لم يكن يذكر ممن سمعه و لا عمن بلغه ولاريب أن هذا أظهره بعض المتعصبين على الحسين ليتخذ يوم قتله عيداً فشاع هذا عند الجهال المنتسبين إلى السنة. والذي صح في فضل عاشوراء هوصومه وأنه يكفرسنة، وأن الله نجي فيه موسى من الغرق. وقد بسطنا الكلام عليه في موضع اٰخر وبينا أن كل ما يفعل فيه سوى الصوم بدعة مكروهة لم يستحبها أحد من الأئمة مثل الإكتحال والخضاب، وطبخ الحبوب، وأكل لحم الأضحية، والتوسيع في النفقة وغير ذلک، وأصل هذا من ابتداع قتلة الحسين ونحوهم انتهى.

وقال في فتاويه ۳۱۲/۲۵: قال حرب الكرماني في مسائله : سئل أحمد ابن حنبل عن هذا الحديث فلم يره شيئاً وأعلى ما عندهم أثر يروى عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن أبيه أنه قال : بلغنا من وسع الخ.

قال: وأما قول ابن عيينة فلا حجة فيه فإن الله سبحانه أنعم برزقه و ليس في إنعام الله بذلک مايدل على أن سبب ذلک كان التوسيع يوم عاشوراء، و قد وسع الله على من هم أفضل الخلق من المهاجرين والأنصار و لم يكونوا يقصدون أن يوسعوا على أهلهم يوم عاشوراء بخصوصه اهـ.

وقال ابن القيم في المنار المنيف ص ۱۱۱ : و منها أحاديث الإكتحال يوم عاشوراء والتزين والتوسعة والصلوة فيها وغير ذلک من فضائل لايصح فيها شئ ولا حديث واحد ولا يثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم فيه شئ غير أحاديث صيامه، وما عداها فباطل وأمثل ما فيها: من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته قال الإمام أحمد:

لا يصح هذا الحديث.

وقال العلامة ابن العزّ الحنفى لم يصح عن النبى صلى الله عليه وسلم في عاشوراء غير صومه وإنما الروافض لما ابتدعوا إقامة الماتم وإظهار الحزن يوم عاشوراء لكون الحسين رضى الله عنه قتل فيه إبتدع جهلة أهل السنة إظهار السرور واتخاذ الحبوب والأطعمة والإكتحال و نحو ذلک ورو أحاديث موضوعة في الإكتحال والتوسعة على العيال فيه الخ.

و قال الإمام مجد الدين محمد بن يعقوب الفيروزآبادي في سفر السعادة ۲/ ۲۰۷ باب فضائل عاشوراء: ورد استحباب صيامه و سائر الأحاديث في فضله و فضل الصلوة فيه، والإنفاق والخضاب والإدهان والإكتحال وطبخ الحبوب وغير ذلک مجموعه موضوع و مفتري. قال أئمة الحديث الإكتحال فيه بدعة إبتدعها قتلة الحسين انتهى.

قلت فهؤلاء الأئمة أحمد بن حنبل والعقيلي وابن طاهر وابن الجوزى و ابن تيميه و ابن القيم و ابن العز والمجد الفيروز آبادي ينكرون الحديث.

وخالفهم جماعة وقدوتهم الإمام البيهقي فمالوا إلى ثبوته قال المنذري في الترغيب ۱/۱۸۸: رواه البيهقى وغيره من طرق وعن جماعة من الصحابة.

وقال البيهقى: هذه الأسانيد إن كانت ضعيفة فهى إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة والله أعلم.

وقال الحافظ السيوطي في اللآلي ۲/۱۱۱: قال الحافظ أبو الفضل العراقي في أماليه: قد ورد من حديث أبي هريرة من طرق صحح بعضها الحافظ ابو الفضل ابن ناصر، وأورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق سليمان بن أبي عبد الله عنه وقال : سليمان مجهول وسليمان ذكره ابن حبان في الثقات فالحديث حسن على رأيه. وروى من حديث أبي سعيد الخدري عند البيهقي في شعب الإيمان؛ وابن عمر عند الدار قطني في الأفراد، وجابر رواه البيهقى من رواية ابن المنكدر عنه، وقال: إسناده ضعيف ورواه ابن عبد البر في الإستذكار من رواية أبي الزبير عنه و هي على شرط مسلم.

قال البيهقي : هذه الأسانيد و إن كانت ضعيفة فهي إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قو ة هذا مع كونه لم يقع له رواية أبي الزبير عن جابر التي هي أصح طرق الحديث.

وقد ورد موقوفاً على عمر أخرجه ابن عبد البر بسند رجاله ثقات لكنه من رواية

ابـن الـمسيـب عـنـه وقـد اختـلف في سماعه منه ورواه في الشعب من قول إبراهيم بن محمد بن المنتشر.

وأمـا قـول الشيـخ تـقـي الدين ابن تيمية: إن حديث التوسعة مارواه أحد من الأئمة وإن أعلى مابلغه من قول ابن المنتشر فهو عجيب عنه كما ترى وقد جمعت طرقه فى جزء انتهى.

وقال السيوطي في الدرر المنتثرة ۲۰۸: وقال الزركشي لايثبت إنما هومن كلام محمد بـن الـمـنتشر قال السيوطي: كلا بل هو ثابت صحيح، أخرجه البيهقي في الشعب من حديث أبـي سعيد الخدري و أبي هريرةؓ وابن مسعودؓ وجابرؓ وقال: أسانيد كلها ضعيفة ولكن إذا ضم بـعـضهـا إلى بعض أخذت قوة ثـم ذكـر كـلام الـعـراقـي، وكذا قال في النكت البديعات على الموضوعات: كلا بل هو ثابت صحيح.

وذكره السخاوي في المقاصد الحسنة ص: ٤٢١ وذكر كلام العراقي مختصراً. وقال: واستـدرک عـليـه شيـخنا كثيراً لم يذكره و تعقب إعتماد ابن الجوزي في الموضوعات قول الـعـقيـلي في هيصم بن شداخ راوي حديث ابن مسعود إنه مجهول بقوله: بل ذكره ابن حبان في الثقات والضعفاء.

وقال ابن عراق ۱۵۸/۲: وقـول الإمـام أحـمد لا يصح، لايلزم منه أن يكون باطلاً كما فهمه ابـن الـقيـم فقد يكون الحديث غير صحيح وهوصالح للإحتجاج به بأن يكون حسناً. وقال الشيخ ابن هـمـات الـدمشـقـي: وقـول أحمد لا يصح أى لذاته فلا ينا في كونه حسناً لغيره والحسن لغيره يحتج به.

وقـد صـنف الـعـراقـي جزء ا حافلا فى الرد على التقى ابن تيمية في إنكار ورود حديث التـوسـعة مـطـلـقـاً ونـقل الشيخ ابن حجر المكي في الصواعق المحرقة ۱۱۳ عـن بعضهم أن لـلتـوسـعة فـي عـاشـوراء أصلاً، قال ابن حجر: وهو كذلک فقد أخرج حافظ الإسلام الزين الـعـراقـي فـي أماليه من طريق البيهقي أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من وسع الحديث ثم قال: هذا حديث في إسناده لين لكنه حسن على رأى ابن حبان وله طريق آخر صححه الحافظ أبوالفضل محمد ابن ناصر وفيه زيادات منكرة.

وظـاهـر كـلام البيهـقـي أنـه حسـن عـلى رأى غير ابن حبان أيضاً فإنه رواه من طرق عن جـماعة من الصحابة مرفوعاً ثم قال: هذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة لكنها إذا ضم بعضها إلى

بعض أحدثت قوة. وإنكار ابن تيمية أن التوسعة لم يرد فيها شيء عنه صلى الله عليه وسلم وهم لما علمت وقول أحمد : إنه حديث لا يصح أى لذاته فلا ينفى كونه حسنا لغيره والحسن لغيره يحتج به كما بين في علم الحديث انتهى.

واتبعه الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي في شرح سفر السعادة ص ٥٤٣ ولم يذكر قول أحمد.

ورد العلامة عبدالفتاح في حاشية المنار المنيف ص ١١٣، على ابن عراق وابن همات بأن هذا الحمل لكلام أحمد إنما يتأتي إذا كان مراده بقوله: لا يصح نفي الصحة الإصطلاحية وأما إذا كان مرادهٗ بقوله لا يصح نفى ثبوته بالمرة فيكون بمثابة قوله فيه باطل أو موضوع فلا وجه لهذا الحمل. ومن المقرر أنهم إذا قالوا في الحديث في باب أحاديث الأحكام لا يصح أولايثبت ونحوهما فالمراد به نفي الصحة الإصطلاحية وحينئذ لا يلزم من نفي الصحة نفي الحسن أوالضعف عن الحديث، وإذا قالوا في باب الأحاديث الموضوعات لا يصح فهو بمعنى قولهم فيه باطل أو موضوع على السواء.

قلت: وقد نقل ابن تيمية عن أحمد أنه لا أصل له فلا وجه لحمل قوله لا يصح على نفي الصحة الإصطلاحية.

قلت: ومن أتى بعد العراقي فتابعه في تقوية الحديث كالسيوطي في اللآلي والتعقبات ص:٤٩، والنكت البديعات على الموضوعات والدرر المنتشرة والمناوي في فيض القدير وابن عراق في تنزيه الشريعة والشوكاني في الفوائد المجموعة ص: ٣٤ وكذا تابعه على القاري في المرقاة ٤٨٣/٢ وجمع الوسائل ص: ١٣١، والموضوعات الكبير ص: ٧٤، والمناوي في شرح الشمائل ص: ١٣١، والسخاوي في المقاصد و تلميذهٗ القسطلاني في المواهب والزرقاني في شرح المواهب ١٢٣/٨ والشيخ عبد الحميد الشرواني في حاشية تحفة المحتاج ٤٥٥/٣ و محمد بن طاهر الفتني في التذكرة ص: ١١٨، وابن حجر المكي في الصواعق والعلامة سعد الدين عيسىٰ المفتي في الحواشي السعدية على العناية ٧٥/٢، والعلامة عمر بن نجيم المصري في النهر الفائق والحصكفى في الدرالمختار و ابن عابدين الشامي فى رد المحتار ١١٤/٢.

وأعظم المنكرين لهذا الحديث أحمد بن حنبل والعقيلي وابن طاهر، وأعظم المثبتين البيهقي والمنذري والعراقي و ابن حجر و تبعهم من جاء بعدهم.

www.alislahonline.com

والحق عندي أن الحديث معلول بجميع طرقه والسند الذي زعمه العراقي أنه على شرط مسلم وتبعه السخاوي والسيوطي والقاري معلول قد نص ابن حجر في اللسان على نكارته وأجود طرقه عندي ما رواه البيهقي من طريق إسحاق بن راهويه بسنده عن أبي سعيد الخدري و هو أيضاً معلول للرجل المبهم فأعلى أحوال هذا الحديث أنه ضعيف والله اعلم.

وأيد السيوطي ثبوته وتبعه من جاء بعده بما قال عبد الملک ابن حبيب في الواضحة.

لا تنس لا ينسک الرحمن عاشورا ☆ واذكره لازِلْتَ فی الاخيار مذكوراً
قال الرسول صلو ة الله تشمله ☆ قولاً وجدنا عليه الحق والنورا
من بات فی ليل عاشوراء ذاسعة ☆ يكن بعيشه فی الحول محبورا
فارغب فديتک فيما فيه رغبنا ☆ خير الوریٰ كلهم حيا ومقبورا

قال السيوطي في اللآلي ص: ١١٤ هذا من هذا الإمام الجليل دليل على صحة الحديث انتهى.

قلت: ولم يرد في أی طريق و من بات في ليل عاشوراء بل في كل طرقه يوم عاشوراء.

جواشکال حضرت نے تحریر فرمایا ہے اس کے متعلق کسی نے احقر کے علم میں تعرض نہیں کیا ہے اور جو توجیہہ حضرت نے تحریر فرمائی ہے کہ روٹی پیسے اور لباس کے اعتبار سے توسیع مراد ہوسکتی ہے بظاہر وہی مراد ہے۔ اگر عبد الملک بن حبیب کی بات ثابت ہوجائے کہ عاشوراء کی رات میں توسیع مراد ہے تو پھر اشکال ہی نہیں اور حدیث میں من وسع علی عیاله یوم عاشوراء سے مراد في ليلة اليوم ہو، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مقصود عیال یعنی چھوٹے بچوں پر توسیع ہے اور چھوٹے بچے کہاں روزے رکھتے ہیں، واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٢٤٥

موتوا قبل أن تموتوا

حدیث: "موتوا قبل أن تموتوا" یہ حدیث صوفیہ کی احادیث میں سے ہے اس کا مطلب ہے خواہشات وشہوات کو مارنا اور دنیوی لذتوں سے منقطع ہونا اور اس کا کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا مجھے معلوم نہیں، البتہ سخاوی نے المقاصد میں یہ فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ یعنی حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ ثابت نہیں ہے اھ۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

www.alislahonline.com

۲٤٦

المؤمن أعظم حرمة من الكعبة

حديث: المؤمن أعظم حرمة من الكعبة: لاأعرفه بهذا اللفظ وورد معناه.

أخرجه ابن ماجه ص: ۲۹۰، قال حدثنا أبو القاسم بن أبي ضمرة نصر بن محمد بن سليمان الحمصى ثنا أبي ثنا عبدالله بن أبي قيس النصري ثنا عبدالله بن عمرو، قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة ويقول: "ما أطيبک و أطيب ريحک، ما أعظمک و أعظم حرمتک، والذي نفس محمد بيده لحرمة المؤمن أعظم عندالله حرمة منک ماله و دمه وان نظن به إلا خيراً".

قال السندي ۲/۲۳۹: وفي الزوائد: في إسناده مقال ونصر بن محمد شيخ ابن ماجة ضعفه أبو حاتم وذكره ابن حبان فى الثقات اهـ.

وله شاهد أخرجه ابن أبي شيبة من طريق مجالد عن الشعبي عن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم نظر إلى الكعبة فقال: "ما أعظمک و أعظم حرمتک والمسلم أعظم حرمة منک قد حرم الله دمه و ماله وعرضه و أن يظن به ظن السوء" ومجالد فيه مقال وذكر السخاوي في المقاصد ص٤٣٧، له شواهد. بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲٤۷

المؤمن القوي خير من المؤمن الضعيف

سوال: حدیث المؤمن القوي خير من المؤمن الضعيف کہاں ہے؟

الجواب: حديث: "المؤمن القوي خير من المؤمن الضعيف" الخ. أخرجه مسلم ۲/۳۳۸ وابن ماجة ص: ۳۱۷ والحميدي ۲/٤٧٤ عن ابى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: "المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف وفي كل خير واحرص على ما ينفعک واستعن بالله ولاتعجز فإن أصابک شيء فلاتقل لو أني فعلت لكان كذا وكذا ولكن قل قدرالله وماشاء فعل فإن لو تفتح عمل الشيطان".

﴿ن﴾

﴿۲۴۸﴾

النظافة من الإيمان

سوال: کیا ''النظافة من الإيمان'' حدیث ہے اور اگر ہے تو کس درجہ کی؟

جواب: النظافة من الإيمان یہ حدیث باین لفظ کہیں نہیں ملی: امام غزالی نے احیاء العلوم میں ایک حدیث بنی الدین علی النظافة نقل کی ہے حافظ عراقی (۱/۱۱۱) فرماتے ہیں: لم أجده اور علامہ تاج الدین سبکی نے یہ حدیث احیاء العلوم کی ان احادیث میں ذکر کی ہیں جو کتبِ حدیث میں نہیں ملتی ہیں۔

حافظ عراقی نے تخریج احیاء میں اور علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں بحوالہ طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک حدیث اس کے قریب نقل کی ہے:

والنظافة تدعوا إلى الإيمان لیکن عراقی فرماتے ہیں سنده ضعيف جداً.

ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں حضرت عائشہ سے ایک روایت نقل ہے: ''تنظفوا فإن الإسلام نظيف''.

ولفظ الطبراني في المعجم الأوسط والدارقطني في الأفراد والخطيب في تاريخه ۵/۱۴۳: "الإسلام نظيف فتنظفوا فإنه لا يدخل الجنة إلا نظيف".

وفي سنده نعيم بن مورع قال النسائي: ليس بثقة، وقال ابن عدي: يسرق الحديث، وقال نعيم بن المورع يعني النظيف في الدين من الذنوب. بندہ محمد یونس عفی عنہ

النظافة من الإيمان

حدیث ثانی بھی بلفظہ کہیں نہیں ملی البتہ ایک حدیث اس کے قریب قریب ملتی ہے جس کو دیلمی نے بحوالہ طبرانی ابن مسعود سے مرفوعاً نقل کیا ہے:

قال السخاوي كذا الديلمي إلى الطبراني عن ابن مسعود مرفوعاً ''والنظافة تدعو إلى الايمان''اھ۔ وقال العراقي في تخريج الإحياء (۱/۱۱۱): وهو للطبراني في الأوسط

بسند ضعيف جدا اهـ.

وقال الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/١٣٢): روى الطبراني في الأوسط عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: "الإسلام نظيف فتنظفوا فإنه لا يدخل الجنة إلا نظيف" وفيه نعيم بن مورع وهو ضعيف.

قلت: هذا الحديث رواه ابن حبان في الضعفاء والطبراني في الأوسط والدار قطني في الأفراد من حديث نعيم بن مورع عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة به مرفوعاً. ونعيم قال النسائي: ليس بثقة، وقال ابن عدي يسرق الأحاديث وعامة ما يرويه غير محفوظ. وقال الحاكم وأبوسعيد النقاش روي عن هشام أحاديث موضوعة. وقال أبو نعيم: روي عن هشام مناكير قال الحافظ في اللسان: وذكره ابن حبان في الثقات وكأنه جرحه فذكره في الضعفاء وقال يروي عن الثقات العجائب لايجوز الإحتجاج به بحال فقد قال البخاري: حديثه غير محفوظ إلا عن أبي معشر وذكره العقيلي في الضعفاء ونقل عن البخاري أنه قال: منكر الحديث.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

٢٤٩

النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي

سوال: النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني کہاں ہے اور اس کی سند کا کیا حال ہے؟

محمد اسمعیل ۲۴ر پرگنہ

الجواب: یہ حدیث اس لفظ سے کتب حدیث میں موجود نہیں ہے البتہ ابن ماجہ میں ص:۱۳۴ حضرت عائشہ کی حدیث میں النكاح من سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني آیا لیکن اس کی سند ضعیف ہے اس کا ایک راوی عیسی بن میمون المدنی مولی القاسم بن محمد ہے وہ ضعیف ہے۔

محمد یونس ۲۴ر ج ۱ ۹۷ھ

النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم.....سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی زبان زد خواص بلکہ عوام ہے اور بعض فقہاء جیسے ابوالقاسم الرافعی صاحب فتح العزیز نے اسی طرح نقل کی ہے، لیکن ان الفاظ سے کتب حدیث میں موجود نہیں بلکہ ابن ماجہ (۱/۵٦۷) نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نقل کیا ہے:

قال النبی ﷺ النكاح من سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني. الحديث وفي إسناده عيسى بن ميمون وهو ضعيف.

صحیحین میں حضرت انسؓ کی ایک حدیث میں:

لكني أصوم وأفطر وأصلي وأنام وأتزوج فمن رغب عن سنتي فليس مني.

وارد ہوا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ لفظ مشہور مجموعی طور پر کہیں نہیں ہے بلکہ دو حدیثوں سے مرکب ہے جزء اول ابن ماجہ کی حدیث کا ٹکڑا ہے اور جزء ثانی صحیحین کی حدیث کا، مسند احمد کی طرف لفظ مشہور کی نسبت وہم ہے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

النكاح من سنتي الخ

سوال: حدیث النکاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني یہ دونوں جملے ایک جگہ کہیں ملتے ہیں یا نہیں؟

(سوال از مولانا عبدالجبار صاحب شیخ الحدیث شاہی مرادآباد در مکتوب شیخ مدظلہ)

جواب: بندہ کو یہ حدیث بایں الفاظ یکجا کہیں نظر نہیں پڑی صرف جملہ ثانیہ تو بخاری شریف وغیرہ میں وارد ہے البتہ سنن ابن ماجہ (ص:۱۳۴) میں اس کے قریب قریب وارد ہے:

قال حدثنا أحمد بن الأزهر حدثنا آدم حدثنا عيسى بن ميمون عن القاسم عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله ﷺ: ''النكاح من سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم، ومن كان ذاطَوْلٍ فلينكح ومن لم يجد فعليه بالصيام فإن الصوم له وجاء''.

محمد یونس عفی عنہ ۳۰/ذی القعدۃ ۱۳۹۱ھ

۲۵۰

نية المؤمن خير من عمله

سوال: جوآدمی کسی خیر کی مجلس میں جانے کی تمنا کرے اور نہ جاسکے تو اس مجلس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا:

جواب: قلت: لم أقف إلى الآن على ذلك صراحة لأني كتبت ذلك عجلا نعم هو داخل في عموم حديث: "إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل إمري مانوى".

وحديث: "نية المؤمن خير من عمله" ورد عن جمع ذكرهم السخاوي، قال في آخره: وهي – يعني الطرق – وإن كانت ضعيفة فبمجموعها يتقوى الحديث.

وحديث: من طلب الشهادة أعطيها ولو لم تصبه أخرجه مسلم عن أنس.

وحديث سهل بن حنيف: "من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه". أخرجه مسلم أيضاً.

ومن أقرب مايستدل به للمطلوب ما رواه البخاري عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: رجعنا من غزوة تبوك مع النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إن أقواماً خلفنا بالمدينة ماسلكنا شعبا ولاواديا إلا وهم معنا حبسهم العذر.

رواه أبوداؤد ولفظه: إن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لقد تركتم بالمدينة أقواماً ماسرتم مسيراً ولا أنفقتم نفقة ولاقطعتم واديا إلا وهم معكم. قالوا: يارسول الله صلى الله عليه وسلم يكونون معنا وهم بالمدينة؟ قال: حبسهم المرض.

وفي هذا الباب روايات كثيرة صحاح وحسان مبسوطة في كتاب الترغيب للمنذري وغيره. والله اعلم.

مکرمی! نہ تو اس قدر طول کرنے کا ارادہ تھا اور نہ ہی صحت اس وقت ٹھیک ہے بخار ہو رہا ہے۔ دعاء صحت کی خصوصیت سے درخواست ہے، اتفاق وقت سے طول ہو گیا باوجودیکہ بہت عجلت میں لکھا گیا ہے، اگر کہیں غلطی نظر آئے تو متنبہ فرمائیں فإن الانسان مورد الخطأ والنسيان مجھے خط وغیرہ زیادہ لکھنا نہیں آتا ہے اس لئے اگر نامناسب الفاظ آئے ہوں تو معاف فرمائیں۔ طالب دعا

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۸/شوال ۸۷ھ یوم چہارشنبہ

﴿و﴾

﴿۲۵۱﴾

واللہ لأن أصلي في مسجد قباء ركعتين أحب الخ

سوال: روت عائشة بنت سعد بن أبي وقاص عن أبيها رضي الله عنه قال: والله لأن أصلي في مسجد قباء ركعتين أحب إلى من أن آتى بيت المقدس مرتين ولويعلمون ما فيه لضربوا إليه أكباد الإبل؟

جواب: هذا الحديث أخرجه ابن شَبَّه في أخبار المدينة بسند صحيح كما في وفاء الوفاء (۲/۱۹) في الفصل الخامس وليس فيه والله اعلم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۲۵۲﴾

واللہ لولا أتيت هذا الرجل

سوال: مسند احمد (۴/۲۵۷) میں عدی بن حاتمؓ کی روایت میں ان کی پھوپھی کا قول ہے: واللہ لولاأتيت هذا الرجل اس میں ''لا'' مسند احمد میں ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو یہ کاتب کی غلطی تو نہیں بظاہر یہاں ''لا'' غلط ہے۔

جواب: یہ تو حضرت عدی ہی کا قول ہے، ان کی پھوپھی کا قصہ دوسرا ہے جو (۴/۳۷۸) پر ہے ''لا'' صحیح ہے یہاں ''لولا'' تندیم کے لئے ہے لفظ ''لو'' تمنائیہ جب ''لا'' پر داخل ہوتا ہے تو تندیم تحضیض کے لئے مفید ہے ماضی پر داخل ہو تو تندیم یعنی عمل نہ کرنے پر کوتاہی وکمی دکھانے کیلئے ہوتا ہے جیسے ''لولا جاؤا عليه بأربعة شهداء'' اور اگر مضارع پر داخل ہو تو تحضیض وترغیب کے معنی پر دلالت کرتا ہے جیسے ''لولا تستغفرون الله''۔

محمد یونس عفی عنہ

﴿ي﴾

﴿۲۵۳﴾

یایھا الناس أصلحوا بینکم الخ

سوال: یا أیھا الناس أصلحوا بینکم وبین اللہ یصلح لکم ..... وبین الناس.

جواب: یہ روایت تو اس لفظ سے اب تک نہیں ملی ہاں اس کے قریب قریب ایک دوسری روایت منتخب کنز العمال میں نقل کی گئی ہے:

ولفظہ: "من أصلح فیما بینہ و بین اللہ أصلح اللہ فیما بینہ و بین الناس و من أصلح جوّانیہ أصلح اللہ برانیہ و من أراد وجہ اللہ أناللہ اللہ وجھہ ووجوہ الناس. ومن أراد وجوہ الخلق منعہ اللہ وجھہ ووجوہ الخلق".

الدیلمي عن قدامة بن عبد اللہ بن عمار رجل لہ صحبة. (منتخب ۱/۱۳۶) ایک روایت میں مستدرک ۴/۴۵۶ میں حضرت انس کی حدیث میں "اتقوا اللہ وأصلحوا ذات بینکم فإن اللہ یصلح بین المسلمین" وارد ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

﴿۲۵۴﴾

یاعلی لاتنم قبل ان تاتی بخمسة اشیاء الخ

باسمہ سبحانہ

السوال: مکرم محترم مولانا یونس صاحب ومولانا الحاج مفتی محمود صاحب

مدفیوضکم بعد سلام مسنون

یہاں حج کے زمانے میں جیسا کہ مفتی محمود صاحب اور مولوی عاقل وغیرہ کو خوب معلوم ہے علوم کی

اشاعت خوب ہوتی ہے اشتہارات رسائل وغیرہ خوب تقسیم ہوتے ہیں اسی وجہ سے منجملہ دوسری وجوہ کے حکومت کو تنگیاں بھی کرنی پڑتی ہیں آج کل ایک اشتہار کی بہت زیادہ تشہیر ہو رہی ہے جو اس خط کی پشت پر ہے نہ تو یہ معلوم کہ کس نے چھاپا مگر ہر دوکان ہر دفتر میں مختلف لوگ تقسیم کرتے رہتے ہیں اور مقامی لوگ چونکہ اردو سے واقف نہیں اس لئے وہ یا تو پھاڑ دیتے ہیں یا کسی کے پاس تحقیق کے لئے بھیجتے ہیں۔

مجھ سے پوچھا گیا تھا میں نے کہہ دیا کہ حدیث مجھے معلوم نہیں البتہ میں اپنے دوستوں کو سہارنپور بھیج دوں گا وہ اس کے متعلق تحقیق کر کے لکھیں گے اصل اشتہار تو بہت لمبا چوڑا تھا اس کے لئے تو پورا لفافہ چاہئے تھا اس لئے میں نے صرف حدیث کو نقل کرالیا۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضھم

بقلم حبیب اللہ۔ ۱۶/دسمبر ۷۴ء

حدیث: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال رسول الله ﷺ: "يا علي لاتنم قبل أن تأتي بخمسة أشياء وهي قراء ة القرآن كله، والتصدق بأربعة آلاف درهم، وزيارة الكعبة وحفظ مكانك في الجنة، وإرضاء الخصوم". فقال علي كرم الله وجهه: كيف ذلك يا رسول الله؟ فقال رسول الله ﷺ: "أما تعلم أنك إذا قرأت قل هو الله أحدٌ ثلث مرات فقد قرأت القرآن كله، وإذا قرأت الفاتحة أربع مرات فقد تصدقت بأربعة آلاف درهم، وإذا قلت: لاإله إلا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو على كل شئ قدير عشر مرات فقد حفظت مكانك في الجنة، وإذا قلت أستغفر الله العظيم الذي لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه فقد أرضيت الخصوم، وكل من يكتب هذا الحديث الشريف بخط يده ونقله من بلد إلى بلد بنى الله له قصرا في الجنة ومن كان فقيرا أغناه الله ومن كان مديونا وكتبه قضى الله دينه".

جواب: مخدومی ومکرمی سیدی وسندی ادام اللہ ظلال برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گرامی نامہ باعث راحت دل وسکون قلب ہوا حضرت والا کا ان دور افتادہ ناکارہ غلاموں کا یاد فرمانا بڑی عنایت کی بات ہے: **أبقاكم الله تعالى برغد عيش**، حدیث مذکور نہ تو پہلے دیکھنا یاد ہے اور نہ بعد میں تلاش کرنے سے ملی۔

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب سے سوال کیا تو فرمایا کہ میرے پاس بھی یہ سوال کہیں سے آیا تھا اس حدیث کے متعلق اور باوجود تتبع بالغ کے نہیں ملی، دعاؤں کی درخواست ہے اور روضہ اطهر علی ساکنها أزکی الصلوات و أعطر التسلیمات ونوامی البرکات الف الآف مرات پر صلوۃ وسلام خادمانہ پیش فرمادیں، والسلام۔

احقر محمد یونس عفی عنہ شب سہ شنبہ ۱۳۹۴ھ ۲۲/ذی الحجہ

۲۵۵

یبدأ بالملح ویختم به

سوال: یبدأ بالملح ویختم به الخ کی تحقیق اختصار کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

(حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب)

جواب: عن علي قال: قال لی رسول الله ﷺ: "إذا أکلت فابدأ بالملح واختم بالملح فإن الملح شفاء سبعین داء أولها الجنون والجذام والبرص ووجع الأضراس ووجع الحلق ووجع البطن".

رواه الحارث بن أبي أسامة في مسنده کما في المطالب العالیة (۲/۳۱۵) قال البوصیري رواه الحارث عن عبد الرحیم بن واقد عن حماد بن عمرو عن السري بن خالد وهم ضعفاء. قلت: عبد الرحیم بن واقد قال الطبري في تفسیره: مجهول غیر معروف بالنقل غیر جائز الإحتجاج بما یرویه کذا في اللسان وشیخه حماد بن عمرو هو النصیبي متهم بالکذب والوضع. قال البخاري: یکنی أبا إسماعیل منکر الحدیث. وقال النسائي : متروک الحدیث قال الجوزجاني کان یکذب وقال ابن حبان : کان یضع الحدیث وضعا وشیخه السري بن خالد قال الذهبي : السری بن خالد مدنی لایعرف قال الأزدی: لایُحتج به.

حضرت علیؓ سے اور بھی طریقوں سے بدأ ت بالملح مرفوعا وموقوفا منقول ہے لیکن سب معلول ہیں کسی کا راوی متروک ہے تو کسی کا متہم بالوضع۔

وفي الباب عن أنس رفعه إلى رسول الله قال: "ابدأوا بالملح فإن فيه بضعا وسبعين دواءً، ومن بدأ بالملح فقال بسم الله والحمد لله اللّٰهم بارک لنا فيما رزقتنا وارزقنا ما هو أفضل منه وقاه الله من عذاب القبر ثم لا تستقر اللقمة في بطنه حتى يغفر الله له".

أخرجه حمزة بن يوسف السهمي في تاريخ جرجان (٣٤١) وقال: هذا حديث منكر وعلى بن يزداد الجرجاني متّهم. محمد یونس عفی عنہ ۲۱/۴/۱۴۰۳ھ

٢٥٦

يبعث الله الأيام يوم القيمة كهيئتها الخ

ایک حدیث کی تحقیق کرنی ہے مجھے اپنی جستجو اور کتابوں کی مراجعت سے نہ مل سکی براہ کرم نشاندہی فرمائیں۔

عبیداللہ الاسعدی از کانپور۔

يبعث الله الأيام يوم القيٰمة كهيئتها ويوم الجمعة زهراء منيرة.

الجواب: یہ حدیث طبرانی ابن خزیمہ وحاکم ۱/۲۷۷ نے روایت کی ہے بطريق الهيثم بن حميد عن أبي معيد حفص بن غيلان عن طاؤس عن أبي موسى الأشعري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله يبعث الأيام يوم القيامة على هيئتها ويبعث الجمعة زهراء منيرة، أهلها يحفون بها كالعروس تهدي إلى كريمها تضئ لهم يمشون في ضوئها، ألوانهم كالثلج بياضا، وريحهم يسطع كالمسک، يخوضون في جبال الكافور، ينظر إليهم الثقلان لا يطرقون تعجباً حتى يدخلون الجنة لا يخالطهم أحد إلا المؤذنون".

قال ابن خزيمة: إن صح هذا الخبر فإن في النفس من هذا الإسناد شيئاً، وقال الحاكم: هذا حديث شاذ صحيح الإسناد فإن أبا معيد من ثقات الشاميين الذين يجُمَع حديثهم والهيثم بن حميد من أعيان أهل الشام غير أن الشيخين لم يخرجا عنهما انتهى. وأقره الذَّهبِيّ.

وقال الهيثمي ٢/١٦٥: الهيثم بن حميد وحفص بن غيلان قد وثقهما قوم وضعفهما آخرون وهما محتج بهما وقال المنذري ١/١٣٠: إسناده حسن وفي متنه غرابة.

محمد یونس عفی عنہ

۲۵۷

يقال لصاحب القرآن إقرأ وارق

سوال:- بعض واعظین نے یہ حدیث بیان کی کہ قاری قرآن سے جنت کے درجات پر چڑھنے کو کہا جائیگا اور وہ پڑھتا جائے گا اور چڑھتا جائے گا لیکن ایک روایت میں ہے کہ اس کو وہی آیات یاد رہیں گی جن پر وہ عمل کرتا تھا یہ کہاں ہے؟

جواب:- حدیث میں تو صرف اتنا ہے: يقال لصاحب القرآن إقرأ وارق، ورتل كما كنت ترتل في الدنيا فإن منزلک عند آخر آية تقرأها.

هكذا أخرجه أبو دائود والترمذي وأحمد والحاكم وغيرهم من حديث عبد الله بن عمرو بن العاصؓ.

ملا علی قاریؒ وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ ثواب اس شخص کے لئے ہے جو قرآن کی تلاوت پر مداومت کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے وہ شخص مراد نہیں جو قرآن کو پڑھتا ہے، مگر قرآن اس پر لعنت کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

حررہ وسمعہ الشیخ وقررہ العبد محمد یونس

بحکم الاستاذ العلامہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

۲۵۸

يكون في آخر أمتي رجال يركبون على سرج كأشباه الرحال الخ

عن عبد الله بن عمرؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "يكون في آخر أمتي رجال يركبون على سرج كأشباه الرحال ينزلون على أبواب المساجد ، نساءهم كاسيات عاريات على رؤسهن كأسنمة البخت العجاف، إلعنوهن فإنهن ملعونات، لو كان وراء كم أمة من الأمم خدمتهن نساء كم كما خدمكم نساء الأمم قبلكم".

رواه ابن حبان في صحيحه واللفظ له والحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم (ترغيب ۲/۵۸) (وكذا رواه أحمد والطبراني في الثلثة ورجال أحمد رجال الصحيح مجمع

الزوائد ۵/۱۳۷) .

سوال بالا میں خط کشیدہ عبارت کا ترجمہ ومطلب کیا ہے۔

۹/ جون ۶۷ء

الجواب: عبارت خط کشیدہ کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسی زینوں پر سواری کریں گے جو پالانوں جیسی ہوں گی اور مساجد کے دروازوں پر اتریں گے یعنی وہ لوگ اونچی اونچی موٹی زینوں پر جو پالانوں کی طرح موٹی ہوں گی نہایت ناز ونعمت سے سوار ہوں گے اور مساجد کے دروازوں پر بیٹھے اپنے لہو ولعب میں مشغول ہوں گے نماز وغیرہ حقوق مساجد کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔

اس صورت میں اس جملہ کی غرض ان کی نہایت بے دینی اور حطام دنیا میں مشغولیت بیان کرنا ہے اور آئندہ اجزاء حدیث بالکل مربوط ہیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان کے گھوڑوں کی زین پالانوں کی طرح سخت ہوں گی اور زیادہ لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوں گے ہر وقت مساجد میں آمد ورفت ہوگی مساجد ہی کے دروازے پر ہمہ وقت موجود ہوں گے لیکن اپنے اہل وعیال سے بے فکر ہوں گے جن کا حال وہ ہوگا جو حدیث میں آئندہ بیان کیا گیا ہے۔

(**تنبیہ**) بندہ کو کسی کتاب میں اس حدیث کی کوئی تشریح نہیں ملی جو ذہن قاصر میں آیا لکھ دیا۔

محمد یونس عفی عنہ

۲۵۹

ینزل البلاء فیعالجه الدعاء

سوال: ینزل البلاء فیعا لجه الدعاء

جواب: حدیث ثانی کو بزار وطبرانی وحاکم ۱/۴۹۲ وخطیب ۸/۴۵۳ نے روایت کیا ہے:

عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم: ''لا یغني حذر من قدر والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل و إن البلاء لینزل فیتلقاه الدعاء فیعتلجان إلی یوم القیٰمة''.

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه وأقره المنذري في الترغیب

۲۹۹/۱ وتعقبه الذهبي في مختصر المستدرک بأن راويه زكريا بن منظور الأنصاري مجمع على ضعفه وقال الهيثمي في مجمع الزوائد ۱۴۶/۱ بعد أن عزاه للطبراني في الأوسط والبزار: وفيه زكريا بن منظور وثقه أحمد بن صالح المصرى وضعفه الجمهور وبقية رجاله ثقات اهـ.

قلت: وله شاهد من حديث أبي هريرة أخرجه البزار بنحو حديث عائشة، قال الهيثمي: وفيه إبراهيم بن خثيم بن عراک وهو متروک.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲۶۰

يؤتي بالدنيا في صورة عجوز شمطاء

سوال: يؤتي بالدنيا في صورة عجوز شمطاء؟

جواب: یہ حدیث ابوسعید بن الاعرابی نے کتاب الزھد میں روایت کی ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

عن ابن عباس قال: يؤتي بالدنيا يوم القيٰمة في صورة عجوز شمطاء زرقاء، أنيابها بادية، مشوه خلقها، تشرف على الخلائق فيقال: تعرفون؟ فيقولون: نعوذ باللّٰه من معرفة هذه. فيقال: هذه الدنيا التي تناجزتم عليها، بها تقاطعتم، و بها تحاسدتم وتباغضتم واغتررتم ثم تقذف في جهنم فتنادى: أي رب اتباعى وأشياعي فيقول الله: ألحقوبها أتباعها وأشياعها كذا في منتخب الكنز. (۱۹۴/۱)

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ظفر المحصلین

فی أحوال المحدثین والمصنفین

رواۃ کی تحقیق اوران کے حالات

محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

فصل

ظفر المحصلین فی أحوال المحدثین والمصنفین

صاحب کتاب حضرت الاستاذ والشیخ کے تعلیمی وتدریسی مختصر احوال

حضرت شیخ مدظلہ کے قلم سے

اس ناکارہ کے متعلق تم نے کچھ تفصیل معلوم کی ہے وہ یہ ہے کہ اس ناکارہ نے ۱۳۸۰ھ میں دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی ۸۱ھ میں کچھ مزید کتابیں پڑھیں شوال ۸۱ھ میں معین المدرسی کے عہدہ پر تقرر ہوا اور شرح وقایہ وقطبی زیر تدریس رہیں شوال ۸۲ھ میں بھی کتب سابق رہیں شوال ۸۳ھ میں درجہ وسطی کا مستقل مدرس تجویز کیا گیا مقامات حریری وقطبی وغیرہ زیر تعلیم رہیں شوال ۸۴ھ میں ہدایہ اولین، قطبی، شاشی آئیں لیکن اسی سال ذی الحجہ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب صدر المدرسین کا انتقال ہوگیا تو مشکوۃ شریف حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے یہاں سے منتقل ہوکر بندہ کے پاس آئی اور باب الکبائر وعلامات النفاق سے پڑھائی۔

آئندہ سال شوال ۸۵ھ مشکوۃ شریف، شرح وقایہ، قطبی کتب ہوئیں، شوال ۸۶ھ میں دورۂ حدیث شریف میں سے ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مؤطائین، اور دوسری نیچے کی کتابیں آئیں۔

شوال ۸۷ھ میں مسلم شریف نسائی ابن ماجہ موطا امام مالک وموطا امام محمد ہوئیں ۲۵/شوال بروز بدھ ۸۸ھ میں بخاری شریف بندے کے یہاں شروع ہوئی **فالحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ علی جزیل نعماءہ وتواتر آلاءہ**. اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے آئندہ زندگی بھی اس مبارک کتاب کی تدریس کے شرف سے نوازے اور اہلیت پیدا فرمائے، آمین۔

محمد یونس عفی عنہ

۵/رمضان ۱۴۰۲ھ

www.alislahonline.com

فصل

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے مختصر حالات

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي به البداية وإليه النهاية والصلوة والسلام على صاحب اللواء والراية وعلى اٰله وصحبه أولى الرشد والهداية.

أما بعد فلما كان مركوز الجبلة الإنسانية الإنتساب إلى أكابرها والتذكر بمآثرها والكشف عن مفاخرها والإقتداء بهديهم والايتساء بطريقتهم جمعتُ تذكرة شيخنا محمد زكريا الكاندهلوي شيخ الحديث بمظاهر العلوم متعنا الله ببقاء ه ونفعنا بأنفاسه، فأقول :

هو الشيخ الإمام العالم العلامة الفاضل الفهامة شيخ العبّاد وعلم الزهّاد، رأس المتوكلين، إمام المتورعين، يتيمة الدهر نادر ة العصر شيخ المحدثين إمام الحفاظ المتقنين شيخنا وقدوتنا الذي قل ما يسمح الزمان بمثله الثقة الثبت الحافظ الحجة الناقد مولانا محمد زكريا بن العلامة الذكي البارع المشار اليه بالبنان مولانا الحافظ المولوي محمد يحيىٰ بن العارف الجليل مولانا محمد إسمعيل بن غلام حسين بن حكيم كريم بخش تنتهي سلسلة نسبه إلى شيخ الأصحاب أبي بكر الصديق رضي الله عنه.

میلادہ

ولد – متعنا الله بطول بقاء ه – لعشر خلون من رمضان سنة خمس عشرة وثلثمائة وألف من الهجرة النبوية على صاحبها الصلوات والتحية ليلة الخميس في الساعة الحادية عشرة.

www.alislahonline.com

اسمه ولقبه

سمي باسمين محمد زكرياو محمد موسىٰ ولكن غلب الأول الثاني وأما لقبه فشيخ الحديث لقبه بذلک شيخه العارف الكبير العلم الشهير فخر المحدثين مولانا الحافظ المولوي خليل أحمدؒ – نور الله مرقده – صاحب بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد وصار علما عليه.

دراسته

ولما بلغ سبعا بدء حروف الهجاء على الدكتور عبد الرحمن المظفر نغري من أصحاب الشيخ الجليل العارف المحدث مولانا الحافظ المولوي رشيد أحمد الكنكوهى – قدس الله سره العزيز – واشتغل في السنة المذكورة بحفظ القرآن الكريم على والده وكان والده يأمر أن يقرأ الدرس مائة مرة وقرأ بعض الكتب الإبتدائية من الفارسية وغيرها على عمه الداعي الكبير مولانا محمد إلياس رحمه الله تعالى وكتب الصرف على والده ومكث في كنكوه إلى سنة ثمان وعشرين هجرية.

ثم جاء إلى سهارنفور وقرأ نحومير وشرح مأئة عوامل وهداية النحو والكافية والكبرى – رسالة في المنطق باللغة الفارسية للسيد شريف – وايسا غوجى والمرقاة في المنطق كلها بتمامها والنصف من شرح التهذيب والباب الأول من مفيد الطالبين ونبذة من نفحة اليمن والنصف من الألفية لابن مالک والثلثين من الفصول الاكبرية وترجمة عم الجزء الثلثين من القرآن الكريم وترجمة سور من تبارک الجزء التاسع والعشرين وذلک كله بين رمضان سنة ثمان وعشرين وشعبان سنة تسع وعشرين.

وقرأ في السنة التالية اعني من رمضان سنة تسع وعشرين إلى شعبان سنة ثلثين بقية النصف من الألفية والبقية من شرح التهذيب وشرح الشمسية للعلامة قطب الدين الرازي المعروف بالقطبي بتمامه والحواشي المتعلقة بالقطبي للسيد الشريف المعروفة بالمير القطبي إلى مبحث التصورات والفن الأول من التلخيص واثنتين وعشرين مقامة من المقامات الحريرية والحساب والبقية من ترجمة تبارک ومن نفحة اليمن.

وقرأ في السنة التي تلتها من رمضان سنة ثلثين إلى شعبان سنة إحدى وثلثين مختصر

المعاني ونورالأنوار والحسامي وديوان المتنبي والسبع المعلقات والكنز والقدوري والميبذي وسلم العلوم.

وفي السنة التي تلتها من رمضان سنة إحدى وثلثين إلى شعبان سنة اثنتين وثلثين مشكوة المصابيح و تلتها هداية الفقة الأولين وشرح معاني الآثار ونزهة النظر شرح نخبة الفكر والحماسة.

وفي السنة التي تلتها من شوال سنة اثنتين وثلثين إلى شعبان سنة ثلاث وثلاثين شرح السلم للملا حسن وشرحه للفاضل حمد الله والحواشي الثلثة للشيخ الزاهد الهروي المعروفة بالزواهد الثلثة والشمس البازغة وأقليدس ومؤطا الامام مالک وموطأ الإمام محمد وشرح معانى الآثار مرة ثانية على شيخه مولانا خليل أحمد.

وفي السنة التي تلتها من شوال سنة ثلث وثلثين إلى شعبان سنة أربع وثلثين قرأ صحيح البخاري وجامع الترمذي وسنن أبي داؤد، والنسائي، ودروسا من هداية الفقه، الجزء الثالث على والده، ثم قرأ مرة ثانية صحيح البخاري، وسنن الترمذي، وسنن أبي داؤد في سنة خمس وثلثين وصحيح مسلم في سنة ست وثلثين على شيخه مولانا خليل أحمد – نور الله مرقده –.

وسمعته – متع الله ببقائه – يقول : إن والدي – رحمه الله – لم يكن دأبه في التدريس كما هو الآن أن يلقي الأستاذ التقارير على تلامذته بل كان التلميذ يقرأ عليه ويبين مراد المؤلف ويذكر في الحديث مذاهب العلماء ويرجح المذهب المختار وكان الوالد يسمع مايقول التلميذ فإن استقام في البيان سكت الوالد – رحمه الله – وإلا فسأله عن وجه الغلط ثم نبه وبين وجه الصواب أو كما قال، قال فلما شرعت هداية الفقه الجزء الثالث بالغت في المطالعة وراجعت ما يتعلق بها من الشروح، فكنت أحفظ اعتراضات الشراح وأجوبتهم فإذا جلست للقراء ة ألقى الإعتراضات وأضرب عن أجوبتها لعل الوالد يجيب بجواب اٰخر غير ما أجاب به الشراح، وكان الوالد – رحمه الله– لايطالع بالإمعان لكثرة الشواغل وهجوم الموانع فقال لي بعد يومين أو ثلث إن كنت تريد القراء ة مثل التلاميذ فاقرأ وإن كنت أن تقرأ مثل الأساتيذ فطالع بنفسک، قال ثم تركت بعد ذلک قراء ة الهداية.

قال ولما فرغت من كتب الحد يث على والدي في ذلک العام وكنت أريد في حياته

أن أقرأ كتب الحديث على شيخي مولانا خليل أحمد ولكن لما مات خمدت نار الشوق ورأيت في هذه الأيام رؤيا كأن الشيخ محمود الحسن المعروف بشيخ الهند يقول لي اقرأ علىّ صحيح البخاري فعرضت هذه الرؤيا على شيخى مولانا خليل أحمد فقال تاويلها أن تقرأ علىّ صحيح البخاري مرة ثانية فشرعت في قراءة الصحيح بأمر الشيخ مع جمود القريحة فكنت أطالع شروح البخاري من فتح الباري وعمدة القاري وإرشاد الساري وغير ذلک، ولما كنت أحضر الدرس ألقي إعتراضات الشراح على الشيخ ليقول الشيخ ليس لک حاجة إلى القرأة ثانياً، وما كانت هذه الإرادة إلا لجمود القريحة من حادثة وفاة الوالد – رحمه الله – ولم يكن الغرض من ذلک إظهار الفضل والكمال (والله عليم بذات الصدور) ولكن الشيخ – رحمه الله – لم يعبأ بشئى ولم يقل ما كنت أريده حتى أتممت الصحيح، ثم شرعت في الكتب الحديثية المذكورة سابقا سوى الترمذي فإن درسه كان مقدما على درس البخارى عند الشيخ.

شيوخه

دائرة شيوخه محدودة ليس فيها سعة، ولكن الله تعالى بارک في الشيخ فمن أجلهم شيخ العرب والعجم مولانا الحافظ الثقة الثبت الحجة الناقد العارف خليل أحمد الأنبيتهوي السهارنفوري المهاجر المدني.

والثاني والد شيخنا وهو الذكي اللوذعي الألمعي مولانا المحدث الحافظ المولوى محمد يحيى – نور الله مرقده – الكاندهلوي، والثالث عمه الداعي الكبير مولانا الحافظ الحجة المولوي محمد إلياس الكاندهلوي المتوفى بدهلي، والرابع مولانا الحافظ الثقة الثبت الحجة السيد عبد اللطيف ناظم الكلية الجامعة مظاهر العلوم الواقعة بسهارنفور، والخامس مولانا بحر المعقول وعلامة المنقول المولوي عبد الوحيد وغيرهم رحمهم الله تعالى.

تنبيه: سمعت شيخنا – أدامه الله ومتعنا الله ببقائه – يقول: قرأت أكثر الكتب المنطقية على الحافظ السيد عبد اللطيف والأمور العامة والميبذي على المولى عبد الوحيد، وأما الكتب الفقهية فعلى الوالد وأما الكتب الحديثية فعلى الوالد والشيخ خليل أحمد صاحب البذل.

www.alislahonline.com

تدریسه

عین مدرسا في مدرسة مظاهر العلوم بسهارنبور في محرم الحرام سنة خمس وثلثين، فدرس علم الصيغة ومائة عامل منظومة في الفارسية وشرح مائة عوامل ونحومير والخلاصة ونفحة اليمن ومنية المصلى وأصول الشاشي وأكثر من قال أقول.

ودرس في السنة التالية من شوال سنة خمس وثلثين إلى شعبان سنة ست وثلثين المرقاة في المنطق وشرح التهذيب للبزدوي والكافية ونورالإيضاح وأصول الشاشى والفوائد الضيائية المعروفة بشرح الملا جامي بحث الفعل منه وعجب العجاب ونفحة اليمن.

وفي السنة التي تلتها من شوال سنة ست وثلثين إلى شعبان سنة سبع وثلثين درس المقامات للحريرى والسبع المعلقات والقطبي والمير وكنز الدقائق والقدوري وأصول الشاشي وفى السنة التي تلتها من شوال سنة سبع وثلثين إلى شعبان سنة ثمان وثلثين، درس هداية الفقه الأولين والحماسة وسافر إلى الحجاز للحج في شعبان خلون منه اثنتان سنة ثمان وثلثين، ورجع إلى الوطن في صفر سنة تسع وثلثين.

وفي سنة إحدى وأربعين فوض إليه ثلثة أجزاء من صحيح البخارى بأمر شيخه الجليل مولانا خليل أحمد – نور الله مرقده – وظل يدرس مشكوة المصابيح من سنة إحدى وأربعين إلى سنة ثلث وأربعين بغاية من التحقيق والإمعان ثم أزمع السفر لزيارة بيت الله الحرام مرة ثانية سنة أربع وأربعين مرافقاً لشيخه مولانا الخليل وأقام بالبلدة الطاهرة، والمدينة المنورة – على ساكنها ألف ألف صلوات وتحية دائماً –.

ودرس هناک سنن أبي داؤد على الطلبة المغار بة في المدرسة الشرعية والمقامات الحريرية لبعض الطلاب، وقرأ على شيخه في ذلک القيام بعضاً من سنن الإمام ابن ماجة ولما أزمع الرجوع خلعه شيخه بلقب شيخ الحديث وقبله الله تعالى حتى صار علما عليه بحيث إذا أطلق في الديار الهندية لايراد به إلا هو متعنا الله بأنفاسه القدسية فرجع إلى الهند، وهو شيخ الحديث للمدرسة العلية مظاهر العلوم فدرس فى سنة ست وأربعين الأكثر من سنن الإمام أبى داؤد.

وفي السنة التالية أعني سنة سبع وأربعين درس سنن الإمام أبي داؤد والأكثر من

النصف الأول من صحيح البخاري ولازال يدرس السنن والصحيح هكذا إلى سنة أربع وسبعين إلا في سنة ست وخمسين فلم يدر س البخاري لبعض الأمور، ودرس في هذه المدة عدة من كتب الحديث كالشمائل للترمذي في سنة ثمان وأربعين وتسع وأربعين، واثنين و خمسين و نبذا من صحيح الإمام مسلم في سنة ثمان وأربعين.

وبعد ما توفي حضرة العلامة المفضال المولى السيد عبد اللطيف ناظم المدرسة الذى كان متكفلا بتدريس صحيح البخارى تولى تدريس صحيح البخاري كاملاً إلى الآن – متع الله المسلمين ببقاء ه – إلا في السنة الماضية أعني سنة اثنتين وثمانين– فدرس بعضاً من صحيح البخاري شيخنا العلامة مولانا أمير أحمد الكاندهلوي بأمره وفي السنة الراهنة أوراقاً ثم تولى الشيخ بنفسه وشرع في درس المسلسلات التي جمعها مسند الهند حكيم الأمة الثقة الثبت الحجة الإمام الشاه ولي الله الدهلوى –رحمه الله – وهو يدرس إلى الآن ويأتيه الطلبة من أقاصي البلدان والله يطيل بقاء ه .

تلاميذه

اعلم أن تلاميذه كثيرون، والذين أخذوا عنه الحديث يبلغ عددهم عشرة آلاف أو أكثر، ومن أشهرهم الداعي الكبير المحدث مولانا محمد يوسف الكاندهلوي رئيس المبلغين المقيم بكورة نظام الدين أولياء بدهلي صاحب "حيوة الصحابة" و"أماني الأحبار شرح معانى الآ ثار".

والعلامة المتفنن الحافظ الثقة الثبت مولانا أمير أحمد الكاندهلوي صدر المدرسين بمظاهر العلوم والشيخ العلامة الفهامة جامع المعقول والمنقول مولانا المفتي محمود الحسن الكنكوهي صدر المدرسين بجامع العلوم كانفور وشيخنا العلامة المفضال الثقة الثبت الحجة العارف الكبير مولانا عبد الحليم صدر المدرسين بمدرسة ضياء العلوم الواقعة بقصبة مانى كلاں من مضافات جونفور، ومولانا الشيخ إنعام الحسن الكاندهلوي ومولانا الذكي البارع عبيد الله البلياوي والعلامة الثبت مولانا عبد الجبار الأعظمي صدر المدرسين بالجامعة القاسمية مدرسة الشاهي مرادآباد، وتلمذ عليه مولانا إحتشام الحسن الكاندهلوي والعلامة جميل أحمد التهانوي المقيم بباكستان ومولانا العلامة عبد الشكور البشاوري

www.alislahonline.com

والقاضي مظهر الدين البلجرامي (پروفيسر آف دينيات) في عليكره والمولوي أكبر علي السهارنفوري المقيم بباكستان والمولوي الشيخ محمد يامين الكاندهلوي المقيم بالمدينة المنورة والمولوي الشيخ محمد عادل الكنكوهي۔

تاليفاته

له – أبقاه الله تعالىٰ بخير وعافية – مؤلفات كثيرة عنه مملؤة من التحقيقات والنفائس العلمية ما خلت عنه كثير من الأسفار ومن أجلها "أوجز المسالک إلى مؤطا الإمام مالک" وهو شرح كبير للمؤطا شهرته كافية عن الإطراء به، وحاشية الكوكب الدري وحاشية لامع الدراري وهي حاشية عجيبة في بابها، مملؤة من التحقيقات القيمة التي خلت عن كثير منها شروح البخاري، كادت أن تكون شرحاً مستقلا للبخاري كمل منها جزء ان، والشيخ في تاليف الجزء الثالث، بدؤه من كتاب بدء الخلق.

وتلخيص البذل لخص فيه شرح شيخه على أبي داؤد وزاد فيه شيئاً من عنده ولم يكمل حاشية البذل وهي حاشية قيمة حوت من التحقيقات ماخلت عنها الزبر الكبيرة جمع البحر في الكوز، ولكن لم يهذبها، ولم يرتبها.

وشرح المقدمة الجزرية، وكتاب الوقائع ذكر فيه تاريخ الوقائع التي حدثت بعد الهجرة إلى آخر حياته ﷺ ولم يبيضه.

و"جامع الروايات" وهي كتاب عجيب جمع فيه أطراف الحديث على ترتيب الفقه، ورقم على الأحاديث، وله كتاب آخر سماه بالأجزاء ذكر فيه مخارج الأحاديث التي ذكرها في جامع الروايات مع الرقم ليسهل المراجعة ولو كمل لأغني عن كثير من الأسفار، وفهرس المؤلفات والمؤلفين، ومتن في أصول الحديث على أصول الحنفية، ورسالة في مسائل الحج، وتعليق على مشكوة المصابيح في غاية من الايجاز والإختصار، و"مقدمة لامع الدراري" وهي مقدمة وحيدة في بابها مشتملة على فوائد وتحقيقات وأصول التراجم و"شذرات الترمذي" و"شذرات أبي داؤد" و"شذرات الرجال".

و"الإعتدال فى مراتب الرجال" في لسان الأردوية. قرآن عظیم اور جبریۃ تعلیم وشرح الألفية وفضائل الصدقات وفضائل الصلوة، وفضائل الحج، وفضائل التبليغ، وفضائل القرآن، وفضائل الذكر، وحكايات الصحابة، وخصائل نبوى شرح الشمائل النبوية

www.alislahonline.com

للترمذي، ورسالة في التجويد كلها في لسان الأردوية، ورسالة في أحوال القراء السبع، ورسالة في أحوال مظاهر العلوم، والمشائخ الچشتية.

وله – مد ظله – سوى ذلک تصانيف وتآليف وكلها نافعة مملؤة من التحقيقات والفوائد، ورزقت تاليفاته من القبول الحظ الأوفر، فأما كتب الفضائل فسارت بها الركبان إلى أواني المدن وأقاصي البلدان، وترجمت في ألسنة أخرى من الأفرنجية والهندية و تيمل وغيرها، وكذلک كتاب خصائل نبوي، وشرح المؤطأ وحاشية الكوكب وحاشية اللامع، فانتشرت في أقطار العرب والعجم، وكل ذلک من حسن نية مؤلفها وصدق طمويته متعنا الله ببقاءه وأحسن جزاءه .

البيعة والإجازة

بايع على يد الشيخ الكبير الامام الشهير مولانا خليل احمد المهاجر المدنى، وقطع طريق السلوک حتى أجازه شيخه في الحرم المدني بأخذ البيعة فى السلاسل الأربعة وقت رجوع شيخنا إلى الهند، فحسر الشيخ الخليل عمامته عن رأسه، وأمر مولانا السيد أحمد المهاجر أن يلوثها على راس شيخنا زكريا، وكان الشيخ الكبير مولانا عبد القادر الرائفوري حاضرا إذ ذاک، فحرض الشيخ زكريا على إخفاء هذه الإجازة، ولكن العارف الرائپورى أذاع هذه الإجازة في الناس، ولم يزل شيخنا ممتنعا عن الإجازة إلى أخذ البيعة حتى أمره عمه مولانا محمد إلياس بأخذ البيعة فبايعته نسوة من أسرته ثم تتابع ذلک.

منن الله تعالى عليه

كان لشيخه مولانا خليل أحمد عناية به بالغة فكان الشيخ الخليل يملى "بذل المجهود" ويكتب شيخنا، وكان يتتبع المظان المشكلة كما صرح به الشيخ الخليل في مقدمة، ورأيت في مسودة مقدمة البذل "وأعانني عليه بعض أحبابى" منهم عزيزى، وقرة عينى وقلبى الحاج الحافظ المولوى محمد زكريا بن مولانا الحافظ المولوي محمد يحيىٰ الكاندهلوي.

وهو حرى بأن ينسب إليه هذا الشرح، فإنى كنت لا أقدر على الكتابة ولا على التتبع لرعشة حدثت في يدي، وضعف في دماغي، وبصري، فكنت أملى عليه وهو يكتب،

ويتتبع المباحث المشكلة من مظانها فيسهل على إملاء ها فشكر الله سعيه، وأحسن جزاء ه ومابذل فيه جهده وأكرمه الله تعالى بعلومه الباطنة، والظاهرة النافعة فى الدنيا والآخرة، وبالأعمال المبرورة، والمتقبلة الذاخرة انتهى .

ولكن شيخنا ضبّب على قوله – وهو حرى بأن ينسب إليه هذا الشرح وقت الطبع – هضما لنفسه، ولايختلج فى صدرک أن الشيخ زكريا كيف تجاسر على محو ماكتبه شيخه، لأن لشيخنا كان مع شيخه اتحاد مزاج في نهاية ما يكون، وهذا هو الذي جرأه على ذلک.

ومن أعظم المنن اشتغاله بخدمة الحديث الشريف، وإنهماكه فيه تدريسا وتصنيفا، وأشرب حبه في قلبه وخالط بلحمه ودمه حتى صارت علماً عليه، ولقبا أشهر من اسمه.

ومنها حب شيخه وإيثاره على كل شيء وملازمته سفراً وحضراً، وحوزه دعواته الصالحة كما قد قرأت.

ومنها تحببه عند الأكابر، والمشائخ كعمه الجليل مولانا محمد الياس الكاندهلوي، والعارف الكبير، والمحدث الشهير المجاهد الأعظم شيخ العرب والعجم شيخ الاسلام مولانا السيد حسين أحمدؤ المدني والعارف الكبير غوث الأوان مولانا عبدالقادر الرائفوري قدس أسرارهم، وغيرهم من المشائخ، والأكابر، والمعاصرين.

ومنها أن الله تعالى أغناه من الوظائف والإشتغال بالتكسب، ورزقه التوكل والاعتماد عليه فلم يزل يدرس الحديث الشريف في المدرسة محتسباً متطوعاً لايأخذ عليه اجرا.

ومنها شدة اتباعه للسلف الصالح والاستنان بسنتهم والإقتداء بطريقتهم، وحببت اليه السذاجة التى ورثها عن أكابره، ومشائخه العظام، والتجرد عن إختلاف الناس، والإنقطاع عنه والعكوف على المطالعة، وتدريس الحديث والتصنيف فيه.

ومنها إنهماكه في التعبد وإحياء ليالي رمضان بالتلاوة والنوافل، ومنها المواساة وحمل الأثقال والإنفاق فى نوائب الحق وأداء الحقوق وغير ذلک ؎

وكم لله من لطف خفى
يدق خفاه عن فهم الذكى

تدریس حدیث کی اجازت کس کو ہے؟

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے اجلہ تلامذہ

عزیز گرامی قدر سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علامہ خالد محمود صاحب نے تمھارے ذمہ عجیب مضمون لگایا ہے کوئی ایسی کتاب یا رسالہ نہیں ہے جس میں حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے مجازین حدیث کا ذکر ہو، جن حضرات نے حضرت نور اللہ مرقدہ سے حدیث پاک پڑھی ہے ان کو تو اصول محدثین پر تدریس حدیث کی اجازت ہے ہی، کما هو مصرح في علوم الحديث لابن الصلاح ص۱۲۶ وتلخيصه المسمى بالتقريب للنووي وغير ذلك من كتب الأصول وعبارة النووي.

"إذا قرأ على الشيخ قائلا أخبرك فلان أو نحوه والشيخ مصغ اليه فاهم له غير منكر صح السماع، وجازت الرواية به ولا يشترط نطق الشيخ على الصحيح الذي قطع به جماهير أصحاب الفنون، وشرط بعض الشافعيين، والظاهريين نطقه، وقال ابن الصباغ الشافعي : ليس له أن يقول حدثني وله أن يعمل به وأن يرويه قائلا قرىء عليه وهو يسمع" انتهى.

قول اول کے متعلق ابن الصلاح فرماتے ہیں ص:۱۲۶ "وهذا مذهب الجماهير من المحدثين والفقهاء وغيرهم" امام نووی نے اصحاب الفنون بول کر یہی مراد لیا ہے۔

اب اس کی تفصیل کہ حضرت نور اللہ مرقدہ سے کن حضرات نے حدیث شریف پڑھی ہے دشوار ہے مدرسہ کی روداد سے معلوم ہوسکتی ہے لیکن اتنے طویل کام کی فرصت نہیں ہے۔ جو حضرات مدرسہ مظاہر علوم میں مدرس رہے ہیں یا اور کہیں حدیث پاک کی تدریسی خدمت ماضی میں کی یا اب کر رہے ہیں ان میں سے جن کا نام معلوم ہوسکا، ان کے اسماء درج کرتا ہوں، اولاً ان لوگوں کے نام لکھوں گا جو مظاہر علوم میں مدرس تھے یا فی الحال مدرس ہیں پھر دوسرے حضرات کے اسماء ذکر کروں گا۔

مظاہر علوم کے مدرسین میں حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ مفتی اعظم، حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ سابق صدر المدرسین، حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی سابق مفتی اعظم دار العلوم دیوبند وحال مفتی اعظم مظاہر علوم، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب سابق مفتی اعظم وحال ناظم اعلی مدرسہ، مولانا محمد عاقل صاحب حال صدر المدرسین، مفتی محمد یحیی صاحب، مفتی عبد العزیز صاحب، مولانا محمد سلمان صاحب اور اس ناکارہ نے بھی حضرتؒ سے بخاری

شریف پڑھی اوراسی طرح ''اوائل اربعین مصنفہ محمد سعید بن محمد سنبل مکی'' پڑھی جس میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کے اوائل درج ہیں اور حضرت نوراللہ مرقدہ نے تدریس وروایت کی اجازت مرحمت فرمائی وللہ الحمد۔

مظاہر علوم کے باہر جو حضرات تدریس حدیث شریف میں مصروف ہیں ان میں سے جن حضرات کے نام معلوم ہوسکے وہ درج کئے جاتے ہیں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت تبلیغ دہلی، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب حال امیر جماعت دہلی، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سابق صدر المدرسین وناظم مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں جونپور وحال بانی وناظم مدرسہ ریاض العلوم چوکیہ جونپور، مولانا منور حسین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم لطیفی کٹیہار (بہار)، مولانا عبدالجبار صاحب الاعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد، ومولانا عبدالستار صاحب اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا ابراہیم صاحب پالنپوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ آنند گجرات، مولانا تقی الدین الندوی المظاہری سابق مدرس حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وسابق شیخ الحدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات مقیم حال ابوظبی مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی مقیم مرکز تبلیغ دہلی، ومولانا عبیداللہ صاحب مقیم مرکز دہلی، مولانا محمد نصیر صاحب صدر مدرس جامع العلوم کانپور، مولانا منظور احمد صاحب مدرس حدیث جامع العلوم کانپور، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی بانی وناظم مدرسہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ، مولانا احسان الحق صاحب لاہوری مدرس حدیث مرکز رائیونڈ پاکستان، مولانا یوسف متالا بانی دارالعلوم ہولکمب بری لندن، مولانا ہاشم سورتی مدرس حدیث دارالعلوم ہولکمب بری، مولوی محمد انوار صاحب مدرس حدیث دارالعلوم لطیفی کٹیہار، مولانا امام الدین صاحب مدرس حدیث دارالعلوم لطیفی کٹیہار، مولانا عبدالرؤف صاحب دارالعلوم سابق مدرس حدیث دارالعلوم لطیفی، مولوی عبدالغنی صاحب پونوی (پونہ) مدرس حدیث دارالعلوم احمد نگر، مولانا نسیم احمد صاحب مدرس حدیث دارالعلوم جامع الہدی مرادآباد، مولانا عبدالرشید صاحب سابق مدرس حدیث مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں ومدرس ریاض العلوم چوکیہ جونپور، مولانا محمد سجاد صاحب جونپوری مدرسہ بیت العلوم سرائمیر اعظم گڑھ۔

جن حضرات کے نام نہیں لکھے جاسکے وہ یا تو معلوم نہیں یا ان کے اسماء اس وقت یاد نہیں آئے، جن حضرات نے حضرت نوراللہ مرقدہ سے باقاعدہ تو حدیث شریف نہیں پڑھی لیکن ان کو حضرتؒ کی طرف سے اجازت ہے ان کی فہرست بھی لمبی ہے ایک بڑی جماعت نے فیصل آباد پاکستان کے قیام کے وقت ۱۴۰۰ھ میں اجازت لی تھی ان کی پوری تفصیل مجھے معلوم نہیں ہے، مجازین میں سرفہرست حضرت علامہ عبدالفتاح ابوغدۃ الحلبی مقیم ریاض سعودیہ اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم رشیدیہ ساہیوال اور مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی فاتح قادیان کے نام ہیں۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

www.alislahonline.com

فصل

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ

سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت ناظم صاحب کے حالات مولانا عبدالحق صاحب مدنی نقشبندی نے معلوم فرمائے تھے، حضرت نے احقر کو تحریر کرنے کا حکم دیا جو وہاں لکھا گیا، وہی ادنی تصرف سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

جواب

اسمه ونسبه:

هو العلامة المحدث جامع المعقول والمنقول محمد أسعد الله بن مولانا رشيد الله بن مولانا المفتي بشارت الله بن العلامة المفتي سعد الله الرامفوري صاحب التاليفات الشهيرة .

ولادته ونشأته:

ولد بمصطفى آباد المعروف برياست رام فور يوم الأثنين سنة أربعة عشرة وثلثمائة وألف، وسمي بأسعد الله واسمه التاريخي مر غوب الله سماه بذلک جده كما أخبره بذلک عمه مولانا فضل الله الطبيب، وكانت بيته بيت علم، فقرأ القراٰن على والدته وتعلم الفارسية في زمن الصبا ثم دخل هناک في بعض المعاهد العصرية فتعلم الرياضى وشيئاً من العلوم المروجة.

ثم نقله عمه مولانا فضل الله في أواخر ١٣٢٩هـ وذلک حين كان عمره خمس عشرة

سنة من رام فور إلى تهانه بهون البلد المعروفة في مضافات دهلي مسقط راس العارفين والكاملين، فوصل إلى الخانقاه الإمدادية عند حكيم الأمة الإمام العارف مولانا أشرف علي التهانوي المتوفي ١٣٦٢هـ، فقرأ هناک في مدرسة إمداد العلوم على العلامة مولانا عبدالله الكنكوهي المتوفى ١٥/رجب ١٣٣٩ هـ، من الابتداء إلى المتوسطات، وقرأ عليه دروساً من مشكوة المصابيح وقرأ عليه دروساً من ترجمة القرآن الحكيم ودروسا من المشكوة على حكيم الأمة التهانوي.

ثم انتقل في ٢٢ /شوال ١٣٣٢هـ، إلى سهارنفور فدخل في شهر شوال في المدرسة المباركة الشهيرة بمظاهر علوم فقرأ على أساتيذها بقية الكتب فقرأ "مختصر المعانى" وغيره على مولانا ثابت على المتوفى ٢٠ / ربيع الثانى ١٣٤٢هـ، و"مشكوة المصابيح" وغيرها على العلامة مولانا السيد عبد اللطيف مدير الجامعة مظاهر علوم سابقا المتوفى يوم الاثنين ثانى ذى الحجة ١٣٧٣هـ، وتفسير "الجلالين" وبعض الكتب الآلية على العلامة مولانا عبد الوحيد السنبهلي المتوفي في رمضان ١٣٥٥هـ، والمجلدين الاولين من "الهداية" في الفقه على المولانا العلامة المحدث ظفر أحمد التهانوي شيخ الحديث في دارالعلوم اشرف آباد تندواله يار التابعة لحيدرآباد السند مؤلف الكتب الشهيرة "كإعلاء السنن" وغيره، المتوفى في ذى القعدة ١٣٩٤هـ، والتصريح شرح الچغميني على العلامة المحقق المحدث المفسر الأصولي الفقيه مولانا عبد الرحمن الكاملبوري صدر المدرسين بمظاهر علوم سابقاً المتوفى ٢٧/ شعبان ١٣٨٥هـ.

وقرأ كتب الحديث من الصحاح الستة وغيرها في ١٣٣٤هـ، فقرأ الجامع الصحيح للإمام البخاري وسنن أبي داؤد والترمذي والنسائي على العلامة المحدث مولانا محمد يحيى الكاندهلوي المتوفى ١٣٣٤هـ، وبقية كتب الصحاح على غيره من الأساتذة كالشيخ العلامة ثابت على وغيره وقرأ شيئاً من كتب الحديث على العلامة مولانا خليل أحمد السهارنفوري المحدث المشهور شارح أبي داؤد، المتوفى يوم الأربعاء ١٦/ربيع الآخر ١٣٤٦هـ، وقرأ في ١٣٣٥هـ، الكتب الأخرى من الفنون المختلفة.

عمله وتدريسه:

ولما فرغ من الكتب الدراسية جعل مديرا لجمعية هداية الرشيد (شعبة التبليغ والدعوة) ثم عين في ١٣٣٧هـ، معيناً للمدرسين، وجعل في رجب ١٣٣٨هـ، مدرساً مستقلاً، ودرس على الطلبة جميع الكتب من الفنون المختلفة من التفسير، والحديث، والفقه، والنحو، والصرف، والمعاني، والبيان، والأدب، والمنطق، والفلسفة، والمناظرة، والطب.

ودرس من كتب الحديث تماماً" سنن أبي داؤد" و"النسائي" و"معاني الآثار" للطحاوي و"الموطأ" لمالک و"للإمام محمد" و"صحيح الإمام مسلم" ودرس بعض صحيح البخاري وبعضاً من سنن الترمذي وكان يلقي الدروس بعبارة موجزة جامعة وتحقيق تام.

ولما وقع الإرتداد ١٣٤١هـ، في نواحي آغره بسعى سوامى ديانند حامل ديانة الآرية وأعوانه كشر دهانند ومدن موهن مالويه جال الشيخ المؤمي إليه في تلک الديار لقمع هذه الفتنة الهائلة، وسعى فيه سعيا حثيثا تقبله الله تعالى بمنه وكرمه.

وكان مناظراً جيداً قوى العارضة شديد المعارضة حديد الذهن سريع الجواب فناظر الآريين، والمسيحيين، والقاديانيين، والمبتدعين، وغيرهم ورد عليهم كيدهم وفاز في جميع المناظرات.

ولما ألف الحافظ هدايت حسين الكانبوري تاليفاً في الوقف وقدمه إلى الحكومة وزاغ فيه عن جادة الصواب رد عليه في بيان له ١٣٥٢هـ، وبين بالدلائل العقلية والنقلية ان هذا الكتاب لا يعتمد عليه، ولم ينطق أحد من الحاضرين بحرف من الرد.

أسفاره:

كان الشيخ ملازماً لمدرسة مظاهر علوم لايسافر إلا للمناظر ة أو التبليغ والدعوة والوعظ، ولما أصر أهل رنگون (ملک برما) كالحاج داؤد هاشم يوسف فذهب إلى رنگون في ربيع الثاني ١٣٤٨هـ، فأقام هناک مديرا للمدرسة المحمدية إلى شوال ١٣٤٨هـ، ثم رجع إلى مظاهر علوم، ثم سافر إلى رنگون ١٣٥٤هـ، مديرا للمدرسة المذكورة، وأقام هناک عاما ثم أقام في السنة التالية بسبب إلحاحهم، ورجع إلى سهارنفور في آخر ١٣٥٥هـ، ثم لم يذهب إلى أى مدرسة وإن كان عارضياً.

www.alislahonline.com

حجه:

حج الشيخ مرةً واحدةً سافر لأداء فريضة الحج في ذى القعدة ١٣٥٤هـ، وحصل هناک الإجازة في كتب من بعض الأعيان وهو عميد المدرسة عين نائب المدير في غرة صفر ١٣٦٥هـ، ولما توفى علامة المفضال السيد عبد اللطيف مدير الجامعة سابقا عين مديراً للمدرسة في غرة محرم الحرام ١٣٧٤هـ، وهو إلى الآن بحمد الله سبحانه وتعالى على منصبه الجليل، أبقاه الله برغد عيش ورقاه مدارج القرب.

تاليفاته:

كان الشيخ المؤمي إليه المترجم له كثيرالشغل بالتدريس والمناظرة والتبليغ والوعظ، ولذا لم يتفرغ للتاليف، ولكنه ألف رسائل عديدة وعلق حواش منها إسعاد النحو، والتحفة الحقيرة فى نسبة سبع شعيرة و"القطائف من اللطائف" في اللطائف الستة، والفيصلة شرح لمقالة لحكيم الأمة التهانوي، والمسالمة في المكالمة (في مسئلة إمكان الكذب) و"تكميل العرفان" في شرح حفظ الايمان. وشرح "التقصير" في التفسير وحاشية مختصرة على "معاني الآثار" للطحاوي وأجوبة على أسئلة متعلقة "بمعاني الآثار" للطحاوي والعروض مع القافية شرح لرسالة للمفتى سعد الله وشرح "الحماسة" ولم يكمل، وفتنة الإرتداد، وفرض المسلمين، وصحائف أسعد وكلام أسعد مجموعان لابياته.

الإرشاد والسلوک:

كان الشيخ المترجم له بايع في زمن طلب العلم على يد العارف الكبير، والمربى الشهير حكيم الامة التهانوى وأجازه الشيخ التهانوي في بعض السنين لأخذ البيعة، والتلقين، والإرشاد في السلاسل الأربعة.

أولاده:

لما فرغ من الكتب الدراسية زوجه عمه مولانا محمد فضل الله الطبيب ببنته وذلک ١٣٣٦هـ، غالبًا فولد له تسعة أولاد، بنتان وسبعة ذكور والباقي منهم أربعة مولانا محمد الله

وهـو الآن مـدرس بـجامعة مظاهر علوم وأحمد الله وهو مقيم بباكستان وأمجد الله وأجود الله ثـم تـوفـى إلـى – رحـمة الله تـعـالـى – ليلة الإثنين الخامس عشر، من رجب الفرد سنة تسع وتسعين وثلثمائة وألف.

احقر محمد یونس عفی عنہ

۲۰ /ذی الحجه ۱۳۹۷هـ.

فصل

حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ کے حالات

حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ کہاں اور کب پیدا ہوئے اور کب وفات ہوئی، کہاں تعلیم پائی اساتذہ کون تھے؟ کب تک درس دیا ان کے بعض مشہور تلامذہ کے نام بھی درج کریں۔

جواب :

ازامیر احمد ہمی پرسی سخن — آنکہ بودہ شہر یار علم وفن
درتمامی علم اورا دستگاہ — بہر ہر فن سینہ اش جائے پناہ
در حدیث مصطفیٰؐ بودہ امام — من چہ گویم وصف آں عالی مقام

نام ونسب

حضرت الاستاذ العلامۃ المحدث مولانا الحافظ الحاج امیر احمد صاحب بن جناب عبدالغنی صاحب قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، آپ کے اہل خاندان گوشت فروش (یعنی قصائی) تھے، مگر حضرت مولانا سے مل کر کبھی یہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ آپ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت:

قصبہ کاندھلہ ہی میں ۵؍صفر المظفر ۱۳۲۷ھ میں دوشنبہ کے دن بوقت صبح صادق ولادت ہوئی، سنا ہے کہ آپ کے والد ماجد نے ولادت سے قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ میرے گھر سے ایک دودھ کی ندی جاری ہے اور لوگ اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔

نشو ونما:

مولانا مرحوم کا نشو ونما اپنے خاندانی طرز پر ہوا مگر مزاج نہایت شریف، طبیعت بہت ہی سادہ تھی، حق

تعالی نے مقدر میں بڑے بڑے علماء کی استاذی لکھی تھی، ابتداء میں اپنے قصبہ کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور وہاں کچھ ابتدائی اردو وغیرہ اور ناظرہ قرآن شریف پڑھا، وہاں کے بعض بااثر حضرات کے توجہ دلانے پر مزید تعلیم کا شوق ہوا۔

پندرہ سال کی عمر میں کاندھلہ سے سہارنپور آئے اور شوال ۱۳۴۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، اور بالکل ابتداء سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا مفید الطالبین، نورالایضاح، کافیہ، قدوری وغیرہ پڑھی، اور ہمیشہ امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے، ۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا اور ساری جماعت میں اول نمبر سے کامیاب ہوئے۔

مدرسہ کی طرف سے دس روپے اور متعدد کتابیں جیسے بذل المجہود جلد رابع، ادب القرآن، ثلاثیات، بخاری، سراجی، تذکرۃ الرشید، لطائف رشیدیہ، حجۃ الاسلام، دلیل الخیرات وغیرہ، انعام میں ملیں، ۱۳۴۸ھ میں فنون کی کتابیں پڑھیں۔

اساتذہ

چونکہ مولانا نے از اول تا آخر ساری تعلیم مدرسہ ہی میں پائی اسلئے اس وقت کے سارے اساتذہ مولانا کے اساتذہ تھے، جن کے نام معلوم ہو سکے وہ حضرات یہ ہیں حضرت اقدس مولانا السید عبداللطیف صاحبؒ سابق ناظم اعلی مدرسہ ہذا، حضرت اقدس مولانا العلامۃ عبدالرحمٰن الکامل پوری سابق صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم، حضرت اقدس العلامۃ المحدث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم، حضرت اقدس العلامۃ ذوالفنون مولانا محمد اسعداللہ صاحب حال ناظم اعلی مظاہر علوم متع اللہ المسلمین بحیوتہ، حضرت اقدس مولانا العلامۃ منظور احمد السہارنفوری - نوراللہ مرقدہ - حضرت اقدس مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوری مرحوم، حضرت اقدس مولانا السید ظہور الحق صاحب دیوبندی ثم السہارنفوریؒ، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب جموی کشمیری مرحوم، مولانا عبدالمجید صاحب مہیسری سہارنپوری مرحوم۔

اساتذہ حدیث شریف:

مولانا نے صحیح بخاری جلد اول حضرت شیخ مدظلہ سے اور جلد ثانی حضرت مولانا السید عبداللطیف صاحب سے اور صحیح مسلم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سے اور ابوداؤد شریف حضرت شیخ مدظلہ سے، ترمذی حضرت مولانا السید عبداللطیف صاحب سے، سنن نسائی وابن ماجۃ اور مشکوۃ شریف حضرت مولانا منظور احمد صاحب سے پڑھیں۔

مشغلہ تدریس وتعلیم:

فراغت کے بعد ہی مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر علوم میں ۱۳۴۹ھ میں ابتدائی مدرس مقرر ہوئے، اور مسلسل چھ سال وہیں رہے اور وہاں ہونے والی سبھی کتابیں پڑھائیں، وہیں کے دوران قیام میں چھ ماہ میں قرآن پاک حفظ فرمایا۔ ۲۶ رشوال ۱۳۵۵ھ میں مظاہر علوم میں منتقل ہوئے اور شاشی وغیرہ کتابیں سپرد کی گئیں۔ نہایت قابلیت اور مقبولیت کے ساتھ درس دیتے رہے اور ہمیشہ ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے۔ ۱۳۶۳ھ میں ہدایہ اولین پہلی مرتبہ پڑھائی اور ۱۳۶۶ھ میں جلالین شریف پڑھائی، اور ۱۳۶۷ھ میں مشکوۃ شریف کا آغاز ہوا، اور شعبان ۱۳۸۱ھ تک مسلسل کامل پندرہ سال مشکوۃ کا درس دیا، اور ۱۳۷۴ھ میں پہلی مرتبہ نسائی شریف پڑھائی، اور شعبان ۱۳۸۳ھ تک پڑھاتے رہے، صرف ۱۳۸۱ھ میں مفتی مظفر حسین صاحب کے پاس ہوئی۔

صفر ۱۳۷۷ھ میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب سابق مفتی اعظم مظاہر علوم کی وفات پر ۱۳۷۷ھ میں ترمذی شریف۔ آپ کے یہاں منتقل ہوئی اور ۱۳۸۳ھ اور ابتداء ۱۳۸۴ھ تک پڑھاتے رہے۔ ۱۳۸۱ھ میں ایک مرتبہ طحاوی شریف کا درس دیا۔ اور ۸۱ھ ہی میں بخاری شریف کی کتاب التفسیر وغیرہ پڑھائی۔

بحیثیت صدر مدرس:

یہ تو معلوم ہوگیا کہ مولانا مرحوم کے یہاں ۱۳۷۷ھ سے ترمذی شریف کا درس شروع ہوگیا تھا جو اس علاقہ میں صدر مدرس کی کتاب سمجھی جاتی تھی، لیکن مولانا ۶ رشوال ۱۳۷۸ھ کو باضابطہ صدر مدرس بنائے گئے اور تاوفات اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔

فضل وکمال:

مولانا کو تمام علوم میں کامل دسترس تھی اور خاص کر فن حدیث سے بہت ہی ذوق ومناسبت تھی، درس میں جو کچھ بیان فرماتے حفظ کہتے چلے جاتے اور حوالے دیتے چلے جاتے۔

اخلاق وشمائل:

مولانا نہایت بردبار حلیم وباوقار تھے، مزاج میں کسی سے از خود تعرض کرنے کی عادت نہیں تھی، فطرتی طور پر مرنجاں مرنج تھے کبھی کسی کی کوئی غیبت یا برائی کرتے نہیں سنا گیا، لیکن حق بات اگر آجاتی تھی تو مولانا پھر بے

لاگ بات کہہ دیتے تھے ایک مرتبہ ایک طالب علم نے میری موجودگی میں پوچھا کہ مدرسہ مظاہر علوم بڑا ہے یا دار العلوم دیوبند فرمایا دار العلوم دیوبند۔

ایک مدرس کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدرسہ میں دو مصری عالم تشریف لائے ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں، مولانا سے حلق لحیہ کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی مولانا نے فرمایا **حلق اللحیة فسق**، ان میں جو بڑے تھے کہنے لگے **یاشیخ أنحن فساق**؟ حضرت مولانا نے بے خوف فرمادیا: **أنتم فساق** اور پھر اس سلسلے میں بحث شروع ہوگئی، حضرت مولانا نے احادیث مقدسہ کی روشنی میں مسئلہ کو مدلل فرمادیا، آخر میں اس مصری عالم نے مولانا کے دونوں بازو پکڑ کے بار بار کہا کہ **مولانا امیر شیخ کبیر**۔

مولانا نے طبیعت بالکل سادہ پائی تھی، لباس نہایت سادہ پہنتے تھے وہ سادہ لباس ہی مولانا پر زیب دیتا تھا۔ ع

حاجت مشاطہ نیست روے دلأ رام را

کبھی کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے خصوصا دوران درس میں جب محسوس فرماتے کہ اب طلبہ کو دیر تک بیٹھنے کی وجہ سے بار ہو رہا ہوگا، تو کوئی مزاحیہ فقرہ یا کوئی قصہ سنا دیتے جس سے طلبہ ہنس پڑتے اور تازہ دم ہو جاتے۔

انداز تدریس:

مولانا کو حق تعالی نے فہم وفراست سے نوازا تھا اور زبان نہایت سادہ اور شیریں تھی، قوت حافظہ بھی خوب تھی جس وقت درس دیتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کتابیں کھلی ہیں، اور مولانا ان کے علمی موتیوں کی لڑی پرو رہے ہیں، درس میں نہایت ہی ترتیب ہوتی تھی رک رک کر آہستہ آہستہ تقریر فرماتے تھے، اور جب کلام فرماتے تو مسئلہ کے سارے گوشوں پر کلام فرماتے تھے، لیکن جو مسائل دور کا تعلق رکھتے ہیں ان سے کم تعرض فرماتے، بس جس کا حدیث سے تعلق ہو اس پر کلام فرماتے تھے۔

احقر نے مولانا کی درس ترمذی ضبط کی تھی، مگر حقیقت یہ ہے کہ ابتداء میں مشق نہ ہونے کی وجہ سے بعض باتیں ضبط تحریر میں نہیں آتی تھیں، پھر بعد میں تو الحمد للہ ساری ہی ضبط کر لی تھی، اگر کوئی طالب علم سوال کرتا تو اگر معقول سوال ہوتا جواب دیتے ورنہ عامۃ کوئی تفریحی انداز میں اعراض فرماتے، اکثر یہ فقرہ فرمایا کرتے ''ارے تیرے دماغ میں خشکی ہے رے تیل کی مالش کرلیا کر''۔

وعظ:

مولانا کو وعظ گوئی سے بھی مناسبت تھی، اکثر مدرسہ کی طرف سے جلسوں میں اور تبلیغی اجتماعات میں بھیجا جاتا تھا۔

مولانا اور اکابر:

حضرت مولانا سارے ہی اکابر اور مشائخ سے تعلق رکھتے تھے، اور سبھی کا ذکر احترام وعظمت سے کرتے تھے بیعت کا تعلق بانی تبلیغ حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی ثم الدہلوی سے تھا، اور ان کی وفات کے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا ''محمد زکریا'' صاحب مدظلہ العالی سے مربوط ہوگئے تھے، اور ان سے بے انتہا محبت واعتقاد رکھتے تھے، ایک مرتبہ مجھے اپنی ابتدائی تدریس میں ایک حدیث کی تلاش تھی رات میں کئی بار تقلیب اوراق کی، نہیں ملی، حضرت شیخ سے پوچھا تو فرمایا کہ فلاں جگہ دیکھو دیکھا تو فوراً مل گئی، میں نے حضرت مولانا مرحوم سے اس کا تذکرہ کیا تو برجستہ پڑھا۔ ع

عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

مشکوۃ پڑھنے کے دور میں مولانا نے ایک مذہب نقل کیا، درس سے فراغ پر میں نے عرض کیا کہ فلان کتاب میں اس کے خلاف لکھا ہے تو فرمانے لگے پھر کیا ہوا، میں مولانا کی اس قدر بے اعتنائی کو سمجھ نہ سکا، بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے جو مذہب نقل کیا تھا وہ اوجز سے نقل کیا تھا، اسی لئے دوسرے مصنف کی نقل کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

اشعار:

مولانا کو عربی وفارسی کے بہت سے اشعار یاد تھے، جو برمحل پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ مسئلہ متعۃ النکاح پر تقریر فرماتے ہوئے جب اہل تشیع کا مسلک بیان کیا تو یہ شعر پڑھا ؎

منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو　　مذہب وہ چاہئے کہ زنا بھی حلال ہو

اسی مسئلہ کے متعلق جب حضرت ابن عباس کا مذہب نقل کیا، تو فرمایا کہ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ یہ آپ نے کیا فتوی دیدیا سارت بها الركبان وقالت فيه الشعراء (یعنی تمام شہروں میں پہنچ چکا تمام شعراء نے طنزیہ اشعار کہے ہیں) حضرت ابن عباس نے فرمایا ماقالت الشعراء؟ (شعراء نے کیا کہا) سعید بن جبیر نے فرمایا کہتے ہیں۔

قد قلت للشيخ لما طال مجلسه　　ياصاح هل لک فی فتيا ابن عباس

وهل لک فی رخصة الأطراف آنسة　　تكون مثواک حتى مصدر الناس

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ماهو إلا كالميتة والخنزير

جب ترمذی شریف میں حدیث ''المومن الذي يخالط الناس ويصبر على أذاهم خير من

المؤمن الذی لایخالط الناس ولایصبر علی أذاھم" آئی تو فرمایا ڈاکٹر ٹیگور نے اخبار میں اپنی تصویر شائع کی کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا ہے بانسری بجا رہا ہے تو ڈاکٹر اقبال نے لکھا ۔ ؎

میا سابر لب ساحل کہ آنجا ہوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط وباموجش در آویز حیات جاودان اندر ستیز است

اور پھر فرمایا یعنی لوگوں سے مل جل کر رہنا، اوران کی اصلاح کرنا، اس سے بہتر ہے کہ گوشۂ تنہائی اختیار کرلے۔

ایک مرتبہ مجلس مناظرہ متعلقہ انجمن ہدایت الرشید میں ایک صاحب نے کوئی تقریر ایسی کی جو منقح نہیں تھی اور دعوی ودلیل میں کچھ ربط نہیں تھا تو برجستہ پڑھا۔ ؎

کلام میر سمجھے داغ سمجھے میرزا سمجھے مگران کا کہا یہ آپ سمجھے یا خدا سمجھے

بعض اوقات مجلس وعظ میں یہ قطعہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف
کہ در شیشہ بماند اربعینے

حضور اقدس ﷺ کے حسن کا ذکر جب شمائل میں آیا تو یہ شعر پڑھا

لواحی زلیخا لور این جبینه لآثرن بالقطع القلوب علی الید

کبھی کبھی یہ اشعار پڑھتے سنا:

یاصاحب الجمال ویا سید البشر من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقه بعد ازخدا بزرگ توئي قصه مختصر

مسئلہ جرجوار کی مثال دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

فظل طهاة اللحم من بین منضج صفیف شواء أو قدیر معجل

مسئلہ اشربہ ونبیذ بیان فرماتے ہوئے پڑھا:

دع الخمر یشربها الغواة فإننی رأیت أخاها مغنیا بمکانها

مرض ووفات:

مولانا مرحوم ۱۳۸۲ھ میں بیمار ہوئے اخیر میں سل ہوگئی تھی، اور نہایت لاغر ونحیف ہوگئے تھے علاج مسلسل چلتا رہا لیکن پیمانہ حیات لبریز ہوچکا تھا، ۱۳۸۴ھ میں عید الاضحیٰ کی تعطیل میں اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر طبیعت روز بروز گرتی رہی اور گیارہ ذی الحجہ کو ستاون سال ڈیڑھ ماہ کی عمر میں

یہ ماہتاب علم وفن ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا غفر اللہ لہ ورحمہ رحمۃ واسعۃ اوراپنے جدی قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ ؎

ما کنت أحسب قبل ذلک دفنک في الثری

ان اللحود منازل الاقمار .....

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مبشرات ومنامات:

کاندھلہ میں کوئی حکیم صاحب تھے انھوں نے مولانا کوخواب میں دیکھا تو کہا کہ مولانا ابھی تو آپ کی عمر زیادہ نہیں تھی بہت ہی جلد چلدیئے مولانا نے فورا یہ آیت پڑھی اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَّلايَستَقْدِمُون پھرایک مرتبہ خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ مولانا کیا حال ہے فرمایا وَلِمَن خَافَ مَقَامَ رَبِّه جَنَّتَان.

اولاد:

مولانا مرحوم کے کئی لڑکے اورلڑکیاں ہیں، حافظ محمد اکرام مولوی محمد ایوب مولوی محمد ادریس محمد یعقوب باقی کا نام معلوم نہیں۔

تلامذہ:

مولانا مرحوم کواللہ تعالی نے بڑے اچھے اچھے فاضل تلامذہ عطاء فرمائے جن کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے، ان سب کا احصاء یہاں مشکل ہے، صرف ان لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو مدرسہ مظاہر علوم میں درس دیتے ہیں یا اور کہیں، یا کوئی مخصوص شہرت رکھتے ہیں، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نائب ناظم، مفتی محمد یحییٰ صاحب سہارنپوری، مفتی عبدالعزیز صاحب، مولانا محمد عاقل صاحب صدر مدرس، مولانا عبدالقیوم صاحب، مولانا وقار علی صاحب، مولانا اطہر حسین صاحب، مولانا محمد یامین صاحب، مولانا قطب الدین صاحب، مولوی حافظ فضل الرحمٰن صاحب۔ یہ سارے ہی حضرات مدرسہ مظاہر علوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں، اور سب نے مولانا مرحوم سے مشکوۃ شریف اوراسی طرح دیگر کتب پڑھی ہیں، اس حقیر راقم سطور نے حضرت مولانا سے ترمذی نسائی ابن ماجہ شمائل ترمذی موطا امام مالک اور مشکوۃ شریف، نزہۃ النظر، مقدمہ شیخ عبدالحق محدث

دہلوی پڑھیں، اور کتاب القسمۃ تک ہدایہ رابع۔

مدرسین کے علاوہ مولانا کے تلامذہ میں حضرت مولانا صدیق احمد باندوی بانی مدرسہ جامعہ عربیہ ہتورا ضلع باندہ، مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی مبلغ، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی، قاری امیر حسن صاحب چھپروی، مولانا سعید احمد صاحب کھیڑوی مقیم حال مدینہ منورہ، مولانا عامر انصاری رامپوری، مولانا منظور احمد صاحب جونپوری، استاذ حدیث جامع العلوم کانپور، مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی مفتی حیات العلوم ومولف کتب عدیدہ، مفتی داؤد یوسف مفتی برما، مولانا عبدالقیوم بستوی مجاز بیعت حضرت ناظم صاحب، مدرس مدرسہ جمدا شاہی، مولانا عبدالستار صاحب بستوی سابق مدرس مدرسہ ضیاء العلوم، مولانا عبدالقیوم بارہ بنکوی مدیر نظام جدید ومولف تذکرہ شاہ ولی اللہؒ، مولانا عبدالوہاب صاحب بستوی مجاز حضرت ناظم صاحب، مولانا عبدالرحمٰن حیدرآبادی، مدرس جامعہ عثمانیہ حیدرآباد استاذ حدیث، مولانا عبدالرشید صاحب بستوی سابق مدرس مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں ومدرس حدیث، مولانا عبدالرؤف صاحب پورنوی، مدرس دارالعلوم لطیفی کٹیہار، مولف رسائل عدیدہ، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کلیانوی مدرس دارالعلوم کراچی مدیر البلاغ ومولف کتب مختلفہ، مولانا نسیم احمد صاحب بجنوری سابق استاذ حدیث مدرسہ حیات العلوم، ومدرسہ امدادیہ واستاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، وحال استاد جامع الہدی، ومصنف رسائل عدیدہ، مولانا وارث علی صاحب سیتاپوری، مدرس خیرآباد وخلیفہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ، مولانا اقبال احمد صاحب چھپروی بانی مدرسہ عربیہ چھپرہ، مولانا عثمان غنی بردوانی مدرس مدرسہ عربیہ پنڈوہ، مولانا احسان الحق صاحب لاہوری، خلیفہ حضرت شیخ مدرس مدرسہ رائے ونڈ پاکستان، مولانا قاری مشتاق احمد صاحب گوالیاری مدرس مدرسہ اتراون الہ آباد، مولانا شجاع الدین صاحب حیدرآبادی مدرس مدرسہ عربیہ لاتور عثمان آباد، مولانا محمد ہارون بن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رئیس المبلغین، مولانا محمد ہاشم صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ریڑھی تاجپورہ سہارنپور، مولانا ابوالحسن صاحب بھٹپوری مدرس مدرسہ عربیہ حیات العلوم، مولانا محمد رفیق صاحب پرتاب گڑھ سابق مدرس شاخ مظاہر علوم، مولانا محمد ہاشم صاحب جوگواڑی گجراتی مدرس دارالعلوم لندن وخلیفہ حضرت شیخ، اس کے علاوہ سینکڑوں علماء وفضلاء ہیں جو اپنے علاقوں میں درس وتدریس وعظ وافتاء وغیرہ کی خدمات انجام دے رہے ہیں طول کے خوف سے قلم کو یہیں روک لیا گیا۔

تالیف

حضرت مولانا کو تدریسی مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے کوئی کتاب لکھنے کا موقع نہیں مل سکا، مشکوۃ شریف اور نسائی وترمذی پر مولانا مرحوم نے کچھ یادداشتیں تقریر کے نام سے تحریر فرمائی تھیں، جو اب بھی بعض مدرسین کے پاس موجود

www.alislahonline.com

ہیں اوران سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، ایک مختصر سا حاشیہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی عجالۃ پر ہے جس میں اپنی اسانید اور بعض رجال کے مختصر سے حالات لکھے ہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۲/صفر ۱۳۹۸ھ

حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کا مختصر ذکر

حضرت اقدس مولانا السید عبداللطیف صاحب قدس سرہ مدرسہ سے ۱۳۲۲: میں ناظم مقرر ہوئے، اور تا وفات ناظم رہے، اور بروز دوشنبہ دس بجے ۲/ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۲/اگست ۱۹۵۴ء میں وفات پائی، اور حاجی شاہ میں سپرد خاک کردیئے گئے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

فصل

حضرت مولانا منظور احمد محدث سہارنپوری صاحب کے مختصر حالات

مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوری کی ولادت کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہوسکی لیکن ظن غالب ہے کہ مولانا ۱۳۰۷ھ میں یا اس کے ایک آدھ سال قبل پیدا ہوئے، ابتدا ہی سے مدرسہ میں پڑھا ۱۳۱۷ھ میں مدرسہ میں داخل ہوئے اور شعبان ۱۳۲۸ھ میں فراغت پائی۔

اساتذہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، مولانا عنایت صاحب مولانا ثابت علی صاحب، مولانا عبدالکریم صاحب، مولانا محمد احکم صاحب مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی، مولانا حمداللہ صاحب۔

اساتذہ حدیث

مولانا مرحوم نے صحیحین، ترمذی وابوداؤد، وشمائل ترمذی، شرح نخبہ تو حضرت سہارنپوری سے پڑھی، اور موطائین حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے، نسائی کے متعلق حضرت مولانا امیر احمد صاحب نے تو یہ فرمایا تھا کہ حضرت سہارنپوری سے پڑھی لیکن روداد مدرسہ ۲۸ھ میں یہ درج ہے کہ مولانا نورالحسن[1] صاحب جھلمی سے پڑھی۔ جنھوں نے اکثر کتب نعمانیہ لاہور میں اور بعض دیوبند میں پڑھیں، ابن ماجہ حضرت مولانا ثابت علی صاحب سے انھوں نے مولانا مظہر صاحب سے پڑھی مشکوۃ شریف حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے وہوعن مولانا ثابت علی۔

نیز مولانا عبداللطیف صاحب سے وہوعن مولانا ثابت علی، لیکن مولانا اشفاق صاحب کے ترجمہ میں جو مولانا کے رفیق ہیں براہ راست مولانا ثابت علی صاحب سے پڑھنا وارد ہے۔

---

[1] مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی مولانا منظور احمد صاحب کے رفیق ہیں ان کے ترجمہ میں تاریخ مظاہر میں یہی لکھا ہے۔ دیکھو ص:۲۶۱۔

www.alislahonline.com

نیز مولانا منظور احمد صاحب نے مشکوۃ شریف ۲۷ھ میں مولانا عنایت الٰہی سے پڑھی کما ذکرہ شیخنا الأمیر علی حاشیة عجاله نافعه۔

تلامذہ

ایں سلسلہ طلائے ناب است ایں خانہ ہمہ آفتاب است

بندہ محمد یونس عفی عنہ

حضرت مولانا سید ظہور الحق صاحب کا تذکرہ

سوال: حضرت اقدس سید ظہور الحق صاحب رحمہ اللہ کی تاریخ وفات دن ومہینہ تحریر فرمادیں۔

(مولانا) عبداللہ دہلوی ۲۳/ اگست ۷۲ء

جواب: حضرت مولانا سید ظہور الحق صاحب قدس سرہ دار العلوم میں ۱۳۱۰ھ میں داخل ہوئے، اور ۱۳۲۸ھ میں دستار بندی ہوئی اور ۱۳۳۰ھ میں سند لی، ابتداء چھ ماہ دار العلوم میں مدرس ہوئے، اور پھر چند سال موانہ کلاں موضع میرٹھ میں مدرس رہے، اور ۱۳۳۵ھ سے مدرسہ مظاہر علوم میں مدرس مقرر ہوئے، ۱۳۰۱ھ میں ولادت ہوئی اور بتاریخ ۲۳ رجمادی الثانیہ شب جمعہ ساڑھے تین بجے ۱۳۸۴ھ میں وفات ہوئی، اور بعد نماز جمعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی اور حاجی شاہ میں دفن کئے گئے۔

محمد یونس عفی عنہ

فصل

رواۃ کی تحقیق اوران کے حالات

فن حدیث میں امام احمدؒ بن حنبل کا مرتبہ ومقام

امام احمدؒ کی حدیث دانی مسلمات میں سے ہے بلکہ امام شافعیؒ سے بھی ایک جماعت کی رائے میں امام احمد کا مرتبہ حدیث میں بڑھا ہوا ہے، حضرت امام شافعی سے منقول ہے فرماتے ہیں:

یا أبا عبدالله یعني أحمد بن حنبل إذا صح عندکم الحدیث فأعلمني به أذهب إلیه حجاز یا کان أوشامیاً أو عراقیاً أو یمنیاً.

قال ابن کثیر ۳۲۷/۱۰ قول الشافعي له هذه المقالة تعظیم لأحمد واجلال له وأنه عنده بهذه المثابة إذا صحّح أوضعّف یرجع إلیه، وقد کان الإمام أحمد بهذه المثابة عند الائمة والعلماء انتهی.

بلکہ مجھ کو تو یہاں تک یاد ہے کہ حضرت امام شافعی نے امام احمد سے ارشاد فرمایا:

أنتم اعلم بالحدیث منافاذا صح الحدیث عندکم الخ.

لیکن اتفاق سے تلاش کے بعد بھی نہ ملی پھر اسکے بعد فتاوی ابن تیمیہ (۲۰/ ۳۱۷) میں مل گئی **ولفظه قال لأحمد بن حنبل أنتم اعلم بالحدیث منا فإذا صح الحدیث فاخبرنی به حتی اذهب الیه شامیا کان او بصریا او کوفیا انتهی.**

حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم مقدمہ جرح وتعدیل میں لکھتے ہیں (ص:۲۰۲):

سمعت أبي یقول کا ن أحمد بن حنبل بارع الفهم لمعرفة الحدیث بصحیحه وسقیمه وتعلّم الشافعي أشیاء من معرفة الحدیث منه.

وکان الشافعي یقول لأحمد حدیث کذا وکذا قوی الإسناد محفوظ؟ فإذا قال

أحمد : نعم! جعله أصلا وبنى عليه. انتهى.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اصیلی کی تحقیق اوراس کا ضبط

سوال: نساخ بخاری میں سے ایک اصیلی ہیں آیا یہ لفظ بفتح الہمزہ ہے یا بضمہا؟

الجواب : (۱) اصیلی کے ہمزہ پر ضمہ زبان زد ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ یہ بفتح الہمزہ ہے جو اصیلۃ کی طرف نسبت ہے، قالہ ابن الفرضی اور بعض نے اصیل ذکر کیا ہے علامہ ابن الاثیر الجزری نے لباب الانساب میں اور ابن فرحون نے الدیباج میں (ص ۱۳۸) ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ضبط نہیں کیا ہے، ظاہر یہ ہے کہ یہ بفتح الہمزہ ہے ورنہ اگر بضم الہمزہ ہوتا تو خلاف اصل ہونے کی وجہ سے ضبط کرتے، علامہ یاقوت الحموی نے معجم البلدان میں اصیل کے تحت ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

أصيل ياء ساكنة ولام بلد بالأندلس قال سعد الخير : ينتسب إليه أبو محمد عبد الله بن إبراهيم الأصيلي محدث متقن فاضل معتبر تفقه بالأندلس فانتهت إليه الرياسة، وصنف كتاب الآثار والدلائل في الخلاف ثم مات بالأندلس في نحو سنة تسعين وثلثمائة.

اس کے بعد ابن الفرضی سے نقل کیا ہے اصیلی اصیلۃ کی طرف نسبت ہے اور ان کی وفات ۳۹۲ میں بتائی ہے، علامہ یاقوت کا رجحان یہی ہے کہ یہ اصیلۃ کی طرف نسبت ہے جو بلاد بربر میں سے ہے۔

بہر حال یہ اصیلہ کی طرف نسبت ہو یا اصیل کی طرف بظاہر حموی کے نزدیک بھی بفتح الھمزہ ہے، اس لئے کہ ان کی عادت ہے کہ جو لفظ تصغیر کے ساتھ ہوتا ہے اس کو ضبط کرتے ہیں جیسے أتيم ،أجير ، أذينه، أرين، أرينه، أريكه، اور جو لفظ فعیل یا فعیلہ کے وزن پر بفتح الاول ہوتا ہے، اس کا اول کلمہ ضبط نہیں کرتے ہیں الا یہ کہ ایک ہی لفظ دو طرح وارد ہو ایک مقام کے لئے بفتح الاول اور دوسرے کے لئے بضم الاول، تو دونوں کو ضبط کرتے ہیں جیسے اثیل مکبراً و اثیل مصغراً دو مقامات کے الگ الگ نام ہیں تو دونوں جگہ ضبط فرمایا ہے۔

ویسے اب تک کسی کے کلام میں صراحۃ ضبط نہیں ملا، اس کے بعد ملا علی قاری کی شرح شفاء میں وہی ملا جو احقر نے اپنے ظن سے لکھا تھا فرماتے ہیں:

الأصيلي بفتح وكسر ۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

شارح ترغیب الفیومی کا ترجمہ

السوال :جن الفیومی کے متعلق آپ نے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ترغیب کی شرح لکھی ہے، ان کے متعلق اگر کچھ اور تفصیلات معلوم ہوسکتی ہوں تو ضرور مطلع فرمایئے، ایک الفیومی ''المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر '' کے مصنف بھی ہیں (متوفی ۷۷۰ھ) ان کا نام احمد بن محمد بن علی ہے مگر کشف الظنون میں ان کے حالات میں شرح الترغیب کا ذکر نہیں کیا ہے، پتہ نہیں یہی شارح ترغیب ہیں یا اور کوئی؟

الجواب : الفیومی کے متعلق جو کچھ میں نے نقل کیا تھا وہ الرسالۃ المستطرفہ سے کیا تھا اور اس میں اسی قدر تھا جو نقل کیا تھا، طبقات کی کتابوں کی قلت کی وجہ سے ان کے متعلق تحقیق نہ ہوسکی ممکن ہے کہ صاحب المصباح المنیر ہوں اور ممکن ہے کہ کوئی اور ہو اور بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابراہیم بن عبدالرحمٰن

سوال: حیاۃ الصحابہ (۲/۳۱۰-س:۹) میں ایک تابعی کا نام ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری ہے۔ یہ نام التقریب اور لسان کے اصل حصہ میں اور متفرقات میں کہیں نہیں ہے تاریخ بخاری میں ہے مگر عبد الرحمٰن بین القوسین ہے (۱/۲۶۴)۔

محشی نے لکھا ہے کہ یہ ابن ابی حاتم وغیرہ سے اور اصل نسخہ مخطوطہ سے اضافہ ہے، اور دوسری جگہ تاریخ بخاری میں (۱/ ۲۶۷، ق:۱) میں اور تقریب وغیرہ میں ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالقاری ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ عبداللہ کا عبدالرحمٰن ہوگیا ہو؟

الجواب: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری اور ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالقاری دو راوی الگ الگ ہیں: **كذا فرق بينهما البخاري في التاريخ** (۱/۲۹۷، ق:۱) (۱/۳۰۰، ق:۱) **وأبو حاتم الرازي وابنه أبو محمد عبدالرحمن** (۱/۱۰۸ ق:۱) (۱/۱۱۱، ق:۱) **وأبو حاتم بن حبان البستي** (ص۹ ع، ص۱۲ ع) **فالأول يروى عن ابن عمر وروى عنه حمزة بن أبي جعفر، كذا قالوا ولفظ: البخاري رأي ابن عمر و زاد في الرواة عنه جعفر بن أبي جعفر وزاد ابن حبان قال: رأيت ابن عمر وضع يده على مقعد النبيﷺ من المنبر، ثم وضعها على وجهه وهذا الأثر هو الذي ذكره صاحب حيوة**

الصحابة برواية ابن سعد (۲۵٤/۱).

والثاني قال أبوحاتم : روى عن علي مرسل، روى عن ابن عباس روي عنه الجعيد، وقال ابن حبان في الثقات (ص۱۲ع) روي عن رجل من أصحاب النبي ﷺ روي عنه الجعيد بن عبد الرحمن وذكر البخاري في تاريخه (۳۰۰/۱، ق:۱) روايته عن رجل من الصحابة، وكذا عن ابن عباس وابي هريرة، وذكر رواية الأولين من طريق الجعيد ورواية الثالث من طريق عبد الرحمن بن محمد بن عبد الله بن عبد القاري عن أبيه أو عمه إبراهيم عن أبي هريرة.

وهذا الراوي أخرج له النسائي في عمل اليوم والليلة وفي مسند علي وترجم له المزي في تهذيب الكمال (۵۷/۱) وابن حجر في تهذيب التهذيب (۱۳٤/۱) وتقريب التهذيب وهو ابن عبد الرحمن بن عبد القاري كما ذكره المزي۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابراہیم بن علی

میرے نزدیک راجح ابراہیم بن علی بن حسن الرافعی ہے المجمع میں حسن کا حسین اور الرافعی کا الرافقی بن گیا، رافقی بالفاء والقاف تو غیر معروف سا راوی ہے، ان کا نسب ہی نہیں لیا گیا، ہاں الرافعی معروف الحال والنسب ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کے یہاں لکھ کر معلوم کرلیں، ان کے یہاں مجمع البحرین ہے اس میں یہ حدیث ضرور ہوگی۔ والسلام

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

علامہ ابن الترکمانی

علامہ ابن الترکمانی علی بن عثمان بن مصطفیٰ الماردینی المتوفی فی المحرم ۷۵۰ھ مشہور حنفی عالم ہیں، حافظ ابن حجر نے الدرر الکامنہ (۱۰۰/۴) میں لکھا ہے:

له من التصانيف "غريب القرآن" و"مختصر ابن الصلاح" و"الجوهر النقي" و"تخريج أحاديث الهداية" و"مختصر المحصل" و"الكفاية في مختصر الهداية" وأشياء كثيرة لم تكمل .انتهى.

محمد یونس عفی عنہ ۲۵/شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

ابن حاتم یا ابن ابی حاتم

سوال: ص:۷۰ پر حضرت جابر کی روایت کے حوالوں میں ایک جگہ ابن حاتم ہے مولانا عبداللہ دہلوی جو آپ کے تلمیذ ہیں اور حدیث میں اچھی واقفیت ہے، لکھتے ہیں کہ ابی کا لفظ کاتب سے چھوٹ گیا۔

محمد شعیب علی ۵/ ربیع الاول ۹۳ھ

جواب: حضرت شیخ عنایت فرمائیں سلمہ سلام مسنون

آپ کا خط مع جوابی لفافہ کے اپنے مخلص دوست مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم کے پاس بھیج رہا ہوں، وہ اس کا جواب لکھ کر بھیجیں گے آئندہ حدیث کے متعلق جو سوال کرنا ہو انھیں سے مراجعت کریں۔اھ مختصراً۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم حبیب اللہ ۱۱/ ربیع الاول ۹۳ھ

صحیح ابن ابی حاتم ہے بظاہر لفظ ابی کاتب سے چھوٹ گیا جیسا کہ مولانا عبداللہ صاحب نے بتایا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ شب دوشنبہ

۱۲/ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

ابن حجر عسقلانی اور شیخ ابن حجر مکی ہیتمی کا فرق اور ان کا سلسلۂ نسب

حافظ ابن حجر عسقلانی اور شیخ ابن حجر مکی ہیتمی میں فرق یہ ہے کہ حافظ ابن حجر، شیخ ابن حجر مکی کے استاذ الاستاذ ہیں حافظ ابن حجر کا سلسلہ نسب ان کے بیان کے مطابق یہ ہے۔

أحمد بن علی بن محمد بن محمد بن علي بن أحمد بن حجر الكنانی النسب، العسقلانی الأصل، المصری المولد والمنشا.

حافظ ابن حجر نے یہ خود فتح الباری کے اخیر میں لکھا ہے، حافظ ابن حجر کی ولادت مصر میں شعبان کی ۱۳/ تاریخ ۷۷۳ھ میں ہوئی اور وفات ۲۸ ذی الحجہ کی شب شنبہ میں ۸۵۲ھ میں ہوئی۔

اور شیخ ابن حجر کا سلسلہ نسب اس طرح ہے احمد بن محمد بدرالدین بن محمد شمس الدین بن علی نورالدین بن محمد اسی طرح یہ نسب ان کے فتاویٰ کبریٰ کے مقدمہ میں ان کے بعض تلامذہ نے لکھا ہے شیخ ابن حجر کی ولادت

۹۰۹ھ میں محلّہ ابی الہیتم میں ہوئی اور وفات دوشنبہ کے دن چاشت کے وقت ۱۳ رجب ۹۷۴ھ میں ہوئی اور مکہ میں مدفون ہوئے۔ مکی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مکہ میں اقامت کر لی تھی جیسا کہ ملا علی قاریؒ کو باوجود ہروی ہونے کے اقامت بمکۃ المشرفۃ کی وجہ سے مکی کہتے ہیں اور ہیتمی محلّہ ابوالہیتم کی طرف نسبت ہے فتاوی کبریٰ کے ابتداء میں طابع نے شیخ ابن حجر مکی کا مختصر ترجمہ لکھنے کے بعد لکھا ہے۔

الهيتمي بالمثناة الفوقية نسبة إلى محلة أبي الهيتم قرية في أقليم الغربية من أقاليم مصر خلافاً لما اشتهر من قراء ته بالمثلثة كما ذكره الفاكهي في ترجمته انتهى.

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ ابن حجر مکی کی نسبت میں جب ہیتمی کہیں گے تو بالتاء المثناۃ پڑھیں گے، اور صاحب مجمع الزوائد حافظ علامہ علی بن ابی بکر بن سلیمان ابوالحسن الہیثمی بالثاء المثلثۃ ہے جیسا کہ ''حسن المحاضرہ'' وغیرہ میں ثا سے لکھا ہے اور ''لحظ الالحاظ'' کے حاشیے میں ''**أنساب الضوء اللامع**'' للسخاوی سے بالثاء المثلثۃ ہونا ضبط کیا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ابن حجر مکی تو ہیتمی بالتاء المثناۃ ہیں اور حافظ نورالدین ہیثمی بالثاء المثلثۃ ہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ثعلبہ بن عنمہ کا ضبط

بندہ کو اس وقت عجلت کی وجہ سے نیز عدیم الفرصتی کی وجہ سے ''مفحمات القرآن'' نہ مل سکی، لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ ثعلبہ بن عنمہ بفتح العین المہملۃ ہے اس لیے کہ ثعلبہ بن غنم کوئی صحابی نہیں، ابن الاثیر نے ثعلبہ بن عنمہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ: **روى أبو صالح عن ابن عباس في قوله تعالىٰ : يسئلونک عن الأهلة قال نزلت في معاذبن جبل وثعلبة بن عنمه وهما من الأنصار قالا: يارسول الله ﷺ مابال الهلال يبد وفيطلع رقيقاً ثم يزيد حتىٰ يعظم ويستوي ويستدير ثم لا يزال ينقص حتىٰ يعود كما كان فنزلت الآية.**

حافظ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں: **ثعلبه بن عنمة بفتح المهملة والنون ابن عدي بن نابي بن عمرو بن سواد بن غنم بن كعب بن سلمة الأنصاري السلمي الخزرجي، ذكر ابن الكلبى أنه ممن سأل عن الهلال كيف يبد وصغيراً ثم يكبر فنزل قوله تعالىٰ يسئلونک عن الأهلة.** الآیۃ۔

ایک بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ **الإستيعاب** لابن عبدالبر کے مطبوعہ نسخہ میں اور اسی طرح اسد الغابۃ میں بعض جگہ ثعلبہ بن غنمۃ نقطہ کی زیادتی سے **بالغین** لکھا گیا ہے جو غلط ہے حافظ ابن حجر کے کلام میں بالعین

المہملۃ ہونا گزر چکا ہے۔حافظ ذہبی تجرید میں لکھتے ہیں عنمۃ بمھملۃ،علامہ شیخ طٰہ بن مہنا شرح اسماء بدریین میں لکھتے ہیں۔ثعلبة بن عنمةبعين المهملة، ونون وميم وتاء وتانيث بوزن قصبة.

اور اتقان میں ثعلبۃ بن غنم جو واقع ہے اگر یہ کاتب کی غلطی نہ ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ جد اعلیٰ کی طرف نسبت ہے مگر اس میں اشکال ہے کہ کسی نے ان کو جد اعلی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے،لہٰذا ظاہر ہے کہ کاتب کی غلطی ہے یا سبق قلم ہے۔واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد یونس عفی عنہ

ليلة الثلثاء لخمس وعشرين من ذى القعدة سنة ألف وثلثمائة وأربع وثمانين.

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی اور ان کی شرح کا ذکر

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے ہمزلف ہونے کا بندہ کو علم نہیں، حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کی شرح، شروع کرنے سے پہلے ہی اپنی شرح پوری کر لی تھی،اور سب سے پہلے حافظ ابن حجر کی شرح چھپی ہے اور بار بار چھپی ہے۔

محمد یونس عفی عنہ

لفظ ابن خلدون کا ضبط و تحقیق

ابن خلدون کا ضبط کہیں نہیں ملا،صاحب نیل الابتہاج نے اتنا لکھا ہے(ص۱۶۹)قال بعضهم خلدون بفتح الخاء المعجمة وآخره نون، عمر رضاء كحاله نے معجم المؤلفین (۵/ ۱۸۸) میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اور ''خاء'' پر فتحہ اور لام پر جزم کی علامت لگائی ہے، حافظ ابن حجر ان کے معاصر ہیں ''انباء الغمر'' میں (۵/ ۳۲۷) میں ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ضبط نہیں کیا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابن خلکان کا ضبط و تحقیق

ابن خلکان کا ضبط نہیں ملا،لیکن زبان زد بفتح الخاء المعجمۃ وشد اللام المکسورۃ ہے اور یہی اعراب عمر رضاء کحالہ کی معجم المؤلفین (۲/ ۵۹) میں لگا ہوا ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابن فارس

سوال: وفي النيل (۱/۱٤۲) باب مسح العنق قال الحافظ : قرأت جزءاً رواه أبو الحسين بن فارس الخ ابن فارس کی روایت کیسی ہے، جب کہ حافظ نے بین ابن فارس وفليح مفازة سے اس پر تعقب کیا ہے۔

الجواب: ابن فارس کی روایت حافظ ابن حجر نے التلخیص (۱/۹۳) میں نقل کی ہے، اور حافظ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے پوری سند نہیں ہے۔ قال : وأنا قرأت جزءاً رواه أبو الحسين بن فارس بإسناده عن فليح بن سليمان عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال : ”من توضأ ومسح بيديه على عنقه وُقِي الغُلّ يوم القيمة“ وقال هذا إن شاء الله حديث صحيح قلت بين ابن فارس وفليح مفازة فلينظر فيها. انتہی ہمارے سامنے نہ ابن فارس کا جزء ہے اور نہ اور کہیں یہ روایت نظر پڑی۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ

ابن المنیر کا ضبط وترجمہ

سوال: ابن المنیر کو اسباق میں تو ہم نے حضرت والا سے بتشدید الیاء المثناۃ ضبط کیا ہے، مگر اب حوالہ کی ضرورت ہے کسی موقع پر مقدمہ لامع کا حوالہ دیا تھا مگر ہماری تلاش میں نہیں ملا۔

الجواب: ابن المنیر جن کا شروح ودروس میں تذکرہ آتا ہے دو ہیں اور دونوں بھائی ہیں، بڑے علامہ ناصر الدین احمد ابن محمد الجذامی ہیں، جن کی ۶۸۳ھ میں وفات ہوئی، اور چھوٹے علامہ زین الدین علی بن محمد ہیں، جن کی وفات ۶۹۵ھ میں ہوئی، اول نے تراجم بخاری پر کام کیا تھا اور ثانی نے بخاری شریف کی بڑی ضخیم شرح لکھی تھی، قال ابن فرحون في الديباج المذهب (ص۷۳): والمنير بضم الميم وفتح النون وياء مثناة من تحت مشددة مكسورة وقال الحافظ في الفتح المنير بتثقيل الياء ونون مفتوحة.

مقدمہ لامع طبع اول میں تو اس کا ضبط نہیں ہے، لیکن طبع ثانی وثالث میں شروح کے ذیل میں (۱۳) پر ضبط موجود ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابن نجیم کا ضبط

زین بن نجیم کا ضبط اس وقت کہیں نہیں ملا، لیکن یہ لفظ بلا تامل بضم النون ہے یہ نجم (تارہ) کی تصغیر ہے۔
بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابوبکرہ کا ضبط

سوال: ابوبکرہ: یہ لفظ بفتح باء بکرہ ہے یا بکسر؟ اول کے معنی جماعت اور ثانی کی معنی اول صبح کے ہیں، الاصابہ میں یہ عبارت ملی ہے جس میں دونوں احتمال ہیں کسی ایک کی تعیین میں تردد ہے، **في الإصابة في ترجمة نفيع بن الحرث المشهور بابي بكرة مانصه: وكان تدلىٰ إلى النبيﷺ من حصن الطائف ببكرة فاشتهر بأبي بكرة. الإستيعاب على هامش الإصابة** میں ہے، **كناه بأبي بكرة لأنه تعلق ببكرة من حصن الطائف فنزل إلى رسول الله ﷺ** (٢٣/٤) عبارت ثانیہ کے سیاق سے بکرۃ بالفتح معلوم ہوتا ہے؟

مولوی عقیل الرحمٰن مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد

الجواب: صحیح ابوبکرہ بفتح الباء ہے وجہ کنیت وہی ہے جو آپ نے نقل کی ہے: **وصرح به صاحب القاموس أيضا والنووى فى تهذيب الأسماء والكرمانى فى شرح البخارى** (١٤٢/١)۔
اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی طرف نسبت بکراوی بفتح الباء آتی ہے، کمافی الانساب للسمعانی (/٢٩٤) **ولباب الأنساب لابن الأثير** اس کے بعد کرمانی شرح بخاری میں تصریح بھی مل گئی قال (٢/١٠٧) **وابوبكرة بفتح الموحده**۔
بُكره بضم الباء أول الصبح کے لئے آتا ہے مولانا عبدالرؤف داناپوری صاحب اصح السیر کو وہم ہوگیا انہوں نے ابوبکرہ بالضم ضبط کردیا ہے یہ یاد سے لکھ رہا ہوں اصح السیر اس وقت سامنے نہیں ہے اگر مدرسہ میں ہو تو غزوۃ الطائف میں دیکھ لیں اور بکسر الباء بھی غلط ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

ابوجابر الوالدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: محترم المقام.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاج بخیر ہوں!

حیاۃ (۳/۱۳۵س۱۵) میں عن ابی جابر الوالدی کی روایت ہے اس کنیت میں یا نسبت میں کہیں کوئی تصحیف تو نہیں؟ کنز العمال طبع دوم (۸/۱۷۵) میں اس کے ہم معنی روایت ہے بحوالہ ابن ابی شیبہ ہے: **عن إسماعيل بن أبي خالد عن أبيه أنه كان يصلي خلف أبي هريرةؓ فذكر نحوه** ایسا تو نہیں کہ یہ ابوخالد الوالبی ہو اور اس سے مصحف ہو کر ابو جابر الوالدی ہو گیا ہو اگر ممکن ہو تو المسند بھی دیکھی جائے۔ والسلام نیاز مند

محمد عبداللہ طارق

الجواب: محبی السلام علیکم یہ ابوخالد الاحمسی ہیں پوری حدیث مع السند والمتن درج کرتا ہوں۔

حدثنا عبد الصمد عبد العزيز ثنا إسماعيل يعني ابن أبي خالد عن أبيه قال قلت لأبي هريرة أهكذا كان رسول الله ﷺ يصلي بكم قال وما أنكرت من صلوتي قال قلت أردت أن أسألك عن ذلك قال نعم وأوجز قال وكان قيامه قدر ماينزل المؤذن من المنارة ويصل إلى الصف. (مسند أحمد ۲/۳۳٦).

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۰٦ھ

ابو جہاد صحابی

سوال: ابو جہاد صحابی کا نام ونسبت اور صحیح ضبط کیا ہے؟

جواب: یہ صحابی غیر معروف الاسم ہیں، میرے پاس موجودہ کتابوں میں ان کا تذکرہ صرف ابو بشر الدولابی کی ''کتاب الکنی'' میں (۱/۲۳) اور تجرید اسماء الصحابۃ للذہبی اور الاصابہ میں ہے، ذہبی نے اشارہ کیا ہے کہ ابن مندہ وابونعیم نے ان کو اپنی اپنی کتاب المعرفۃ میں ذکر کیا ہے۔

لیکن کسی نے کوئی نام نہیں لکھا: امام بخاری نے کتاب الکنی اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل اور ابوحاتم بن حبان نے اپنی تاریخ میں تو ان کا تذکرہ ہی نہیں کیا، جہاد **بكسر الجيم** ہی ہوگا، اس لئے کہ محدثین کا طرز یہ ہے کہ معروف الاوزان الفاظ میں ضبط چھوڑ دیتے ہیں، اگر غیر معروف وزن ہو یا اشتباہ کا اندیشہ ہو تو ضبط کرتے ہیں کسی کے کلام میں ضبط نہیں ملا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

امام غزالی کا تعارف اور لفظ غزال کا ضبط

امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الغزالی کی ولادت شہر طوس میں جس کو اب مشہد کہا جاتا ہے ۴۵۰ھ میں ہوئی، اور وفات طوس میں بروز دوشنبہ ۱۴/ جمادی الآخرۃ ۵۰۵ھ میں پچپن سال کی عمر میں ہوئی، غزالی زای مفتوحہ کی تشدید اور تخفیف دونوں کیساتھ نقل کیا گیا ہے۔

ملا علی قاری شرح شفاء (۴/۴۹۴) میں لکھتے ہیں الغزالي بتشديد الزاى وتخفيفهانسبة إلى غزالة قرية من قرى طوس أوالى بنت كعب الأحبار فانها جدته وقيل كان والده غزالاًيغزل الصوف ويبيعه انتهى.

ترجیح میں اختلاف ہے بعض حضرات تخفیف کو راجح قرار دیتے ہیں اس لئے کہ خود غزالی اور ان کے بعض اخلاف سے اسی کی تصحیح منقول ہے:

قال النووي في التبيان (ص:۱۲۳) : الغزالي يقال بتشديد الزاي وقد روي عنه أنه انكر هٰذا وقال إنما أنا الغزالي بتخفيف الزاي منسوب إلى قرية من قرى طوس يقال لها غزالة انتهى.

وقد جزم به العلامة الفيومي في المصباح المنير فقال : غزالة قرية من قرى طوس وإليها ينسب الإمام أبوحامد الغزالي أخبرني بذلک الشيخ مجدالدين محمد بن محمد بن محي الدين محمد بن أبي طاهر شروان شاه بن أبى الفضائل فخراوَرُ بن عبيد الله بن سِتُّ النساء بنت أبي حامد الغزالي ببغداد سنة عشر وسبعمائة وقال لي أخطأ الناس فى تثقيل اسم جدنا وإنما هو مخفف نسبة إلى غزالة قرية بطوس انتهى.

اور ایک دوسری جماعت کا رجحان یہ ہے کہ تشدید ہی راجح ہے:

قال ابن خلكا ن فى وفيات الأعيا ن. (۲۹/۱) : الغزالي بفتح الغين المعجمة وتشديد الزاى المعجمة وبعد الألف لام هذه النسبة إلى الغزال على عادة أهل خوارزم وجرجان فإنهم ينسبون إلى القصار القصارى وإلى العطار العطارى وقيل الزاى مخففة نسبة إلى غزالة وهي قرية من قرىٰ طوس وهو خلاف المشهور لكن هكذا قاله السمعاني في كتاب الأنساب إنتهىٰ.

قلت لم أجده في نسخة الأنساب المطبوعة بالطبع القديم.

وقال الخفاجي في نسيم الرياض شرح الشفاء للقاضي عياض (٤/٤٩٤) : هو بتشديد الزاى المعجمة في المشهور وأصله الغزال بغير نسبة فزادوا فيه ياء النسبة تاكيدا كالعصارى على عادة

أهـل جـرجـان وخـوارزم وقيـل نسبة لغزالة بنت كعب الأحبار جدته وقيل إنه بتخفيف الزاى نسبة لغزالة قرية من قرى طوس كما ذكره النووى في التبيان، وأنكر إبن الأثيرتخفيفه إنتهٰى.

وقـال السيـوطـي فـي لـب لبـاب الأنسـاب: الـغـزالي بالتشديد إلى الغزل كالغزال وقيل هو بالتخفيف إلى غزالة قرية بطوس إنتهى.

وذكـر الزبيدى في الإتحاف (۱۸/۱) : عـن الـذهبـي في العبر وابن خلكان في التاريخ عادة أهـل خـوارزم وجـرجـان فـي زيـادة ياء النسبة فى آخر صيغة الفعال للصنعة كالقصاري والخبازي والشحامي ومثلها الغزالى.

قـال وأشـار لـذلک ابـن السـمعاني أيضا وأنكر التخفيف وقال : سالت أهل طوس عن هذه الـقـرية فـانكروها، وزيادة هذه الياء قالوا للتاكيد وفي تقرير بعض شيوخنا للتميز بين المنسوب إلى نـفـس الـصنعة وبين المنسوب إلى من كان صنعته كذلک وهذا ظاهر في الغزالي فإنه لم يكن ممن يـغـزل الصوف ويبيعه وإنما هي صنعة والده وجده ثم ذكر الزبيدى قول الفيومي ثم قول من قال إنه منسوب إلى غزالة بنت كعب الأحبار ثم قال:

هـذا إن صح فلا محيد عنه والمعتمد الآن عند المتأخرين من أئمة التاريخ، والأنساب أن القول قـول ابـن الأثير إنه بالتشديد وسمعت شيخنا القطب السيد العيد روس نفع الله به يقول أنه هكذا سمعهٗ مـن لسـان النبى ﷺ في واقعة منامية وعليه أنشدنا شيخنا المرحوم عبدالخالق بن أبي بكر المزجاحي بزبيد لأحد شعراء اليمن وقد أجاد.

يـالـلـعوا ذل في هواک ومالي — روحـى فـداک يـاحبيـب ومالي
غـزال طرفک ان رَنَا احيابه — وكذلک الاحياء للغزالي

إنتهىٰ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مرجئہ ہونے کی تحقیق

حضرت بڑے پیر صاحب نے امام صاحب کو مرجئہ کیوں کہا

سـوال : حضرت پیران پیر نے امام ابوحنیفہ اوران کے متبعین کو مرجئہ میں شمار کیا ہے، اب یا تو احناف حنفیت چھوڑ دیں جب تو وہ حضرات پیران پیر کے متبع ہو سکتے ہیں یا پھر پیران پیر سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذي بیدہ ازمة الهداية، نساله أن يوفقنا للتمسک بها، ويجنبنا عن عماية الغواية، والصلوة والسلام على سيدنا محمد صاحب اللواء والراية، وعلى آله وصحبه الذين في كل خير إليهم النهاية۔ امابعد!

اصل سوال کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے بطور مقدمہ کے اتنا جاننا ضروری ہے کہ کسی شخص کے خیالات کے جاننے کی صورتیں اور اس کے عندیات وعقائد کے معلوم ہونے کے دو ہی ذریعے ہیں ایک اس کی تصانیف، دوسرے اس کے اتباع۔

تصانیف تو اس وجہ سے کہ مصنف اس میں اپنے مافی الضمیر اور عندیات کو ذکر کرتا ہے، خدانخواستہ اگر مصنف دوسرے کے لئے آلۂ گفتار ہو تو بھی وہ اثنائے کلام میں اپنے خیالات کا پرچار کرتا رہتا ہے، اور جبکہ مصنف خود مستقل ہو کسی کا پابند نہ ہو تو پھر تو وہ اس میں کوئی کسر ہی نہیں اٹھا رکھتا، اور متبعین اس وجہ سے کہ وہ انہیں اعمال وکردار کو اپنائیں گے جو انکا راہبر کرتا رہا اور اسی طریقہ پر گامزن ہوں گے جس پر ان کا رہنما چلتا رہا، اور ظاہر ہے کہ ایک شخص جو ایک جماعت کا سربرآوردہ اور مقتدا ہو کسی کا پابند نہ ہو، بلکہ اپنے خیالات کے مطابق جادہ پیمائی کرے، لہٰذا یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ شاید دوسرے کے لحاظ وملاحظہ میں اپنے طریقہ کار کو بدل دیا ہو۔

اس مقدمہ کی وضاحت کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب نکھر کر سامنے آجاتا ہے، اگر ان کی تالیفات مثلاً ''الفقه الاكبر'' یا ''كتاب الوصية'' وغیرہ اٹھایئے تو عقائد اہل سنت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ عقیدۂ امام طحاوی جو حقیقۃً امام صاحب اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے سارا ہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

اور اگر امام صاحب کے اتباع اور ان کے پیروکاروں کو لیجئے تو وہ بھی اہل سنت والجماعت ہیں۔ چنانچہ ساری دنیا کے احناف بھی اہل سنت والجماعت ہیں اور ان کی تالیفات میں بھی یہی ہے، اور ظاہر ہے کہ ان موجودہ لوگوں نے اپنے ان عقائد اور خیالات کو اپنے اکابر اور مقتدایان سے ہی لیا ہوگا ثم وثم تا آنکہ امام صاحب سے سلسلہ جاملا، اور تواتر طبقہ سے امام اعظم کا فرقہ اہل سنت والجماعت سے ہونا واضح ہوجاتا ہے۔

اس کے بعد کسی شخص کا امام صاحب یا ان کے اتباع کا فرق ضالہ میں محض لکھدینا خود ایک دعوی بے بنیاد اور بے حقیقت کلام بن جاتا ہے، خواہ کوئی بھی ہو اس لیے کہ غلطی سے تو حضرات انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے علاوہ اور کوئی بھی معصوم نہیں ہے لہٰذا غلطی کا امکان باقی ہے بلکہ غلطیاں واقع ہوئی ہیں، اور بڑوں بڑوں سے بھی، چنانچہ متبعین ائمہ اربعہ ایک دوسرے کے مذاہب نقل کرنے میں خطا کرجاتے ہیں کما لایخفی علی الخبیر.

اب اس کے بعد سنئے کہ حضرت قطب العالم سیدنا ومولانا شیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ کی مشہور تالیف ''غنیۃ الطالبین'' میں امام صاحب کے متبعین کو فرق ضالہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اس امت کے فرق لکھتے وقت شیخ موصوف فرماتے ہیں ''فأصل ثلاث وسبعين فرقة عشرة أهل السنة والجماعة والخوارج والشيعة والمعتزلة والمرجئة والمشبهة والجهمية والضرارية والنجارية والكلابية''.

پھر ہر فرقہ کے احوال ان کے عقائد وخیالات نیز ان کی شاخیں ذکر کرتے ہوئے مرجئہ کے بارے میں لکھتے ہیں ''وأما المرجئة ففرقها اثنا عشر فرقة الجهمية والصالحية والشمرية واليونسية والثوبانية والنجارية والغيلانية والشبيبية والحنفية والمعاذية والمريسية والكرامية''.

پھر ان فرق کے احوال ذکر کرتے ہوئے حنفیہ کے ذکر پر پہنچ کر فرماتے ہیں: ''وأما الحنفية فهم أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت زعموا أن الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبماجاء به من عنده جملة على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة'' انتهى.

شیخ رحمہ اللہ نے حنفیہ کو فرق ضالہ میں شمار فرمایا ہے۔ اب اس میں مختلف رائیں ہیں بعض تو کہتے ہیں کہ ''غنیۃ الطالبین'' شیخ کی تصنیف ہی نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ، غنیۃ کے ترجمہ کے شروع میں فرماتے ہیں:

ہرگز ثابت نشدہ کہ ایں تصنیف آں جناب است اگرچہ انتساب آن بآنحضرت شہرت دارد ونظر بریں کہ شاید دراں حرف از آن جناب بود ترجمہ کردہ، چنانچہ علامہ میر حسین میبذی در دیباچہ دیوان کہ نزد عوام منسوب بحضرت امیر المؤمنین علی است برہمیں اسلوب معذرت کردہ، انتہی۔

مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ کبار محققین نے اس کتاب کو شیخ جیلانی قدس سرہ کی تالیفات میں ذکر کیا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ نے اپنے فتاوی (۲۲۲/۳) میں اور حافظ ذہبی نے کتاب العرش والعلو (ص۱۹۳) میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ (۲۵۲/۱۲) میں اور حافظ ابن حجر نے بھی اپنی بعض تالیفات میں غنیۃ الطالبین کو شیخ جیلانی ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ لہٰذا یہ جواب کچھ درست نہیں ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ عبارت شیخ کی نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے:

و إليه مال الشيخ العلامه عبد الغني النابلسي في كتابه ''الرد المتين على منتقص العارف محيي الدين'' قال في الكتاب المذكور.

الأولى في الجواب أن يقال تلك العبارة مدسوسة مكذوبة على الشيخ و ينبغي أن يحفظ هذا الأصل في جميع ما وجد في كتب العلماء الصالحين من بعض العبارات

الفاسدة معناها. القبيح مرادها كما قال قاضي أبوبكر الباقلاني في كتابه الإنتصار مامعناه ان وجود مسئلة في كتاب أو في ألف كتاب منسوب إلى إمام لايدل على أنه قالها حتى ينقل ذلک نقلا متواترا يستوى فيه الطرفان والواسطة وهذا عزيزالوجود انتهى.

علامہ عبدالحکیم لاہوری نے بھی یہی جواب دیا ہے چنانچہ ترجمہ غنیۃ میں لکھتے ہیں:

بہ آنکہ ذکر حنفیہ درفرق مرجئہ وگفتن کہ ایمان نزدشان معرفت واقرار خلاف مذہب ایں طائفہ است کہ در کتب مقرراست وشاید ایں رابعض مبتدعہ داخل کردہ اند درکلام شیخ انتہی۔

بعض علماء اس جواب کی تائید میں یہ پیش کرتے ہیں کہ ایسے واقعات ہوئے ہیں چنانچہ علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الأکابر میں تحریر فرماتے ہیں:

وقددس الزنادقة تحت وسادة الإمام أحمد بن حنبل عقائد زائغة ولولا أن أصحابه يعلمون منه صحة الإعتقاد لا فتتنوا بما وجدوا.

وكذلک دسّوا على شيخ الإسلام مجد الدين الفيروز آبادى صاحب القاموس كتاباً في الرد على أبي حنيفة وتكفيره ودفعوه إلى أبي بكر بن الخياط اليمني فأرسل يلوم الشيخ مجد الدين على ذلک فكتب إليه إن كان بكفک هذا الكتاب فأحرقهٗ فإنه افتراء من الأعداء وأنا من أعظم المعتقدين في الإمام أبي حنيفة وذكرت مناقبه في مجلد.

وكذلک دسوا على الإمام الغزالي في الإحياء مسائل وظفرالقاضي عياض نسخة من تلک النسخ فأمر بإحراقها.

وكذلک دسوا على الشيخ محيي الدين مسائل في الفتوحات وقفت عليها فتوقفت فذكرت ذلک للشيخ أبي طاهر المغربي نزيل مكة المشرفة فأخرج إلى نسخة من الفتوحات التي قابلها على نسخة الشيخ التي بخطه في مدينة قونية فلم أر فيها شيئاً مما كنت توقفت فيه، وحذفت حين اختصرت الفتوحات.

وكذلک دسواعلى أنا في كتابي المسمى بالبحر المورود جملة من العقائد الزائغة وأشاعوها في مصرومكة ثلاث سنين وأنا بريٌّ منها انتهى.

اوراس جواب کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ خود حضرت قطب جیلانی قدس سرہ نے دوسری جگہ حضرت امام ابوحنیفہ کولفظ امام کے ساتھ یادفرمایا ہے، چنانچہ وقت فجر میں امام احمد کا مذہب لکھنے کے بعد کہ ان کے یہاں تغلیس افضل ہے۔فرماتے ہیں:

وقال الإمام أبو حنيفة الإسفار أفضل.

اسی طرح تارک صلوۃ کا حکم لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقال الإمام أبو حنيفة : لايقتل ولكن يحبس حتى يصلي فيتوب أو يموت في الحبس وقال الإمام الشافعي يقتل بالسيف حدا ولايكفر انتهى.

اگر امام صاحب حضرت قطب جیلانی کے نزدیک فرقہ ضالہ مرجیۂ میں ہوتے تو پھر انکو اس قدر عظیم الشان لقب کے ساتھ کیوں یاد فرماتے۔

لیکن اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ محض اس احتمال سے کہ شاید یہ عبارت مکذوب و مدسوس ہو کچھ نہیں ہوتا، تا آنکہ غنیۃ کا کوئی ایسا نسخہ صحیح نہ مل جائے جس میں یہ عبارت نہ ہو۔

اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت غوث جیلانی نے نقل کیا ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ خود بھی ان کا یہ عقیدہ ہو کہ امام صاحب اور ان کے متبعین ایسے ہیں، لیکن اس جواب کا ضعف ظاہر ہے محتاج بیان نہیں ہے، کیا کسی کی عبارت نقل کر دینے کے بعد اس پر سکوت دلیل رضا نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر تمام تر کتاب ہی غیر معتبر ہو جائے گی اس لیے کہ یہ معلوم ہی نہیں کہ شیخ موصوف آیا خود بھی اس کے قائل ہیں یا محض نقل ہی نقل ہے حق یہ ہے کہ ایسے مواقع میں نقل پر سکوت کرنا خود اپنی طرف سے کہنے کے مرادف ہے۔

اور بعض حضرات نے جواب دیا کہ بعض احناف ایسے ہیں جو مسائل فرعیہ میں تو امام صاحب کے پابند ہیں اور عقائد میں مخالف ہیں شاید وہ لوگ مراد ہوں۔

اور بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ مرجئہ کی دو قسمیں ہیں ایک مرجئۃ السنۃ یہ تو وہ لوگ ہیں جو اعمال کو درجۂ ثانوی میں رکھتے ہیں اور داخل فی ماہیۃ الایمان نہیں مانتے ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو اعمال وغیرہ کو مفید مانتے ہی نہیں اور ہونا، نہ ہونا برابر کہتے ہیں تو حضرت پیران پیر کی مراد قسم ثانی ہیں نہ کہ قسم اول۔

مگر یہ جواب اس لیے ضعیف ہے کہ پیران پیر نے عبارت مذکور فرق ضالہ کے بیان کے تحت ذکر فرمائی ہے اگر یہ مان لیا جاوے کہ حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو سہو نہیں ہوا، تو ظن غالب یہ ہے کہ سارے حنفیہ مراد نہیں ہیں بلکہ صرف وہ بعض لوگ مراد ہیں جو عقائد میں تو مرجئہ کے پابند ہیں اور فرعی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی پابندی کرتے ہیں، واللہ اعلم۔

حضرت امام صاحب پر ارجاء کا اطلاق کیوں کیا گیا؟

فائدہ: امام ابوحنیفہ پر ارجاء کا اطلاق صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ وہ اعمال کو جزء ایمان نہیں مانتے ہیں بلکہ اعمال کو مؤخر قرار دیتے ہیں، اور اس قسم کے ارجاء کا اطلاق محدثین کی ایک جماعت کثیرہ پر کیا گیا ہے۔ ذہبی میزان الاعتدال میں مسعر بن کدام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ولا عبرة بقول السليماني كان من المرجئة مسعر وحماد بن أبي سليمان والنعمان وعمرو بن مرة وعبدالعزيزبن أبي روّاد وأبومعاويه وعمر بن ذر وسرد جماعة.

قال الذهبي : الإرجاء مذهب لعدة من جلّة العلماء لاينبغي التحامل على قائله انتهى.

وقال الشهرستاني في بحث المرجئه : رجال المرجئة كما نقل الحسن بن محمد بن علي بن أبي طالب وسعيد بن جبير وطلق بن حبيب وعمر بن مرة ومحارب بن دثار ومقاتل بن سليمان وحماد بن أبي سليمان وأبوحنيفة وأبو يوسف ومحمد بن الحسن وقديد بن جعفر وهؤلاء كلهم ائمة الحديث لم يكفروا أصحاب الكبائر بالكبيرة، ولم يحكموا بتخليدهم في النار خلافا للخوارج، والقدرية. (الملل والنحل ۱/۱۳۰).

اس کے بعد یہ سمجھئے کہ ہم نے پیران پیر کو بزرگ اور شیخ جانا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے غلطی نہیں ہوسکتی ہے، لہٰذا اس امر میں ہم ان کے متبع نہیں ہیں، لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ پیران پیر کا دامن ہی ہاتھ سے چھوٹ جائے، ایک آدھ بات میں اختلاف نہ اعتقاد ہی میں مخل ہے اور نہ ہی اتباع میں، یہ تو صرف انبیاء کی شان ہے کہ ان کی ہر بات میں اطاعت کی جائے، اور ہر امر پر اعتقاد کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابوسعید نیساپوری صاحب شرف المصطفی

سوال: حیاۃ (۱/۱۱۳) پر (نیچے سے چوتھی سطر) ابوسعید نیساپوری کی کتاب شرف المصطفے کا حوالہ ہے۔ دشواری یہ پیش آرہی ہے کہ ابوسعید نیساپوری دو ہیں اور دونوں کی کتابیں شرف المصطفی کے نام سے ہیں، ایک عبدالملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم الخرکوشی النیساپوری المتوفی ۴۰۷ھ۔

(انظر الانساب ۵/۸۵ وص ۱۰۱ والاعلام ۴/۱۶۳)

اور دوسرے عبدالرحمٰن ابن حسن النیساپوری المتوفی ۳۰۷ھ (الاعلام ۳/۳۰۴) عن الرسالہ المنظرفۃ

(ص۵۴) پھران کی سنین وفات میں بھی التباس ہے، ایک کا دوسرے کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔

اصل سوال یہ ہے کہ اس جگہ حیاۃ میں اور اصابۃ میں جو حوالہ ہے وہ کون سے صاحب کا ہے؟ شبلی نعمانی نے سیرت النبی میں (۳۶/۱) عبدالملک نیسا پوری کی شرف المصطفی کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے الاصابۃ میں بکثرت اس کے حوالے ہیں، شبلی بھی وسیع النظر محقق ہیں، مگر للتحقیق مجال واسع خاص طور پر اس لئے بھی کہ دوسری شرف المصطفی کا ذکر انہوں نے نہیں کیا انہیں مغالطہ بھی ہوسکتا ہے..... آپ براہ کرم اس کی تعیین فرمائیں اور وجوہ تعیین بھی تحریر فرمائیں۔

واضح رہے کہ ابن الجوزی کی شرف المصطفی جس کا کشف الظنون اور شبلی نے ذکر کیا ہے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔

ابوسعد یا ابوسعید پر روشنی ڈالیں میرے نزدیک تو ابوسعد راجح ہے۔

مولوی عبداللہ دہلوی

الجواب: شرف المصطفے حضور اقدس ﷺ کی سیرت سے متعلق ایک کتاب ہے اس میں حضور پاک ﷺ کے خصائص ومعجزات وخوارق عادات کا تذکرہ ہے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے (۴۳۹/۱).

وقد ذكر أبو سعد النيسابوري في كتاب شرف المصطفى أن عدد الذي أختص به نبينا ﷺ عن الأنبياء ستون خصلة.

وقال السيوطي في الخصائص الكبرى (۱۸٤/۲) قال أبو سعيد النيسابوري في شرف المصطفى: الفضائل التي فضل بها النبي ﷺ على سائر الأنبياء عليهم السلام ستون خصلة انتہی۔

حافظ ابن حجر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں (۵۸۳/۶):

قوله باب علامات النبوة في الإسلام أي من حين المبعث وهلم جرا دون ما وقع قبل ذلک وقد جمع ما وقع من ذلک قبل المبعث بل قبل المولد الحاكم في الإكليل وأبو سعيد النيسابوري في شرف المصطفى وأبو نعيم والبيهقي في دلائل النبوة .اهـ.

حافظ سخاوی نے الإعلان بالتوبيخ میں (ص۹۱) سیرت کے متعلق کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

ولأبي سعيد النيسابوري شرف المصطفى في مجلدات.اهـ

اس میں زہدیات کے مضامین بھی ہیں: **كما يستفاد من فهرسة ابن خير الأشبيلي.**

اس کے مولف ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم الخرکوشی النیسا پوری ہیں کما صرح به ابن خیر فی فهرسته جن کا حال ابوعبداللہ الحاکم نے تاریخ نیشاپور اور ابوسعد السمعانی نے الانساب (۵/۱۰۱) ابن الاثیر نے لباب الانساب ابن السبکی نے طبقات (۳/۲۰۸۲) اور یاقوت الحموی نے معجم البلدان (۳/۴۲۲) میں کیا ہے۔

وہ قاضی ابومحمد یحییٰ ابن منصور ابن عبدالملک ابوعمرو اسماعیل ابن نجید السلمی، ابوعلی حامد بن محمد بن عبداللہ الرفاء، ابوسہل بشر بن احمد الاسفرایني، علی بن بندار الصوفی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، ان سے بھی ایک جماعت ابوعمرو الحسن ابن محمد الخلال، ابوالقاسم الازہری، عبدالعزیز ابن علی الازجی، ابوالقاسم تنوّجی وغیرہ روایت کرتے ہیں، انہیں میں ابوعبداللہ الحاکم کا بھی نام آتا ہے جو خرکوشی سے علم وفضل سن وسال میں بڑے تھے۔ تاریخ نیشاپور میں ان کے زہد، عبادت، مجاہدات، محبوبیت کا تذکرہ کیا ہے کہتے ہیں کہ:

تفقه في حداثة سنه على أبي الحسن الماسر جسي.

سمعانی اوران کے متبعین لکھتے ہیں کان عالماً زاهداً فاضلاً رحل إلى العراق والحجاز وديار مصر وأدرک العلماء والشيوخ وصنف التصانيف المفيدة صنف في علوم الشريعة ودلائل النبوة وفي سير العباد والزهاد.

وفات میں اختلاف ہے۔ الحموی نے معجم البلدان میں ۴۰۶ھ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے التذکرہ میں (ص:۱۰۶۶) ۴۰۷ھ حافظ ابوسعد السمعانی (۵/۸۵، ۵/۱۰۱) اور انہیں کی اتباع میں ابن الاثیر کے لباب الانساب میں (۱/۴۳۶ و ۴۳۲) ایک جگہ توفي سنة ست وأربع مائة بنيسابور لکھا ہے، اور دوسری جگہ توفي في جمادي الأولى سنة سبع وأربع مائة لکھا ہے:

والخركوشي بفتح المعجمة وسكون الراء المهملة وضم الكاف وفي آخرها شين معجمة هذه النسبة إلى خركوش وهي سكة بنيسابور كبيرة يقال لها خرجوش بالجيم بدل الكاف قال السمعاني لا أدري أبوسعد هذا نسب إلى هذه السكة أو السكة نسبت إلى أبي سعد .اھ۔

ان کی کنیت ابوسعد بفتح السین وسکون العین ہے اسی طرح ابوسعد المنتخب من السياق تاریخ نیشاپور للحافظ ابی اسحاق ابراہیم ابن محمد الصیر یفینی میں (ص ۱۰۵) جو (السیاق حافظ ابوالحسن عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی کی تصنیف کا اختصار ہے) اور الانساب للسمعانی (۵/۸۵) و (۵/۱۰۱) اللباب لابن الاثیر (۱/۴۳۲ و ۱/۴۳۶) معجم

البلدان لیاقوت الحموی (۳/۴۱۸و۴۲۲۳) طبقات ابن السبکی (۳/۳۸۲) القول البدیع (ص۴۶) والاعلان بالتوبیخ ص۹۱ کلاہما للسخاوی میں واقع ہوا ہے اور ابن خیر اشبیلی کی الفہرست (ص۲۸۹) میں اسی طرح ہے لیکن ضبط کسی نے نہیں کیا ہے لیکن الریاض النضرۃ للمحب الطبری (۱/۴) اور تذکرۃ الحفاظ میں (ص۱۰۶۶) کشف الظنون (ص۱۰۴۵) کی طرح ابوسعید ہے اسی طرح سمعانی کی الانساب کے بعض نسخوں میں ہے الاصابۃ اور فتح الباری میں کہیں ابوسعد ہے جیسے ۱/۳۶، اصابۃ ۱/۴۳۶، اور کہیں ابوسعید ہے جیسے اصابہ وفتح (۶/۵۸۳) میں۔

میرے نزدیک راجح ابوسعد ہے **کما فی کثیر من المراجع وسیاتی دلیله .**

الف: **الإصابة، فتح الباری، القول البدیع، الخصائص الکبریٰ** میں جس کتاب شرف المصطفیٰ کے حوالے ملتے ہیں وہ ابوسعد عبدالملک ابن محمد النیساپوری کی تالیف ہے۔ حافظ ابوبکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ الاموی الاشبیلی المولود ۵۰۲ھ المتوفی ۵۷۵ھ نے اپنی فہرست میں کتاب **الزهد والرقائق وما یتصل بها** کے عنوان کے تحت لکھا ہے **وکتاب شرف المصطفی ﷺ تالیف أبي سعد عبد الملک بن محمد الواعظ رحمه الله حدثنی به أبو محمد بن عتاب عن الشیخ أبي محمد عبد الله بن سعید السنتجالي عن مولفه أبي سعد المذکور** انتہی۔

واضح رہے کہ یہ کوئی دوسری زہد کی الگ کتاب نہیں ہے ابن خیر نے عنوان بالا کے تحت **أخبار مکة للأرزقي، أخبار مکة وفضائلها للفاکهي أخبار مکة والمدینة وفضلها لرزین ابن معاویة العبدري** وغیرہ کتب کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اسی شرف المصطفیٰ کو علامہ محبّ الدین طبری نے شرف النبوۃ لکھ دیا ہے **الریاض النضرة فی مناقب العشرة** کے دیباچہ میں کتاب مذکور کے مآخذ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے **وشرف النبوة لأبي سعید عبد الملک بن عثمان الواعظ.**

اسی طرح ابن عثمان الواعظ واقع ہوا ہے جو کاتب کی تحریف ہے صحیح ابن ابی عثمان ہے **کما نقله الملا کاتب الجلبی فی کشف الظنون** (ص ۱۰۴۵) **عن الکتاب المذکور** اور گمان یہ ہے کہ سمعانی کے کلام میں جس دلائل النبوۃ کا ذکر آیا ہے اس سے یہی کتاب مراد ہے واللہ اعلم۔

(**ب**) عبدالرحمٰن بن حسن النیساپوری کی شرف المصطفیٰ کا تذکرہ میری معلومات میں مذکورہ بالا مولفین میں سے کسی نے بھی نہیں کیا سب سے پہلے جس نے لکھا ہے وہ علامہ زرقانی ہیں صاحب الرسالہ المستطرفۃ نے ان کا اتباع کرلیا ہے اور وہیں سے بعد والوں نے لیا ہے پہلے محمد بن جعفر کتانی کی الرسالہ کی عبارت درج کرتا ہوں

پھر زرقانی کی نقل کروں گا۔

قال صاحب الرسالة المستطرفة (ص ٦١):

ومسند أبي سعد بسكون العين على ما هو الصواب فيه عبد الرحمن ابن الحسن الأصبهاني الأصل النيسابوري وهو أيضاً صاحب كتاب شرف المصطفى الحافظ المتوفىٰ في هذه السنة ٣٠٧ھ أيضاً ذكره الذهبي في تاريخه بوصف الحافظ وأغفله في طبقات الحفاظ انتهى.

وقال الزرقاني في شرح المواهب (٨١/١) وقد ذكر الحافظ أبو سعيد عبد الرحمن بن الحسن الأصبهاني الأصل النيسابوري بفتح النون نسبته إلى نيسابور أشهر مدن خراسان صاحب المسند وكتاب شرف المصطفى الثقة المتوفى سنة سبع وثلاث مائة وقلد المصنف (أي القسطلاني صاحب المواهب) في قوله أبو سعيد بالياء السهيلي وقد تعقبه مغلطائي بأنه إنما هو سعد بسكون العين انتهى. كذا قال صاحب رونق الألفاظ وقال أن الذهبي ذكره أى بوصف الحافظ في تاريخه واغفله من طبقات الحفاظ انتهى۔

لیکن ان کا تذکرہ میرے پاس موجودہ کتب میں نہیں ملا اور غالب گمان ہے کہ یہ وہم ہے ابن خیر اور محبّ طبری وغیر زرقانی اور ان کے اتباع سے اثبت ہیں اس لئے ان کا قول مقدم ہے حافظ ذہبی نے ابوسعد عبدالملک الخرکوشی النیساپوری کو تذکرۃ الحفاظ میں ضمناً لیا ہے اور ابوسعد یا ابوسعید عبدالرحمٰن بن الحسن کا کوئی ذکر نہیں کیا، ہاں ایک اور عالم ہیں۔ ابوسعید عبدالرحمٰن بن الحسین بن خالد القاضی حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں (۲۸۴/۱۴) ان کا ترجمہ لکھا ہے: وهذه عبارته:

عبد الرحمن بن الحسين بن خالد القاضي العلامة شيخ أهل الرأى بخراسان أبوسعيد النسيابوري الحنفي سمع الحسن بن عيسى بن ماسرجس ومحمد بن رافع وعلى بن سلمة اللبقي وسعدان بن نصر وأقرانه ببغداد وابازرعة وأبا حاتم بالرى حدث عنه ابنه القاضى عبد الحميد وأحمد بن هارون الفقيه وطائفة قال أبوعبدالله الحاكم : كان إمام أهل الرأى في عصره بلا مدافعة.

قلت مات في سنة تسع وثلاث مائة بنيسابور عن نيف وثمانين سنة اھ ہوسکتا ہے کسی نے اپنے ظن سے شرف المصطفیٰ کو عبدالرحمٰن النیساپوری کی تالیف قرار دیدیا ہو اور تسع کا سبع بن گیا ہو پھر ابوسعید کا ابو

سعد بنادیا ہو واللہ اعلم بہر حال گمان یہ ہے کہ زرقانی اوران کے اتباع کا کلام وہم ہے۔ **والعلم عند اللہ.**

ج: ابوسعد ہی راجح ہے بلکہ صواب ہے **وتقدم دلیله فی کلام الزرقانی عن مغلطائ وصاحب رونق الالفاظ.** فقط

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

ابوسلمۃ کندی

سوال: لیث بن ابی سلیم سے طبرانی نے کعب بن عمرو (جد طلحہ) کی ایک روایت ابوسلمۃ کندی کے طریق سے روایت کی ہے۔ یہ ابوسلمہ کندی جن کو حافظ نے تقریب میں مجہول کہا ہے اور صاحب اعلاء نے اس پر تعقب کیا ہے یہ ابوسلمہ لیث سے آیا اختلاط سے قبل سننے والوں میں ہیں یا بعد الاختلاط؟ اس کی جو تحقیق ہو حضرت کے پاس اس کو تحریر فرمادیں نیز اگر یہ محقق نہ ہوا تو محدثین کے یہاں ان کی روایت کا کیا درجہ ہے؟

جواب: ابوسلمۃ الکندی سے زید بن الحباب اور شیبان بن فروخ روایت کرتے ہیں اس سے جہالت العین تو ختم ہوگئی لیکن جہالت الحال باقی ہے یہی حافظ ابن حجر وغیرہ کے مجہول کہنے کا مطلب ہے یہ تحقیق نہیں کہ ابوسلمۃ الکندی نے لیث بن ابی سلیم سے قبل الاختلاط سنا ہے یا بعد الاختلاط۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ترجمۃ ابوشبیل رضی اللہ عنہ

سوال: عوف بن ابی حیہ ابوشبیل یہ نام ٹھیک ہے؟ ابوشبیل مصغر ہے یا مکبر تاریخ کبیر بخاری (۴/۵۸- ق۱) میں عوف بن ابی جمیلہ ابوسہل ہے یہ کہیں اس کا مصحف تو نہیں؟ یہ راوی حیاۃ الصحابہ میں (۱/۴۶۳، س:۱۰) میں آیا ہے۔

مولانا عبداللہ دہلوی طارق

الجواب: حیوۃ الصحابہ میں حافظ ابن حجر کی الاصابۃ سے عوف بن ابی حیہ ابوشبیل الاحمسی نقل ہوا ہے اور اسی طرح الاصابہ میں ہے مصنف ابن ابی شیبہ کا ایک مطبوعہ ناقص نسخہ میرے پاس ہے اس میں (۵/۳۰۳) پر اثر تو ہے، لیکن عوف بن ابی حیہ کا کوئی تذکرہ نہیں، لیکن جو نقل ہوا ہے وہ صحیح ہے ان کے بیٹے شبیل کے ترجمہ میں امام بخاری (۲/۲۵۸، ق۲) ابن ابی حاتم (۲/۳۸۱،) نے لکھا ہے:

شبیل بن عوف ابن أبي حية أبو الطفيل الأحمسي زاد ابن أبي حاتم – البجلي أدرک

الجاهلية، قال البخاري : قال أبو أسامة وربما قال إسماعيل بن أبي خالد شبل وكان يقال قد أدرک النبي ﷺ اھ مختصراً۔

پھر یہ یعقوب الفسوی کی تاریخ میں (۲/۲۳۰) اور انہیں کی سند سے سنن بیہقی میں (۹/۴۶) ملا، اس کے آخر میں ہے:

والمقتول هو عوف بن أبي حية وهو أبو شبيل بیہقی کے حاشیہ کے نسخہ میں اسی طرح ہے اور یہی درست ہے اور متن میں عوف بن ابی حمید چھپا ہے وہ غلط ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ شخص مسئول عنہ عوف ابن ابی حیہ الاحمسی ہیں قبیلۂ بجیلہ سے تعلق نسبی ہے اور ان کو ابوشبیل اور ابوشبل دونوں ہی کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ ان کے بیٹے کے نام میں دونوں روایتیں ہیں امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں (۴/۵۸-ق۱) پر جن کا تذکرہ کیا ہے وہ عوف بن ابی جمیلۃ الاعرابی، ابوسہل عبدی ہیں جو صحاح ستہ کے رواۃ میں ہیں بہت بعد کے آدمی ہیں حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا تو حضور اکرم ﷺ کے زمانہ پانے کا کیا سوال ہوتا ہے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

ابوشبیل یا ابوشبل

سوال : عوف بن ابی حیہ ابوشبیل الاحمسی میں شبیل مصغر ہے یا مکبر؟

جواب: عوف ابن ابی حیہ کو ابوشبیل اور ابوشبل دونوں کہہ سکتے ہیں عوف کے بیٹے کے نام میں دونوں قول ہیں پہلے خط میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے الاصابہ میں ابوشبیل اور تاریخ الفسوی اور سنن بیہقی میں ابوشبل ہے۔ فقط

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ترجمۃ ابوعبید القاسم بن سلام

سوال: تلخیص میں علامہ حافظ ابن حجر نے فرمایا:

روى أبوعبيد في كتاب الطهور عن عبد الرحمن بن مهدى. الخ (۱/۳۴)۔

ابوعبید کون ہیں؟ اور ان کے احوال کہاں لکھے گئے ہیں حوالہ ارشاد فرمائیں نیز اسی میں مسعودی بھی ہیں یہ کون ہیں؟ نیل میں:

روى القاسم بن سلام في كتاب الطهور ہے جس سے ابوعبید کے نام کی تعیین ہوئی۔ (۱/۱۴۲)

الجواب : یہ ابوعبید القاسم بن سلام مشہور محدث ولغوی ہیں مکہ میں ۲۲۴ھ میں وفات ہوئی کما فی التذکرۃ للذھبی (۲/ ۴۱۷) انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی جیسے ''کتاب الأحوال'' ''کتاب الطہور'' ''کتاب الناسخ المنسوخ'' اور مسعودی کا نام ونسب عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الکوفی المسعودی ہے:

قال الحافظ فی التقریب صدوق اختلط قبل موته وضابطه أن من سمع منه ببغداد فبعد الإختلاط انتهی۔

ترجمۃ ابوالفضل القاضی عیاض

قاضی أبوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبي الأندلسي السبتي الدار والمنشاء کی ولادت شعبان ۴۷۶ھ میں ہوئی اور وفات مراکش میں جمادی الآخرۃ یا رمضان میں ۵۴۴ھ میں ہوئی۔

قال ابن فرحون في الدیباج المذهب (ص ۱۷۲) عیاض بکسر العین المهملة وفتح الیاء المثناة من تحت وبعدالألف ضاد معجمة والیحصبي بفتح الیاء المثناة من تحت وسکون الحاء المهملة وضم الصاد المهملة وفتحها وکسرها وبعدها باء موحدة نسبة إلی الحصب بن مالک قبیلة من حمیر إنتهیٰ. بندہ محمد یونس عفی عنہ

عیاض کا ضبط وتحقیق

عیاض بکسر العین المهملة وفتح الیاء المثناة وبعدها ألف وضاد معجمة، کذا قال الشهاب الخفاجي في نسیم الریاض في شرح شفاء القاضي عیاض ۱/ ۵ وکذا ضبطه علی القاري بکسر العین .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

صاحب شفاء قاضی عیاض کا مرتبہ اوران کے مختصر احوال

سوال: صاحب شفاء اکثر احادیث بغیر حوالہ نقل فرماتے ہیں ان احادیث کا کیا مقام سمجھنا ہے اور صاحب شفا محدثین کے کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

الجواب: بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله وکفی والصلوة والسلام علی سیدنا محمد المصطفیٰ وآله وصحبه شموس الهدی.

صاحب شفاء علامہ کبیر حافظ شہیر قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی السبتی، المالکی ہیں جیسا کہ ابن فتحون، حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، علامہ ملاعلی قاری علامہ شہاب الدین خفاجی اور علامہ زبیدی وغیرہم نے تصریح کی ہے، علامہ ابن فتحون نے قاضی عیاض کو الإمام العلامة کے لقب سے یاد کیا ہے آگے چل کر فرماتے ہیں:

كان القاضي أبو الفضل إمام وقته في الحديث وعلومه عالما بالتفسير وجميع علومه فقيها أصوليا عالماً بالنحو واللغة وكلام العرب وأيامهم وأنسابهم.....

ابن فتحون قاضی عیاض کی طرح مالکی المسلک ہیں، اس لئے ممکن ہے کہ کسی کو شبہ ہو کہ ہم مسلک ہونے کی وجہ سے مبالغہ سے کام لیا ہوگا لہٰذا ہم دوسرے اکابر علماء کے اقوال درج کرتے ہیں، جو قاضی عیاض سے مسلکاً مختلف ہیں۔

قاضی القضاۃ شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم الشہیر بابن خلکان اپنی جلیل القدر کتاب **وفيات الأعيان** میں رقم طراز ہیں:

القاضي أبو الفضل عياض بن موسىٰ كان إمام وقته في الحديث وعلومه والنحو واللغة وكلام العرب وأيامهم وأنسابهم وصنف التصانيف المفيدة..... ذكره ابن الأبّار في أصحاب أبي علي الغساني يكنى أبا الفضل أحد الائمة الحفاظ الفقهاء المحدثين الأدباء، وتواليفه وأشعاره شاهدة بذلك.

حافظ ابوالقاسم ابن بشکوال کتاب الصلۃ میں لکھتے ہیں جیسا کہ ابن خلکان اور ابن فتحون وغیرہما نے نقل کیا ہے:

جمع من الحديث كثيرا وكان له عناية كبيرة به والإهتمام بجمعه وتقييده وهو من أهل التفنن في العلم والذكاء والفطنة والفهم.

حافظ شہیر علامہ شمس الدین الذہبی نے قاضی عیاض کو تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ سادسۃ عشر کے کبار حفاظ میں شمار کیا ہے اور العلامہ **عالم المغرب ابو الفضل الحافظ** جیسے عظیم الشان الفاظ سے یاد کیا ہے اور ابن بشکوال اور ابن خلکان کے اقوال بلانکیر نقل فرمائے ہیں بلکہ ابن خلکان کی عبارت بایں الفاظ نقل کی ہے:

هو إمام الحديث في وقته وأعرف الناس بعلومه إلى آخره.

حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ (۱۲/ ۲۲۵) میں فرماتے ہیں:

أحد العلماء المالكية وصاحب المصنفات الكثيرة المفيدة منها الشفاء ..... وكان إماماً في علوم كثيرة كالفقه واللغة والحديث والأدب وأيام الناس.

امام عفیف الدین الیافعی والشافعی مرآۃ الجنان (۳/ ۲۸۲) میں رقم طراز ہیں:

الإمام العلامة أبو الفضل عياض بن موسىٰ أحد الحفاظ الأعلام ..... صنف التصانيف المفيدة ..... منها الشفاء في تعريف حقوق المصطفى (ﷺ) ..... وكان إمام وقته في الحديث وعلومه والنحو واللغة وكلام العرب وأيامهم وأنسابهم وهو من أهل التفنن في العلوم والذكاء.

ابن خلکان، حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، امام یافعی سب کے سب شافعی المسلک ہیں ساتھ ساتھ حافظ ذہبی حنبلی العقیدہ بھی ہیں۔

علامہ ملا علی قاری حنفی شرح شفاء (۱/۳) میں لکھتے ہیں:

كان رحمه الله تعالى وحيد زمانه وفريد أوأنه متقناً لعلوم الحديث واللغة والنحو والآداب عالماً بأيام العرب والأنساب ومن تصانيفه المفيدة ..... الشفاء فی تعريف حقوق المصطفى.

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض (۱/۳) میں لکھتے ہیں:

وهو بحر فی العلوم النقلية والعقلية وأما أدبه وبلاغة شعره فحدث عن البحر ولاحرج .....

یہ دونوں حضرات حنفی المسلک ہیں۔

قاضی عیاضؒ کے مختصر حالات

ولادت ووفات

قاضی عیاض رحمہ اللہ کی سن ولادت میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں ولد سنة ست وأربعين وأربعمائة لکھا ہے، اور الدیباج المذہب لابن فتحون ص:۱۷۱ میں كان مولد القاضي في شهر شعبان سنة ست وتسعين وأربعمائة لکھا ہوا ہے۔

قاضی شمس الدین ابن خلکان نے كان مولد القاضی عياض فی النصف من شعبان سنة ست وسبعين وأربعمائة لکھا ہے حافظ ذہبی، ملا علی قاری، علامہ شہاب الدین خفاجی نے یہی یعنی ۴۷۶ھ ہی لکھا ہے۔

ہمارے خیال میں ۴۴۶ھ سن پیدائش غلط ہے ابن کثیر کے علاوہ ہمارے علم میں کسی اور نے یہ سن نہیں لکھا ہے اور الدیباج المذہب میں کاتب کی غلطی سے سبعین کے بجائے تسعین لکھا گیا اور ممکن ہے کہ ابن فتحون کو سہو ہوا ہو مگر

قرین قیاس یہی ہے کہ کاتب کی غلطی ہے علامہ خفاجی نے شرح شفاء میں قاضی صاحب کے ترجمہ میں الدیباج سے مدد لی ہے مگر سن ولادت ۴۷۶ھ لکھا ہے ۴۹۶ھ نہیں لکھا اگر الدیباج میں ۴۹۶ھ ہوتا تو علامہ خفاجی ضرور تنبیہ فرماتے کیونکہ خفاجی بڑے متیقظ اور وسیع النظر شخص ہیں نیز حافظ ذہبی ''دول الاسلام'' میں ۵۴۴ھ کے وقائع میں لکھتے ہیں:

وفيها مات عالم المغرب القاضي أبو الفضل عياض بن موسى بن عياض السبتي وله ثمان وستون سنة رحمة الله عليه.

اس سے یہ بات بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ قاضی صاحب کا سن ولادت ۴۷۶ھ ہے اس لئے کہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ قاضی عیاض کی وفات ۵۴۴ھ میں واقع ہوئی اب ان کی عمر ۶۸ سال اسی وقت ہوتی ہے جبکہ ان کی ولادت ۴۷۶ھ میں ہو اگر ۴۹۶ھ میں ہو، تو کل عمر ۴۸ سال ہوتی ہے اور اگر ۴۴۶ھ ہو تو مجموعہ ۹۸ سال ہوجاتا ہے واللہ اعلم۔

قاضی صاحب کی وفات مراکش میں بروز جمعہ ماہ جمادی الآخرۃ میں یا رمضان ۵۴۴ھ میں واقع ہوئی باب ایلان میں جو مراکش شہر کے اندر واقع ہے مدفون ہوئے۔

اساتذہ وشیوخ

قاضی صاحب کے اساتذہ وشیوخ سو تک پہنچ جاتے ہیں **كما صرح به ابن فتحون** ان میں قاضی ابوالولید، ابن رشد، قاضی ابوبکر ابن العربی، ابومحمد بن ابی عتاب، فقیہ ابوزید، حافظ ابوعلی غسانی، حافظ ابوطاہر احمد بن محمد السّلفی وغیرہم۔ قابل ذکر ہیں، اخیر کے دو حضرات سے قاضی صاحب نے بالاجازۃ روایت کی ہے ملاقات ثابت نہیں ہے حافظ ابن بشکوال نے لکھا ہے۔ **أظنه سمع من أبي زيد** اس سے مراد ابوزید فقیہ ہیں۔

تلامذہ

قاضی صاحب سے ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے جیسا کہ حافظ ذہبی نے تصریح کی ہے انھیں میں عبد اللہ بن احمد العصیری، ابوجعفر بن القصیر الغرناطی، حافظ ابوالقاسم ابن بشکوال، ابومحمد عیسی بن الحجری اور محمد بن الحسن الجابری وغیرہ ہیں۔

تصانیف

قاضی عیاض مشہور ونامور شراح حدیث میں ہیں بعد کے آنے والے تقریباً سارے ہی محدثین نے ان کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے مثلاً امام نووی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ قسطلانی، ملاعلی قاری، علامہ سیوطی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

ان کی مشہور تصانیف میں (۱) اکمال المعلم شرح صحیح مسلم (۲) مشارق الانوار (۳) الالماع فی ضبط الروایۃ وتقیید السماع (۴) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۵) ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک وغیرہا قابل ذکر ہیں۔

کتاب الشفا کے متعلق ابن فتحون نے لکھا ہے:

أبدع فيه كل الإبداع وسلم له أكفاء ه كفاء ته فيه ولم ينازعه أحد في الإنفراد به ولا أنكروا مزية السبق إليه بل تشوفوا للوقوف عليه وأنصفوا في الإستفادة عنه وحمله الناس عنه وطارت نسخه شرقا وغرباً. اهـ.

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض (۱/۴) میں رقم طراز ہیں:

قرأت في ديوان ابن المقري الشافعي رحمه الله تعالىٰ إن كتاب الشفاء مما شاهدوا بركته حتى لايقع ضرر لمكان كان فيه ولاتغرق سفينة كان فيها وإنه إذا قرأه مريض أو قرىء عليه شفاه الله وهو مما جرب وكان ابتلى بمرض فقرأه فعا فاه الله منه وقال في ذلك۔

وما بالكتاب هوىٰ لكن الهوىٰ — أمسي بمن أمسي به مكتوباً
كالدار يهوىٰ العاشقون بذكر ها — شغفا بها لشمولها المحبوباً
أرجو الشفا تفأولاباسم الشفا — فحوى الشفاء وأدرك المطلوباً
وبقدر حسن الظن ينتفع الفتى — لا سيما ظن يصيح مجيباً

ويأتي لذلك مزيد بيان وأنا ممن جرب بركته وشاهده ولله الحمد والمنة وانا لنرجو فوق ذلك مظهراً.

آگے چل کر (۱/۵۲) فرماتے ہیں:

قالوا إنه جرب قراء ته لشفاء الأمراض وفك عقد الشدائد وفيه أمان من الغرق والحرق والطاعون ببركته ﷺ إذا صح الإعتقاد حصل المراد. اھ کتاب الشفاء کی مقبولیت کا یہ حال ہے کہ اس کے بیسوں سے زائد شروح وحواشی لکھے گئے اور ترکی وہندی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔

احادیث شفاء کا درجہ

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: أنه يعني الشفاء محشو بالأحاديث الموضوعة والتأويلات الواهية الدالة على قلة تفقده ممالا يحتاج قدر النبوة له فعليک بدلائل النبوة للبيهقي رحمه الله تعالىٰ فإنه كله هدىً ونور.

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں: لم ينصف الذهبي في قوله، فرماتے ہیں:

إن في الشفاء بعض أحاديث ضعيفة وقليل مما قيل إنه موضوع تبع فيه ابن سبع في شفاء ه وقد نبه على ذلک كله الجلال السيوطي رحمه الله تعالىٰ في كتابه مناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفاء. اھ۔

حق بات وہی ہے جو علامہ خفاجی نے لکھی ہے كما لا يخفى على من طالع شرحه على الشفاء وكذا شرح على القاري.

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب شفاء میں بعض احادیث موضوعہ ہیں تو بلا تحقیق یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ حدیث میں ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ شفاء میں ایک حدیث نقل کی ہے اس کے بعد شفاء کی احادیث کے متعلق علامہ خفاجی وغیرہ کی آراء بیان کردی جائیں واللہ اعلم۔

کتبہ العبد محمد یونس عفی عنہ

بامر شیخنا محمد زکریا شیخ الحدیث بمظاہر علوم ۲۰/ جمادی الاولی ۸۴ھ

وقد سمع الشيخ بعضه وهو مايتعلق بأحاديث الشفاء

احمد بن ابی بکر البوصیری

قاطن کے معنی کی تحقیق

سوال: احمد بن ابی بکر البوصیری المتوفی کے حالات الضوء اللامع میں ہیں (ص:۲۵۲) وناب في الإمامة بالحسينية وكان قاطناً بها قاطن کے کیا معنی؟ روئی فروش کے لئے تو قطان آنا چاہیے۔

جواب: قاطن اسم فاعل ہے مقیم کے معنی میں: يقال قطن قطونا إذا أقام وفي الحديث نحن قطين الله أى سكان حرمه، وقال الإمام الشافعي:

يـا راكبـا قف بـالـمـحـصب من مني
واهتف بـقـاطـن خيـفهـا والـنـاهض
سـحـراً إذا فـاض الـحـجيـج إلى مني
فيـضـاً كـمـلتـطـم الـفرات الفـائض
إن كـــان رفـضـاً حب آل مـحـمـد
فـــليشهـــد الثـــقـــلان إنـــي رافـــض
وأخبـــرهـــم أنـــي مـن الـنـفـــر الـذي
لـــولاء أهـــل البيـت ليـــس بـنـــاقـض

برہان الدین الناجی

برہان الدین الناجی کا ذکر صاحب الرسالہ المستطرفہ نے مختصراً کیا ہے انواع کتب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومنها كتب مجردة أومنتقاة من كتب الأحاديث المسندة خصوصا أو عموماً.

اس کے بعد مختلف کتابوں کا ذکر فرمایا ہے جس میں تجرید، صریح، مصابیح، مشکوۃ واحکام عبدالحق وعمدہ عبدالغنی ومنتقی ابی البرکات ابن تیمیہ وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ص:۱۸۱):

وكـالترغيب والترهيب للحافظ ذكي الدين أبي محمد عبد العظيم بن عبدالقوي بن عبـدالله بـن سـلامة بن سعد المنذري الشامي المصري المتوفى سنة ست وخمسين وست مأة وهـي سـنة فتـنة التتـار وهـو فـي مـجلدين متوسطين وقد لخصه الحافظ ابن حجر وعليه تـعليقة برهان الدين أبي إسحاق إبرهيم بن محمد بن محمود المحدث الشافعي الدمشقي المشهور بالناجى المتوفي سنة تسع مأة انتهى.

اس کے بعد ایک دو اور شروح کا تذکرہ کیا ہے: ولفظه.

وشـرح لـلـفـاضـل الـفيومي وهو في خزانة جامع القرويين بفاس وآخر للشيخ محمد حيوة بـن إبـراهيـم السـنـدي الأصـل، والـمـولد المدني، الحنفى حامل لواء السنة بالمدينة المنورة المتوفي سنة ثلث وستين ومأة وألف ودفن بالبقيع وهو في مجلدين ضخيمين انتهى.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

بلال الہجری یا ہلال الہجری

سوال: حضرت والا کی کتاب فضائل نماز ص:۳۴ مطبوعہ سہارنپور میں فائدہ کے اندر ایک نام بلال الہجری ہے اور دوسری جگہ کی مطبوعہ میں ہلال کونسا صحیح ہے۔

مکرم محترم زید مجدکم السلام علیکم

جواب: بظاہر صحیح ہلال ہجری ہے اس لیے کہ یہ مضمون تفسیر ابن کثیر سے ماخوذ ہے اور اس میں ''احقابا'' کی تفسیر میں اسی طرح مذکور ہے:

ولفظه قال ابن جرير عن ابن حميد عن مهران عن سفيان الثوري عن عمار الدهني عن سالم بن أبي الجعد قال: قال علي بن أبي طالب لهلال الهجري ما تجدون الحقب في كتاب الله المنزل قال نجده ثمانين سنة كل سنة اثنا عشر شهرا كل شهر ثلثون يومًا كل يوم ألف سنة۔

لفظ بلقینی کی تحقیق

البلقيني بضم فسكون فكسر كذا ضبطه الزرقاني في شرح المواهب وقبله السخاوي كما في هامش لحظ الألحاظ (ص:۱۰۶) **وقال محمد بن جعفر الكتاني في رسالته** (ص:۱۶۸) **البلقيني نسبة إلى بلقين بضم الموحدة وسكون اللام والياء وكسر القاف قرية بمصر قرب الحلة.**

بندہ محمد یونس عفی عنہ

بلقین بفتح الباء یا بضم الباء

سوال: تاریخ ابن جریر طبری (۳/ ۹۷) کے حوالہ سے حیوۃ الصحابہ (۳/ ۵۶۷) میں سطر تین نیچے سے ایک لفظ ''بلقین'' ہے جس کو حیوۃ الصحابہ کے محشی نے قبیلہ بنی القین کہا ہے اور بلقین کی ب پر زبر دیا ہے اور یہ ہوتا بھی ہے کہ بنی فلاں کو مخفف کر کے ایسا کر دیتے ہیں جیسے بلحارث مگر میرا قیاس یہ ہے کہ یہ بلقین وہ مقام ہے جو مصر کا ایک قریہ اور مشہور امام وفاضل بلقینی کا وطن ہے، آپ فرمائیے کہ یہاں سیاق وسباق میں کیا صحیح ہے اور بنی القین کوئی قبیلہ ہے بھی یا نہیں؟ انساب سمعانی (۱۰/ ۵۴۴) کے حاشیہ میں ابن الاثیر کے حوالہ سے اس کو ایک شخص کا نام بتایا ہے جو قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ ہے واللہ اعلم کہ یہاں کون مراد ہے۔

جواب: (۱) صحیح بَلقَین ہے بفتح الباء الموحدۃ والقاف اور یہ بنی القین کا مخفف ہے امام ابن جریر الطبری نے کئی جگہ اس قبیلہ کا تذکرہ کیا ہے ایک جگہ ایک خبر کے ذیل میں لکھتے ہیں: (۱/۶۱۶):

وأقبل رجلان أخوان من بلقين يقال لهما مالك وعقيل ابنا فارج بن مالك بن كعب بن القين بن جسر. الخ.

ایک دوسری جگہ (۳/۳۷) لکھتے ہیں: **وانضمت إليه (هرقل) المستعربة من لخم وجذام وبلقين وبهراء وبلى.**

ایک اور جگہ بھی (۳/۵۷۰) لخم وجذام وبلقین وبلی کا تذکرہ ہے جس واقعہ کے متعلق استفسار ہے وہ (۳/۶۰۰) پر ہے غسان بھی قبیلہ ہے اسی طرح بلقین تاریخ طبری میں اس قبیلہ کا تذکرہ متعدد جگہ آیا ہے۔

مقام تبالہ کی تحقیق

سوال: براہ کرم مقام تبالہ کے متعلق رہنمائی فرمایئے حیاۃ (۳/۶۷۴ س۱۲) میں تبالہ جو آیا ہے حاشیہ میں اس کو ''بلد بالیمن'' کہا ہے منجد کے دوسرے حصہ میں بھی یہی ہے یہ مجمع البحار (۲/۸۳) سے ماخوذ ہے جبکہ انساب سمعانی نے (۳/۱۱) میں اس کو موضع بنواحي مكه کہا ہے اور ابن ابی حاتم (۱/۷۷۱) نے سلیمان بن داؤد بن سالم التبالی کے حالات میں یہی بات کہی ہے تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ دو جگہیں ہیں یا ایک غلط ہے؟ اگر دو ہیں تو یہاں کونسی مراد ہے؟ ابن ابی حاتم کا ذرا صفحہ نمبر بھی لکھئے گا۔

جواب: تبالہ کا ذکر مسلم شریف (۲/۳۹۴) میں ایک جگہ ہے اور طبقات ابن سعد میں متعدد جگہ، علامہ بن الاثیر الجزری نہایۃ الغریب میں (۱/۱۸۰) لکھتے ہیں:

هو بفتح التاء وتخفيف الباء بلد باليمن معروف وقال الميداني في مجمع الأمثال (۲/۴۰۸) أهون من تبالة على الحجاج يعني الحجاج بن يوسف وتبالة بلدة صغيرة من بلدان اليمن هذا مثل من أمثال الطائف وقال الزمخشري في المستقصى (۱/۴۴۵) هي بلدة باليمن وليها الحجاج أولاً فسار إليها فلما قرب منها قال للدليل: اين هي قال تسترها عنك هذه الأكمة، فقال: أهون على بعمل تستره عني أكمة ورجع عن مكانه انتهى.

وقال صاحب القاموس تبالة بلد باليمن (۳/۳۴۰) ثم ذكر المثال المذكور وقال أبو عبيد القاسم بن سلام في الأمثال (۱۶۹) تبالة بلاد باليمن مخصبة.

وقال شهاب الدين ياقوت بن عبد الله الحموي في معجم البلدان (٣٥٧/٢) تبالة بالفتح قيل تبالة التي جاء ذكرها في كتاب مسلم بن الحجاج موضع ببلاد اليمن وأظنها غير تبالة الحجاج فإن تبالة الحجاج بلدة مشهورة من أرض تهامه في طريق اليمن.

(وقال النووى ٣٩٤/٢، تبالة الحجاج فى الطائف).

قال المهلبى تباله فى الإقليم الثاني عرضها تسع وعشرون درجة أسلم أهل تبالة وجرش عن غير حرب فأقرهما رسو ل الله ﷺ في أيدى أهلهما على ما أسلموا عليه وهي مما يضرب المثل بخصبها وفيها قيل أهون من تبالة وبين تبالة ومكة اثنان وخمسون فرسخا نحو مسير ة ثمانية أيام وبينها وبين الطائف ستة أيام وبينها وبين بليشة يوم واحد قيل سميت بتبالة بنت مكنف من عمليق وزعم الكلبى إنها سميت بتباله بنت مدين بن إبراهيم.

ولوتكلف متكلف فخرّج معاني كل الأشياء من اللغة لسا غ أن يقول تبالة من التبل وهو الحقد وينسب إليها أبو أيوب سليمان بن دواود بن سالم بن زيد التبالي روي عن محمد بن عثمان بن عبد الله بن مقلاص الثقفى الطائفي سمع عنه أبو حاتم الرازي انتهى. باختصار.

وقول ياقوت يؤيده ما ذكره ابن سعد (١٦٢/٢) ثم سرية قطبة بن عامر ابن حديدة إلى خثعم بناحية بليشة قريبا من قرية بعث رسول الله ﷺ قطبة بن عامر في عشرين رجلاً إلى حي من خثعم بناحية تبالة.اهـ. فناحية بليشة وناحية تباله ليستا من أرض اليمن.

وذكر ابن سعد أيضاً (٤٠٤/٧) قيض رسول الله ﷺ عكرمة (بن أبي جهل) بتبالة والياً على هوازن اهـ. وهوازن ماكانت باليمن.

وقال ابن أبي حاتم (١١٣/١/٢) سليمان بن داود بن سالم بن زياد التبالى من أهل تبالة من مخاليف مكة أبو أيوب روي عن محمد بن عثمان بن عبد الله بن مقلاص الثقفي الطائفي كتب عنه أبي في الرحلة الأولى اهـ.

وأخرج الطبري في تاريخه (٢٤٤/٢) عن ابن عباس لما خرج عبد المطلب بعبد الله ليزوجه مربه على كاهنة من خثعم يقال لها فاطمة بنت متهودة من أهل تباله قرأت الكتب. وقال في موضع آخر (١٤٩/٩) وصاروا بتبالة ومايليها من حد عمل اليمن.

قال الحافظ (٧٦/١٣) تباله قرية بين الطائف واليمن بينهما ستة أيام وهذا يدل على أن تبالة

من عمل اليمن فالظاهر أن الراجح ماصنعه ياقوت والعلم عند الله.

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ۔

لفظ توربشتی کا ضبط وتحقیق

توربشتی توربشت کی طرف نسبت ہے .وهو بضم التاء المثناة من فوق بعدها واو ساكنة ثم راء مكسورة ثم موحدة مكسورة ثم شين معجمة ساكنة ثم تاء مثناة من فوق قاله التاج السبكي (۵/۱۴۶).

حریز بن عثمان

سوال : حیاۃ الصحابہ (۳/۴۳۷س۶) میں جریر بن عثمان ہے جبکہ صحیح حریز بن عثمان ہے کمافی الحلیۃ (۱/۳۶) والاکمال (۲/۸۵) سمعانی (۶/۹۳، ۹۵) تاریخ کبیر (۲/ف اص۱۰۳) لسان (۶/۵۲۶) اس میں دریافت طلب صرف یہ ہے کہ تہذیب وغیرہ سے دیکھ کر یہ فرمائیں کہ ابن کثیر نے (۴/۳۴۲) جو جریر بن عثمان کے متعلق ابوداؤد سجستانی کا قول نقل کیا ہے یہ جریر بن عثمان کے متعلق ہے یا حریز بن عثمان کے متعلق ہے؟ اور یہ کہ یہ قول ابوداؤد کا کہاں ہے؟ ایسا تو نہیں ہے کہ ابن کثیر کو التباس ہورہا ہو اور ابوداؤد کی یہ رائے کسی جریر کے متعلق ہی ہو حریز کے لئے نہ ہو براہ کرم حیاۃ الصحابہ میں یہ مقام پورا دیکھ کر اپنی تحقیقات سے نوازیں۔

مولوی عبداللہ

جواب: حیاۃ الصحابہ میں جو روایت لی گئی ہے وہ طبرانی نے معجم کبیر میں (ص۱۴ج۱) اور انہیں سے ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱/۳۶) میں روایت کی ہے دونوں کتابوں میں حریز بن عثمان ہے اور ابوداؤد سجستانی نے اسی کے متعلق کہا ہے شیوخ حریز كلهم ثقات حافظ ابن کثیر نے یہ روایت طبرانی کے حوالہ سے نقل کی ہے لیکن طابع نے حریز کو جریر بنادیا جو طابع کی غلطی ہے اس میں کوئی تردد نہیں ہے۔

حسامی محدث

حسامی مشہور محدث ہیں جن کا مختصر حال حافظ ابن حجر کی الدرر الکامنۃ (۱/۱۲۴) سے نقل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں:

أحمد بن أيبك بن عبد الله الحسامي الدمياطي أبو الحسين ولد سنة سبع مائة، سمع من أحمد بن عبد الرحيم بن دارة وحسن بن عمر الكردي وشهدة بنت الحصني وست

الوزراء وغيرهم . وقرأ وانتقى، وذيل على ذيل الوفيات التي جمعها المنذري ثم الحسيني وخرج للدّبوسي معجماً، ولغيره من الشيوخ، وجمع مجاميع، ورحل إلى دمشق بآخره فسمع بها، وظهرت فضائله، ومات في طاعون مصر ٧٤٩. وذكره الذهبي في معجمه المختص فقال: المحدث الحافظ المفيد محدث مصر قدم علينا فظهرت معارفه وحسن مشاركته وخرجت له جزءاً سمع مني وسمعت منه قرأت بخط الشيخ بدر الدين الزركشي أنه كان شرع في تخريج أحاديث الرافعي ولم يكمل اهـ.

دمیری کی تحقیق

الدميرى في "التعليقات السنية على الفوائد البهية" عن مدينة العلوم للأزنيقي منهم من يقول بكسر الدال المهملة وكسر الميم ومنهم من يقول بفتح الدال وكسر الميم ولعل الصواب هو الاخير لأني رأيتهٗ مضبوطاً بخط بعض الثقات.اهـ.

رافعی ابوالقاسم

رافعی مشہور شافعی فقیہ ہیں جن کا نام ونسب وکنیت امام نووی نے تہذیب الاسماء (۲/۳۶۴) میں اس طرح لکھا ہے:

أبو القاسم عبد الكريم بن محمد بن عبد الكريم بن الفضل القزويني الإمام البارع المتبحر في المذهب وعلوم كثيرة قال الشيخ أبو عمرو بن الصلاح أظن أنى لم أر في بلاد العجم مثله، قال وكان ذا فنون حسن السيرة جميل الأثر صنف شرحاً كبيراً للوجيز في بضعة عشر مجلداً لم يشرح الوجيز بمثله، قال : بلغنا بدمشق وفاته في سنة أربع وعشرين وستمائة وكانت وفاته في أوائلها أوفي أواخر السنة التي قبلها بقزوين.

وقال أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عمرو بن أبي بكر الصفار الإسفرائيني في أربعين خرجها شيخنا إمام الدين حقا وناصر السنة صدقا أبوالقاسم عبد الكريم بن محمد بن عبد الكريم الرافعي القزويني رضي الله عنه كان أوحد عصره في العلوم الدينية أصولها وفروعها ومجتهد زمانه في مذهب الشافعي رضي الله عنهما وفريد وقته في تفسير القرآن، والمذهب، وكان له مجلس للتفسير وتسميع الحديث بجامع قزوين.

صنف شرح مسند الشافعي، وأسمعه سنة تسع عشر ة وستمائة، وشرح الوجيز ثم صنف أوجز عنه ووقعا موقعاً عظيماً عند الخاصة والعامة، وصنف كثيراً وكان زاهدا ورعاً متواضعاً، سمع الحديث الكثير وتوفي في حدود سنة ثلث وعشرين وستمائة ودفن بقزوين هذا آخر كلام الإسفرائني. قلت الرافعي من الصالحين المتمكنين وكانت له كرامات كثيرة ظاهرة رحمه الله تعالى انتهى. كلام النووي.

مزید تفصیل طبقات ابن السبکی میں دیکھی جاسکتی ہے،اس (۸/۲۸۴) میں ابن خلکان سے نقل کیا ہے:

إن الإمام الرافعي توفي في ذي القعدة سنة ثلث وعشرين وستمائة.

امام رافعی کی شرح کبیر للوجیز کا نام العزیز تھا بعضوں نے اس کے بجائے الفتح العزیز کہا۔تاج سبکی کہتے ہیں (۸/۲۸۱) الرافعي صاحب الشرح الكبير المسمى بالعزيز وقد تورع بعضهم عن إطلاق لفظ العزيز على غير كتاب الله فقال الفتح العزيز في شرح الوجيز انتهى.

اسی شرح کبیر کو کبھی رافعی کبیر بھی کہہ دیا جاتا ہے اس کی احادیث کی تخریج کے لئے علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

حیوۃ الصحابہ کے چند رواۃ کی تحقیق

ربیعۃ بن عبید الرملی

سوال: حیاۃ (۱/۲۵۳) میں مجمع الزوائد (۶/۵۲۱) کے حوالہ سے ایک روایت ربیعہ بن عبید الدیلی کی نقل ہوئی سیاق سے ان کا قطعی طور پر صحابی ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اصابہ میں اس نام کا کوئی صحابی نہیں شاید عبید مصحف ہو اور صحیح عباد ہو مگر اس کا موید نہیں ملتا۔

الجواب: (۱) تلاش بسیار کے بعد بھی ربیعۃ بن عبید الدیلی کی نہ تو یہ روایت ہی کہیں اور ملی اور نہ ہی ان کا ترجمہ، اقرب تو یہی ہے کہ عبید محرف ہو اصل عباد ہو لیکن ربیعۃ بن عباد الدیلی کے ترجمہ میں صاحب الاستیعاب اور صاحب الاصابہ نے ان کی اس روایت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا بلکہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ان کا مستقل ترجمہ ذکر کیا اور اس روایت کو نہیں لیا۔واللہ اعلم کیا حقیقت ہے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

رزین بن معویۃ

رزین بن معویۃ عبدری مالکی المذہب مشہور محدث ہیں مکہ مکرمہ میں انھوں نے وفات پائی کتب صحاح

خمسہ اور موطا کی احادیث کو التجرید میں جمع فرمایا تھا جو اس وقت کافی مشہور تھی علامہ ابن الاثیر الجزری نے ان کی کتاب مذکور کے متعلق قدرے تفصیل سے لکھا ہے جس کا بقدر ضرورت حصہ انھیں کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے پہلے ان محدثین کا تذکرہ کیا جنھوں نے متقدمین کی کتابوں کو اپنے اپنے انداز میں جمع کیا جیسے ابوبکر برقانی' ابو مسعود دمشقی، ابوعبداللہ الحمیدی۔ پھر فرمایا:

وتلاهم آخراً أبو الحسن رزين بن معوية العبدرى السرقسطي فجمع بين كتب البخاري ومسلم والموطأ لمالک وجامع أبي عيسى الترمذي وسنن أبي داؤد السجستاني وسنن أبي عبد الرحمن النسائي ورتب كتابه على الأبواب دون المسانيد .....

ولما وقفت على هذه الكتب، ورأيتها في غاية من الوضع الحسن والترتيب الجميل، ورأيت كتاب رزين هو أكبر ها، وأعمها حيث حوى هذه الكتب الستة التي هي أم كتب الحديث ..... وبأحاديثها أخذ العلماء واستدل الفقهاء، ومصنفوها أشهر علماء الحديث وأكثرهم حفظا وأعرفهم بمواضع الخطأ والصواب وإليهم المنتهى وعندهم الموقف .....

فحينئذ أحببت أن اشتغل بهذا الكتاب الجامع لهذه الصحاح وأعتني بأمره فلما تتبعته وجدته على ما قد تعب فيه قد أودع أحاديث في أبواب غير تلک الأبواب أولى بها، وكررفيه أحاديث كثيرة وترک أكثرمنها ..... إما للإختصار أولغرض وقع له ورأيت في كتابه أحاديث كثيرة لم أجدها في الأصول التي قرأتها وسمعتها ونقلت منها وذلک لإختلاف النسخ والطرق .....

فشرعت في الجمع بين هذه الكتب الستة التي أودعها رزين رحمه الله في كتابه وصدفت عما فعله ورتبه فاعتمدت على الأصول دون كتابه اهـ.

ابن الاثیر نے رزین کی کتاب کے دو عیب بیان کئے ایک اصول ستہ کی بہت سی احادیث کا ترک دوسرا بعض ایسی احادیث کا کتاب میں اندراج جو اصول مذکورہ میں موجود نہیں ابن الاثیر اول کا سبب اختصار یا اور کوئی غیر معلوم وجہ قرار دیتے ہیں اور ثانی کا اختلاف نسخ لیکن یہ ابن الاثیر کی تواضع ہے ورنہ نسخ مختلفہ پر نظر ڈالنے کے باوجود قسم ثانی کا کوئی سراغ نہیں ملتا، منذری' حافظ ابن حجر جب ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو صرف رزین کی طرف نسبت کرتے ہیں انھیں روایات کے متعلق حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں (۲۰/ ۲۰۵) میں لکھتے ہیں:

أدخل كتابه زيادات واهية لو تنزه عنها لأجاد انتهى.

خود امام رزین کی ذات پر کسی کو اعتراض نہیں ابن عساکر فرماتے ہیں کان امام المالکیین بالحرم حافظ ذہبی کہتے ہیں الإمام المحدث الشهير.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ترجمة الإمام الزرقاني

علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی کی وفات ۱۱۲۲ھ میں ہوئی موصوف کی اس نسبت کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ملی، البتہ حموی نے معجم البلدان میں زرقان نامی دو مقاموں کا تذکرہ کیا ہے ایک بفتح الزاء اور دوسرا بالضم، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے کسی مقام کی طرف منسوب ہیں اپنے اساتذہ ومشائخ سے بضم الزای ہی سنا ہے اور اسی طرح رسالہ مستطرفہ کے اس نسخہ میں زائ پر ضمہ لگا ہوا ہے جس کی محمد المختصر بن محمد الزمزمی بن العلامہ محمد بن جعفر الکتانی نے تصحیح کی ہے واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

زہری کا سماع عروہ سے ثابت ہے یا نہیں

سوال :- کافی عرصہ سے آپ سے ملاقات کا خواہاں تھا مگر سوئے قسمتی کی وجہ سے ملاقات نہ ہوسکی ایک الجھن درپیش ہے امید ہے کہ مولوی محمد قاسم کے ذریعہ یہ الجھن دور فرمائیں گے وہ یہ کہ زہری کا سماع عروہ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ جب کہ حافظ نے کہا ہے کہ لكن لم يثبت له سماع من عروة امید ہے کہ مسئلہ واضح فرمائیں گے۔ فقط والسلام

مقصود الحسن فیضی

مدرسہ ریاض العلوم بازار جامع مسجد دہلی

جواب مکرم ومحترم بعد سلام مسنون آپ کا خط تو تقریباً دو ماہ پیشتر ہی عزیزم مولوی قاسم سلمہ نے پہنچا دیا تھا مگر اس وقت کی مشغولی نے جواب لکھنے کی ہرگز اجازت نہ دی۔

ابن شہاب زہری عروۃ بن الزبیر کے مخصوص تلامذہ میں ہیں اس کی تصریح حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کی ہے ابن شہاب کہتے ہیں:

إذا حدثني عروة ثم حدثتني عمرة يصدق عندي حديث عروة فلما تبحرتهما إذا

عروة بحر لاينزف كذا في الطبقات لابن سعد (۲/۳۸۷ و ۵/۱۸۱).

اور صحیحین وغیرہ کتب حدیث ورجال میں بکثرت مواقع میں ابن شہاب کا عروہ کے اخبار وتحدیث کی تصریح کرنا موجود ہے (ص ۳۰۷، ص ۴۸۰، ص ۷۳۹، ص ۷۴۰) وغیرہ مواقع بخاری میں دیکھ لیجئے۔

مزید یہ ہے کہ تہذیب التہذیب میں سقوط واقع ہوا ہے اصل عبارت کی تقریباً نصف سطر چھوٹ گئی اور **لكن لايثبت له السماع من عروة** سے یہ سمجھ میں آنے لگا کہ زہری کے عروہ سے سننے کا حافظ انکار کرتے ہیں حالانکہ اصل مأخذ جہاں سے حافظ نے یہ کلام لیا ہے یعنی کتاب المراسیل لابن ابی حاتم اس کے الفاظ یوں ہیں:

الزهري لم يسمع من أبان شيئاً لا أنه لم يدركه، قد أدركه وأدرك من هو أكبر منه لكن لا يثبت له السماع منه كما أن حبيب بن أبي ثابت لايثبت لهٗ السماع من عروة بن الزبير وإن كا ن قد سمع. الخ . فقط

محمد یونس عفی عنہ

زہری کا سماع عروہ سے ثابت ہے یا نہیں

سوال :۔ کیا زہری نے عروہ سے نہیں سنا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں تصریح واقع ہوئی ہے۔

الجواب:۔ حافظ ابن حجر کی جو عبارت تہذیب التہذیب میں واقع ہوئی ہے اس سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن شہاب زہری نے عروۃ بن الزبیر سے نہیں سنا ہے لیکن یہ حافظ ابن حجر یا پھر کاتب کے قلم کی لغزش ہے جس کے متعدد دلائل ہیں۔

دلیل اول:- دلیل اول یہ ہے کہ بخاری ومسلم نے بطریق ابن شہاب عن عروۃ بکثرت روایات لی ہیں، اور یہ مسلمہ کلیہ ہے کہ شیخین نے اتصال سند کا اہتمام کیا ہے، امام بخاری تو اس روایت کو صحیح ہی نہیں مانتے جس میں راوی ومروی عنہ کا لقاء ثابت نہ ہو امام مسلم نے اگرچہ اس شرط پر مقدمہ صحیح مسلم میں نقد کیا ہے لیکن امام نووی کا خیال ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں بظاہر صرف معاصرت پر اعتماد نہیں کیا ہے:

قال في مقدمة شرح مسلم (ص:۱۳) **ومما يرجح به كتاب البخاري أن مسلماً كان مذهبه بل نقل الإجماع في أول صحيحه أن الإسناد المعنعن له حكم الموصول بمجرد كون المعنعن والمعنعن عنه كانا في عصر واحد، وإن لم يثبت اجتماعهما والبخاري لايحمله على الإتصال حتى يثبت اجتماعهما، وهذا المذهب يرجح كتاب البخاري وإن**

كنا لانحكم على مسلم بعمله في صحيحه بهذا المذهب لكونه يجمع طرقاً كثيرة يتعذر معها وجود هذا الحكم الذي جوزه والله اعلم انتهى .

دلیل ثانی :- ابن شہاب الزہری مدلسین میں شمار کئے گئے ہیں وقد صرح بكونه من المدلسين الشافعي والدارقطني وغيرهما لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں میری معلومات میں کہیں بھی زہری کے عنعنہ پر تدلیس کا الزام رکھ کر رد نہیں فرمایا اور محققین علماء نے تصریح کی ہے کہ صحیحین میں مدلسین کی جو روایتیں معنعن وارد ہوئی ہیں وہ سماع پر محمول ہیں مدلس رواۃ نے اساتذہ سے ان روایات کو سنا ہے امام نووی مقدمہ شرح مسلم (ص ۱۸) میں لکھتے ہیں۔

إن ما في الصحيحين عن المدلسين بعن ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى وقد جاء كثير منها في الصحيحين بالطريقين جميعاً فيذكر رواية المدلسين بعن ثم يذكرها بالسماع ويقصدبه هذا المعني الذي ذكرته اهـ.

اسی طرح نووی نے تقریب اور سیوطی نے التدریب (۱/۲۳۰) میں لکھا ہے:

وقال العراقي في شرح الألفية (۱/۱۸٦) وقال النووي إن ما في الصحيحين وغيرهما من الكتب الصحيحة عن المدلسين بعن محمول على ثبوت سماعه من جهة أخرى، وقال الحافظ أبو محمد عبدالكريم الحلبي في كتاب القدح المعلى قال أكثر العلماء أن المعنعنات التي في الصحيحين منزلة منزلة السماع اهـ.

وقال السخاوي (۱/۳۲٦) هو أى معنعن المدلسين كما قال ابن الصلاح وتبعه النووي وغيره محمول على ثبوت السماع عندهم أى عند أصحاب الصحاح فيه من جهة أخرى إذا كان في أحاديث الأصول لا المتابعات تحسيناً للظن بمصنفيها يعنى ولو لم نقف نحن على ذلك.

وأشار ابن دقيق العيد إلى التوقف في ذلك فإنه قال بعد تقرير أن معنعن المدلس كالمنقطع مانصه: وهذا جار على القياس إلا أن الجرى عليه في تصرفات المحدثين وتخريجاتهم صعب عسيريوجب إطراح كثير من الأحاديث التي صححوها إذ يتعذرعلينا إثبات سماع المدلس فيها من شيخه اللهم إلا أن يدعى مدع أن الأولين إطلعواعلى ذلك وإن لم نطلع نحن عليه وفي ذلك نظر انتهى.

وأحسن من هذاكله قول القطب الحلبي في القدح المعلى أكثر العلماء أن المعنعنات التي في الصحيحين منزلة منزلة السماع يعنى إما لمجيئهامن وجه آخر بالتصريح أو لكون المعنعن لا يدلس إلا عن ثقة أو عن بعض شيوخه أو لوقوعهامن جهة بعض النقاد المحققين سماع المعنعن لها ولهذا استثنى من هذا الخلاف الأعمش وأبو إسحق وقتادة بالنسبة لحديث شعبة خاصة عنهم فإنه قال كفيتكم تدليسهم فإذا جاء حديثهم من طريقه بالعنعنة حمل على السماع جزما إلى آخر ما ذكر.

دلیل ثالث :- کتب صحاح میں متعدد ایسی روایات ہیں جن میں زہری کے عروہ سے سننے کی تصریح وارد ہوئی ہے جس کی یہاں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

مثال اول: حدیث أول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى الرؤيا الصالحة جو بخاری شریف کے پہلے باب بدأالوحی کی تیسری حدیث ہے اسی حدیث کی سند میں بخاری کتاب الانبیاء(ص۴۸۰) باب واذكر فى الكتاب موسىٰ میں اور کتاب التفسیر (ص۷۴۰)تفسیر سورہ اقرأ میں اور مسلم کتاب الایمان (ص:۹۰) میں بطريق عقيل عن ابن شهاب قال سمعت عروه وارد ہے یہی حدیث سورہ اقرأ ہی میں اسی سند سے بخاری نے ایک اور استاذ سے نقل کی ہے اس میں محمد بن شہاب زہری کا قول أخبرنى عروة آیا ہے اسی حدیث میں مسلم کتاب الایمان (ص:۸۸) میں بطريق يونس عن ابن شهاب قال حدثنى عروة بن الزبير آیا ہے اسی حدیث میں مسلم (ص۹۰) میں بطریق معمر قال الزہری واخبرنی عروہ آیا ہے۔

مثال ثانی : حدیث عائشہ فی التعوذ من اربع امام بخاری نے کتاب الصلوۃ باب الدعاء قبل السلام میں (ص: ۱۱۵)اور مسلم میں کتاب الصلوۃ (ص:۲۱۷) میں تخریج کی ہے اس میں بطریق شعیب عن الزہری قال اخبرنا عروۃ بن الزبیر وارد ہوا ہے اور مسلم میں اخبرنی عروۃ ہے بخاری میں بھی آگے یہ صیغہ آیا ہے۔

مثال ثالث : حدیث عائشہ فی تاخیر العشاء حتی نادی عمر امام بخاری نے کتاب الصلوۃ باب خروج النساء الى المساجد بالليل والغلس میں اور اس سے قبل باب وضوء الصبیان (ص:۱۱۹) میں اور مسلم نے کتاب الصلوۃ ص:۲۲۸ میں تخریج کی ہے اس میں عن الزہری قال اخبرنی عروۃ آیا ہے۔

مثال رابع : ۔حديث عائشه في إقتداء الناس بالنبي صلى الله عليه وسلم في صلوة التراويح في ثلث ليال. امام بخاری نے کتاب الجمعة باب من قال في الخطبة بعد الثناء

أمابعد (ص:۱۲۶) میں اور باب الصلوۃ (۲۶۹) باب فضل من قام رمضان میں بطریق عقیل اور مسلم نے کتاب الصلوۃ (ص: ۲۵۹) میں بطریق یونس نقل کی ہے دونوں الزھری اخبرنی عروۃ نقل کرتے ہیں۔

مثال خامس :۔ حدیث جوار ابن الدغنہ ابا بکر الصدیق امام بخاری نے اسی حدیث کا ایک ٹکڑا کتاب الصلوۃ أبواب المساجد باب المسجد یکون في الطریق من غیر ضر ر بالناس (ص:۶۸) میں روایت کی ہے اس میں بطریق عقیل ابن شھاب کا قول أخبرنی عروۃ آیا ہے۔ اسی حدیث کا ایک بڑا ٹکڑا کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیق (ص: ۳۰۷) میں آیا ہے اور مکمل ابواب الھجرۃ (ص:۵۵۲) میں وارد ہوئی ہے دونوں جگہ عقیل کے طریق سے ابن شہاب کا قول: فأخبرني عروۃ بن الزبیر واقع ہوا ہے۔

قال الحافظ في الفتح (۳۸۱/۵) فیہ محذوف تقدیرہ أخبرني فلان بکذا وأخبرني عروۃ بکذا۔

مثال سادس: حدیث الکسوف امام بخاری نے أبواب الکسوف باب خطبۃ الإمام في الکسوف (ص:۱۴۲) میں روایت کی ہے اس میں یونس کے طریق سے ابن شہاب کا قول حدثني عروۃ آیا ہے۔ یہی حدیث امام بخاری نے کتاب الکسوف باب ھل یقول کسفت الشمس میں اور بدأ الخلق (ص:۴۵۴) میں باب صفۃ الشمس میں عقیل کے طریق سے زہری سے روایت کی ہے اس میں زہری کا قول أخبرني عروۃ آیا ہے۔

اسی طرح امام مسلم (۱/ ۲۶۹) ابوداؤد (بذل ۲/۲۲۲) نسائی (۱/ ۲۱۵) ابن ماجہ (ص:۹۱) نے یونس کے طریق سے أخبرني عروۃ کے لفظ سے یہ روایت نقل کی ہے زہری کے تلمیذ عبدالرحمٰن بن نمر نے بھی زہری سے أخبرني عروۃ نقل کیا ہے جو ابوداؤد (بذل ۲/ ۲۲۶) نسائی (۱/۲۲۲) میں ہے یہی لفظ اوزاعی نے بھی نقل کیا ہے ان کی حدیث ابوداؤد (۴/ ۲۲۶) میں ہے اور شعیب بن ابی حمزہ نے بھی جو نسائی میں وارد ہے نقل کیا ہے۔

مثال سابع : حدیث أسماءؓ في عذاب القبر امام بخاری نے کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر میں (ص:۱۸۳) یونس الأیلی کے طریق سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں عن ابن شھاب قال اخبرنی عروۃ اسی طرح حاشیہ کے نسخے میں وارد ہوا ہے اور اسی نسخے کو علامہ عینی نے عمدۃ القاری

(۲۰۴/۸)اور قسطلانی نے ارشاد الساری (۴۶۳/۲) میں ذکر کیا ہے اسی طرح اس نسخے میں ہے جو فتح الباری پر چڑھا ہوا ہے اور یہاں پر نہ تو حافظ نے اختلاف نسخ ذکر کیا ہے اور نہ ہی عینی وقسطلانی نے اس لئے بظاہر حوض ۸ میں نسخہ ہندیہ میں عن عروہ ہے وہ کسی ناسخ کا تصرف ہے۔ واللہ اعلم

مثال ثامن :۔حدیث منازعۃ سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعۃ فی ابن ولیدۃ زمعۃ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب العتق باب ام الولد (ص:۳۴۴) میں شعیب بن ابی حمزہ کے طریق سے نقل کی ہے اس میں زہری کا قول حدثنی عروۃ بن الزبیر آیا ہے۔

مثال تاسع : حدیث عائشہ فی صوم عاشوراء امام بخاری نے کتاب الصوم باب یوم عاشوراء (ص:۲۶۸) میں روایت کی ہے اس میں شعیب بن ابی حمزہ زہری کا قول حدثنی عروۃ نقل کرتے ہیں۔

مثال عاشر: حدیث مروان والمسور فی صلح الحدیبیہ امام بخاری نے کتاب الشروط میں روایت کی ہے (ص۳۷۴) اسمیں عقیل الأیلی اپنے استاد زہری کا قول اخبرنی عروۃ نقل کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ صحاح ستہ ودیگر کتب حدیث میں زہری کے متعدد مواقع میں عروہ کی تحدیث واخبار کی تصریح وارد ہے صرف بخاری کو زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہے اور اسی سے مثالیں فراہم کی گئیں ہیں اور بخاری شریف ہی میں صرف اسکے علاوہ بیس سے زائد مواقع میں اخبار وتحدیث کی تصریح وارد ہوئی ہے مثال کے لئے (ص۳۵۹) (ص۳۶۱) (ص۳۷۰) (ص۴۰۳) (ص۴۳۶) (ص۴۴۷) (ص۴۵۴) (ص ۴۵۸) (ص۴۶۳) (ص۴۸۰) (ص۵۰۸) (ص۵۳۹) (ص۷۹۰) (ص ۸۶۱) (ص۸۸۶) (ص۹۳۹) (ص۹۵۱) (ص۹۵۳)(ص۱۰۱۳)(ص۱۰۶۴)(ص۱۰۷۳)(ص۱۰۹۹) دیکھیں۔

دلیل رابع: امام زہری نے عروہ سے خود اپنی ملاقات کا تذکرہ کیا ہے۔

قال ابن سعد (۳۸۷/۲) (۱۸۱/۵)اخبرنا عبد العزیز بن عبداللہ الأویسي قال حدثني یوسف بن الماجشون أنه سمع ابن شهاب یقول إذا حدثني عروة ثم حدثتني عمرة یصدق عندي حدیث عروة فلما تبحرتهما إذا عروة بحر لاینزف وقال البخاري في تاریخه الکبیر (۳۱/٤).

قال محمد بن مقاتل اخبرنا یوسف بن الماجشون عن ابن شهاب قال کان إذا حدثني عروة ثم حدثتني عمرة صدق عندي حدیث عمر ة حدیث عروة فلما استخبرتهما إذا عروة بحرلاینزف.

قال يعقوب بن سفيان الفسوي في تاريخه (١/٤٧٥) حدثنا أبو صالح قال حدثني الليث ابن سعد قال قلت ليحيى بن سعيد إن ابن شهاب قال وجدت عروة بحرا لا تكدره الدلاء واما سعيد بن المسيب فكان ينصب نفسه للناس فقال يحيىٰ: أما أعلمهم بالسنن واقضية عمر فابن المسيب وأما أكثرهم حديثاً فعروة بن الزبير.

وقال ايضاً (١/٥٥٢) حدثني حسن الحلواني قال حدثنا عبد الرزاق قال أخبرنا معمر عن الزهري، قال أدركت من بحورقريش أربعة عروة بن الزبير وعبيد الله بن عبدالله وأبا سلمة بن عبد الرحمن وسعيد بن المسيب.

وقال ايضاً(١/٥٥١) : حدثني حرملة قال أخبرنا ابن وهب قال حدثنى ابن لهيعة عن عقيل بن خالد قال سمعت ابن شهاب يقول : قدمت مصر على عبد العزيز بن مروان وأنا أحدث عن سعيد بن المسيب قال: فقال إبراهيم بن عبد الله بن قارظ: ما اسمعک تحدث إلا عن ابن المسيب فقلت أجل فقال لقد تركت رجلين من قومک لا أعلم أحداً أكثر حديثاً منهما عروة بن الزبير وأبو سلمة بن عبد الرحمن قال فلما رجعت إلى المدينة وجدت عروة بئرًا لاتكدره الدلاء.

وقال ايضاً (ص:٥٥٢) حدثنا سعيد بن عفير قال حدثني يعقوب بن عبد الرحمن عن أبيه عن ابن شهاب قال : كنت أطلب العلم من ثلاثة سعيد بن المسيب وكان أفقه الناس، وعروة بن الزبير وكان بحراً لا تكدره الدلاء، وعبيد الله بن عبد الله وكنت لا أشاء أن أقع منه على علم ما لا أجد عند غيره إلا وقعت وقال أيضاً(١/٦٣٨) : حدثني سالم ابن شبيب حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن الزهري قال إن كنت لآتي باب عروة وأرجع إعظاماً له ولو شئت أن أدخل عليه فدخلت .

دلیل خامس: امام الحدیث ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی نے کتاب الاستدراکات میں صحیح بخاری ومسلم کی جن روایتوں پر نقد کیا ہے وہاں یہ علت ملحوظ نہیں رکھی ہے کہ زہری نے عروۃ سے نہیں سنا ہے ورنہ سینکڑوں روایتیں دارقطنی کو قابل اعتراض مل جاتیں۔

ہاں ایک حدیث حضرت عائشہ نے نقل کی ہے ان ام حبيبة استحيضت سبع سنين، ابن شہاب زہری یہ حدیث عروۃ اور عمرۃ سے نقل کرتے ہیں کہیں تو صرف عروۃ کو ذکر کرتے ہیں اور کبھی عمرۃ کو اور کبھی دونوں

کواس کے بعض طرق میں عن عروۃ عن عمرۃ واقع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت زہری عمرۃ سے بواسطہ عروۃ نقل کرتے ہیں محققین کی رائے ہے کہ یہ وہم ہے اور زہری جیسے عروۃ سے نقل کرتے ہیں عمرۃ سے بھی بلاواسطہ نقل کرتے ہیں:

قال الحافظ (۱/۴۴۳) **والمحفوظ ان الزهری رواه عن شيخين عروة وعمرة كلاهما عن عائشة.**

پھر آگے لکھتے ہیں:

قال الدار قطني هو صحيح من رواية الزهری عن عروة و عمرة جميعاً.

اب اگر زہری نے عروۃ سے نہ سنا ہوتا تو روایت کی صحت کا کیا سوال پیدا ہوتا ابن ابی حاتم نے کتاب المراسیل میں زہری عن عروہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ فرماتے ہیں (ص:۱۹۱) **قال أبي : والزهري لا يثبت له سماع من المسور بن مخرمة يدخل بينه وبينه سليمان بن يسار وعروة بن الزبير.**

دلیل سادس : وہ روایات جو بخاری شریف میں آئی ہیں اور زہری ان کو عروہ سے نقل کرتے ہیں حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان پر نقد نہیں کیا ہے اگر زہری کا سماع عروہ سے حافظ کے نزدیک نہ ہوتا تو حافظ ان پر انقطاع کا الزام لگاتے بلکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں عروہ کو زہری کے مشائخ یعنی اساتذہ میں شمار کیا ہے قصۂ افک کی طویل حدیث بخاری شریف میں مروی ہے امام بخاری نے وہ حدیث متعدد جگہ تخریج کی ہے تین جگہ کتاب الشہادات، کتاب المغازی اور کتاب التفسیر میں مفصل اور باقی مواضع میں مختصر کتاب التفسیر میں فرماتے ہیں:

حدثنا يحيىٰ بن بكير حدثني الليث عن يونس عن ابن شهاب قال أخبرني عروة بن الزبير وسعيد بن المسيب وعلقمة ابن وقاص وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن حديث عائشه.

اس کے بعد مفصل قصہ ہے حافظ ابن حجر ترجمۃ الباب پر کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (۱۰/۶۸).

ثم ساق المصنف (ای البخاری) **حديث الإفک بطوله من طريق الليث عن يونس بن يزيد عن الزهري عن مشائخه الأربعة.**

دلیل خامس میں حافظ کا قول **ان الزهری رواه عن شيخين عروه وعمرة** گزر چکا ہے امام بخاری نے کسوف شمس کی حدیث **باب خطبة الامام فی الكسوف** میں بروایۃ زہری۔عروہ سے نقل کی ہے اس

میں آگے چل کر فقلت لعروة واقع ہوا ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں (۳/۱۸۸) قوله فقلت لعروة هو مقول الزهري۔

دلیل سابع : آخر میں یہ عرض ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں جو عبارت نقل کی ہے اس میں سقوط واقع ہو گیا ہے جیسا کہ ابتداء جواب ہی میں تنبیہ کر دی گئی ہے۔ حافظ کا تہذیب کا کلام ابن ابی حاتم کی کتاب المراسیل سے منقول ہے اس میں زہری کے عروہ سے سننے کا انکار منقول نہیں ہے بلکہ حبیب بن ابی ثابت کے عروہ سے سننے کا انکار منقول ہے اصل عبارت یہ ہے:

قال أبي: الزهري لم يسمع من أبان بن عثمان شيئاً لا أنه لم يدركه بل أدركه وأدرك من هو أكبر منه ولكن لا يثبت له السماع منه كما أن حبيب بن أبي ثابت لا يثبت له السماع من عروة بن الزبير وهو قد سمع ممن هو أكبر منه غير أن أهل الحديث قد اتفقوا على ذلك وإتفاق أهل الحديث على شيئ يكون حجة انتهى. كتاب المراسيل (ص:۱۹۲).

محمد یونس عفی عنہ ۱۲ر شوال المکرّم ۱۴۰۱ھ

لفظ طیبی کی تحقیق اور اس کا ضبط

(۱۴) الطیبی نسبت ہے طیب بکسر الطاء وسکون الیاء ثم الباء الموحدة کی طرف جو ایک شہر ہے کذا ضبطہ السمعانی (۹/۱۲۰) والحموی (۶/۷۶) قال السمعاني.

بلدة بين واسط وكور الأهواز مشهورة. وقال الحموي بليدة بين واسط وخوزستان والأهواز هي خوزستان الأول إسم إسلامي، والثاني اسم قديم كان في أيام الفرس كما ذكره الحموي (۱/۳۸۰).

صرح الزرقاني في شرح المواهب (۵/۷۷) إنه منسوب إلىٰ هذه البلدة فاسمه الحسين بن عبدالله بن محمد هكذا سمي نفسه في أول شرح المشكوٰة وكذا سماه تلميذه في أسماء رجال المشكوة والحافظ ابن حجر في أول تخريجه أحاديث المصابيح وانقلب عليه في الدرر الكامنة (۲/۱۸۵) فذكره فيمن اسمه الحسين بن محمد بن عبد الله فذكر الجد موضع الأب والأب موضع الجد وقال البغدادي في هدية العارفين : الحسن بن محمد وهو أيضاً وهم توفي يوم الثلثاء ثالث عشر في شعبان ۷۴۳ھ ۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

عبدالرحمٰن بن حارث راوی کی تحقیق

سوال: حیاۃ الصحابہ جلد۲ص ۳۰۶س ۳ میں عبدالرحمٰن بن حارث بن ابی مرداس اسلمی کی روایت ہے اور یہ نام بطور صحابی کے لکھا ہے جبکہ استیعاب واصابہ میں اس نام کا یا حارث بن ابی مرداس نام کے کسی صحابی کا ذکر نہیں مجھے شبہ ہے کہ کسی جگہ کوئی سقط یا تصحیف ہے براہ کرم رہبری فرمائیں۔

مولوی عبداللہ دہلوی

جواب: یہاں پر مجمع الزوائد میں تو اسی طرح عبدالرحمٰن بن الحارث بن ابی مرداس واقع ہوا ہے اور طبرانی کا حوالہ دیا ہے لیکن یہی روایت علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں (۳/ ۹۸فیض) بحوالہ طبرانی نقل کی ہے اور صحابی کا نام عبدالرحمٰن بن ابی قراد لکھا ہے اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ (۲/ ۴۱۹) میں عبدالرحمٰن بن ابی قراد کے ترجمہ میں لکھا ہے بحوالہ أبو نعيم من طريق الحسن بن أبي جعفر الجفري عن أبي جعفر الخطمي عن الحارث بن فضيل عن عبد الرحمن بن أبي قراد نقل کیا ہے۔ وقال الحسن بن أبي جعفر ضعيف وقد خالفه فيه ضعيف آخر كما سأذكره في الكنى ثم ذكر في الكنى (٤/ ١٦٠) أخرج ابن أبي عاصم وابن السكن من طريق أبي جعفر الخطى عن عبد الرحمن بن الحارث عن أبي قراد السلمي قال : كنا عند النبي ﷺ فدعا بطهور فغمس يده فيه فتوضاء فتتبعناه فمحوناه فلما فرغ قال ماحملكم على ما صنعتم؟ قلنا حب الله ورسوله، قال : "فإن أحببتم أن يحبكم الله ورسوله فأدوا إذائتمنتم، وأصدقوا إذا حدثتم، وأحسنوا جوار من جاوركم" قال الحافظ ومداره على عبد الله بن قيس وهو ضعيف، قال وأحد الطريقين وهم واخلق أن تكون هذه (أى طريق الحسن بن أبي جعفر) أولى انتهى. مختصراً من موضعين.

عبدالرحمٰن بن ابی قراد کے متعلق ایک روایت میں ابن الفاکہ آیا ہے کما ذکرہ البخاری فی التاریخ (۳/ ۲۴۴) تو بہت ممکن ہے کہ مجمع الزوائد میں تحریف ہوگئی ہو اصل میں عبدالرحمٰن بن الفاکہ بن ابی قراد ہو یا پھر اصل میں عبدالرحمٰن بن الحارث عن ابی قراد ہو لیکن صاحب مجمع کا طبرانی کا نسخہ محرف ہوا اور عن ابی قراد کی جگہ بن ابی قراد ہوا اور یہی اقرب معلوم ہوتا ہے اور اگر طریق اول ہوتا تو عبدالرحمٰن کے بعد حارث کے واقع ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا لیکن سیوطی وغیرہ کا اس حدیث کو مسانید عبدالرحمٰن بن ابی قراد میں قرار دینا اور طبرانی کے حوالہ سے نقل کرنا خدشہ پیدا کرتا ہے بہت ممکن ہے کہ طبرانی نے عبدالرحمٰن بن ابی قراد کے ترجمہ میں یہ حدیث ذکر کی ہو اور طرق مختلفہ لائے

ہوں متن کا لفظ جس طریق سے وارد ہے اس میں عبدالرحمٰن بن الحارث عن ابی قراد ہو لیکن طبرانی کے عنوان کی رعایت کرتے ہوئے حدیث کو مسانید عبدالرحمٰن بن ابی قراد میں ذکر کیا ہو اور مجمع میں جو ابی مرد اس واقع ہوا ہے یہ بلاشبہ محرف ہے صحیح ابی قراد ہے۔

عبداللہ بن جابر صحابی

سوال: عبداللہ بن جابر رواۃ حدیث میں سے ہیں یا نہیں سن وفات بھی مسطور فرمائیں یہ بھی تحریر فرمائیں کہ عبداللہ بن جابرؓ نام کے کتنے صحابی ہیں؟

مولوی مشتاق احمد صاحب فیض آبادی مقیم شیر کوٹ بجنور

جواب: عبداللہ بن جابر نامی دو صحابی ہیں ایک عبداللہ بن جابر الانصاری البیاضی، بخاری وابن حبان نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے دوسرے عبداللہ بن جابر العبدی ہیں جو وفد عبدالقیس میں آئے تھے وفات دونوں کی معلوم نہیں دونوں کا حال اصابہ میں دیکھئے ان دونوں کے علاوہ عبداللہ بن جابر کوئی صحابی نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

محمد یونس عفی عنہ شب دوشنبہ.....۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

عبداللہ بن زید بن عاصم کے نسب میں کعب کا واسطہ ہے یا نہیں

سوال ۔ عبداللہ بن زید بن عاصم بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار الانصاری کے نسب میں عاصم کے بعد کعب کا واسطہ ہے یا نہیں؟

جواب ۔ اس میں مؤرخین وعلماء انساب کا اختلاف ہے ابن ہشام نے السیرۃ (۲/۷۴) میں ابن حبان نے کتاب الثقات (۳/۲۲۳) میں ابن عبدالبر نے الاستیعاب (۱/ ۲۲۸) (۱/ ۵۵۵) (۲/۳۱۲) میں امام نووی نے تہذیب الاسماء (۱/ ۲۶۸) میں حافظ جمال الدین المزی نے تہذیب الکمال اور تحفۃ الاشراف (۴/ ۳۳۵) میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری (۲/ ۲۵۱) میں عاصم کے بعد کعب کو ذکر کیا ہے ہشام بن الکلبی نے جمہرۃ الانساب میں اور حافظ ابوموسیٰ المدینی نے معرفۃ الصحابہ میں ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۵/ ۵۷) میں ذکر نہیں کیا ہے۔

ابن سعد نے ام عمارہؓ نسیبہ بنت کعب کے ترجمہ میں (۸/۴۱۲) زید بن عاصم کا مکمل نسب نامہ مازن بن النجار تک ذکر کیا ہے اور انکے دونوں صاحبزادگان حبیب اور عبداللہ کا ذکر کیا ہے اور کعب کا واسطہ ذکر نہیں کیا ہے

لیکن آگے چل کر ایک واقعہ میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں (۸/۴۱۶):

أخبرنا محمد بن عمر يعني الواقدي حدثني المنذر بن سعيد مولى لبني الزبير عن محمد بن يحيىٰ بن حبان قال جرحت أم عمارة باحد اثنى عشر جرحاً وقطعت يدها باليمامة وجرحت سوى يدها أحد عشر جرحاً فقد مت المدينة، وبها الجراحة فقد رئى أبو بكر يأتيها، وهو يومئذٍ خليفة، قال: تزوجت ثلثة كلهم لهم منها ولد غزية بن عمرو المازني لها منه تميم بن غزية وتزوجت زيد بن عاصم بن كعب المازني فلها منه حبيب الذي قطعه مسيلمة، وعبد الله بن زيد قتل بالحرة، والثالث نسيبة ومات ولده ولم يعقب انتہی۔

حافظ ابن حجر کا کلام مختلف ہے عبداللہ بن زید بن عاصم کے ترجمہ میں اصابہ، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب میں واسطہ ذکر کرتے ہیں اور انکے بھائی حبیب بن زید کے ترجمہ میں اصابہ میں واسطہ ذکر نہیں کرتے ہیں اور ان دونوں کے والد زید بن عاصم کا نسب مازن بن النجار تک لکھ کر فرماتے ہیں **وزاد ابو عمر فی نسبه بين عاصم وعمرو بن عوف كعب بن منذر فالله اعلم۔**

علامہ موفق الدین بن قدامہ نے الاستبصار فی انساب الصحابۃ من الانصار میں (ص ۸۱) عبداللہ بن زید بن عاصم کے سلسلۂ نسب میں کعب کا ذکر نہیں کیا اور بظاہر یہی درست معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ عبداللہ بن زید بن عاصم کی والدہ ام عمارہ کا سلسلۂ نسب بالاتفاق نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن ہے کذا ذکرہ بن ہشام (۲/۷۴) وابن سعد (۸/۴۱۲) وابن عبدالبر وغیرہم تو زید بن عاصم اور ان کی بیوی ام عمارہ کا سلسلہ نسب ایک ہے دونوں عمرو بن عوف میں مل جاتے ہیں۔

ام عمارہ تو ان کی پوتی ہیں اور زید بن عاصم کے نسب میں اگر کعب نہیں ہے تو پوتے ورنہ پڑپوتے ہوں گے اول صورت پر کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ زید بن عاصم کی بیوی ان کی چچازاد بہن ہوئیں، لیکن ثانی صورت پر اشکال ہے اس لئے کہ اگر کعب زید کے دادا ہوں تو ام عمارہ انکی پھوپی ہوئیں ان سے نکاح کیسے صحیح ہوگا واللہ اعلم۔

ہاں ایک صورت تصحیح کی نکل سکتی ہے وہ یہ کہ عمرو بن عوف کے دو لڑکے ہوں اور دونوں کا نام کعب ہو ایک کی لڑکی ام عمارہ ہو اور دوسرے کے پوتے زید بن عاصم ہوں **ولكن لا يقبله قلبي۔** واللہ اعلم۔

محمد یونس عفی عنہ

شب دوشنبہ یکم صفر الخیر ۱۴۰۲ھ

عزہ بنت عاص

سوال: عزہ بنت عاص بن ابی قرصافہ یہ عاص ہے یا عیاض؟ تہذیب میں اس کا ذکر ابوقرصافہ جندرہ بن خیشنہ کے حالات میں ہے وہاں اور دیگر مقامات سے اس کی تحقیق سے نوازیں ثقات ابن حبان (۵/۲۸۹) میں عزہ کا ذکر ہے مگر دادا کی طرف نسبت کر کے عزہ بنت ابی قرصافہ لکھا ہے اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا یہ روایت مجمع الزوائد (۹/۳۹۶) میں ہے۔ حیاۃ الصحابہ (۳/۵۷۰)۔

جواب ۲: صحیح عزہ بنت عیاض بن ابی قرصافہ ہے: **كما في ترجمة جندره بن خيشنة أبي قرصافه من تهذيب الكمال** (ص۲۰۶) وتہذیب التہذیب (ص۱۱۹) مستقل طور سے عزہ کا ترجمہ ثقات ابن حبان کے علاوہ اس وقت مل نہ سکا۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام

شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام کے متعلق علامہ تاج الدین السبکی نے جو کچھ کہا ہے اور علامہ منذری کی مجلس تحدیث میں شرکت قابل انکار امر نہیں ہے اس لیے کہ ادھر حافظ منذری نے بھی فتوی دینا بند کر دیا تھا جیسا کہ خود التاج السبکی ہی نے لکھا ہے میرے خیال میں یہ چیز قابل اشکال نہیں ہے اس لئے کہ حضرت حافظ منذری فن حدیث میں اپنے زمانے کے فارس المیادین ہیں حافظ ذہبی فرماتے ہیں **ما كان في زمانه أحفظ منه** اور حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا تفقہ اپنی نظیر آپ ہے جس کو مخالف وموافق سب ہی نے تسلیم کیا ہے لہٰذا اگر ابن عبدالسلام نے تحدیث اور منذری نے فتوی دینا چھوڑ دیا ہو تو کوئی استعجاب نہیں۔

عمیر بن معبد یا مقبل؟

سوال: حیاۃ ۱/۱۲۴ (سطر نمبر ۷، اوپر سے) میں عمیر بن مقبل الجذامی ہے، پھر اسی صفحہ کے اخیر میں عمیر بن معبد بن فلاں الجذامی ہے یہ ایک ہی شخص ہیں میرے نزدیک ''مقبل'' معبد کا محرف ہے مگر تعجب یہ ہے کہ ان عمیر کا تذکرہ کہیں نہیں ملا یہ معبد اصابہ میں علاوہ (۳/۴۴۱) (معبد بن فلاں) کے رفاعہ بن زید جذامی کے ترجمہ میں بھی ہے یہ عمیر اسی طرح مجمع الزوائد اور اصابہ میں ہے مگر کہیں نہ ملنے سے تصحیف کا شبہ ہوتا ہے۔ آپ ایک تو یہ فرمائیں کہ مقبل کو میرا محرف سمجھنا درست ہے؟ دوسرے عمیر کیوں نہ ملے کیا اس میں تو کوئی تحریف نہیں؟

مولوی عبداللہ

جواب: صحیح عمیر بن معبد ہے علامہ ہیثمی کی مجمع الزوائد میں تحریف ہوگئی ہے معبد کا مقبل بن گیا حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے معبد بن فلاں الجذامی ذکرہ الطبراني وغيره في الصحابة حافظ نے اس کے بعد بحوالۂ مغازی الاموی وہی روایات نقل کی ہیں جو حیاۃ الصحابہ میں ذکر کی گئی ہیں اسلئے معبد صحیح ہے مقبل محرف ہے۔

عمیر ہی صحیح ہے اسی طرح مجمع الزوائد اور الاصابہ میں ہے لیکن راوی مجہول ہے۔

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

القرطبی کی تحقیق

القرطبي نسبت ہے قرطبۃ کی طرف قال الحموي قرطبة بضم أوله وسكون ثانيه وضم الطاء المهملة ايضاً والباء الموحدة كلمة فيما أحسب أعجمية رومية ولها في العربية مجال يجوزأن يكون من القرطب وهو العدو الشديد وقال الأصمعى طعنه فقرطبه إذاصرعه والقرطب بالسيف كأنه من قرطبه أى قطعه وهي مدينة عظيمة بالأندلس اھ۔

القسطلانی کی تحقیق

القسطلانى قال الزرقانى فى شرح المواهب (۴۲۲/۸) بفتح القاف وشداللام علىٰ مااشتهر اھ۔

ہمارے اساتذہ بتخفیف اللام بولتے ہیں میں نے بعض عربی کتابیں دیکھی ہیں جیسے الرسالہ المستطرفہ (ص۱۶۳) اور قواعد علوم الحدیث اسمیں تشدید لگی ہوئی ہے علامہ ابن فرحون المالکی دیباج المذہب (ص۶۷) میں ابوالعباس احمد بن علی القیسی المالکی المعروف بابن القسطلانی کے متعلق لکھتے ہیں نسبة الى قسطلنية من اقليم إفريقية، علامہ کتانی رسالہ مستطرفہ میں (ص:۱۰۳) حافظ قطب الدین القسطلانی کے متعلق لکھتے ہیں:

نسبة إلى قسطلنية بضم القاف وتخفيف اللام وبعضهم ضبطه بفتحها وشد اللام من اقليم أفريقيه بالمغرب انتهى. شارح بخاری کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

علامہ قسطلانی کی تاریخ پیدائش

سوال: علامہ قسطلانی کی پیدائش مقدمہ لامع (ص۱۳۰) میں ۲۲/ذیقعدہ ۸۵۱ھ لکھا ہے اور اسی صفحہ پر شاہ عبدالعزیز کی بستان المحدثین سے ۱۲/ذی قعدہ لکھا ہے دونوں میں کونسا صحیح ہے؟

جواب: صحیح وہی ہے جو شاہ عبدالعزیز کے حوالہ سے لکھا گیا ہے:

قال الشوكاني في البدر الطالع (۱۰۲/۱) أحمد بن محمد القسطلاني ولد في ثاني عشر ذى القعدة سنة إحدى وخمسين وثمان مأة وهكذا نقله الزرقاني في شرح المواهب (۳/۱) عن الضوء اللامع للسخاوي شيخ القسطلاني، اور ظاہر ہے کہ قسطلانی کے استاد کو قسطلانی کا حال زیادہ معلوم ہوگا۔

محمد یونس عفی عنہ یکم/محرم ۱۳۹۳ھ

ترجمۃ العلامۃ الکرمانی

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید الکرمانی ثم البغدادی کی ولادت جمادی الآخرۃ بروز پنج شنبہ ۷۱۷ھ میں ہوئی اور وفات حج سے واپس ہوتے ہوئے مقام روض مہنا میں پنج شنبہ کی صبح کو ۷۸۶ھ میں ہوئی اور جنازہ بغداد منتقل کیا گیا **كما في الدرر الكامنة (۳۱۰/٤) وغيرها**، کرمانی کرمان کی طرف نسبت ہے جو ایک وسیع علاقہ ہے اور بہت سے شہروں پر مشتمل ہے کاف کا فتحہ وکسرہ دونوں ہی منقول ہیں لیکن فتحہ اشہر ہے **كما في معجم البلدان لياقوت الرومي الحموي.**

بندہ محمد یونس عفی عنہ

صاحب کشف الظنون کون ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مقدمہ لامع میں جگہ جگہ صاحب الکشف سے ملا کاتب چلپی صاحب کشف الظنون کو مراد لیا ہے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے کلام کا سیاق وسباق بھی اس کی دلیل ہے انواع الکتب کے بیان میں النوع الرابع والسادس والسابع کی عبارات اس پر بالکل وضاحت سے دلالت کرتی ہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

مجمع بن حارثہ اور جندب بن مکیث

صحابہ میں مجمع بن حارثہ کوئی نہیں۔

صحیح جندب بن مکیث ہے مشہور صحابی ہیں ان کا قصہ ابوداؤد بذل (۱۴/۴) وغیرہ میں ہے جند بن مکیث کوئی صحابی نہیں۔

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

محمد بن حیّان یا ابن حبّان

سوال : ابوالشیخ عبداللہ بن محمد ابن حیان کو اکثر لوگ ابن حبان (الباء الموحدہ) لکھتے ہیں یہ غلطی تقریبا ۹۸ فی صد ہے حتی کہ الترغیب کے ایک قدیم نسخہ (فاروقیہ دہلی ۱۲۹۹ھ) میں تو جدول الخطاء میں حبان کو صحیح کے خانہ میں اور حیان کو غلط کے خانہ میں لکھا ہے اور مزید یہ کہ اس پر حاشیہ دیا ہے کہ (**حبان بالموحدہ لا بالتحتانیۃ فلیعلم**) **مگر نصب الرایۃ** (۲۷۸/۱) میں صراحۃ الفاظ میں ضبط کیا ہے کہ یہ یاء مثناۃ کے ساتھ ہے (بحوالہ الغایہ شرح ہدایہ) ظاہر ہے کہ یہ بالکل تحقیقی بات ہے تاہم آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں کوئی مزید حوالہ بھی آپ دیں تو بہت بہتر ہے۔

الاعلام میں بھی (۱۲۰/۴) (طبع چہارم) یہ حبان (بالموحدہ) ہی ہے غالبًا آپ کے پاس انتخاب الترغیب کی جلد اول موجود ہے اس میں میں نے (۲۳۴/۱) پر اس کی مفصل تحقیق لکھی ہے بس آپ سے مزید اطمینان کرنا ہے مختصرا اپنا حاصل مطالعہ یا تائید میں کوئی حوالہ ضبط بالالفاظ لکھ دیجئے۔ (مولوی عبداللہ دہلوی)

الجواب: ابوحاتم بن حبان اور ابوالشیخ ابن حیان میں جو فرق منسوب الیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اول بکسر الحاء المہملۃ وبالموحدۃ اور ثانی بفتح الحاء المہملۃ وبالیاء المثناۃ التحتیہ ہے۔ اسی طرح ہمیشہ سے ذہن میں تھا اور اصل منشاء زیلعی ہی کا کلام ہے انہوں نے صاحب الغایۃ پر نقد کرتے ہوئے یہ فرق واضح کیا ہے اور وجہ یہ پیش آئی کہ صاحب الغایۃ نے ابوالشیخ ابن حیان کی ایک روایت جو انہوں نے کتاب الاذان میں درج کی ہے روی ابن حبان کہہ کر نقل کر دی حالانکہ محدثین کے یہاں اول الذکر کو اس طرح علی الاطلاق ذکر کرتے ہیں اور ثانی الذکر کو ابوالشیخ کو ساتھ یاد کرتے ہیں یا ابن حیان کے اضافہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں بہرحال باوجود تتبع کثیر کے اپنے پاس موجودہ کتب میں یہ فرق اس وضاحت سے نظر نہیں پڑا، ہاں ابوحاتم ابن حبان البستی کے متعلق

امیر ابونصر بن ماکولا نے یہی لکھا ہے کہ حاء مہملہ مکسورۃ اور باء موحدہ سے ہے دیکھوالاکمال (۲/۳۰۳و۳/ ۳۰۷، ۲/ ۳۱۶) اسی طرح امام نووی نے شرح مقدمہ مسلم (ص۶) اور سخاوی نے فتح المغیث (۱/ ۳۵) میں ضبط کیا ہے۔لیکن ابوالشیخ اصبہانی کے متعلق اب تک کوئی تصریح نہ مل سکی پھر اتفاق سے الرسالہ المستطرفة میں (ص۳۴) ان کے متعلق بھی تصریح مل گئی ان کے ترجمہ میں لکھا ہے حیان بفتح المهمله والتحتيه ۔فقط

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

محمد بن زیاد البرجمی، محمد بن زیاد الیشکری

سوال: حیاۃ الصحابہ (۳/ ۶۴۵ س۵) میں تحت وفي إسنادها محمد بن زياد البرجمي وهو اليشكري وهو كذاب اشکال یہ ہے کہ محمد بن زیاد البرجمی اور محمد بن زیاد الیشکری دو الگ الگ راوی ہیں تاریخ کبیر بخاری (۱/ ۱۷۳) میں ان دونوں کا الگ الگ حال لکھا ہے برجمی کو ابن حبان نے ثقات (۷/ ۳۹۹) میں لکھا ہے اس کے ساتھ یشکری نہیں ہے ابن حجر نے یشکری کا ذکر تقریب میں کر کے کذبوہ لکھا ہے اور لسان میں (۵/ ۱۷۲) میں برجمی کا ذکر کر کے توثیق کی ہے ان کے علاوہ اسناد میں بھی اس کا ذکر ابن حجر نے اصابہ (۴/ ۳۲۰) میں زینب غیر منسوبہ کے ترجمہ میں بحوالہ طبرانی کیا ہے وہاں صرف برجمی لکھا ہے اسی طرح ابو نعیم نے دلائل الفصل الثلاثون ذكر قصة عكة ام سليم (ص:۴۹۰) میں اپنی سند میں اسی حدیث کے تحت صرف محمد بن زیاد برجمی لکھا ہے یشکری کا ذکر نہیں تو سوال یہ ہے کہ نشان زدہ عبارت کہاں سے مندرج ہوگئی یا یہ مصنف ہیثمی کا وہم ہے؟ یا کوئی اور بات ہے رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: مسند ابی یعلیٰ کی سند حافظ ابن کثیر نے (۶/ ۱۰۳) پر نقل کی ہے اس میں تو محمد بن زیاد البرجمی ہے اسی طرح ابونعیم کے دلائل میں بھی (ص۴۹۰) اور طبرانی کی سند کا آخری حصہ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں لیا ہے اس میں بھی برجمی ہی ہے اسلئے یہ تو متعین ہے کہ راوی الحدیث محمد بن زیاد البرجمی ہے اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن زیاد المیمونی الیشکری بھی اسی کو کہا جاتا ہے یا یہ کہ وہ اور شخص ہے۔

حافظ جمال الدین المزی نے تہذیب الکمال (ص۱۴۵۳) میں ابوظلال القسملی ہلال بن ابی ہلال کے ترجمہ میں (جس سے برجمی یہ حدیث نقل کرتا ہے) اس کے تلامذہ میں الیشکری کا تذکرہ کیا ہے اور البرجمی کو نہیں لیا اسی طرح الیشکری کے ترجمہ میں (ص۱۱۹۹) شیبان ابن فروخ کو ذکر کیا ہے جو حدیث کتب بالا میں برجمی سے نقل کرتا ہے۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ محمد بن زیاد البرجمی وہی ہے جس کو الیشکری بھی کہا جاتا ہے غالباً اسی لئے علامہ نورالدین

الہیثمی نے مجمع الزوائد میں فیه محمد بن زیاده البرجمی وهو الیشکری وهو کذاب لکھ دیا۔

لیکن اتنا قرینہ کافی ہوجاتا ہے جب کہ اس کے خلاف کا قرینہ نہ ہو اور یہاں کھلا ہوا قرینہ موجود ہے کہ دونوں الگ الگ راوی موجود ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر (۸۳/۱/۱) اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۲۵۸/۲/۳) میں دونوں میں تفریق کی ہے اور الگ الگ ترجمہ لکھا ہے امام بخاری نے الیشکری کے متعلق لکھا ہے یتهم بوضع الحدیث اور البرجمي کے متعلق توثیق یا تجریح کچھ بھی نہیں کی ابن ابی حاتم نے الیشکری کے ترجمہ میں امام احمد سے کان أعور کذاباً خبیثاً یضع الأحادیث اور عمرو بن علی الفلاّس سے کان کذاباً متروک الحدیث اور اپنے والد ابوحاتم سے متروک الحدیث نقل کیا ہے اور محمد بن زیاد البرجمی کے ترجمہ میں اپنے والد ابوحاتم سے مجہول نقل کیا ہے ابن حبان نے البرجمی کو تو ثقات میں ذکر کیا ہے اور الیشکری کو الضعفاء والمجروحین (۲۵۰/۲) میں اور وضع الحدیث کیساتھ متہم قرار دیا ہے۔

اب صرف دو باتیں اور رہ جاتی ہیں ایک تو یہ کہ الیشکری کا تلمیذ شیبان بن فروخ ہے وہی راوی حدیث ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شیبان بن فروخ محمد بن زیاد البرجمی سے بھی روایت کرتا ہے کما صرح به ابن ابی حاتم الرازی نقلاً عن ابیه.

دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاری، ابوحاتم رازی ابن حبان البرجمی کے اساتذہ میں صرف ثابت البنانی کو ذکر کرتے ہیں ابوظلال القسملی کو کوئی بھی نہیں لکھتا ہے اور حافظ جمال الدین المزی نے القسملی کو الیشکری کے اساتذہ میں لکھا ہے اس سے شک ہوتا ہے لیکن عین ممکن ہے کہ البرجمی القسملی سے بھی نقل کرتا ہو عدم الذکر عدم کی دلیل نہیں ہے بلکہ روایت مذکور فی السوال اس کی دلیل ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ البرجمی اور ہے اور الیشکری اور۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(**تنبیه**) البدایہ والنہایہ میں محمد بن زیادۃ بزیادۃ التاء المدورہ چھپ گیا ہے جو کاتب کی غلطی ہے۔

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

بخاری کے راوی محمد بن فضیل کیا شیعہ ہیں

باسمہ سبحانہ وتعالی

محمد بن فضیل رواۃ بخاری میں سے ہیں بخاری کی آخری حدیث کی سند میں ان کا ذکر ہے ان کے متعلق بعض شیوخ سے تشیع کا الزام مسموع ہوا اور بعض کتب میں بھی اس طرح کا ذکر دیکھا یہ کہاں تک صحیح ہے اور کن لوگوں نے لگایا مسلم جلد ثانی ص:۳۹۴ میں کئی سند میں ان کا نام ہے کیا دونوں ایک ہیں۔

جواب: محمد بن فضیل بخاری شریف کی آخری حدیث کے راوی محمد بن فضیل بن غزوان (بفتح المعجمہ وسکون الزای) ابوعبدالرحمٰن الضبّی ولاء الکوفی ہیں یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور یہی مسلم کے مذکورہ صفحہ میں واقع ہوئے ہیں۔

حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں **صدوق عارف رمي بالتشيع** یحیی بن معین، علی بن المدینی، احمد، عجلی وغیرہ ایک جماعت ان کو ثقہ کہتی ہے ابوزرعہ کہتے ہیں **صدوق من أهل العلم**، امام احمد فرماتے ہیں **كان يتشيع و كان حسن الحديث.**

ان کے تشیع کا حاصل حضرت علی کی محبت وترجیح میں غلو ہے ابوہشام الرفاعی کہتے ہیں **سمعت ابن فضيل يقول : رحم الله عثمان ولارحم من لايترحم عليه وسمعته يحلف بالله تعالى أنه صاحب سنة رأيت على خفه أثر المسح وصليت خلفه مالايحصى فلم أسمعه يجهر يعني بالبسملة.**

محیصہ ابن مسعود کی تحقیق

سوال: قصہ قسامہ میں محیصہ بن مسعود کے سلسلۂ نسب میں بعض روایات میں محیصہ بن مسعود بن زید واقع ہوا ہے حالانکہ تہذیب التہذیب وغیرہ میں محیصہ ابن مسعود بن کعب بن عامر واقع ہوا ہے یعنی زید کا واسطہ نہیں ہے البتہ عبداللہ بن سہیل ابن زید بن کعب بن عامر کے نسب میں زید وارد ہیں کمافی تہذیب الحافظ وغیرہ

حکیم محمد ایوب سہارنپوری

الجواب: ۔ محیصہ بن مسعود کا نسب عامۃ اہل رجال محیصہ بن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی لکھتے ہیں چنانچہ اسی طرح ابن عبدالبر، ابن الاثیر وغیرہما نے لکھا ہے اسی طرح ان کے بھائی حویصہ کا سلسلۂ نسب یہی بیان کیا ہے ابن ابی حاتم نے مسعود کے بعد کوئی اضافہ ہی نہیں کیا، اسی طرح امام بخاری نے تاریخ کبیر میں

محیصہ کے ترجمہ میں مسعود کے بعد کوئی اضافہ نہیں کیا ابن حبیب نسابہ نے کتاب المحبّر (ص:۱۲۱) میں محیصہ بن مسعود کا ذکر ضمناً کیا ہے لیکن مسعود کے بعد سلسلۂ نسب بیان نہیں فرمایا لیکن جو حضرات سلسلۂ نسب اوپر تک بیان فرماتے ہیں وہ زید کا واسطہ ذکر نہیں کرتے ہیں اور عبداللہ بن سہیل بن زید بن کعب بن عامر کے نسب میں زید کا واسطہ ذکر فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کا واسطہ سلسلۂ نسب حویصہ ومحیصہ میں غلط ہے اس کے بعد حافظ ابن حجر کا کلام فتح الباری (۶/ ۱۹۸) میں نظر سے گزرا فرماتے ہیں **قوله في نسب محيصه بن مسعود: ابن زيد يقال إن الصواب كعب بدل زيد انتهى.**

لیکن اس میں اشکال ہے کہ خود اصحاب رجال ہی نے حضرت عبداللہ بن سہیل کو حویصہ ومحیصہ کا ابن العم قرار دیا ہے:

كما قال ابن عبدالبر في ترجمة حويصة أن حويصة كان أسن من أخيه محيصة وفيه قال رسول الله ﷺ : الكبر الكبر إذ قالا له قصة ابن عمهما عبدالله بن سهل المقتول بخيبر وكذا جعله النووي (۸/۵۵) في شرح مسلم ابن عم عبدالله بن سهل وكذا وقع مصرحا به في صحيح مسلم وغيره.

اور محیصہ عبداللہ بن سہل کے ابن العم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ زید کو محیصہ کے نسب میں مان لیا جائے اور اس کی تائید بخاری ومسلم ونسائی وترمذی (۱/۱۷۰) وغیرھم کی روایات سے ہوتی ہے جس میں محیصہ بن مسعود بن زید واقع ہے غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے **يقال إن الصواب كعب** سے تعبیر فرمایا ہے الا یہ کہ یہ توجیہ کی جائے کہ ابن العم مجازاً کہہ دیا ہے چنانچہ بذل المجہود (۵/ ۱۶۸) میں حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ نے لکھا ہے **وهو إطلاق مجازي.** واللہ اعلم

بندہ محمد یونس ۱۸/ذی الحجہ ۸۷ھ

حضرت مطر بن عکامس صحابی تھے یا نہیں

سوال: حضرت مطر بن عکامس کی صحابیت مختلف فیہ ہے اس میں قول فیصل کیا ہے؟

جواب: مطر ابن عکامس کی صحبت میں اختلاف ہے **كما صرح به الطبراني وابو احمد العسكري**، امام احمد، یحییٰ بن معین، ابوبکر البردیجی انکار کرتے ہیں اور ابن حبان (۳/ ۳۹۱) فرماتے ہیں **له صحبة** یہی حاکم صاحب المستدرک کی رائے ہے۔ اسی لئے ان کی حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے حافظ ابن حجر نے ان کو اصابہ کی قسم اول میں جس میں انہیں کو ذکر کرتے ہیں جن کی صحبت راجح ہے اور تقریب

التہذیب میں بلاکسی اختلاف کے صحابي سكن الكوفة لکھا ہے واللہ اعلم۔

محمد یونس عفی عنہ شب ۷ رصفر الخیر ۱۴۰۰ھ

المقدسی کی تحقیق

المقدسی نسبت ہے بیت المقدس کی طرف اور مقدس دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے بفتح المیم وکسر الدال اوبروزن محمد دونوں کی طرف نسبت کی جاتی ہے:

قال الجوهري (٩٦١/٣) بيت المقدس يشدد ويخفف والنسبة إليه مَقْدِسِي مثال مجلسي ومُقَدَّسِي، قال امرؤا القييس كما شرق الولدان ثوب المقدسي يعني يهودياً كذا في تهذيب الغات للنووي (١٠٩/٢).

مکحول رواۃ بخاری میں سے نہیں

مکحول سے اگرچہ مسلم اور اصحاب السنن الاربعہ نے روایت کیا ہے لیکن یہ بخاری شریف کے رواۃ میں نہیں ہے نہ اصول میں اور نہ ہی شواہد ومتابعات وتعلیقات میں، بلکہ انکا نام میرے علم میں بخاری شریف میں نہیں ہے، کہیں بھی رواۃ بخاری میں نہیں دیکھا، البتہ امام بخاری خارج الصحیح ان سے روایت کرتے ہیں، تو یہ راوی شرط بخاری کے مطابق نہیں ہے.....

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ترجمۃ الامام المنذری

امام منذری شامی ہیں یا مصری

سوال ذہبی اور ابن العماد نے منذری کے بارے میں لکھا ہے ''الشامی ثم المصری'' اور سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ ۱/۱۴۹ میں لکھا ہے ''ولد بمصر'' اس دوسرے بیان کی رو سے ''المصری ثم الشامی'' ہونا چاہئے تھا کونسا صحیح ہے۔

الجواب : امام منذری اصلا تو شامی ہیں اور ولادت علی القول المشہور مصر میں ہوئی ہے اور بعض حضرات ان کی ولادت شام میں بتاتے ہیں مصر میں ایک مدت مدید تک شیخ الحدیث رہے ہیں اور وہیں

دارالحدیث الکاملیہ میں وفات پائی۔

قال ابن كثير في تاريخه (۲۱۲/۱۳) : أصله من الشام وولد بمصر وكان شيخ الحديث بها مدة طويلة إليه الوفادة والرحلة من سنين متطاولة وقيل إنه ولد بالشام سنة إحدى وثمانين وخمسمائة توفي يوم السبت رابع ذى القعده من هذه السنة (٦٥٦) بدار الحديث الكاملية بمصر ودفن بالقرافة رحمه الله تعالى.

اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ مصر ہی میں ولادت ووفات ہوئی ہاں بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق شام میں پیدا ہوئے اور وفات مصر میں ہوئی تو ہر صورت میں الشامی المصری ہونا چاہئے اگر قول ثانی کو لیں تو بھی ظاہر ہے اس لئے کہ اگر چہ اس قول کی بنا پر ولادت شام میں ہوئی مگر تحدیث ووفات سب مصر میں ہوئی تو آخر امصری ٹھہرے۔ واللہ اعلم۔

امام منذری کی مشہور تصانیف

سوال: آپ کے علم میں منذری کی جتنی تصانیف ہوں براہ کرم تحریر فرمایئے گا مجھے مختلف کتابوں سے مندرجہ ذیل تصانیف کا پتہ چلا ہے شرح التنبیہ، مختصر سنن ابی داود، حواشی سنن ابی داود، مختصر صحیح مسلم، المعجم، الترغیب، کتاب الخلافیات، التکملہ۔

جواب: منذری کی مشہور تالیفات کا تذکرہ تو حافظ ذھبی اور التاج السبکی وغیرہما نے کیا ہے اور آپ نے تو اس پر بھی ان کے بہت سے رسائل کا اضافہ کر دیا، ان کا ایک رسالہ رفع یدین فی الدعاء کے متعلق ہے جس میں وہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن میں رفع یدین وقت الدعاء وارد ہے حافظ ابن حجر نے اس رسالہ کا تذکرہ کیا ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

مہاجر عامری یا معاجر عامری

سوال: حیاۃ الصحابہ جلد ثانی (ص:۱۱۷) طبعہ دارالقلم (۲/۲۸۱ س۴) صحابی کا نام معاجر عامری ہے اس میں ضرور تحریف ہوگئی ہے یہ میرے خیال میں مہاجر ہے اور یہ علم نہیں بلکہ وصف ہے اور اس سے مراد سکران ابن عمرو عامری ہیں جو مہاجرین حبشہ میں سے ہیں (اصابہ ۲/ ۵۹ قسم اول حرف س) کیا میرا گمان صحیح ہے یا پھر جو صحیح ہو وہ تحریر فرمائیں۔

جواب: یہ لفظ اسی طرح منتخب کنز العمال (۵/ ۵۸) حیوۃ الصحابہ کے ماخذ میں بھی معاجر العامری واقع ہوا ہے میرا خیال ہے کہ یہ مہاجر العامری ہے کنز العمال کے حاشیہ میں (۱۵/ ۱۶۵) اسی طرح کنز العمال کے بعض غیر مطبوعہ نسخ میں اور الجامع الکبیر کے حوالہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

اور مطبوعہ کنز العمال میں یعنی قدیم وجدید میں اصل میں مہاجر بن عامری واقع ہوا ہے جو غلط ہے مہاجر العامری کا ترجمہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں بہت مختصر سا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں (۴/ ۳۸۱): **مهاجر بن شماس العامری عن عمه روی عنه فضیل بن غزوان الخ وقال ابن أبي حاتم (٤/ ٢٦١):**

مهاجر بن شماس هو مهاجر العامري كوفي روي عن عمه روي عنه فضيل بن غزوان سمعت أبي يقول ذلک ثم نقل عن يحيىٰ بن مهاجر العامري ثقة.

السكران بن عمرو العامري من ولد عامر بن لوي مراد نہیں وہ تو عہد نبوی میں وفات پا گئے تھے اسلام کی حالت میں مکہ میں **كما هو الأصح وعليه ابن إسحق وغيره،** یا حبشہ میں نصرانی ہو کر **كما عليه ابو عبيده** بہر حال وہ ہرگز مراد نہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

لفظ نابلسی کی تحقیق

نابلسی نابلس کی طرف نسبت ہے: **وهو بضم الباء الموحدة واللام والسين مهملة كذا ضبطه الحموی فی معجم البلدان (٨/ ٢٣٢) وقال سئل شيخ من أهل المعرفة من أهل نابلس لم سميت بذلک فقال : إنه كان ههنا واد فيه حية قد امتنعت فيه وكانت عظيمة جدا وكانو يسمونها بلغتهم: لُس فاحتابوا عليها حتى قتلوها وانتزعوا نابها وجاؤا بها فعلقوها على باب هذه المدينة فقيل هذا نابُ لُس أی ناب الحية ثم كثر استعمالها حتى كتبوهامتصلة نابلس هكذاوغلب هذا الاسم عليها وهی مدينة مشهورة بارض فلسطين.**

بندہ محمد یونس عفی عنہ

نعیم بن نحمہ کا ترجمہ

سوال : حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۴۳۶-۴۳۷) میں تین جگہ نعیم بن نحمہ آیا ہے حلیۃ (۱/ ۳۶) میں بھی دیکھ چکا ہوں اس میں بھی یہی ہے تفسیر ابن کثیر میرے پاس نہیں ہے مگر اس کے حوالہ سے حیاۃ الصحابۃ میں یہی لکھا ہے

کنز العمال (طبعۃ ثانیۃ ۲۱/۹۹) نعیم بن قحمۃ ہے اور کتب رجال میں ان میں سے کوئی نہیں ملتا..... جبکہ درمنثور ۶/۲۰۱ میں یہی روایت ''نعیم بن محمد الرجبی'' سے نقل کی ہے اور بخاری نے تاریخ کبیر (ج ۴، ف ۲، ص ۱۰۰) میں نعیم بن محمد نامی ایک راوی کے ترجمہ میں اسی خطبے کا ایک ٹکڑا نقل کیا ہے میرے خیال میں درمنثور میں درست ہے اور تاریخ کبیر والے نعیم بن محمد یہی شخص ہیں آپ میری مدلل تائید متعدد حوالوں سے فرمادیں یا اختلاف فرمائیں ثقات ابن حبان اور لسان المیزان، تقریب میں نہیں ملا۔

جواب: تینوں مذکورہ کتابوں میں نعیم بن نحمہ ہی ہیں کنز العمال اور منتخب الکنز (۶/۲۰۳) میں نعیم بن قحمۃ ہے اس راوی کا تذکرہ کتب رجال تاریخ البخاری، والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۴/۲/۴۵۹۔۴۶۴) والثقات لابن حبان (۵/۴۷۶ و ۴۷۸ و ۷/۵۳۶ و ۵۳۷) طبقات ابن سعد، تاریخ الفسوی اور بعد کے مؤلفین کی کتابوں میں نہیں ہے۔

نعیم بن محمد الرجبی کی روایت کا سراغ درمنثور کے علاوہ کہیں نہیں لگ سکا، تاریخ بخاری کے نسخ نعیم بن محمد کے تذکرہ میں مختلف ہیں جیسا کہ محشی کے کلام سے واضح ہے حافظ ابن ابی حاتم نے رجال التاریخ کا استقصاء کیا ہے لیکن انہوں نے الجرح والتعدیل میں اس شخص کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور نہ ہی مذکورہ بالا کتب (یعنی نعیم بن نحمہ کے تذکرہ سے متعلق کتب) میں ان کا کوئی ترجمہ ہے تاریخ ابن عساکر اور اس کی تہذیب یہاں موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ اور کوئی راوی ہوں اور ممکن ہے کہ محمد باپ کا نام ہو اور نحمہ ماں کا یا دادا کا واللہ اعلم بالصواب۔

بہت تلاش وجستجو کے بعد بھی اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ شب جمعہ ۲۹/۳/۶ھ

نفیلہ صحیح ہے یا بقیلہ

باسمہ تعالیٰ

محترم المقام سلام مسنون..... خدا کرے آپ بخیر ہوں۔

حیاۃ الصحابۃ (۳/۶۷ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۷) میں نفیلہ آیا ہے یہ روایت **دلائل النبوۃ لابی نعیم** (ص ۱۹۶) سے لی گئی ہے طبع ۳/۴۷۲ میں بھی ہر سہ مقامات پر نفیلہ ہے وکذا فی الاصابۃ ۳/۳۷۱، محمد بن بشیر والاستیعاب علی حاشیۃ الاصابۃ (۳/۳۷۱) اور مجھے یہی درست معلوم ہوتا ہے مگر حیاۃ الصحابہ کے ایک محشی نے نفیلہ کو تصحیف قرار دے کر کتاب میں ہر جگہ بقیلہ (بالباء الموحدہ والقاف) بتایا ہے دلیل کوئی نہیں لکھی آپ مختصراً کسی ایک کی تائید دوسرے کی تردید فرمادیجئے جزاک اللہ۔ محمد عبداللہ دہلوی

جواب: صحیح بقیلہ بالباء الموحدہ والقاف ہے یہ شیماء بنت بُقیلہ عبدالمسیح بن بقیلہ کی بہن ہیں یہ نسبت الی الجد ہے اصل عبدالمسیح بن عمرو بن بقیلہ ہے اسی طرح علامہ ابونصر بن ماکولا نے الاکمال (۱/ ۳۴۷) میں ضبط کیا ہے حرف باء میں لکھتے ہیں:

أما بقيله بقاف مفتوحة فهو بقيلة الأكبر الاشجعي وهو أبو المنهال وهو الذي أتىٰ النبي ﷺ يوم أحد شاعر فارس وبقيلة الأصغر وهو أبو المنهال ايضاً واسمه جابر بن عبد الله بن عامر بن قيس شاعر ايضاً ثم ذكر من آبائه بقيله فقال عبد المسيح بن عمرو بن بقيلة له خبر مشهور مع خالد بن وليد قلت والخبر أورده الطبري في تاريخه.

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ یکم محرم الحرام ۱۴۰۶ھ

صاحب مجمع الزوائد حافظ نورالدین

حافظ نورالدین کی ولادت ماہ رجب ۷۳۵ھ میں ہوئی اور وفات منگل کی رات ۱۹/رمضان ۸۰۷ھ میں ہوئی، اور حافظ نورالدین الہیثمی صاحب مجمع الزوائد حافظ عراقی کے داماد اور حافظ ابن حجر کے استاذ ہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

یحییٰ بن ابی راشد کی تحقیق

حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۳۶، سطر ۵) میں ابن سعد کے حوالہ سے ایک روایت یحییٰ بن ابی راشد البصری سے مروی ہے اس میں دو جگہ گڑ بڑ ہے ایک النصری جو مطبوع ہے وہ تو تصحیف ہے صحیح البصری ہے حیوۃ الصحابۃ میں طبقات ابن سعد کے اتباع میں یہ غلطی ہوگئی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ابن ابی راشد کا ہے تاریخ کبیر بخاری (ج ۴ ق ۲، ۲۷۱، ۲۷۲) میں یحییٰ بن راشد ہے تقریب میں بھی یہی ہے اسی طرح لسان المیزان میں بھی بلا کنیت ہے لیکن کنز العمال طبع دوم (۱۴/ ۳۲۶) میں یحییٰ بن ابی راشد ہے محقق نے حاشیہ میں کچھ نہیں کہا حیوۃ الصحابہ میں یحییٰ بن راشد چھپا تھا مگر اخیر میں غلطنامہ میں اس کو غلط کے خانہ میں اور یحییٰ بن ابی راشد کو صحیح کے خانہ میں لکھا تحقیق سے نوازیئے۔

محمد عبداللہ

۴/ذی قعدۃ ۱۴۰۵ھ ۲۳/جولائی ۸۵

الجواب: طبقات ابن سعد (۳/۳۵۸) کنز العمال (۱۴/۳۲۶) منتخب الکنز (۴/۴۲۷) میں تو اسی طرح یحییٰ بن ابی راشد البصری ہے یہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ البصری بالباء الموحدہ ہے اسی طرح کنز العمال منتخب الکنز تاریخ کبیر للبخاری (۴،۲/۲۷۱) الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۴،۲/۱۴۳) میں ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ یحییٰ بن راشد ہے یا باداۃ الکنیۃ ابن ابی راشد ہے طبقات ابن سعد، کنز، منتخب الکنز میں تو یحییٰ بن ابی راشد باداۃ الکنیۃ ہے اور الجرح والتعدیل کے نسخوں میں اختلاف ہے جو عبارت میں بلا کنیت ہے اور حاشیہ میں کنیت کے ساتھ دوسرا نسخہ ذکر کیا گیا ہے تاریخ البخاری میں بلا کنیت ہی ہے ان کی روایت حضرت عمر سے مرسل ہے قال ابن أبي حاتم عن ابيه روى عن عمر رضى الله عنه مرسل۔

فائدہ: تهذيب التهذيب، تقريب التهذيب، تهذيب الكمال، ميزان الاعتدال، لسان الميزان میں دوسرے رجال مذکور ہیں۔

محمد یونس عفا اللہ عنہ

۸/ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ

یعقوب بن ابراہیم

سوال: دارقطنی کے استاذ ابوبکر یعقوب بن ابراہیم کا مختصر ترجمہ چاہئے۔

عبدالجبار اعظمی غفرلہ

جواب: یعقوب بن ابراہیم ثقہ راوی ہیں حافظ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱۴/۲۹۳) میں ان کا ترجمہ ذکر کیا ہے چونکہ مختصر ہے اس لئے بجنسہ نقل کیا جاتا ہے:

يعقوب بن إبراهيم بن أحمد بن عيسى بن البختري أبوبكر البزار يعرف بالجراب سمع رزق الله بن موسى وعلى بن مسلم الطوسي والحسن بن عرفة وعمر بن شبة وجعفر بن محمد بن فضيل الراسبي وأحمد بن بديل اليامي والحسين بن على الأسود العجلي.

روي عنه الدار قطني وابن شاهين ويوسف بن عمر القواس وأبو القاسم الصيدلاني المقري وذكر لي الخلال ان يوسف القواس ذكره في جملة شيوخه الثقات. أخبرنا الأزهري أخبرنا على بن عمر الحافظ قال: يعقوب بن أبراهيم بن أحمد بن عيسى أبوبكر البزاز لقبه جراب كتبنا عنه كان ثقةً مامونا مكثرا. أخبرني الصوري أخبرنا عبد الغني بن سعيد الحافظ قال: يعقوب بن إبراهيم الجراب ثقة أخبرنا السمسار أخبرنا الصفار حدثنا

ابن قانع أن يعقوب بن إبراهيم البزاز مات في شهر ربيع الأخر سنة اثنتين و عشرين وثلثمائة قال غيره مات وهو ساجد في ليلة الجمعة ودفن يوم الجمعه لثمان بقين من شهر ربيع الآخر ومولده في سنة سبع وثلثين ومأتين انتهى۔

محمد یونس عفی عنہ
شب جمعہ ۷/ جمادی الاولی ۱۴۰۴ھ

حکایات صحابہ کے بعض رواۃ کی تحقیق

سوال حکایات صحابہ مطبوعہ تحیوی عکسی میں (ص ۳۴-۱۳) کا پہلا لفظ خلید ہے یہ صحیح ہے یا خالد کی تصحیف ہے؟

(ص ۵۱) کی آخری سطر میں ہدایہ وغیرہ کا حوالہ ہے میرے خیال میں یہ بدایہ بالباء الموحدہ ہے کیوں کہ ہدایہ فقہ کی کتاب ہے اس میں تو یہ نہیں ہے۔ محمد حمید اللہ ندوی

جواب: حکایات صحابہ میں (ص ۳۴ س ۱۳) پر خلید طبع ہوا ہے اور یہی درست ہے اسی طرح محمد بن نصر المروزی کی قیام اللیل (ص ۵۹) میں ہے اور حکایات صحابہ میں وہیں سے لیا گیا ہے اور خلید نام کے متعدد رواۃ ہیں جیسے خلید بن حسان، خلید بن حوثرہ العنبری، خلید بن سعد السلامانی، خلید بن عبداللہ العصری، خلید الثوری وغیرہم اور بظاہر قیام اللیل میں جن کا اثر منقول ہے وہ خلید بن سعد السلامانی ہیں انکا ذکر ثقات ابن حبان میں ہے:

قال ابن حبان : خليد بن سعد مولىٰ أبي الدرداء عداده في أهل الشام يروي عن أبي الدرداء روي عنه طلحة بن نافع و كا ن يسكن بيت المقدس.

وفي اللسان روي أبو عوانة في صحيحه من حديث عبدالرحمن بن يزيد بن جابر قال كان خليد بن سعد رجلا قارئاً حسن الصوت و كانوا يجتمعون في بيت أم الدرداء فتأمره أم الدرداء فيقرأ عليهم وله ذكر في حلية الأولياء لأبي نعيم بالعبادة اهـ. (ابن حبان ۴/ ۲۱۰)

اس آخری عبارت سے میرے خیال کی تائید ہوتی ہے باقی رواۃ کے متعلق اس قسم کا جملہ میزان ولسان وتقریب وغیرہ میں نہیں ہے۔

صحیح بدایہ بالباء الموحدہ ہے اور اس سے حافظ ابن کثیر کی تاریخ البدایہ والنہایہ مراد ہے حکایات صحابہ کے اس جگہ کے اکثر آثار وہیں سے ماخوذ ہیں۔

محمد یونس عفی عنہ ۲۸/ شعبان ۱۳۹۳ھ

www.alislahonline.com

حیاۃ الصحابۃ کے چند رواۃ کی تحقیق

سوال: حیاۃ الصحابۃ (۲/۴۲۳) سطر نمبر ۱۳، ایک روایت مجمع الزوائد (۸/۱۷۵) ترغیب (۳/۳۶۵ وفی نسخۃ ۴/۱۴۴) میں ہے مجمع الزوائد میں عن عوف عن ابن مسعود ہے اور ترغیب میں عون ہے، ترغیب کا ایک ملخص التقریب المنتزع من الترغیب ہے۔ مخطوطہ ۳/۲۱، اس میں عوف ہے مگر طبرانی کبیر کے مخطوطہ نسخہ میں جو لکھنؤ میں ایک صاحب کے پاس ہے اور مطبوعہ طبرانی کبیر (۹/۲۲۶) رقم الحدیث ۸۹۷۹ میں عون ہے میں نے خط لکھا ہے کہ طبرانی کی سند نقل کر کے بھیجیں سند سے شاگرد کو دیکھ کر تحقیق میں سہولت ہوگی سر دست مجھے عوف راجح نظر آتا ہے اور یہ عوف بن مالک بن نضلہ ابوالاحوص الجشمی ہو سکتے ہیں:

فإن لـه سماعا عن ابن مسعود انظر التاريخ الكبير (۴/۵۶، ق ۱) الثقات (۵/۲۷۴) اپنی تحقیق سے نوازیں۔ مولوی عبداللہ دھلوی

جواب: عبداللہ بن مسعود سے عوف بن مالک ابوالاحوص اگر چہ روایت کرتے ہیں لیکن یہاں صحیح عون ہے جیسا کہ طبرانی کبیر مطبوعہ ومخطوطہ اور الترغیب میں ہے اور یہ عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں ایک قرینہ تو یہ ہے کہ طبرانی نے اس سے پہلے ایک روایت بطریق عبداللہ بن رجاء وابی نعیم الفضل بن دکین کلاھما عن المسعودی عن عون بن عبداللہ نقل کی ہے اس میں عون کی نسبت عبداللہ کی طرف کی ہے اور عون بن عبداللہ کہا ہے اس کے بعد پھر اسی سند سے دوسری حدیث جو سوال مذکور ہے لائے ہیں اس میں صرف عون آ گیا اس لیے اشتباہ لگ گیا۔

اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ المسعودی جنکا نام عبدالرحمان بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود ہے وہ عون کے تلامذہ میں ہیں کما ذکرہ المزی (۲/۷۹۹) عوف بن مالک الجشمی کے تلامذہ میں نہیں ہیں۔

تیسرا قرینہ یہ ہے کہ عوف بن مالک کا سماع تو عبداللہ بن مسعود سے ثابت ہے لیکن عون بن عبداللہ کا نہیں ہے اور اس روایت میں المنذری الہیثمی وغیرہ یہ تصریح کرتے ہیں کہ سند منقطع ہے حافظ المزی تہذیب الکمال میں عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ میں (۲/۷۴) عوف بن مالک اور عون بن عبداللہ دونوں ہی کو ذکر کرتے ہیں لیکن عون کے بعد لکھا ولم یدرکہ، عوف کے بعد نہیں لکھا۔

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

سوال: حیاۃ (۱/۲۴۷) سطر نیچے سے پہلی اور تیسری اور ص: ۲۴۸ کی اوپر سے دوسری سطر دیکھئے میرے نزدیک ایک ہی راوی کو تدروس ابن عبدوس اور ابن تدرس کہا گیا ہے: **محمد بن مسلم بن تدرس**

أبو الزبير الأسدي مولاهم المكي کا ترجمہ تاریخ کبیر، لسان اور ثقات اور تقریب وغیرہ میں، میں دیکھ چکا ہوں اسی طرح مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ یہ نام نمبر ایک اور نمبر دو میں غلط وتصحیف ہے، اور تیسرے نمبر والا یعنی ابن تدرس صحیح ہے۔

مصنف نے جو تین حوالے دیئے ہیں وہ سب میں دیکھ چکا ہوں نقل مطابق اصل ہے استیعاب (۲/ ۲۴۷) اور حلیہ کی ایک سند ہی ہے صرف ابن عبدوس کا فرق ہے استیعاب میں ابن عبدوس ہے اور حلیہ میں ابن تدرس ہے اب آپ یہ رہنمائی فرمائیں کہ ''ابن تدرس'' صحیح ہے یا کچھ اور؟ اور اگر ابن تدرس صحیح ہے تو کیا یہ محمد بن مسلم بن تدرس ہی ہے یا کوئی اور؟

مجمع الزوائد میں (۷/ ۱۷) جو ''تدروس جد ابی الزبیر'' ہے یہاں ''ر'' کے بعد ''و'' تو غلط ہے مگر میرے خیال میں ھیثمی کی اصل میں ابن بھی چھوٹ گیا ہے اسی لیے انہوں نے اسکو جد ابی الزبیر کہا ہے کیونکہ جد ابی الزبیر (ابوالزبیر محمد بن مسلم کی کنیت ہے) تدرس ہی ہے جبکہ راوی تدرس نہیں ابن تدرس ہے جیسا کہ حلیہ اور استیعاب سے ظاہر ہوتا ہے۔

میرے سوال کا خلاصہ تین باتیں ہیں (۱) ابن تدرس صحیح ہے یا کچھ اور؟ (۲) ابن تدرس محمد بن مسلم ہی ہیں دادا کی طرف منسوب ہوگئے ہیں یا کوئی اور (۳) میرا اندازہ کیا صحیح ہے کہ ہیثمی کی اصل میں ''ابن'' ساقط ہوگیا تھا شیخ محمد طاہر پٹنی کی المغنی میں ''تدرس'' کے خانہ میں محمد بن تدرس نامی ایک راوی کا ذکر ہے میرے خیال میں یہ یہی ہیں کیونکہ مجھے کہیں محمد بن تدرس نہ مل سکے۔

مولوی عبداللہ دھلوی

جواب: صحیح ابن تدرس ہے اسی طرح مسند حمیدی (۱/ ۱۵۵) الحلیہ لابی نعیم (۱/ ۳۱) میں ہے اور مسند ابی یعلی میں بظاہر تدرس ہے ابن کا لفظ ساقط ہے غالبا وہی نسخہ امام جمال الدین المزی صاحب تہذیب الکمال کے سامنے ہے انہوں نے الولید بن کثیر راوی الحدیث کے اساتذہ میں تدرس جد ابی الزبیر محمد بن مسلم کا تذکرہ کیا ہے (۱۴۷۳) اور حضرت اسماء کے تلامذہ میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے (۱۶۷۷) لیکن بظاہر یہ نسخہ سقیم ہے اور بعض میں ابن تدرس ہوگا۔

اور بظاہر حافظ ابن حجر وغیرہ کے نسخہ میں بھی یہی ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ حافظ نے فتح الباری میں (۷/ ۱۶۹) لکھا ہے اخرجہ ابویعلی باسناد حسن اور البوصیری نے الاتحاف میں لکھا ہے رواہ الحمیدی وابویعلی ورواتہ ثقات اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ یہاں ابن تدرس ہو اور یہ بظاہر ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی ہیں ورنہ تو تدرس اور مسلم بن تدرس کا حال کتب رجال میں نہیں ملتا پھر رجال کے ثقات یا سند کے حسن ہونے کا سوال ہی نہیں ہوسکتا۔

الاستیعاب میں ابن عبدوس تحریف ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ تمام مخرجین من طریق الولید بن کثیر عن ابن تدرس عن اسماء نقل کرتے ہیں اور ابن عبدالبر نے بھی اسی سند سے نقل کیا ہے مگر نسخہ مطبوعہ میں ابن تدرس کی جگہ ابن عبدوس واقع ہوگیا ہے۔

اب ایک خلجان رہ جاتا ہے کہ ابوالزبیر اپنی کنیت سے مشہور ہیں تو تلمیذ نے مشہور چھوڑ کر غیر مشہور کو کیوں ذکر کیا؟ لیکن ہوسکتا ہے کہ ایسا تفنن فی التعبیر کی غرض سے کیا ہو ہذا ما عندی والعلم عنداللہ تعالیٰ فقط

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

چند رواۃ کی تحقیق

سوال: ایک راوی سلمۃ بن عبد یسوع ہے حیاۃ (۱/ ۱۱۸ س:۱۱) میں بحوالہ تفسیر ابن کثیر (۱/ ۳۶۹ س:۱۴) (نیچے سے) وبحوالہ البدایۃ (۵/ ۵۵) میں تفسیر میں دیکھا اسی طرح ہے، البدایہ میرے پاس نہیں ہے۔ یہ راوی کہیں نہیں ملا ابن ابی حاتم میرے پاس نہیں ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ تصحیف تو نہیں؟ یا کسی اور لفظ سے معروف ہوگا۔

دوسرا سوال: یہ ہے کہ عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اور ان کے باپ دادا سب مسلمان تھے، تو عبد یسوع نام کیوں نہ بدلا؟

تیسرا سوال: یہ ہے کہ ان کے دادا کا کیا نام ہے جس کے متعلق یونس بن بکیر نے کہا ہے کہ **کان نصرانیا فاسلم**؟

اسی روایت کے اندر حضور اقدس ﷺ کے مکتوب گرامی کے شروع میں ''**اسلم فانی احمد** الخ'' ہے اس میں تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں بطرز مذکور ہے اور بعض میں ''**اسلم انتم**'' ہے جبکہ میں نے کہیں ''**سِلم انتم**'' بھی دیکھا ہے اسلئے بیہقی وغیرہ سے اس لفظ کے متعلق بھی تحریر فرمایئے گا یہ روایت بیہقی کی ہی ہے۔

مولوی عبداللہ

جواب: (۱) اس راوی کی تحقیق نہیں ہوسکی حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں یونس کے اساتذہ میں ان کو ذکر نہیں کیا آج کل طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے استقراء تام کی ہمت بھی نہیں ہے۔

(۲) عبد یسوع مشہور ہونے کی وجہ سے ذکر ہوگیا ورنہ ظاہر ہے کہ نام تبدیل ہوگیا ہوگا بعض لوگ غیر اسلامی ناموں سے مشہور ہوگئے اسی لئے الاصابہ میں عبدالحجر وغیرہ اسماء بھی آئے ہیں۔ یہ ساری بحث اس وقت ہے جبکہ وکان نصرانیا ثم اسلم کا تعلق عبد یسوع سے ہو، صحیح یہ ہے کہ اس کا تعلق سلمۃ بن عبد یسوع سے ہے وہ

مسلمان ہوگئے تھے اور بظاہر ان کے آباء واجداد اپنے ہی دین پر ہونگے.....

(۳) ان کے جد کی بھی تحقیق نہیں ہوسکی۔

(۴) اسلم انتم ہی تفسیر وتاریخ میں واقع ہوا ہے البتہ حیاۃ الصحابۃ کے حاشیہ میں سلم انتم تصحیح کے طور پر لکھا گیا ہے درمنثور میں ان أسلتم ہے اور سِلم أنتم ہی صواب ہے یہی ابن القیم کی کتاب ہدایۃ الحیاری (ص۴۴) میں واقع ہوا ہے۔

بندہ محمد یونس عفا اللہ عنہ

ایک حدیث کے رواۃ کی تحقیق

سند طحاوی کی تصویب اور عبارت اصابۃ کی تغلیط

سوال: قال الطحاوي في شرح معاني الآثار (۱۳۷/۲) حدثنا يونس قال حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري قال أخبرني ابن كعب بن مالک عن عمه أن رسول الله ﷺ نهى عن قتل النساء الحديث.

حدثنا محمد بن عبد الله قال حدثنا الوليد قال ثنا مالک عن ابن شهاب عن عبد الرحمن بن كعب بن مالک عن كعب بن مالک أن رسول الله ﷺ فذكر الحديث.

سوال یہ ہے کہ اصابہ میں یہ عبارت ہے. روى ابو عوانة والطحاوي من طريق مالک عن الزهرى عن عبد الرحمن بن كعب بن مالک عن عمه أن النبى ﷺ نهى. الحديث۔

حافظ نے دونوں سندوں کو ایک جگہ جمع کردیا سفیان بن عیینہ کی سند میں عن عمہ ہے اس کو مالک کی سند میں ملادیا اس میں طحاوی صحیح ہے یا اصابۃ کی عبارت۔ انتہی

جواب: طحاوی میں صحیح واقع ہوا اور اصابہ میں غلطی ہوئی اس لئے کہ یہ حدیث امام زہری سے دو راوی روایت کرتے ہیں امام مالک اور سفیان بن عیینہ، سفیان بن عیینہ اس طرح سند بیان کرتے ہیں عن الزهرى عن ابن كعب بن مالک عن عمه ان رسول الله نهى عن قتل النساء والصبيان هكذا اخرجه الشافعى (ص۱۸۰) والحميدى (۲/۳۸۵) فى مسنديهما والطحاوى فى معانى الآثار (۲/۱۲۷) والبيهقى فى سننه (۹/۷۷،۷۸)۔

اورامام مالک نے مؤطا میں مرسلاً ذکر فرمایا ہے کتاب الجہاد میں فرماتے ہیں۔

مالک عن ابن شهاب عن ابن لكعب بن مالک حسبت أنه قال عبد الرحمن بن كعب بن مالک أنه قال نهى رسول الله الذين قتلوا ابن أبي الحقيق عن قتل النساء والصبيان الحديث قال الحافظ السيوطي في تنوير الحوالک: قال ابن عبد البر اتفق رواة الموطأ على إرساله ولا علمت أحداً أسنده عن مالک من جميع رواته إلا الوليد بن مسلم فإنه قال فيه عن عبد الرحمن بن كعب بن مالک عن كعب بن مالک أخرجه الدار قطني في الأفراد.اهـ. وهكذا نقله شيخنا في الأوجز عن التنوير.

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام مالک سے روایت کرنے والوں میں ارسال واتصال میں اختلاف ہوگیا سارے رواۃ امام مالک سے مرسلاً روایۃ کرتے ہیں اور ولید بن مسلم متصلاً روایت کرتے ہیں اورعن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن کعب بن مالک کہتے ہیں امام طحاوی نے بھی ولید بن مسلم کے طریق سے روایت کی ہے لہٰذا عن کعب بن مالک ہوگا، کما صرح بہ ابن عبدالبر۔

ہمارے خیال میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے سبقت قلمی ہوئی لکھنا چاہتے تھے سفیان بن عیینہ کا طریق لکھا گیا مالک، یا یہ کہ مالک کا طریق لکھنا چاہتے تھے مگر اخیر میں عن عمہ واقع ہوگیا اس کی تعیین مسند ابی عوانہ دیکھنے پر موقوف ہے کہ ابوعوانہ نے بطریق مالک روایت کی ہے یا بطریق ابن عیینہ اگر طریق مالک ہے تو عن عمہ غلط ہے اور اگر طریق ابن عیینہ ہے تو عن مالک غلط ہے اور اگر دونوں ہیں جیسا کہ امام طحاوی نے دونوں ذکر کئے ہیں تو دونوں احتمال ہیں۔

پھر اصابہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سفیان بن عیینہ کا طریق ذکر کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ یہ حدیث سہل بن مالک کے ترجمہ میں ذکر کی ہے، سفیان بن عیینہ کے طریق سے اسماعیلی نے بھی روایت کی ہے **كما في الفتح والله اعلم۔**

حررہ محمد یونس عفی عنہ ۲۵/ جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

وقد سمع الشیخ مدظلہ الاجوبۃ الثلثۃ

وکذا استاذنا مظفر حسین المفتی بمظاہر علوم

حیاۃ الصحابہ کے چند رواۃ کی تحقیق

حدیث بنوالنضیر کی سند کی تحقیق

سوال: حیاۃ (۱/۳۲۴، س۶) کے اخیر میں جو ''عبداللہ بن'' ہے میرے خیال میں یہ زائد ہے بس ''أخبرني عبد الرحمن بن كعب.....'' ہونا چاہئے کیونکہ راوی حدیث عبدالرحمٰن ہے میری تلاش میں کوئی راوی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک ہے بھی نہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں زہری جیسا کہ بذل المجہود (۴/۱۴۲) میں ہے اور اسی طرح درمنثور (۶/۱۸۹) میں ہے..... یہ بھی تحقیق سے معلوم نہیں کہ مصنف حیاۃ الصحابہ نے یہ روایت فتح الباری سے ہی لی ہے یا کہیں اور سے؟ کہیں اور سے ہوتی تو حوالہ ضرور ہوتا، بہرحال اگر فتح الباری سے ہو تو براہ کرم دیکھئے کہ اس میں بھی ''عبداللہ بن'' ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ابوداؤد اور بذل سے مطابقت کس طرح ہے؟ اور اگر ''عبداللہ بن'' غلط ہے، تو کیا یہ غلطی فتح الباری میں بھی ہے یا حیاۃ الصحابہ میں ہی ہوگئی؟ براہ کرم اپنی تحقیق سے نوازیں۔ جزاکم اللہ خیراً. والسلام

محمد عبداللہ

الجواب: حدیث بنوالنضیر کی سند کے متعلق آپ کے خط میں چند امور ہیں۔

۱:۔ سند میں عبداللہ زائد ہے۔

۲:۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نامی کوئی راوی نہیں ہے۔

۳:۔ فتح الباری میں یہ روایت کہاں ہے۔

۴:۔ فتح الباری اور بذل المجہود درمنثور کی نقل میں اختلاف ہے اول الذکر نے عبداللہ کو لیا ہے اخیر دو نے نہیں لیا۔

۵:۔ زہری تابعی ہو کر عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب سے جو تابعی ہیں کیسے روایت لے سکتے ہیں یہ جز کارڈ میں ہے ان نمبروں کا جواب ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

۱:۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۶/۳۳۱) طبع محبّ الدین الخطیب) میں یہ روایت بحوالہ ابن مردویہ نقل کی ہے اس میں **معمر عن الزهري أخبرني عبد الله بن عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن رجل من أصحاب النبي ﷺ** آیا ہے اسی طرح عبدالرزاق (۵/۳۵۸) نے المصنف میں معمر سے یہ روایت مفصلاً نقل کی ہے اور عبد بن حمید نے عبدالرزاق سے کما فی الفتح (۷/۳۳۱) وشرح المواہب اللدنیہ (۲/۸۱)۔

صرف ابوداؤد (۴/۱۴۲) میں اور انہیں کے طریق سے امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (۲/۴۴۵) میں یہ روایت

لی ہے ان دونوں کتابوں میں عبد الرزاق أخبرنا معمر عن الزهري عن عبد الرحمن بن كعب الخ۔
واقع ہوا ہے، ابن المنذر اپنے پاس نہیں اور کسی کے کلام میں ان کی سند نظر نہیں پڑی اس اختلاف میں راجح اول ہے اس لئے کہ مدار سند عبد الرزاق ہیں ان کی مصنف میں عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن کعب ہے اور عبد الرزاق کے بلا واسطہ سے تلمیذ عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اسی طرح نقل کیا ہے وہو امام حافظ اور ابوداؤد نے محمد بن داؤد بن سفیان کے واسطہ سے یہ روایت لی ہے اور وہ عبد الرزاق سے روایت کرتا ہے۔

ولا يعرف له حال ولم يرو عنه غير أبي داؤد ولذا قال ابن حجر في التقريب مقبول أى يعتبر به في المتابعة وههنا لم يتابع بل خالفه من هو أوثق منه فعلم أن عبد الله في الإسناد ثابت وليس بزائد ولكن عبد الله هذا لم أجده في كتب الرجال التّي بحثت عن كتب الستة ولكنه موجود في كتب الرجال كما يأتي ولو قيل يمكن أن يقال الأصل عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب فانقلب على الراوي ولعله الزهري أو عبد الرزاق فإن كان كذلك فعبد الرحمن بن عبد الله بن كعب ثقة عالم مشهور من روا ة الصحيحين ودعوى الوهم إن ثبت إلى عبد الرزاق أقرب والله اعلم۔

۲:۔ یہ صحیح ہے کہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن کعب نام کا کوئی راوی تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب میں نہیں ہے لیکن امام بخاری نے تاریخ کبیر (۳،۱/۱۳۳) میں اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۹۵/۲/۲) میں ان کا تذکرہ کیا ہے: **قالا روى عن أبيه وروى عنه عبد الله بن محمد عقيلي زاد البخاري وعاصم بن عبيد الله وذكره ابن حبان في الثقات (۳/۷)۔**

۳:۔ فتح الباری کتاب المغازی میں یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

۴:۔ فتح الباری کی نقل مستند ہے صاحب البذل نے درمنثور کا اتباع کیا ہے اور صاحب الدر المنثور نے تساہل سے کام لیا ابوداؤد اور بیہقی کی دلائل کی سند کے مطابق سبھی کی طرف عن عبد الرحمٰن بن کعب منسوب کر دیا اور اگر قلب کا دعوی تسلیم کر لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ عبد الرحمٰن جد کی طرف منسوب ہیں واللہ اعلم۔

۵:۔ اس میں کوئی اشکال نہیں بلکہ صحابہ تابعین سے روایت کرتے ہیں سہل بن سعد مروان سے ایک روایت نقل کرتے ہیں **وهي في صحيح البخاري في التفسير وغيره ونبه الترمذي على ان فيه رواية الصحابي عن التابعي۔**

محمد یونس عفا اللہ عنہ ۹/رمضان ۱۴۰۶ھ

●○●

www.alislahonline.com

نوادر الفقہ

سیکڑوں فقہی مسائل، کلامی مباحث، سیرت پاک اور دعوت وتبلیغ پر
مشتمل مکاتیب ومضامین کا مجموعہ احادیث کی روشنی میں

افادات

محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری، ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگہ، ہردوئی روڈ لکھنؤ

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com

www.alislahonline.com